بسم اللہ الرحمن الرحیم

سید التفاسیر

المعروف بہ

تفسیر اشرفی

شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی

سید التفاسیر

المعروف بہ

تفسیرِ اشرفی

جلد دہم

قد سمع اللہ ۲۸ — تبارک الذی ۲۹ — عمّ ۳۰

شیخ الاسلام والمسلمین

حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور-کراچی ٥ پاکستان

نام کتاب: 'سید التفاسیر المعروف بہ تفسیر اشرفی' جلد دہم

مفسر: شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی

کورڈیزائن و کمپیوٹرائزڈ کتابت: منصور احمد اشرفی (نیویارک، یو ایس اے)

اشاعت اول: پاکستان، ذوالحجہ ۱۴۳۳ھ بمطابق اکتوبر ۲۰۱۲ء

ناشر: محمد حفیظ البرکات شاہ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، کراچی

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا گنج بخش روڈ، لاہور فون: 37221953 فیکس:۔ 042-37238010

9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔فون: 37247350 فیکس: 042-37225085

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی فون: 021-32212011 فیکس: 021-32210212

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

اجازت نامہ طباعت واشاعت برائے اردو تفسیر قرآن، بنام سید التفاسیر المعروف بہ تفسیر اشرفی (کامل)

منکہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی ولد مخدوم الملت حضرت مولانا سید محمد المعروف بہ محدث اعظم ہند ... ساکن اشرف پور، کچھوچھا شریف، تحصیل ٹانڈہ، ضلع امبیڈکر نگر، یو پی، کا ہوں۔ ... اردو تفسیر قرآن بنام سید التفاسیر المعروف بہ تفسیر اشرفی کا مصنف ہوں۔ اس تفسیر کے جملہ حقوق انڈیا کے کاپی رائٹ قوانین کے تحت بحق مصنف محفوظ ہیں اور مصنف کی مرضی کے بغیر کوئی بھی اس تفسیر کو شائع کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ میں بطور مصنف مکرمی و محترمی جناب حفیظ البرکات شاہ صاحب ولد حضرت علامہ پیر کرم شاہ صاحب الازہری ... مینیجنگ ڈائرکٹر ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، پاکستان کو اپنی تصنیف 'سید التفاسیر المعروف بہ تفسیر اشرفی' کی مندرجہ ذیل تحفظات کے ساتھ پاکستان میں شائع کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔

(۱)۔۔ مکرمی حفیظ البرکات شاہ صاحب مینیجنگ ڈائرکٹر ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، پاکستان کے علاوہ کوئی اور فرد یا ادارہ اس تفسیر کو شائع کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔

(۲)۔۔ مکرمی حفیظ البرکات شاہ صاحب ضیاء القرآن پبلی کیشنز کے تحت صرف پاکستان کی ضرورت کے لیے ہی اس تفسیر قرآن کو شائع کرنے کے مجاز ہوں گے، باہر کسی اور ملک میں ایکسپورٹ کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ وہ خود بھی کسی اور فرد یا ادارے کو تفسیر اشرفی شائع کرنے کی اجازت دینے کے مجاز نہ ہوں گے۔

(۳)۔۔ اس تفسیر قرآن کو جو کہ اردو زبان میں تصنیف کی گئی ہے کسی اور زبان میں ترجمہ کرنے، کرانے اور اسے شائع کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔

(۴)۔۔ سید التفاسیر المعروف بہ تفسیر اشرفی کے شروع میں جو مضامین بنام مقدمہ مصنفین کے احوال سے متعلق ہے، اور منظوم ہے گزارش احوال واقعی کے عنوان سے شامل کتاب ہیں انہیں حذف نہیں کیا جائے گا اور ہمیشہ شامل اشاعت رکھا جائے گا۔ ... عرض ناشر وغیرہ میں تفسیر اشرفی کے محرکات و محرکین کا ذکر بھی باقی رکھا جائے گا۔

(۵)۔۔ ملک پاکستان میں قارئین کی ڈیمانڈ جب تک جاری رہے گی اس کی طباعت و اشاعت کو روکا نہ جائے گا۔ یعنی سید التفاسیر المعروف بہ تفسیر اشرفی قارئین کے حصول کے لیے ہمیشہ میسر رہے گی۔ اگر کسی وجہ سے اس کی طباعت و اشاعت روک دی گئی تو مصنف کسی اور فرد یا ادارے کو اشاعت کی اجازت دینے کا مجاز ہوگا۔

(۶)۔۔ محمد مسعود احمد سہروردی اشرفی ... نیویارک امریکہ ... امریکہ اور کینیڈا کے قارئین کی ضرورت کے لیے تفسیر اشرفی کا ... ایڈیشن اپنی طرز پر چھپوانے اور شائع کرنے کے مجاز رہیں گے۔

(۷)۔۔ اس اجازت طباعت و اشاعت کے سلسلے میں مصنف یا ان کے بدلے میں کسی اور کی طرف سے کسی قسم کی رائلٹی یا منافع وغیرہ کی ڈیمانڈ نہیں کی جا رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو دین اسلام کی بیش از بیش خدمت کرنے کی توفیق رفیق مرحمت فرماتا رہے۔

آمین بجاہ حبیب ...

فقط

سیدنا محمد ...

سجادہ نشین و متولی درگاہ مخدوم الملت حضور محدث اعظم ہند قدس سرہ

کچھوچھا شریف، ضلع امبیڈکر نگر، یو پی، انڈیا۔

محدث اعظم ہند جانشین

فہرس

حسبِ معمول ایک دلچسپ نوٹ: تفسیرِ اشرفی کی اِس جلد دہم کے متنِ تفسیر میں ۹،۷۳،۵۴۹ (نو لاکھ تہتر ہزار پانچ سو انچاس) حروف ___ ۱،۰۷،۵۱۰ (ایک لاکھ سات ہزار پانچ سو دس) الفاظ ___ ۸،۹۶۱ (آٹھ ہزار نو سو اکسٹھ) سطریں ___ اور ۴،۳۳۷ (چار ہزار تین سو سینتیس) پیراگراف شامل ہیں ___

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ۔۔۔اَمَّا بَعْدُ

عرض ناشر

رب تبارک وتعالیٰ کا جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے کہ اُس نے تمام دُعا گو حضرات جن میں بزرگانِ دین، علماء ومشائخ اور مریدین ومعتقدین شامل ہیں، کی دُعاؤں کو اور خود مفسرِ محترم کی اُن دُعاؤں کو جو وہ ہر پارے اور تقریباً ہر سورت کی تفسیر کی ابتداء وتکمیل پر رب تعالیٰ سے کرتے رہے، قبولیت کا درجہ عطا فرماتے ہوئے شیخ الاسلام والمسلمین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کچھوچھوی مدظلہ العالی کو قرآنِ کریم کی تفسیر کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی سعادت مرحمت فرمائی۔

اِس تفسیرِ قرآن کی ابتداء آپ کے والدِ ماجد حضور محدثِ اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی قدس سرہ نے ۱۹۴۶ء میں ترجمۂ قرآن بنام معارف القرآن مکمل کر لینے کے بعد اور اپنے وصال ۱۹۶۱ء کے درمیان کسی وقت میں فرمائی تھی۔ آپ نے تفسیر کے تقریباً ۳ پارے مکمل کیے مگر صرف اُن میں سے ایک پہلا پارہ ہی دستیاب ہو سکا، لہٰذا حضور شیخ الاسلام نے پیرانہ سالی کے باوجود اِس عظیم کام کا بیڑا اُٹھاتے ہوئے تقریباً چھ۶ سے سات سال میں 'پارہ سیقولُ' سے 'پارہ عمّ' تک ۲۹ پاروں کی تفسیر کو اپنے والدِ بزرگوار قدس سرہ ہی کے اندازِ تفسیر میں قلمبند فرما کر امتِ مسلمہ پر احسانِ عظیم فرمایا۔ اور نام پسند فرمایا سید التفاسیر المعروف بہ تفسیر اشرفی، جس سے عالمِ اسلام میں اہلسنّت کی طرف سے اردو زبان میں ایک آسان اور مختصر تفسیر کا اضافہ ہوا۔ یہ موقع تفسیرِ اشرفی کے محاسن کے بیان کرنے کا نہیں جس کے لیے ایک دفتر درکار ہے، بلکہ صرف اظہارِ تشکر کا ہے۔

مفسرِ محترم کے طفیل گلوبل اسلامک مشن (نیویارک، یو ایس اے) کے تمام خادمان وکارکنان بھی رب تعالیٰ کی بارگاہ میں شکرگزار ہیں کہ اُنہیں کسی نہ کسی انداز میں اِس تفسیر کے ذریعے کلام الٰہی کی کچھ خدمت کرنے کا موقع میسر آیا۔ چند سالوں کے مختصر سے عرصے میں تفسیرِ اشرفی کا قلمبند ہونے کے ساتھ ساتھ ۳،۳، پارے فی جلد کر کے شائع ہوتے رہنا اور تکمیل سے پہلے ہی مقبولیتِ عامہ پا لینا تائیدِ الٰہی وتوفیقِ الٰہی کے بغیر ممکن نہ تھا۔ انڈیا میں، احمد آباد اور کچھوچھہ شریف کے حضرت کے قیام کے دوران اِس کا لکھا جاتا رہنا، امریکہ میں کمپوزنگ وتزئین کاری، انگلینڈ میں کمپوزنگ کی نظرِ ثانی اور

پھر کرجن، گجرات سے ہوتے ہوئے انڈیا میں۔۔مزید برآں۔۔پاکستان میں شائع ہوتے رہنا، یقیناً فیضِ محدثِ اعظم وشیخ الاسلام کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔ہم شیخ الاسلام کے شکرگزار ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ رب العزت سے دُعا گو ہیں کہ وہ مفسرِ محترم حضور شیخ الاسلام والمسلمین کی عمر وصحت میں برکت عطا فرمائے، اِس تفسیری خدمت کواُن کے لیے دونوں جہان میں درجات کی بلندیوں کا ذریعہ بنائے اور مسلمانانِ، عالم کو اِس تفسیر سے زیادہ زیادہ مستفید ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

ادارہ دِل کی گہرائیوں سے بہ ترتیب کاردگی، اپنے تمام کارکنان ومعاونین اور خاص طور پر میں اپنے صاحبزادے جناب منصور احمد اشرفی (نیویارک، امریکہ) کا، جنھوں نے اَن تھک محنت سے متن کی کمپوزنگ وتزئین انجام دی؛ جناب علامہ محمد فخر الدین علوی اشرفی (امریکہ) کا، جنھوں نے مختلف معاملات میں رہنمائی فرمائی؛ جناب علامہ مفتی محمد ایوب صاحب اشرفی سنبھلی (بولٹن، انگلینڈ) کا، جنھوں نے نظرِعمیق سے متنِ تفسیر کی نظرِ ثانی انجام دی؛ انڈیا کے تعلق سے جناب سید شوکت علی صاحب اشرفی (کرجن، گجرات) وجناب مولانا عبدالرزاق اشرفی (بھروچ، گجرات) وجناب مولانا ساجد صاحب اشرفی (پادرا، گجرات) وجناب خالد اشرفی (موزنبیق) کا، جن کی دن رات کی محنت سے انڈیا میں تفسیرِ اشرفی کی ہر جلد خوبصورت انداز میں نہ صرف طبع ہوکر سامنے آتی رہی بلکہ اُن کی ترسیل میں بھی انہوں نے اور اُن کے دوسرے معاونین نے اپنے دن رات ایک کردیئے؛ جناب غلام رازق صاحب (احمد آباد، انڈیا) کا، جنہوں نے اردو املا کی نظرِ ثانی میں مدد دی۔اور ساتھ میں سرور اشرفی (احمد آباد، انڈیا) کا شکرگزار ہے اور دُعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

پاکستان سے، خاص طور پر پہلی اور دوسری جلد کی اشاعت وطباعت کے لیے جناب سید ریاض علی اشرفی صاحب، جناب مسرور علی قریشی صاحب، جناب سلیم الدین صاحب، جناب عبدالقادر صاحب، جناب عزیز علی صاحب کے بھی، ہم ممنون ومشکور ہیں کہ ابتدائی کام اُن ہی سب کے تعاون سے انجام پایا۔

ترسیل وتقسیم، رابطے اور اسپانسر شپ وغیرہ کے لیے انگلینڈ میں محدثِ اعظم مشن کی تمام شاخوں کے ممبران، خاص طور پر جناب شبیر احمد پٹیل وشریف احمد پٹیل (بولٹن، انگلینڈ)، جناب افروز اشرفی، اقبال احمد آبادی اشرفی وامتیاز امین ودوسرے مقتدر احباب واصحاب (ڈیوزبری، انگلینڈ) کہ جن کی ہر قسم کی سپورٹ سے انڈیا میں شیخ الاسلام ٹرسٹ کے تحت کام آسان ہوا۔ہم اُن سب کے مشکور ہیں۔

۔۔علاوہ ازیں۔۔جناب علامہ سید محمد قاسم میاں اشرفی صاحب (لکھنؤ) کے، جناب سید محمد احمد میاں اشرفی صاحب (لکھنؤ) کے، اور نائب سجادہ آستانہء عالیہ حضور محدث اعظم ہند قدس سرہ جناب

علامہ سید محمد حسن عسکری میاں (لکھنؤ، انڈیا) کے ہم تہہ دِل سے ممنون و مشکور ہیں۔ مولانا سیف خالد اشرفی صاحب (بھاگلپور، انڈیا)، جناب علامہ سید احسن اشرف اشرفی جیلانی صاحب (بلیک برن، انگلینڈ)، جناب سید محمد عربی میاں اشرفی صاحب (لکھنؤ) سمیت ادارہ تمامی مذکورہ وغیر مذکورہ صاحبانِ علم وفن و خادمانِ مذہب و مسلک اور جن بزرگوں نے ہمیں صرف اپنی دُعاؤں ہی میں شامل رکھا اُن سب کے بھی شکرگزار ہیں۔ اللہ رب العزۃ سے دُعا ہے کہ وہ سب کو جزائے خیر کے ساتھ ساتھ دونوں جہانوں کی کامیابی و کامرانی سے ہمکنار فرمائے۔

۔۔نیز۔۔گلوبل اسلامک مشن (نیویارک، یوایس اے) کو اِس تفسیر کو عام کرنے اور دین و مسلک کی بیش از بیش خدمت کرنے کی توفیقِ رفیق مرحمت فرمائے۔

آمِین یَامُجِیبَ السَّائِلِینَ بِحَقِ طٰہٰ وَ یٰسٓ، بِحَقِ نٓ وصٓ، بِحَقِ یَابُدُّوحُ
وَبِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِینَ سَیِّدِنَا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

۷/جمادی اولیٰ ۱۴۳۴ھ ۔۔مطابق۔۔ ۱۹/مارچ ۲۰۱۳ء

ناچیز
محمد مسعود احمد
سہروردی، اشرفی

چیئرمین
گلوبل اسلامک مشن، انک
نیویارک، یوایس اے

نوٹ: اِس بات کو پھر یاد دلا دیا جائے کہ تفسیر کے متن میں جو الفاظ قوسین میں ہیں اور گاڑھی سیاہی سے واضح کیے گئے ہیں وہ کلام پاک کی آیتوں کے ترجمے کے ہیں جن کو تفسیر میں اس طرح پرویا گیا ہے کہ تفسیر بامحاورہ بھی بن جائے اور کلام الٰہی کا ترجمہ بھی انہیں میں شامل ہو جائے اور پڑھنے والے کو کوئی رکاوٹ بھی محسوس نہ ہو۔ یہ اِس تفسیر کی انفرادیت بھی ہے اور انوکھا انداز بھی۔ قارئین کو یاد دہانی کرائی جاتی ہے کہ ہر جلد کے آخر میں اُن کی آسانی کے لیے 'تشریحِ لغات' کے عنوان سے مشکل الفاظ کے معنی بیان کر دیئے گئے ہیں۔ ہماری طرف سے ہر ممکنہ کوشش کر لی گئی ہے کہ یہ کتاب اغلاط سے زیادہ زیادہ پاک ہو سکے، اِس کے باوجود اگر کوئی غلطی سامنے آئے تو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ طباعت میں اُس کی تصحیح کر لی جائے۔۔۔شکریہ۔

اطلاعِ عام: قارئین کو مطلع کیا جاتا ہے کہ بہ اجازتِ مفسر محترم اب سے ضیاء القرآن پبلی کیشنز پاکستان میں اِس تفسیر کو شائع کرنے کی مجاز ہوگا۔ اللہ تعالیٰ دین اسلام کی یہ خدمت ان کے لیے مبارک کرے۔

٢٨

قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ

باسمہٖ تعالیٰ وبعونہٖ سبحانہٗ، آج بتاریخ

٩ رمضان المبارک ١٤٣٣ھ۔۔مطابق۔۔٣٠ رجولائی ٢٠١٢ء، بروز دوشنبہ، سورۂ مجادلہ اور ٢٨ ویں پارہ کی تفسیر شروع کردی ہے۔ دُعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اِس کی اور پورے باقی قرآنِ کریم کی تفسیر کی تکمیل کی سعادت مرحمت فرمائے اور فکر وقلم کو اپنی خاص حفاظت میں رکھے۔

آمِیْن یَامُجِیْبَ السَّائِلِیْنَ بِحَقِّ طٰهٰ وَ یٰسٓ، بِحَقِّ نٓ وصٓ،
بِحَقِّ یَابُدُّوْحُ وَبِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
سَیِّدِنَا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

سورۃ المجادلۃ ۵۸ مدنیۃ ۱۰۵ — آیاتہا ۲۲ — رکوعاتہا ۳

سُورۃُ المجادلۃ

سورہ المجادلہ ۔۔ ۵۸ مدنیہ ۱۰۵ آیاتہا ۲۲ ۔۔ رکوعاتہا ۳

اِس سورت کا نام 'المجادلہ' ہے، جس کا معنی ہے 'بحث اور تکرار کرنے والی عورت'، اور یہ نام اِس سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ یہ سورہ 'سورہ المنافقین' کے بعد اور 'سورہ التحریم' سے پہلے نازل ہوئی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ سورۂ مبارکہ 'سورۂ احزاب' کے بعد نازل فرمائی گئی۔ 'سورۂ احزاب' کی آیت ۴ میں حق تعالیٰ نے جو اجمالی حکم دیا ہے اُس کی تفصیل سورۂ مجادلہ میں بیان فرمائی ہے۔ روایت ہے کہ ایک دن اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ خولہ بنت ثعلبہ کے ساتھ صحبت کی رغبت کی، خولہ نے روکا، اَوس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: اَنْتِ عَلَیَّ کَظَھْرِ اُمِّی یعنی 'تُو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پشت'۔ اور اِسے 'ظِہار' کہتے ہیں۔ جاہلیت میں 'ظہار' طلاق تھی۔

خولہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اِس باب میں دادخواہی کی۔ حضرت نے فرمایا تُو اُس پر حرام ہوگئی۔ خولہ لڑکوں کی کثرت اور کم سنی اور قدیم انیس کی مفارقت کے سبب سے نہایت غمگین ہوئیں۔ خولہ نے عرض کی، یارسول اللہ! اُس نے مجھ کو طلاق نہیں دی۔ اِس پر رسولِ کریم نے فرمایا کہ میرا گمان یہی ہے کہ تُو اُس پر حرام ہوگئی۔ دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی سوال کیا اور وہی جواب پایا۔ پھر روئے نیاز آسمان کی طرف کر کے دُعا کی کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَشْکُوْ اِلَیْكَ۔ اَے اللہ! میں تجھ سے شکایت کرتی ہوں۔ پس فوراً یہ آیت نازل ہوئی۔ تو اِس کلام بلاغت نظام اور چارہ سازِ بے چارگاں کو شروع کرتا ہوں میں ۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ۖ

بے شک سن لی اللہ نے بات اُس کی جو بحث کرتی ہے تم سے اپنے شوہر کے بارے میں، اور فریاد کرتی ہے اللہ سے،

وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ①

اور اللہ سن رہا ہے تم دونوں کی بات چیت۔ بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے●

(بے شک سن لی اللہ) تعالیٰ (نے بات اُس کی جو بحث) وتکرار (کرتی ہے تم سے اپنے شوہر کے بارے میں، اور فریاد کرتی ہے اللہ) تعالیٰ (سے)، اور بارگاہِ خداوندی میں اپنی شکایت پیش کرتی ہے، (اور) حال یہ ہے کہ (اللہ) تعالیٰ (سن رہا ہے تم دونوں کی بات چیت)۔ یعنی اَے ہمارے حبیب! تم کہتے تھے کہ تُو اُس پر حرام ہوگئی، وہ کہتی تھی کہ اُس نے مجھ کو طلاق نہیں دی۔ (بے شک اللہ تعالیٰ (سننے والا) ہے لوگوں کے اقوال اور (دیکھنے والا ہے) اُن کے احوال۔ یعنی یہ کلمہ کہنے سے کسی کی زوجہ اُس کی ماں نہیں ہوجاتی۔۔تو۔۔

اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ

جولوگ اپنی زوجہ کو ماں کی جگہ بنائیں تم میں سے، تو وہ اُن کی ماں نہیں ہیں۔ اُن کی ماں وہی ہیں

اِلَّا الّٰۗـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ

جنہوں نے جنا ہے اُنہیں۔ اور بے شک یہ لوگ یقیناً کہتے ہیں ناگوار بات اور جھوٹ۔

وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ②

اور بے شک اللہ یقیناً معافی دینے والا مغفرت فرمانے والا ہے●

(جولوگ اپنی زوجہ کو ماں کی جگہ بنائیں تم میں سے)، یعنی تم مردوں میں سے جو 'ظہار' کرتے ہیں اپنی عورتوں سے اور کہتے ہیں کہ تیری پشت مجھ پر میری ماں کی پشت کے مثل ہے، (تو وہ اُن کی ماں نہیں ہیں)، بلکہ (اُن کی ماں وہی ہیں جنہوں نے جنا ہے انہیں)۔ اور رسولِ کریم کی ازواجِ مطہرات اور دودھ پلانے والیاں ماں کے حکم میں ہیں۔ (اور بے شک یہ لوگ یقیناً کہتے ہیں ناگوار بات) یعنی بے جانی بوجھی بات (اور جھوٹ) بات، کیونکہ ہرگز جورو ماں نہیں ہوتی۔ (اور بے شک اللہ) تعالیٰ (یقیناً معافی دینے والا) ہے، یعنی معاف فرمانے والا ہے اُن کے گناہ جو اِس قول سے توبہ کرتے ہیں۔ اور (مغفرت فرمانے والا ہے) یعنی اُن پر کفارے واجب کر کے اُن کو بخشنے والا ہے۔

'ظہار' کو زمانۂ جاہلیت میں سب سے شدید طلاق قرار دیا جاتا تھا، کیوں کہ اُس میں بیوی کی پشت کو ماں کی پشت سے تشبیہہ دی جاتی تھی، اور عربوں میں نکاح وطلاق کے جو احکام تھے

وہ اسلام میں اُس وقت تک معتبر رہتے تھے جب تک اسلام میں اُن احکام کو منسوخ نہیں کردیا جاتا۔ اور اسلام میں 'ظہار' کا یہ پہلا واقعہ تھا، اِس واسطے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عرب کے عرف کے موافق ابتداءً اُس کو برقرار رکھا، پھر جب حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اِس مسئلہ سے دوچار ہوئیں اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اِس میں بہت بحث اور تکرار کی اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کی، تو اللہ تعالیٰ نے زمانۂ جاہلیت کی اُس رسم کو منسوخ فرمادیا اور 'ظہار' کی مذمت میں زیرِ تفسیر سورہ کی آیت ۲ نازل ہوئی۔

اِس مقام پر یہ ذہن نشین رہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یوں کہے "کہ تم مجھ پر ایسی ہو جیسی میری ماں کی پشت ہے،" اِس کو فقہ کی اصطلاح میں 'ظہار' کہتے ہیں۔ 'ظہار' کی تعریف یہ ہے کہ بیوی۔۔یا۔ اُس کے کسی عضو کو اپنی ماں۔۔یا۔۔ کسی اور محرم کی پشت۔۔یا۔۔ کسی اور عضو سے تشبیہ دینا، اُس کا حکم یہ ہے کہ اُس پر بیوی سے 'جماع' اور 'بوس و کنار' وغیرہ حرام ہوجاتا ہے جب تک وہ 'کفارۂ ظہار' نہ ادا کرے۔

اور جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا تم مجھ پر ایسی ہو جیسے میری ماں کا پیٹ۔۔یا۔ اُس کی ران ہے، تو یہ بھی 'ظہار' ہے۔ اور اگر اُس نے ماں کے علاوہ اپنی بہن۔۔یا۔ اپنی پھوپھی۔۔یا۔۔ رضاعی ماں۔۔یا۔۔ کسی اور محرم کی پشت سے اپنی بیوی کو تشبیہ دی، تو یہ بھی 'ظہار' ہے۔ اور اگر اُس نے اپنی بیوی کے کسی عضو کو اپنی ماں سے تشبیہ دی۔۔ مثلاً: اپنی بیوی سے کہا کہ تمہارا سر میری ماں کی پشت کی طرح ہے۔۔یا۔ تمہاری شرمگاہ۔۔یا۔ تمہارا چہرہ۔۔یا۔۔ تمہاری گردن یا تمہارا نصف۔۔یا۔ تمہارا ثلث میری ماں کی طرح ہے تو یہ بھی 'ظہار' ہے۔

اور اگر اُس نے کہا کہ تم میری ماں کی مثل ہو، تو اِس کا حکم اُس کی نیت پر موقوف ہے۔ اگر اُس کی نیت یہ تھی کہ تم میری ماں کی طرح معزز ہو، تو طلاق۔۔یا۔ ظہار کچھ بھی نہیں۔ اور اگر اُس نے کہا کہ میری نیت 'ظہار' کی تھی تو یہ 'ظہار' ہے۔ اور اگر اُس نے کہا میری نیت طلاق کی تھی، تو اِس سے 'طلاقِ بائن' واقع ہوجائے گا۔ جب کوئی شخص 'ظہار' کر کے رجوع کرنا چاہے، تو پھر اُس کا کیا طریقہ ہے؟ اِس کے بعد کی آیات میں اُس کی وضاحت فرمائی ہے۔۔۔

وَالَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ

اور جو بیوی کو ماں کی جگہ بنائیں اپنی عورتوں میں، پھر لوٹیں اُسی طرف جس کے لیے ایسی بولی بول چکے، تو اُن پر ایک غلام کو آزاد کرنا ہے

مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ③

قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔ یہ ہے جس کی نصیحت کی جاتی ہے تمہیں۔ اور اللہ جو کچھ کرو خبردار ہے●

(اور) ارشاد فرمایا ہے کہ (جو بیوی کو ماں کی جگہ بنائیں اپنی عورتوں میں، پھر لوٹیں اُسی) عملِ زوجیت کی (طرف جس کے لیے ایسی بولی بول چکے)۔۔۔

یعنی جو انہوں نے کہا ہے اُسے توڑنے کے واسطے اُس سے 'وطی' کا قصد کریں، مسلکِ امامِ اعظم پر۔۔یا۔۔روک رکھیں اپنی عورت کو جورو پنے پر 'ظہار' کے بعد، اگرچہ ایک لحظہ بھی ہو، باوجود امکانِ طلاق کے، امام شافعی کے مسلک پر۔۔یا۔۔وطی کرے امام مالک کے مسلک پر، کیونکہ اُن کے نزدیک 'عود' وطی ہی کے سبب سے ہوتا ہے۔ بہر تقدیر کفارہ دینا چاہیے۔۔۔

(تو اُن پر ایک غلام کو آزاد کرنا ہے) یعنی ایک بندہ جو مؤمن ہو۔۔یا۔۔ذمی چھوٹا ہو۔۔یا۔۔بڑا۔۔۔امامِ اعظم کے قول پر، اور امام شافعی کہتے ہیں کہ بندہ مؤمن آزاد کرنا چاہیے۔۔۔(قبل اِس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں) اور باہم فائدہ اٹھائیں۔

اور بعضے اِس بات پر ہیں کہ **مَسّ** جماع سے کنایہ ہے۔

اور جس عورت سے 'ظہار' کیا گیا ہو اُس سے 'جماع' حرام ہے کفارہ دینے کے قبل۔ (یہ ہے جس کی نصیحت کی جاتی ہے تمہیں) یعنی یہ حکم کفارہ کا جس کے تم مامور ہوئے تمہارے لیے نصیحت ہے، تاکہ ایسے الفاظ کہنے سے باز رہو۔ (اور اللہ) تعالیٰ (جو کچھ کرو) اُس سے (خبردار ہے)۔ اُس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔

فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ

تو جس نے نہ پایا، تو روزے ہیں دو مہینے کے لگاتار قبل اِس کے کہ باہم ہاتھ لگائیں۔ تو جسے

لَّمْ یَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْكِیْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ

اس کی بھی سکت نہیں، تو پورا کھانا کھلانا ہے ساٹھ مسکینوں کو۔ یہ اس لیے کہ مانتے رہو اللہ اور اُس کے رسول کو۔

وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ④

اور یہ اللہ کی حد بندیاں ہیں۔ اور منکروں کے لیے دکھ والا عذاب ہے●

(تو جس نے نہ پایا) بندہ۔۔یا۔۔بندہ کا مالک ہو مگر اُس سے خدمت لینے کا محتاج ہو۔۔یا۔۔

اُس کے پاس بندہ کی قیمت ہے مگر خرچ کی احتیاج رکھتا ہے، (تو) اُس کے لیے اُس کی جگہ (روزے ہیں دو مہینے کے لگاتار) یعنی پے در پے کہ اُس کے درمیان افطار نہ کرے، اور اگر افطار کرے گا تو پھر نئے سرے سے روزے رکھے۔ اگر دو ماہ کے درمیان ایک۔۔یا۔۔اُس سے زائد دن ناغہ ہوا، عذر سے یا بلا عذر، تو نئے سرے سے روزہ شروع کرنا ہوگا۔ اور پہلے جو روزے رکھے وہ اِس شمار میں نہیں ہوں گے۔ تو روزے لگاتار رکھے (قبل اِس کے کہ باہم ہاتھ لگائیں) اور ایک دوسرے پر پہنچیں مباشرت کے ساتھ۔

(تو جسے اِس کی بھی سکت نہیں) کمالِ ضعف و ناتوانی کے سبب۔۔یا۔۔اُسے دائمی مرض لاحق ہے، یعنی ایسی بیماری کہ تادمِ زیست اُس سے صحت کی امید نہیں، تو یہ بمنزلہ اُس عاجز کے ہے جسے بڑھاپا ہے۔ اگر اُس سے صحت کی امید ہے لیکن 'وطی' کی ضرورت شدت سے ہے، تو بھی صحت کا انتظار کرے یہاں تک کہ روزے رکھنے کی قدرت پائے۔ یہی مذہب مختار ہے۔ اگر ایسا شخص بلا انتظار، طعام کھلا کر کفارہ ادا کردے تو بھی جائز ہے۔

۔۔الختصر۔۔ مسلسل لگاتار دو مہینے روزے نہ رکھ سکے (تو) کفارہ کی ادائیگی کے لیے (پورا کھانا کھلانا ہے ساٹھ مسکینوں کو)۔ خواہ ساٹھ۶۰ مسکینوں کو ایک ساتھ کھلائے۔۔یا۔۔ایک مسکین کو ساٹھ۶۰ دن کھلاتا رہے۔۔لیکن۔۔ایک مسکین کو یکبارگی ساٹھ۶۰ مساکین کا کھانا دے دینا ناجائز ہے۔

(یہ) ظہار کا بیان اور احکام کی وضاحت (اس لیے) ہے (کہ مانتے رہو اللہ) تعالیٰ (اور اُس کے رسول کو) اور اُن کے اوامر و نواہی قبول کرتے رہو۔ (اور یہ) احکام (اللہ) تعالیٰ (کی حد بندیاں ہیں) کہ اس سے نہیں گزر سکتے۔ (اور منکروں کے لیے) جو حکم نہیں مانتے (دکھ والا عذاب ہے)۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

بے شک جو مخالفت کریں اللہ اور اُس کے رسول کی، ذلت دیے گئے جس طرح ذلت دیے گئے وہ، جو اُن سے پہلے تھے،

وَ قَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌۚ۝۵

اور بے شک اُتارا ہم نے روشن آیتوں کو۔ اور منکروں کے لیے ذلت دینے والا عذاب ہے●

اور (بے شک جو مخالفت کریں اللہ) تعالیٰ (اور اُس کے رسول کی) اور امر و نہی کی حدوں سے تجاوز کریں، (ذلت دیئے گئے) اور خوار و رسوا کر دیئے گئے، (جس طرح ذلت دیئے گئے وہ)

کافر (جو ان) سے پہلے تھے، اور بے شک اُتارا ہم نے روشن آیتوں کو) یعنی قرآن، اور وہ معجزے جو رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سچے ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ (اور منکروں کے لیے) قیامت میں (ذلت دینے والا عذاب ہے) اور دُنیا میں بھی اُن کے لیے ذلت و رسوائی ہے۔ اے محبوب! یاد کرو اُس دن کو۔۔۔

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ۭ

جس دن کہ اُٹھائے گا اُن سب کو اللہ، پھر بتادے گا اُنہیں جو کرتوت کیے۔ شمار کرلیا ہے اُسے اللہ نے، اور وہ لوگ بھول چکے اُسے۔

وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۶

اور اللہ ہر ایک کا نگراں ہے●

ع ۱

(جس دن کہ اٹھائے گا ان سب کو اللہ) تعالیٰ ان کی قبروں سے۔۔۔ اور ایسا کوئی بھی نہ ہوگا جسے اُس کی قبر سے نہ اٹھایا جائے۔۔۔ (پھر بتادے گا انہیں) دُنیا میں (جو کرتوت کیے۔ شمار کرلیا ہے اسے اللہ) تعالیٰ (نے) اور اپنی نگاہِ علم وخبر میں رکھا ہے، (اور) ان کا حال یہ ہوگا کہ (وہ لوگ بھول چکے) ہوں گے (اسے)۔ یعنی اُن کے حافظے سے اُن کی نازیبا حرکتیں نکل چکی ہوں گیں۔ (اور اللہ) تعالیٰ (ہر ایک) کے اعمال واحوال واقوال (کا نگراں ہے) اور گواہ ہے اور اس کے مناسب بدلا دے گا کہ کوئی اُس کی گواہی کو رَد نہ کرسکے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى

کیا نہیں دیکھا تُو نے؟ کہ اللہ جان رہا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ نہیں ہوتی

ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ

تین شخصوں کی کوئی سرگوشی مگر وہ اُن کا چوتھا ہے، اور نہ پانچ شخصوں کی مگر وہ اُن کا چھٹا ہے، اور نہ اُس سے کم کی

وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا

اور نہ زیادہ کی، مگر وہ اُن کے ساتھ ہے جہاں بھی ہوں۔ پھر بتادے گا اُنہیں جو کرتوت کیے اُنہوں نے

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۷

قیامت کے دن۔ بے شک اللہ ہر ایک کا جاننے والا ہے●

(کیا نہیں دیکھا تُو نے؟) اور نہیں جانتا تُو، یہ (کہ اللہ) تعالیٰ (جان رہا ہے جو کچھ آسمانوں) میں فرشتے، تارے، روحیں ہیں، (اور جو کچھ زمین میں ہے) از قسم جمادات، نباتات اور حیوانات وغیرہ۔ (نہیں ہوتی تین شخصوں کی کوئی سرگوشی مگر وہ اُن کا چوتھا ہے) علم میں۔ یعنی اُن کو چاؔر کر دیتا ہے اِس حیثیت سے کہ اُن کا رفیق ہے اور اُن کے کلام پر مطلع ہے۔ (اور نہ پانچ شخصوں کی مگر وہ اُن کا چھٹا ہے) افعال اور اقوال دیکھنے اور جاننے کے سبب سے۔ یعنی اُن کو چھ کر دیتا ہے۔ (اور نہ اِس سے کم کی اور نہ زیادہ کی، مگر وہ اُن کے ساتھ ہے جہاں بھی ہوں)۔

تین[3] سے پانچ[5] تک کی تخصیص اس لیے ہے کہ ایک واقعہ میں ایسی بات کرنے والے منافقین تین[3] تھے پھر پانچ[5] تھے۔ بعض نے کہا کہ چونکہ عموماً مشورہ تین[3] میں ہوتا ہے۔۔یا۔۔ زیادہ سے زیادہ پانچ[5] میں تاکہ الفاظ تھوڑے اور جچے تلے اور رائے کے عین موافق اور راز کو چھپانے والے ہوں۔۔الختصر۔۔راز دارانہ سرگوشی کے لیے کم سے کم تین[3] اور زیادہ سے زیادہ پانچ[5] ہی مناسب ہیں۔ اُس کی کیفیت عام مجلسِ شوریٰ کی نہیں ہوتی، بلکہ اُس میں عموماً ایسے ہی مسائل پر راز دارانہ طور پر گفتگو ہوتی ہے جن کا کمال اخفاء مقصود ہوتا ہے۔

۔۔الختصر۔۔ان سرگوشی کرنے والوں اور چھپ چھپ کر اسلام اور پیغمبرِ اسلام کے خلاف پلاننگ کرنے والوں کی حرکتوں سے اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں۔ فی الحال تو انہیں چھوٹ دے رکھی ہے۔۔۔ (پھر بتادے گا انہیں جو کرتوت کیے انہوں نے قیامت کے دن) تاکہ وہ وہاں اہلِ محشر کے سامنے ذلیل و رسوا ہوں۔ (بے شک اللہ) تعالیٰ (ہر ایک کا جاننے والا ہے)۔ اُس کے علم کی نسبت سب معلومات کے ساتھ یکساں ہے۔ اہلِ آسمان کے حالات اُسی طرح جانتا ہے جیسے اہلِ زمین کے۔ اور اُس کا علم چھپے ہوئے امور کو اِس طرح گھیرے ہوئے ہے جیسے ظاہری امور کو۔

روایت ہے کہ یہود و منافقین آپس میں سرگوشی کرتے اور تین[3] تین[3] اور پانچ[5] پانچ[5] کی ٹولی بنا لیتے۔ جب اہلِ ایمان کو دیکھتے تو ایک دوسرے کو آنکھوں سے اشارہ کرتے۔ اس سے اُن کا پروگرام یہی تھا کہ وہ اہلِ ایمان کو غصہ دلائیں تاکہ جھگڑا برپا ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایسا کرنے سے روکا۔ ایک عرصہ رک کر پھر وہی پروگرام شروع کر دیا تو یہ آیت نازل فرمائی گئی، کہ اَے محبوب!۔۔۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ

کیا نہیں دیکھا تم نے اُنہیں جو روکے گئے سرگوشی سے، پھر وہی کرتے ہیں جس سے روکے گئے،

وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ

اور سرگوشیاں کرتے ہیں گناہ اور قانون شکنی اور رسول کی گنہگاری کی۔ اور جب آئے تمہارے پاس تو سلام کیا ایسے لفظوں میں

بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ

کہ سلام قرار نہیں دیا تمہارا جس کو اللہ نے۔ اور کہتے ہیں اپنے اپنے جی میں کہ "کیوں نہیں عذاب دیتا ہمیں اللہ

بِمَا نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۸﴾

بسبب اُس بولی کے جو ہم بولتے ہیں۔" کافی ہے اُنہیں جہنم۔ جائیں گے اُس میں، تو کیا بُرا پھرنے کا ٹھکانہ ہے●

(کیا نہیں دیکھا تم نے انہیں جو روکے گئے سرگوشی سے، پھر وہی کرتے ہیں جس سے روکے گئے۔ اور سرگوشیاں کرتے ہیں گناہ اور قانون شکنی اور رسول کی گنہگاری کی) جن کا مقصد ایمان والوں سے عداوت کا اظہار، مؤمنین کی غیبت اور اہلِ ایمان کو غمگین کرنا ہے، اور رسولِ کریم کی بارگاہ میں نازیبا کلمات نکال کر آپ کی گستاخی کرنا ہے۔

-- چنانچہ -- روایت ہے کہ یہود رسولِ مقبول کی خدمت میں آئے اور کہا کہ اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ۔ حضرت نے فرمایا وَعَلَيْكُمْ۔ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہود کا کلام سنا اور کہا کہ اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ وَ لَعَنَكُمُ اللّٰهُ وَغَضَبَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ۔ پس حضرت ﷺ نے فرمایا آہستہ رہ اَے عائشہ! اور عادت نرم کر۔ حضرت بی بی عائشہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ آپ نے سنا نہیں کہ انہوں نے کیا کہا۔ حضرت نے فرمایا کہ اَے عائشہ! مگر تم نے وہ نہیں سنا کہ میں نے کیا کہا اور رَد کیا۔ یعنی میں نے بھی تو کہا کہ وَعَلَيْكُمْ، اُن کی بات اُن پر رَد کردی، اور میری بات اُن کے حق میں مقبول ہے، اُن کی بات میرے باب میں نہیں۔ تو حق تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی، کہ اَے محبوب! ---

(اور جب آئے تمہارے پاس تو سلام کیا ایسے لفظوں میں کہ سلام قرار نہیں دیا تمہارا جس کو اللہ) تعالیٰ (نے)۔ حق تعالیٰ نے تو تجھ کو کہا کہ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اور یہ کہتے ہیں اَلسَّامُ عَلَيْكَ۔ اور سَام زبانِ یہود میں موت ہے۔ یا۔ تلوار سے قتل ہونا ہے۔ (اور) یہ یہود (کہتے ہیں اپنے جی میں، کہ کیوں نہیں عذاب دیتا ہمیں اللہ) تعالیٰ (بسبب اس بولی کے جو ہم بولتے ہیں)

یعنی ہم پیغمبر کی شان میں گستاخیاں کررہے ہیں پھر بھی ہم پر کوئی عذاب نہیں آتا۔ اگر وہ نبی ہوتے، تو چاہیے تھا کہ ہم یہ جو اُن کی اہانت کرتے ہیں اُس کے سبب سے خدا ہم پر عذاب کرتا۔ (کافی ہے انہیں جہنم) عذاب کے لیے۔ (جائیں گے اُس میں۔ تو کیا بُرا پھرنے کا ٹھکانہ ہے) جہنم۔۔تو۔۔۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

اَے ایمان والو! جب تم نے سرگوشی کرنی چاہی، تو مت سرگوشی کرو گناہ اور قانون شکنی

وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ

اور رسول کی گنہگاری کی، اور سرگوشی کرو نیکی اور خوفِ خدا کی۔ اور ڈرتے رہو اللہ کو،

اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝۹

جس کی طرف حشر کیے جاؤ گے●

(اَے ایمان والو! جب تم نے سرگوشی کرنی چاہی، تو مت سرگوشی کرو گناہ اور قانون شکنی اور رسول کی گنہگاری کی) جیسا کہ منافق اور یہود کرتے ہیں۔ (اور سرگوشی کرو نیکی اور خوفِ خدا کی۔ اور ڈرتے رہو اللہ) تعالیٰ (کو) اپنے ہر کام میں جو تم کرتے ہو۔ ایسا اللہ، کہ تم (جس کی طرف حشر کیے جاؤ گے) اور وہ تم کو تمہارے کاموں پر جزا دے گا۔ سوا اُس کے نہیں کہ گناہ و معصیت اور ظلم و جور والی۔۔۔

اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَاۗرِّهِمْ شَـيْـــًٔـا

بُری سرگوشی تو شیطان کی طرف سے ہے، تاکہ رنج دے اُنہیں جو ایمان لائے، حالانکہ نہیں ہے بگاڑ سکنے والا اُن کا کچھ،

اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۰

بغیر اللہ کے حکم کے۔ اور اللہ ہی پر بھروسہ رکھے رہیں ایمان والے●

(بُری سرگوشی تو شیطان کی طرف سے ہے) اور اُسی کے وسوسے سے ہے، جو اس غلط کام کو تمہاری نگاہ میں آراستہ کرتا ہے اور اُس کام پر تم کو رکھتا ہے (تاکہ رنج دے اُنہیں جو ایمان لائے، حالانکہ نہیں ہے بگاڑ سکنے والا ان کا کچھ بغیر اللہ) تعالیٰ (کے حکم کے) اور اس کی مشیت کے۔۔الحتصر۔۔اُن بری سرگوشیوں سے بغیر حکم خداوندی ایمان والوں کا کچھ بگڑنے والا نہیں۔ تو بے فکر رہیں (اور اللہ) تعالیٰ (ہی پر بھروسہ رکھے رہیں ایمان والے) نہ کہ غیرِ خدا پر۔

اہلِ بدر میں سے ایک گروہ آنحضرت ﷺ کی مجلس میں آیا اور بعضے صحابہ حضرت کے گردا گرد بیٹھے تھے اور جگہ نہ تھی، بدریوں نے سلام کیا اور مسجد کے درمیان میں کھڑے رہے، کسی نے اُن کو جگہ نہ دی، تو حضرت نے فرمایا کہ قُمْ یَا فُلَانُ یَا فُلَانُ، یعنی اَے فلاں فلاں شخص تم کھڑے ہو جاؤ، وہ لوگ کھڑے ہو گئے اور اہلِ بدر کے واسطے جگہ چھوڑ دی۔ منافقوں نے موقع پا کر اِس باب میں شکایت اور اشارہ بازی شروع کی، تو یہ آیت نازل ہوئی کہ۔۔۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ

اَے ایمان والو! جہاں کہا گیا تمہیں کہ "جگہ دو مجلسوں میں"، تو جگہ دے دیا کرو، تمہیں اللہ جگہ دے گا۔

وَ اِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ الَّذِیْنَ

اور جہاں کہا گیا کہ "اُٹھ پڑو"، "تو اُٹھ پڑا کرو، بلند فرما دے گا اللہ اُنہیں جو ایمان لائے تم میں سے، اور جو

اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۱۱﴾

دیے گئے ہیں علم درجوں۔ اور اللہ جو کچھ کرو باخبر ہے●

(اَے ایمان والو جہاں کہا گیا تمہیں کہ جگہ دو مجلسوں میں، تو جگہ دے دیا کرو)۔ یعنی جب ذکر، تلاوت اور نماز وغیرہ مجلسوں میں تم سے جگہ کشادہ کرنے کی بات کی جائے تو جگہ کشادہ کر دیا کرو۔ اُس کے عوض **(تمہیں اللہ)** تعالیٰ **(جگہ دے گا)** قبر میں۔۔یا۔۔ بہشت میں، مکان وسیع تم کو عطا فرمائے گا ۔۔یا۔۔ تنگی اور زحمت دور کر کے تمہارے دِل کو کشادہ فرما دے گا۔ **(اور جہاں کہا گیا کہ اٹھ پڑو تو اٹھ پڑا کرو)**۔ یعنی اَے مسلمانو! جب تمہیں کہا جائے کہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس کو چھوڑ دو، تو چھوڑ دو اور اُس پر ملال بھی نہ کرو کہ تمہیں اٹھایا گیا ہے۔۔یا۔۔ معنی یہ ہے کہ جب کہا جائے کہ نماز۔۔یا۔۔ جہاد۔۔یا۔۔ شہادت۔۔یا۔۔ اِسی طرح کے دوسرے اعمالِ خیر کی طرف چلو، تو چل پڑو اور سستی نہ کرو اور نہ ہی کوتاہی کرو۔

مذکورہ بالا آیتِ کریمہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضور ﷺ اہلِ بدر کی عظمت کو سمجھانے کے لیے اُن کا خاص لحاظ فرماتے۔ ایک دفعہ ایک ایسی جماعت آئی جنہوں نے انہیں جگہ نہ دی، تو آپ نے خود بعض یاروں سے فرمایا کہ وہ اٹھ کھڑے ہو جائیں۔ پھر اتنے ساتھیوں کو وہاں سے اٹھا کر جگہ بنائی جتنے حضراتِ اہلِ بدر تھے۔ اِس سے منافقین اشارے کرنے

لگے اور کہا کہ یہ کوئی انصاف ہے کہ ایک کو اٹھا کر دوسرے کو بٹھایا جائے، اٹھنے والے پر کیا گزری گی؟ رسول اللہ ﷺ نے منافقین کی یہ قلبی کارروائی اُن کے چہروں سے پہچان لی اور پھر اللہ تعالیٰ نے یہی آیت نازل فرمائی۔

اِس سے ظاہر ہوا کہ صاحبانِ منصب اور اربابِ اعزاز کے لیے جگہ کشادہ کر دینا۔۔۔یا۔۔۔ جگہ کشادہ کرا دینا، سعادتمندی اور نیک سیرتی کے زمرے میں آتا ہے۔ یہاں تک کہ مجلسِ نبوی میں بیٹھنے والوں کو بھی ہدایت کی جارہی ہے کہ وہ ایمانی صاحبانِ منصب کا لحاظ کریں اور اُن کا احترام کریں۔ چونکہ منافقین ایک بے ادب قوم ہے اس لیے ان کو آداب کے قوانین سمجھ میں نہیں آتے۔

تو اَے ایمان والو! آداب کے قوانین پر عمل کرنے سے (بلند فرمادے گا اللہ) تعالیٰ (انہیں جو ایمان لائے تم میں سے، اور) بلند فرمادے گا انہیں (جو دیئے گئے علم درجوں) ایمان کے ساتھ۔ اُن مؤمنوں کے درجوں پر جو بے علم ہوتے۔ اس واسطے کہ مؤمن عالم افضل ہے مؤمن بے علم سے۔

عالمِ خواب میں امام اوزاعی سے پوچھا کہ قربِ خداوندی حاصل کرنے کے لیے سب سے بہتر عمل کون ہے؟ فرمایا کہ عالموں کے درجے سے زیادہ بلند میں نے کوئی درجہ نہیں دیکھا۔ اُس سے اتر کر اندوھنا کوں کا درجہ ہے۔ تو یہ خواب اِس آیت کے موافق ہے۔ بے شک علمائے دین کے درجے بہت بلند ہیں دُنیا میں مرتبہ اور شرف اور وراثتِ انبیاء کے سبب سے، اور عقبیٰ میں بھی فضل اور قدرِ اصفیاء کے ساتھ موافقت کی وجہ سے۔

(اور) ذہن نشین رکھو کہ (اللہ) تعالیٰ (جو کچھ کرو) اُس سے (باخبر ہے)۔

اِس کلام میں امید وخوف اور وعدہ وعید سب کچھ ہے۔ روایت ہے کہ لوگ آنحضرت ﷺ سے سرگوشیوں میں ہر قسم کی خبریں پوچھتے اور بکثرت سوالات کرتے اور اس کا جواب چاہتے، تو اُن کو بارگاہِ نبوی کا وقار سمجھانے کے لیے اور بکثرت سوال کرنے سے روک لگانے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی گئی۔۔۔کہ۔۔۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ

اَے ایمان والو! جب تم پوشیدہ بات کرنی چاہو رسول سے، تو پہلے دے لو اپنی سرگوشی سے آگے کچھ

صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ وَاَطۡهَرُ ؕ فَاِنۡ لَّمۡ تَجِدُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۲﴾

صدقہ ۔ یہ بہتر ہے تمہارے لیے اور نہایت پاکیزہ۔ پھر اگر نہ پایا تم نے، تو بلاشبہ اللہ غفور رحیم ہے●

(اَے ایمان والو! جب تم پوشیدہ بات کرنی چاہو رسول سے، تو پہلے دے لو اپنی سرگوشی سے آگے کچھ صدقہ)۔(یہ) صدقہ دینا راز کہنے سے قبل (بہتر ہے تمہارے لیے) اس لیے کہ طاعت زیادہ کرتا ہے (اور نہایت پاکیزہ) اِس واسطے کہ گناہ مٹاتا ہے۔ (پھر اگر نہ پایا تم نے) کوئی چیز صدقہ دینے کو، (تو بلاشبہ اللہ) تعالیٰ (غفور) ہے۔ یعنی بخشنے والا ہے اُسے جو یہ گناہ کرے، یعنی بے صدقہ دیئے راز کہے۔ اور (رحیم ہے)، یعنی مہربان ہے کہ بندہ کو وہ تکلیف نہیں دیتا جس کی اٹھانے کی طاقت نہ ہو۔

حدیث میں ہے کہ یہ ممانعت دس۱۰ دن رات رہی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس سونے کا ایک دینار تھا آپ نے اُسے دس۱۰ درم میں بھنایا۔ ہر روز ایک درم پہلے صدقہ دے کر رسولِ مقبول سے سرگوشی کرتے اور کچھ پوچھتے۔ اُس کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا۔۔ الغرض۔۔ جب یہ حکم نازل ہوا، تو حضرت علی مرتضیٰ کے سوا اور کسی نے اُس کی تعمیل نہیں کی۔ اور یہ بات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مناقب میں سے ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے یہ حکم ایک ساعتِ دن کو رہا، حضرت علی مرتضیٰ نے اُسی ساعت اِس کی تعمیل کر لی، پھر یہ آیت نازل ہوئی کہ۔۔۔

ءَاَشۡفَقۡتُمۡ اَنۡ تُقَدِّمُوۡا بَيۡنَ يَدَىۡ نَجۡوٰٮكُمۡ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذۡ لَمۡ تَفۡعَلُوۡا

کیا ڈر گئے تم اُس سے، کہ پہلے دے دو، اپنی پوشیدہ بات کہنے کے آگے کچھ صدقے؟ تو جب تم یہ نہ کر سکے، اور معافی دے

وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيۡكُمۡ فَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيۡعُوا اللّٰهَ

دی اللہ نے بھی تمہیں، تو پابندی کرتے رہو نماز کی، اور دیتے رہو زکوٰۃ کو، اور کہا مانتے رہو اللہ

وَرَسُوۡلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۳﴾ ع

اور اُس کے رسول کا۔ اور اللہ باخبر ہے جو عمل کرتے رہو●

(کیا ڈر گئے تم اس سے کہ پہلے دے دو اپنی پوشیدہ بات کہنے کے آگے کچھ صدقے)؟ یعنی تمہیں یہ کام دشوار لگا، (تو جب تم یہ نہ کر سکے اور معافی دے دی اللہ) تعالیٰ (نے بھی تمہیں، تو پابندی کرتے رہو) فرض (نماز کی)، یعنی فرض نماز کماحقہٗ، ادا کرتے رہو۔ (اور دیتے رہو زکوٰۃ کو) جن کا دینا تم پر واجب ہو، (اور کہا مانتے رہو اللہ) تعالیٰ (اور اُس کے رسول کا) ہر حال میں، کہ یہ اس کی درستی

اور تلافی کر دے۔(اور اللہ) تعالیٰ (باخبر ہے) اُس سے (جو عمل کرتے رہو)۔

حدیث میں ہے کہ عبد اللہ ابن نبتل ایک منافق تھا جو رسولِ مقبول ﷺ کے پاس بیٹھتا تھا اور آپ کی باتیں یہود سے کہہ دیا کرتا تھا۔ایک دن آنحضرت ﷺ حجراتِ طاہرات میں سے ایک حجرے میں تشریف فرماتھے اور صحابہ کا ایک گروہ بھی حاضر تھا، حضرت نے فرمایا کہ ایک مَرد آتا ہے اُس کا دِل سرکش اور متکبر ہے اور وہ شیطان کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ناگاہ ابن نبتل آیا۔حضرت نے فرمایا تُو مجھے گالی کیوں دیتا ہے اور فلاں فلاں تیرے یار کیوں مجھے سخت کہتے ہیں۔پس ابن نبتل اور اُس کے یاروں نے قسم کھالی کہ ہم نے ہرگز یہ بے ادبی نہیں کی ہے، تو یہ آیت نازل ہوئی کہ اَے محبوب!۔۔۔

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ تَوَلَّوۡا قَوۡمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیۡهِمۡ ؕ مَا هُمۡ مِّنۡكُمۡ

کیا نہیں دیکھا تم نے اُنہیں جنہوں نے دوستی کی ایسی قوم کی جن پر غضب فرمایا اللہ نے۔نہ وہ تم میں سے ہیں

وَلَا مِنۡهُمۡ ۙ وَیَحۡلِفُوۡنَ عَلَی الۡكَذِبِ وَهُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۴﴾

اور نہ اُن میں سے۔اور وہ قسم کھایا کرتے ہیں جھوٹ، حالانکہ وہ جان رہے ہیں●

(کیا نہیں دیکھا تم نے انہیں جنہوں نے دوستی کی ایسی قوم کی جن پر غضب فرمایا اللہ) تعالیٰ (نے۔نہ وہ تم میں سے) مسلمان (ہیں اور نہ) ہی (ان میں سے) یہودی ہیں۔(اور وہ قسم کھایا کرتے ہیں جھوٹ) دعویٰ اسلام اور سید انام کے اعزاز واحترام پر، (حالانکہ وہ جان رہے ہیں) کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔۔الغرض۔۔جان بوجھ کے جھوٹ بولنے کی عادت بنالی ہے۔آخر وہ کس خام خیالی میں ہیں۔۔۔

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمۡ عَذَابًا شَدِیۡدًا ؕ اِنَّهُمۡ سَآءَ مَا كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۵﴾ اِتَّخَذُوۡۤا اَیۡمَانَهُمۡ

تیار کر چکا ہے اللہ اُن کے لیے سخت عذاب۔بے شک اُنہوں نے بُرا کیا جو کرتوت کرتے ہیں● بنالیا اُنہوں نے

جُنَّةً فَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ فَلَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِیۡنٌ ﴿۱۶﴾

اپنی قسموں کو ڈھال، تو روکتے رہے اللہ کی راہ سے، تو اُنہیں کے لیے ہے ذلت والا عذاب●

(تیار کر چکا ہے اللہ) تعالیٰ (اُن کے لیے سخت عذاب) دُنیا میں ذلت ورسوائی، اور آخرت میں آتشِ دوزخ کے سبب سے۔(بے شک انہوں نے بُرا کیا جو کرتوت کرتے ہیں) اور اُس پر اصرار

کرتے ہیں۔(بنالیا ہے انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال) سپر، آڑ اور پناہ کہ اُس کے سبب سے اُن کی جان اور مال امن میں رہے، (تو) اپنی بے خوفی کے وقت وہ (روکتے رہے اللہ) تعالیٰ (کی راہ سے) فتنہ انگیزی اور نکتہ چینی کر کے۔۔یا۔۔لوگوں کو بددل کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ لوگ جہاد میں نہیں جاتے گھر بیٹھے رہتے ہیں، (تو انہیں کے لیے ہے ذلت والا عذاب) یعنی رسوا کر دینے والا عذاب۔

لَنۡ تُغۡنِیَ عَنۡهُمۡ اَمۡوَالُهُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ شَیۡئًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ؕ

نہ کام دیں گے اُنہیں اُن کے مال، اور نہ اولاد، اللہ کے حضور کچھ۔ وہ جہنم والے ہیں۔

هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۱۷﴾

وہ اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں●

(نہ کام دیں گے انہیں ان کے مال اور نہ اولاد) قیامت میں (اللہ) تعالیٰ (کے حضور کچھ)۔ یعنی اُن کے مال اولاد انہیں عذابِ الٰہی سے چھٹکارا نہ دلاسکیں گے۔ بلکہ (وہ جہنم والے ہیں) اور (وہ اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں)۔ منافق بھی ہمیشہ دوزخ کے اندر رہنے میں کافر کا حکم رکھتے ہیں، بلکہ اُن کا درکہ مشرکوں سے بھی بہت نیچے ہوگا اور اُن پر عذاب بہت سخت ہوگا۔

یَوۡمَ یَبۡعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیۡعًا فَیَحۡلِفُوۡنَ لَهٗ كَمَا یَحۡلِفُوۡنَ لَكُمۡ

جس دن کہ اُٹھائے گا اُن سب کو اللہ، تو قسم کھائیں گے اُس کے یہاں بھی، جس طرح قسم کھاتے ہیں تمہارے پاس،

وَیَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ عَلٰی شَیۡءٍ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمۡ هُمُ الۡكٰذِبُوۡنَ ﴿۱۸﴾

اور خیال کرتے ہیں کہ وہ کچھ فائدہ پر ہیں۔ یاد رکھو! کہ بلاشبہ وہی جھوٹے ہیں●

یاد کرواے محبوب وہ دن! (جس دن کہ اٹھائے گا اُن سب) منافقوں (کو اللہ) تعالیٰ اُن کی قبروں سے، (تو) یہ (قسم کھائیں گے اُس کے یہاں بھی) اپنے اسلام اور اخلاص پر، (جس طرح قسم کھاتے ہیں تمہارے پاس، اور خیال کرتے ہیں کہ وہ کچھ فائدہ پر ہیں) یعنی نفع پا رہے ہیں۔۔یا۔۔ نقصان دفع کر رہے ہیں۔ جیسے وہ دُنیا میں سمجھتے تھے کہ جھوٹی قسموں کے ذریعہ اپنے سے اور مال سے مدافعت کرتے اور اس طرح دُنیوی فوائد حاصل کرتے، تو انہیں گمان ہے کہ جس طرح دُنیا میں جھوٹی قسم کھا کر ہم اپنا کام بنالیا کرتے تھے آخرت میں بھی اِسی طرح جھوٹی قسم کھا کر اپنے کو بچالے جائیں گے۔

(یادرکھو بلاشبہ وہی جھوٹے ہیں)، بہت سخت جھوٹے۔ جھوٹ کی ایسی انتہا کہ اس کے بعد کوئی جھوٹ نہیں، یعنی ظاہر وباطن جاننے والے علام الغیوب کے سامنے بھی جھوٹ کی جسارت کریں گے اور گمان کریں گے اُن کی جھوٹی قسموں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی اُن کا جھوٹ کامیاب ہوجائے گا۔ اُن کی اِس فکری کجی اور عقلی بے راہ روی کی وجہ یہ ہے کہ۔۔۔

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ

چڑھ پڑا اُن پر شیطان، تو بھلا دیا اُنہیں اللہ کی یاد کو۔ وہ ہیں شیطان کا گروہ۔

اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

یادرکھو! کہ شیطان کا گروہ، وہی خسارہ والے ہیں●

(چڑھ پڑا اُن پر شیطان) یعنی اُن پر غالب آگیا۔۔ چنانچہ۔۔ وسوسہ دے کر اُنہیں گناہوں کی رغبت دیتا ہے، (تو بھلادیا اُنہیں اللہ) تعالیٰ (کی یادکو)۔ نہ وہ دِل سے یاد کرتے ہیں نہ زبان سے۔ (وہ) بھول جانے والے لوگ (ہیں شیطان کا گروہ) اور شیطان کی پیروی کرنے والے ہیں۔ اور (یادرکھو کہ شیطان کا گروہ، وہی خسارہ والے ہیں) کہ انہوں نے ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہاتھ سے کھوئیں اور ہمیشہ رہنے والے عذاب میں مبتلا ہوئے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ﴿۲۰﴾ كَتَبَ اللّٰهُ

بے شک جو مخالفت کریں اللہ اور اُس کے رسول کی، وہ بڑے ذلیلوں میں ہیں● لکھ چکا ہے اللہ

لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۱﴾

کہ "ضرور غالب رہوں گا میں اور میرے رسول۔" بے شک اللہ قوت والا زبردست ہے●

(بے شک جو مخالفت کریں اللہ) تعالیٰ (اور اُس کے رسول کی وہ بڑے ذلیلوں میں ہیں)۔ یعنی دُنیا میں تو قتل وقید ہونے کی ذلت وخواری میں گرفتار ہیں اور عقبیٰ میں رُسوا اور رُوسیاہ اور بے اعتبار ہیں۔ (لکھ چکا ہے اللہ) تعالیٰ لوحِ محفوظ میں (کہ ضرور غالب رہوں گا میں اور میرے رسول)۔ رسول اگر جہاد کے مامور ہیں، تو اُن کا غلبہ قہر اور زجر کے سبب سے ہے۔ اور اگر جہاد کے مامور نہیں ہیں، تو اُن کا غلبہ دلیل اور حجت ہے۔ (بے شک اللہ) تعالیٰ (قوت والا) ہے یعنی انبیاءِ کرام کی نصرت پر

قادر وقوی ہے، اور (زبردست ہے) یعنی غالب ہے ہر حکم کرنے پر جو کچھ چاہے، اور کوئی اُسے روکنے پر قادر نہیں۔

حق تعالیٰ منافقوں کا ذکر اور خدا کے دشمنوں کے ساتھ اُن کی دوستی بیان کر چکا، تو اُس کے بعد مخلصوں کی صفت فرماتا ہے کہ وہ مطلق کسی دشمن کے ساتھ دوستی نہیں کرتے اگرچہ چند در چند قرابتیں واقع ہوں۔۔ چنانچہ۔۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

تم نہ پاؤ گے اُن لوگوں کو جو مان جائیں اللہ اور پچھلے دن کو، کہ دوستی کریں اُن کی جنہوں نے مخالفت کی اللہ اور اُس کے رسول کی،

وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ

گو وہ ہوں اُن کے باپ دادے، یا بیٹے، یا بھائی، یا کنبہ والے۔ وہ ہیں کہ نقش کر دیا

فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ

اللہ نے اُن کے دلوں میں ایمان کو، اور تائید فرمائی اُن کی روح سے اپنی طرف سے۔ اور داخل فرمائے گا اُنہیں باغوں میں،

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ

بہتی ہیں جن کے نیچے نہریں، ہمیشہ رہنے والے اُس میں۔ اللہ اُن سے راضی، وہ اللہ سے خوش۔ وہ ہیں

حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع

اللہ کی جماعت۔ یاد رکھو! کہ اللہ کی جماعت کامیاب ہے۔

(تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو مان جائیں اللہ) تعالیٰ (اور پچھلے دن کو) یعنی روزِ آخرت کو (کہ دوستی کریں اُن کی جنہوں نے مخالفت کی اللہ) تعالیٰ (اور اُس کے رسول کی گو وہ ہوں اُن کے باپ دادے۔۔یا۔۔ بیٹے۔۔یا۔۔ بھائی۔۔یا۔۔کنبہ والے)۔ یہی (وہ ہیں کہ نقش کر دیا اللہ) تعالیٰ (نے اُن کے دِلوں میں ایمان کو) یعنی ایمان کو اُن کے دِلوں میں ثابت کر دیا ہے۔۔یا۔۔ ایمان کو اُس کے لوازم یعنی اخلاص اور استقامتِ وعدہ کے ساتھ اُن کے دِلوں میں اکٹھا کر دیا ہے۔ (اور تائید فرمائی اُن کی روح سے) یعنی رحمت یا نصرت یا نورِ ہدایت سے (اپنی طرف سے)۔

ایک تفسیر یہ ہے کہ مدد دی اُن کی جبرائیل علیہ السلام ۔۔یا۔۔ قرآن کے سبب سے۔

(اور داخل فرمائے گا انہیں) حشر کے دن (باغوں میں، بہتی ہیں جن) کے مکانوں اور

درختوں (کے نیچے نہریں) دودھ، شراب اور شہد کی۔ (ہمیشہ رہنے والے اُس میں۔ اللہ) تعالیٰ (اُن سے راضی) اُس اطاعت کے سبب جو انہوں نے دُنیا میں کی، اور (وہ اللہ) تعالیٰ (سے خوش) اُس نعمت اور کرامت کے سبب سے جو اُس نے انہیں عقبیٰ میں عطا فرمانے کا وعدہ کیا ہے۔ (وہ ہیں اللہ) تعالیٰ (کی جماعت)، اُس کا لشکر اور اُس کے دین کی مدد کرنے والے۔ (یاد رکھو کہ اللہ) تعالیٰ (کی جماعت کامیاب ہے) اور چھٹکارا پانے والے فائز المرام ہیں۔

امام ثعلبی جرجانی اپنے مشائخ کا قول نقل کرتے ہیں، کہ حضرت داوٗد علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے پوچھا کہ الٰہی تیرا لشکر کون ہے؟ خطاب آیا جنہوں نے محارم پر نگاہ ڈالنے سے اپنی آنکھیں بند کرلیں، اور خلق کو آزار پہنچانے اور حرام کا مال لینے سے اپنے ہاتھ روکے، اور اپنے دِل ماسوی اللہ سے پاک کیے۔ وہ لوگ میرا لشکر ہیں اور میرے عرش کے گرد طواف کریں گے۔۔۔

اِس آیت ۲۲ کے ابتدائی جملوں کی صداقت کا عملی مظاہرہ اسلامی جنگوں میں ہو چکا ہے ۔۔چنانچہ۔۔ ابوعبیدہ جراح نے اپنے باپ عبداللہ جراح کو جنگ اُحد میں قتل کیا۔ سیدنا ابوبکر صدیق نے جنگ بدر کے دن اپنے فرزند عبدالرحمٰن کو لشکرِ کفار سے طلب کیا کہ اُن کے ساتھ مقابلہ اور مقاتلہ کریں، مگر اللہ کے رسول نے آپ کو اُس مقابلے سے روک لیا۔ حضرت مصعب بن عمیر نے اپنے بھائی عبید کو جنگ اُحد میں قتل کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ھشام کو قتل کیا۔ اور حضرت علی اور حضرت حمزہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہم نے عتبہ اور شیبہ اور ولید کو جنگ بدر میں قتل کیا۔

۔۔الحاصل۔۔ خدا اور رسول کی محبت اُن نفوسِ قدسیہ والوں پر ایسی غالب تھی کہ آیتِ کریمہ کے ارشاد کے مطابق انہوں نے باپ، بیٹے، بھائی اور کنبہ والوں کے رشتوں کی کوئی پرواہ نہ کی اور خدا اور رسول کے رشتوں کو مضبوط کرنے کے لیے ہر رشتے کو کاٹ کے رکھ دیا، اور عملی طور پر بتادیا کہ ہم اللہ کے رسول کے رشتے کو مضبوط کرنے کے لیے ہر رشتے کو کاٹنے والے ہیں۔

اختتام سورۃ المجادلہ ۔۔ ﴿ ۱۱ ررمضان المبارک ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ یکم اگست ۲۰۱۲ء، بروز چہار شنبہ ﴾

-- ﴿ ۱۲رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۲؍اگست ۲۰۱۲ء -- بروز پنجشنبہ ﴾ --

سُوْرَۃُ الْحَشْر ۵۹ مدنیۃ ۱۰۱ | سُوْرَۃُ الْحَشْرِ | اٰیاتھا ۲۴ رکوعاتھا ۳

سورۃ الحشر -- ۵۹ مدنیہ ۱۰۱ آیاتہا ۲۴ -- رکوعاتہا ۳

اِس سورہ کا نام ’الحشر‘ اِسی سورت کی آیت ۲ سے ماخوذ ہے۔ اِس سورہ کا نام ’سورۂ بنی النضیر‘ بھی ہے۔ اِس سورہ کا نام ’الحشر‘ اِس لیے ہے کہ ’حشر‘ کا معنی لوگوں کو اکٹھا کرنا ہے، اور بنونضیر کو اکٹھا کر کے مدینہ سے نکالا گیا، پھر اُن کو خیبر اور شام کی طرف جلا وطن کر دیا گیا۔ اِس سورہ میں اُن کی اُسی جلاوطنی کا ذکر ہے، اِسی لیے اِس کو ’سورہ بنونضیر‘ بھی کہا گیا ہے۔

روایت ہے کہ حضرت رسولِ مقبول ﷺ سن چار ہجری میں خواصِ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ اُن دو مرد عامری کی دیت لینے کے لیے یہود بنی نضیر کے محلہ میں تشریف لے گئے جو آپ کے عہد میں تھے اور عمرو بن امیہ بن ضمری نے انہیں قتل کیا تھا۔ جب آپ یہود کے گھر کی دیوار سے پیٹھ لگا کے بیٹھے، یہود ایک بڑا پتھر چھت پر لے گئے کہ حضرت ﷺ پر ڈال دیں، فوراً حضرت جبرائیل نے آپ کو خبر کر دی اور آپ مدینہ منورہ واپس آ گئے، اور یہود کے پاس کسی کو بھیجا کہ چونکہ تمہاری غداری ظاہر ہو چکی، تو تم ہمارے شہر و دیار سے نکل جاؤ۔ اور اُن کو آپ نے دس دن کی مہلت دی اور وہ سامانِ سفر مہیا کرنے میں مشغول ہوئے۔

اُدھر ابن ابی جو منافقوں کا پیشوا تھا اُس نے کسی کو اُن یہود کے پاس بھیجا کہ تم لوگ اپنے گھروں سے نہ نکلو، اپنے قلعوں میں پناہ لیے رہو، میں اپنی قوم سے دو ہزار آدمیوں سمیت تمہارا معین اور مددگار ہوں۔ یہود اُس منافق کی بات پر مغرور ہو کر باغی ہو گئے اور یہ خبر حضرت ﷺ کو پہنچی، آپ ایک گروہ لے کر اُن کے سر پر پہنچے اور پندراہ دن تک اُن کو گھیرے رہے۔ اُس منافق نے یہود سے وعدہ وفا نہ کیا اور کچھ مدد نہ کی۔ آخر یہود نے اُس خوف و ہراس کی وجہ سے جلاوطنی قبول کی جو خدا نے اُن کے دِلوں میں ڈال دیا تھا۔

اور جب شہر بدر ہونا انہوں نے قبول کر لیا، تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ شرط ہے کہ اپنے ہتھیار چھوڑ جاؤ اور تمہارے جانور جس قدر مال اُٹھا سکیں اُن پر لاد لے جاؤ۔ یہ امر قرار پایا اور حق تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔ ایسے تاریخی واقعہ کی طرف اشارہ کرنے والی اِس سورۂ مبارکہ کو -- یا -- قرآنِ کریم کی تلاوت کو شروع کرتا ہوں میں ---

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ۚ وَھُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ①

پاکی بولی اللہ کی سب نے، جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور وہی زبردست حکمت والا ہے●

(پاکی بولی) اور تسبیح کی (اللہ) تعالیٰ (کی سب نے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے)، کیونکہ وہی حمد وثنا کا مستحق ہے (اور وہی زبردست) ہے جس کا حکم سب پر غالب ہے، اور (حکمت والا ہے) یعنی پکا اور محکم کام کرنے والا ہے۔

ھُوَ الَّذِیۡۤ اَخۡرَجَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَھۡلِ الۡکِتٰبِ مِنۡ دِیَارِھِمۡ لِاَوَّلِ الۡحَشۡرِ ؕ

وہی ہے جس نے نکال بھگایا اہلِ کتاب کافروں کو اُن کے گھروں سے پہلی ہانک کو۔۔

مَا ظَنَنۡتُمۡ اَنۡ یَّخۡرُجُوۡا وَظَنُّوۡۤا اَنَّھُمۡ مَّانِعَتُھُمۡ حُصُوۡنُھُمۡ مِّنَ اللّٰہِ

تم لوگوں کو خیال نہ تھا کہ وہ نکل جائیں گے، اور وہ خیال کررہے تھے، کہ اُن کی حفاظت کو اُن کے قلعے ہیں اللہ کے عذاب سے،

فَاَتٰىھُمُ اللّٰہُ مِنۡ حَیۡثُ لَمۡ یَحۡتَسِبُوۡا ۚ وَقَذَفَ فِیۡ قُلُوۡبِھِمُ الرُّعۡبَ یُخۡرِبُوۡنَ

تو آیا اُن کے پاس حکمِ الٰہی جہاں سے اُنہیں وہم بھی نہ تھا۔ اور ڈال دیا اُن کے دلوں میں دبدبہ،

بُیُوۡتَھُمۡ بِاَیۡدِیۡھِمۡ وَاَیۡدِی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۚ فَاعۡتَبِرُوۡا یٰۤاُولِی الۡاَبۡصَارِ ②

کہ کھودنے لگے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے، اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے۔ تو عبرت لواے آنکھ والو!●

(وہی ہے جس نے نکال بھگایا اہلِ کتاب کافروں کو اُن کے گھروں سے پہلی ہانک کو)۔

یعنی پہلی بار انہیں جزیرۂ عرب سے نکالنے کے واسطے، اور اُن کا دوسرا نکالنا خیبر سے ہوگا۔۔یا۔۔ اُن لوگوں کا پہلا حشر ہے ملک شام کی طرف، اس واسطے کہ آخر زمانہ میں ایک آگ مشرق کی جانب سے آئے گی اور لوگوں کو زمینِ شام کی طرف ھنکادے گی، اور وہیں قیامت ہوگی اور وہ دوسرا حشر قائم ہوگا۔

(تم لوگوں کو خیال نہ تھا) اے مومنو! (کہ وہ نکل جائیں گے) اُن کی کثرت اور شجاعت و

شوکت کو دیکھ کر، (اور وہ خیال کر رہے تھے کہ اُن کی حفاظت کو اُن کے قلعے ہیں اللہ) تعالیٰ (کے عذاب سے)، یعنی باز رکھنے والے ہیں اُن کے قلعے اُن پر حکم اور قضائے الٰہی نازل ہونے سے، (تو آیا اُن کے پاس حکم الٰہی) یعنی عذابِ خداوندی کا دن (جہاں سے انہیں وہم بھی نہ تھا اور ڈال دیا ان کے دلوں میں دبدبہ کہ کھودنے لگے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے)۔ یعنی انہوں نے عہد شکنی کی یہاں تک کہ اُن کے گھر اہلِ ایمان کے ہاتھوں سے خراب ہوئے، تو گویا انہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے خراب کیا۔

یہ بھی روایت ہے کہ یہود جب وطن چھوڑنے پر آمادہ ہوئے اور سمجھے کہ ہمارے مکانات مؤمنوں کے قبضے میں آئیں گے، تو اپنے مکان کھودتے تھے اور جو دروازے اور لکڑی اور پتھر انہیں اچھا معلوم ہوتا اُسے اپنی جگہ سے اکھاڑ کر چاہتے تھے کہ اپنے ساتھ لے جائیں، تو چھ ۶۰۰ سو اونٹ لاد کر اپنے کو آراستہ کیا اور بناوٹ اور تصنع کا مظاہرہ کرتے ہوئے دف بجاتے اور گاتے ہوئے مدینہ منورہ کے بازار سے نکلے، بعضے تو ولایتِ شام میں چلے گئے اور بعضے خیبر میں۔

(تو عبرت لو اے آنکھ والو!)، یعنی اُن کا حال دیکھو اور عبرت پکڑو۔

وَلَوۡلَاۤ اَنۡ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمُ الۡجَلَاۤءَ لَعَذَّبَهُمۡ فِى الدُّنۡيَا

اور اگر نہ لکھ چکا ہوتا اللہ اُن پر جلا وطن ہو جانے کو، تو ضرور عذاب دیتا اُنہیں دُنیا میں۔

وَلَهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ﴿۳﴾

اور اُن کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب ہے●

(اور اگر نہ لکھ چکا ہوتا اللہ) تعالیٰ لوحِ محفوظ میں اور نہ طے کر چکا ہوتا اپنے حکمِ ازلی میں (اُن پر جلا وطن ہو جانے کو، تو ضرور عذاب دیتا انہیں دُنیا میں) قتل ہونے اور لونڈی غلام بننے کے سبب سے۔ (اور) باوصف اِس کے کہ دُنیا میں شہر بدر ہوئے، (اُن کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب ہے)۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ ۚ وَمَنۡ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ

یہ اِس لیے کہ پھٹے پھٹے رہے اللہ اور اُس کے رسول سے۔ اور جو پھٹا پھٹا رہے اللہ سے،

شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۴﴾

تو بلاشبہ اللہ سخت عذاب والا ہے●

(یہ) عذاب اُن پر (اس لیے) ہے (کہ پھٹے پھٹے رہے اللہ) تعالیٰ (اور اُس کے رسول سے)، یعنی خدا اور رسول کی دشمنی کی اور اُن کے حکم کی مخالفت اختیار کی۔ (اور جو پھٹا پھٹا رہے اللہ) تعالیٰ (سے) یعنی جو کوئی دشمنی رکھے اللہ تعالیٰ سے، (تو بلاشبہ اللہ) تعالیٰ (سخت عذاب) کرنے (والا ہے) اُس پر، اور جو اُس کے مثل ہیں اُن پر۔

روایت ہے کہ محاصرہ کے زمانے میں حکم ہوا کہ اُن کے خرموں کے باغ کاٹے جائیں نخل عجوزہ کے سوا، اور حضرت عبداللہ بن سلام اور ابولیلی مازنی رضی اللہ عنہما اِس کام پر مامور ہوئے، تو ابولیلی رضی اللہ عنہ اچھے درخت کاٹتے اور کہتے کہ میں انہیں کاٹ کر منافقوں کا دِل توڑتا ہوں۔ اور عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ اُن میں سے برے برے درخت کاٹتے اور کہتے کہ میں جانتا ہوں کہ حق تعالیٰ یہ خرمے کے درخت مسلمانوں کے ہاتھ میں پھیر دے گا، تو جو درخت بہتر ہیں وہ میں مسلمانوں کے واسطے چھوڑتا ہوں، تو حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ۔۔۔

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا

جو کچھ کاٹ ڈالا تم نے کوئی درخت، یا چھوڑ دیا اُسے کھڑا اپنی جڑوں پر،

فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

تو اللہ کے حکم سے ہوا، اور تاکہ رسوا کردے نافرمانوں کو●

(جو کچھ کاٹ ڈالا تم نے کوئی درخت۔۔یا۔۔چھوڑ دیا اُسے کھڑا اپنی جڑوں پر، تو) یہ سب کچھ (اللہ) تعالیٰ (کے حکم سے ہوا) اور اُس کی پسند کے موافق ہوا، اِس واسطے کہ تم کو مدد دے (اور تاکہ رسوا کردے نافرمانوں کو) جو دائرۂ ایمان سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔

روایت ہے کہ جب بنی نضیر شہر بدر ہوئے تو پچاس[۵۰] زر ہیں اور پچاس[۵۰] خود اور تین سو چالیس[۳۴۰] تلواریں اُن کی اور ان کے مال اور باغ سب 'فئے' ہوئے، یعنی سب خاص رسول مقبول ﷺ کا حصہ ہوا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے جو چیز جسے چاہی عطا کی اور باغات بعضے لوگوں کو بخشے۔ اور اکثر روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں پانچ[۵] حصے کردیئے۔ حضرت امام اعظم اسی صورت پر گئے ہیں۔ اور حق تعالیٰ اِس باب میں فرماتا ہے۔۔۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ

اور جو کچھ مالِ غنیمت دلایا اللہ نے اپنے رسول کو اُن لوگوں سے، تو نہ دوڑایا تھا تم لوگوں نے اُس پر گھوڑے اور نہ اونٹ،

وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ۝٦

لیکن اللہ مسلط فرمادے اپنے رسولوں کو جس پر چاہے۔ اور اللہ ہر چاہے پر قدرت والا ہے●

(اور جو کچھ مالِ غنیمت دیا اللہ) تعالیٰ (نے اپنے رسول کو اُن لوگوں سے)، یعنی اُن کے مال اور ملک میں سے۔ یعنی جو غنیمت رسول ﷺ کو عطا کی (تو نہ دوڑایا تھا تم لوگوں نے اُس پر گھوڑے اور نہ اونٹ)۔ یعنی تم نے اُن کو حاصل کرنے کے لیے اُن پر چڑھائی نہیں کی، بلکہ تم اُس حصار پر پیادہ آئے تھے اور زیادہ لڑائی بھی نہیں ہوئی، کہ تم کو کچھ کلفت اور دقت ہوئی ہو۔

۔۔المختصر۔۔تم نے لڑ بھڑ کر اُس حصار کو فتح نہیں کیا (لیکن اللہ) تعالیٰ (مسلط فرمادے اپنے رسولوں کو جس پر چاہے) اور اپنی مدد سے انہیں غالب کردے۔ (اور اللہ) تعالیٰ (ہر چاہے پر قدرت والا ہے)، تو وہ پیغمبروں کو غالب اور دشمنوں کو مغلوب کرنے پر قادر ہے۔ کبھی سببِ ظاہری جیسے جدال اور قتال سے اُن کو غلبہ دیتا ہے، اور کبھی سبب باطنی جیسے اُن کے دِلوں میں خوف و ہراس ڈالتا ہے۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ

جو کچھ مالِ غنیمت دلایا اللہ نے اپنے رسول کو دوسری آبادی والوں سے، تو وہ اللہ کے لیے اور رسول کے لیے ہے،

وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَیْ لَا يَكُوْنَ

اور اُن کے قرابت مندوں کے لیے اور یتیموں کے لیے اور مسکینوں کے لیے اور مسافر کے لیے، تاکہ نہ رہ جائے وہ ہاتھوں ہاتھ

دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ

تمہارے دولت مندوں ہی کے درمیان۔ اور جو کچھ دے دیا تم کو رسول نے تو لے لو اُسے، اور جس سے روک دیا تمہیں

فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝٧

تو رک جاؤ، اور ڈرتے رہو اللہ کو۔ بے شک اللہ سخت عذاب فرمانے والا ہے۔۔●۔۔

(جو کچھ مالِ غنیمت دلایا اللہ) تعالیٰ (نے اپنے رسول کو دوسری آبادی والوں سے) لڑے بھڑے بغیر۔ یعنی دیہاتیوں اور اہلِ شہر کے اموال اور املاک میں سے جو لڑ کر نہیں لیے جاتے، (تو وہ اللہ) تعالیٰ (کے لیے اور رسول کے لیے ہے، اور اُن کے قرابت مندوں کے لیے اور یتیموں کے لیے)

یعنی بے باپ کے محتاج بچوں کے لیے (اور مسکینوں کے لیے اور مسافر کے لیے) جو مال نہ رکھتے ہوں۔

علماء اِس بات پر ہیں کہ 'فئے' خاص رسولِ مقبول کے واسطے تھا اور اُس کی تقسیم آپ سے متعلق تھی۔ اپنی زندگی میں اہل وعیال کے واسطے سال بھر کا خرچ آپ اُس سے کرتے تھے، اور باقی میں جس طرح حق تھا آپ تقسیم فرماتے تھے۔ اور آپ کی وفات کے بعد بعض علماء ظاہر آیت پر حمل کر کے چھ۶ حصوں پر تقسیم کرتے ہیں۔

جو حصہ خدا کے نامزد ہے اُسے کعبہ شریف اور سب مسجدوں کی تعمیر میں صَرف کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا نام فقط تعظیم کے واسطے ہے اور پانچ۵ ہی حصوں میں تقسیم کرتے ہیں، اور رسولِ مقبول کے حصے میں اختلاف کیا ہے۔ بعضے کہتے ہیں امام اُس کا 'مصرف' ہے۔ بعضوں کے نزدیک مسلمانوں کے مصالح میں صَرف کرنا چاہیے اور بعضوں کے نزدیک مجاہدوں کے ہتھیاروں وغیرہ میں صَرف کرنا چاہیے۔

اور معالم میں ہے کہ زمانہء جاہلیت کے لوگ جب غنیمت لیتے تو اس کا سردار اس میں سے چوتھائی لیتا، اور باقی میں سے اپنے واسطے تحفہ اختیار کرتا اور اُسے 'صفی' کہتے اور باقی قوم پر چھوڑتا، اور قوم کے تونگر لوگ اُسے فقیروں میں تقسیم کرنے میں حیف کرتے اور انہیں افسوس ہوتا۔

رؤساءِ اہلِ ایمان کے ایک گروہ نے یہی خیال کر کے بنی النضیر کی غنیمتوں کے باب میں رسولِ مقبول ﷺ سے عرض کی کہ یارسول اللہ! ﷺ آپ اِس مالِ غنیمت میں سے ایک چوتھائی اور 'صفی' لے لیجیے اور باقی چھوڑ دیجیے کہ ہم تقسیم کرلیں۔ حق تعالیٰ نے اُس کو رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا خاص حصہ کر کے اُس کی تقسیم اِس طور پر فرمادی جو مذکور ہوئی۔ اور فرمایا۔۔۔

ہم نے فئے کا حکم ظاہر کر دیا **(تا کہ نہ رہ جائے وہ ہاتھوں ہاتھ تمہارے دولت مندوں ہی کے درمیان)** کہ اپنے حق سے زیادہ لے لیں اور فقیروں کو کم دیں۔۔۔یا۔ محروم رکھیں جیسے زمانہء جاہلیت میں تھا۔ **(اور جو کچھ دے دیا تم کو رسول نے)** مالِ غنیمت میں سے **(تو لے لو اُسے)** کیونکہ وہ تمہارا حق ہے، **(اور جس سے روک دیا تمہیں تو رک جاؤ)**۔ یعنی غنیمت میں خیانت کرنے سے روک دیا ہے تو اُس میں خیانت کرنے سے باز رہو۔

محقق لوگ اِس بات پر ہیں کہ اِن کلمات کا حکم عام ہے اور اِس کے معنی یہ ہیں۔۔۔

کہ رسول کریم ﷺ جس بات کا حکم کریں اُسے قبول کرلو اور حکم مانو اور جس بات سے منع

کریں اُس سے باز رہو کہ اُن کا امر و نہی برحق ہے۔ جو کوئی اُن کے حکم کی تعمیل کرے گا نجات پائے گا، اور جو اُن کی نہی سے پرہیز نہ کرے گا وہ ہلاکت میں پڑے گا۔

(اور ڈرتے رہو اللہ) تعالیٰ (کو) یعنی ڈرتے رہو عذابِ الٰہی سے رسول کی مخالفت کرنے میں۔ (بے شک اللہ) تعالیٰ (سخت عذاب فرمانے والا ہے) اُن لوگوں کو جو رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں۔ 'فیئ' کی تقسیم یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔۔اور۔۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا

اُن فقیر ہجرت کرنے والوں کے لیے، جو بے دخل کیے گئے اپنے گھروں اور مالوں سے، چاہتے رہتے ہیں اللہ کے فضل

مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ یَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ﴿۸﴾

کو اور خوشنودی کو، اور مدد میں رہتے ہیں اللہ اور رسول کی، وہی سچے لوگ ہیں●

(ان فقیر ہجرت کرنے والوں کے لیے جو بے دخل کیے گئے اپنے گھروں اور مالوں سے، چاہتے رہتے ہیں اللہ) تعالیٰ (کے فضل کو اور خوشنودی کو)۔ یعنی اُن کی ہجرت تجارت اور دنیوی غرضوں کے واسطے نہ تھی، بلکہ ہجرت سے حق تعالیٰ کی رحمت اور خوشنودی کے وہ طالب تھے اور خدا اور رسول کی محبت میں انہوں نے اپنے گھر اور مال چھوڑے۔ (اور) وہ (مدد میں رہتے ہیں) اپنے جان و مال سے (اللہ) تعالیٰ کے دین کی (اور رسول کی۔ وہی) ہجرت کرنے والے (سچے لوگ ہیں) دینِ اسلام میں قول کے رُو سے بھی اور فعل کی راہ سے بھی۔

وَ الَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ

اور جنہوں نے اپنا ٹھکانہ رکھا اُس دارالاسلام اور ایمان میں اُن سے پہلے، دوست رکھتے ہیں اُسے جس نے ہجرت کی اُن کی طرف،

وَ لَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ

اور نہیں پاتے اپنے سینوں میں کوئی حاجت اُس کی جو مہاجرین دیے گئے، اور ترجیح دیتے ہیں اُنہیں اپنے اوپر

وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ وَ مَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ﴿۹﴾

گو ہو انہیں سخت حاجت۔۔ اور جو بچالیا جائے اپنے نفس کی لالچ سے، تو وہی کامیاب ہیں●

(اور جنہوں نے اپنا ٹھکانہ رکھا اس دارالاسلام اور ایمان میں ان سے پہلے) یعنی مہاجرین سے پہلے مدینہ منورہ میں رہنے والے۔۔ اِس سے مراد حضراتِ انصار ہیں۔۔ یہ (دوست رکھتے

ہیں اُسے جس نے ہجرت کی اُن کی طرف اور نہیں پاتے اپنے سینوں میں) حسد، کپٹ، دغدغہ اور (کوئی حاجت اُس کی جو مہاجرین دیئے گئے)۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو طلب فرمایا اور انہوں نے مہاجروں کے ساتھ جو اعانت کی اور امداد و احسان کیا تھا وہ بیان فرمایا۔ پھر فرمایا اَے گروہِ انصار! اگر تم چاہو تو بنی نضیر کے مال تم سب کو میں تقسیم کردوں اور مہاجر لوگ بدستورِ سابق تمہارے گروہ میں رہیں، اور اگر چاہو تو یہ مال خاص مہاجروں کو میں دیدوں اور وہ تمہارے گھروں سے نکل کر اپنے امورِ معیشت کے بندوبست میں مشغول ہوں۔

پس حضرت سعد بن ابی وقاص اور سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم کہ اہلِ مدینہ کے پیشوا تھے بولے، کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہمارا جی یہ چاہتا ہے کہ یہ مال بھی آپ مہاجرین کو تقسیم فرمادیں اور جس طرح وہ ہمارے گھروں میں رہتے ہیں اُسی طرح ہمارے گھروں میں رہیں۔ اس واسطے کہ ہمارے گھروں میں انہی کے سبب سے نور وبرکت ہے۔ پس رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے حق میں دُعا فرمائی اور حق تعالیٰ نے اُن کی شان میں یہ ارشاد فرمایا۔۔۔

کہ یہ گروہِ انصار ایثار کرتے ہیں (**اور ترجیح دیتے ہیں اُنہیں**) یعنی مہاجرین کو (**اپنے اوپر، گو ہو انہیں سخت حاجت**) اُس چیز کی جو ایثار کرتے ہیں۔

جن صفتوں کو 'جود' شامل ہے، اُس میں 'صفتِ ایثار' بہت کامل اور فاضل صفت ہے۔ اور ایثار یہ ہے کہ کوئی شخص کسی چیز کا محتاج ہو اور دوسرے کو اُس کا مستحق دیکھے، تو اپنے صَرف میں نہ لائے اور اُسے دے دے۔

(**اور جو بچالیا جائے اپنے نفس کی لالچ سے**) یعنی اپنے نفس کو مال کی محبت اور خرچ کرنے کی عداوت سے باز رکھے، (**تو وہی کامیاب ہیں**) اور دُنیا میں نقد نیک نامی کا حصہ پانے والے ہیں اور آخرت میں وعدہ کیے ہوئے ثواب حاصل کرنے والے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا

اور جو آئے اُن کے بعد، دُعا کرتے ہیں کہ "پروردگارا! بخش دے ہمیں اور ہمارے بھائیوں کو جو پہلے لائے ہم سے

بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰﴾

ایمان، اور نہ رکھ ہمارے دلوں میں کچھ بھی کینہ اُن کے لیے جو ایمان لاچکے، پروردگارا! بلاشبہ تو مہربان رحم والا ہے"●

ع ۲

(اور جو آئے اُن) مہاجرین وانصار (کے بعد) اُن کے تابعین قیامت تک، (دُعا کرتے ہیں کہ پروردگارا! بخش دے ہمیں اور ہمارے بھائیوں کو جو پہلے لائے ہم سے ایمان، اور نہ رکھ ہمارے دلوں میں کچھ بھی کینہ اُن کے لیے جو ایمان لا چکے)۔

اور یہ رسولِ کریم کے صحابہ ہیں جو پہلے ایمان لانے والے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ جس کسی کو اصحاب میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی دِل میں کینہ ہو، وہ اِس آیت والوں میں سے نہیں ہے اور اس وعدہ سے محروم ہے۔ صاحبِ انوار نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مسلمانوں کے تین[۳] مرتبے کیے ہیں: مہاجر، انصار اور تابعین کہ یہ حضرات دِل کی سادگی اور طینت کی پاکی سے موصوف ہیں، تو جو شخص اِس صفت پر نہ ہو، تو وہ مؤمنوں کی قِسموں سے باہر ہو جائے گا۔

تو اُن نفوسِ قدسیہ والوں کی دُعا یہی ہے کہ ہمارے سینوں کو مؤمنین کے کینوں سے پاک رکھ۔ (پروردگارا! بلاشبہ تُو مہربان) ہے ہماری دُعا کو قبول فرما اور (رحم والا ہے)، اپنی رحمت سے ہم کو سابقین کے گروہ میں داخل کر۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ

کیا تم نے نہیں دیکھا منافقوں کو کہ کہتے ہیں اپنے بھائی اہلِ

الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ

کتاب کافروں کو، "اگر تم نکالے گئے، تو ہم بھی نکل جائیں گے ضرور تمہارے ساتھ، اور نہ کہا مانیں گے تمہارے بارے میں کسی کا بھی،

وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ⑪

اور اگر تم سے لڑائی کی گئی، تو ہم ضرور مدد کریں گے تمہاری۔" اور اللہ گواہ ہے کہ بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں●

(کیا تم نے نہیں دیکھا منافقوں کو) یعنی اُن لوگوں کو جو نفاق کرتے ہیں اور جو کچھ اُن کے دِل میں ہے اُس کے خلاف ظاہر کرتے ہیں۔

--- چنانچہ --- ابن ابی، ابن نبتل اور رفاعہ اور ان کے لشکر نے بنی نضیر کے پاس پیغام بھیجا تھا کہ تم جو محمد ﷺ کے ساتھ لڑائی کیا چاہتے ہو اس میں ہم تمہارے شریک ہیں اور تمہاری پوری اعانت ہم کریں گے، اور ہم تمہارے ساتھ ایسے متحد ہیں کہ اگر وہ تم کو اِس شہر و دیار سے نکال دیں گے اور تم پر غالب آجائیں گے تو بھی ہم تمہاری رفاقت کریں گے، تو یہ آیت نازل ہوئی ---

کہ اَے محبوب! ﷺ 'کیا تم نے نہیں دیکھا منافقوں کو (کہ کہتے ہیں اپنے بھائی) جو کفر میں اُن کے مثل ہیں (اہلِ کتاب کافروں کو) کہ غم نہ کرو، (اگر تم نکالے گئے) اپنے شہر و دیار سے (تو ہم بھی نکل جائیں گے ضرور تمہارے ساتھ)، تمہارے ساتھ حمیت اور محبت کی وجہ سے، (اور نہ کہا مانیں گے تمہارے بارے میں کسی کا کبھی)، گو وہ پیغمبر ہی کیوں نہ ہوں، اُن کے کہنے سے بھی ہم تمہیں رنج اور ایذاء نہ پہنچائیں گے۔۔یا۔تمہارے برخلاف کسی مسلمان کی ہم اطاعت نہ کریں گے۔(اور اگر تم سے لڑائی کی گئی) یعنی اگر مسلمان تمہارے ساتھ قتال کریں گے، (تو ہم ضرور مدد کریں گے تمہاری۔ اور اللہ) تعالیٰ (گواہ ہے کہ بلاشبہ وہ) منافق (یقیناً جھوٹے ہیں)۔۔تو۔۔

لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا یَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا یَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ

یقیناً اگر وہ نکالے گئے، تو یہ نہ نکلیں گے اُن کے ساتھ۔اور یقیناً اگر اُن سے لڑائی کی گئی، تو نہ مدد دیں گے اُنہیں۔

وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَیُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲﴾

اور اگر مدد بھی کی اُن کی، تو ضرور بھاگیں گے پیٹھ دکھا کر۔۔پھر نہ مدد کیے جائیں گے●

(یقیناً اگر وہ) یہود (نکالے گئے) مدینہ سے (تو یہ نہ نکلیں گے اُن کے ساتھ) اور ان کی موافقت اور مصاحبت نہ کریں گے۔(اور یقیناً اگر اُن سے لڑائی کی گئی، تو نہ مدد دیں گے اُنہیں) اور اگر بالفرض مدد دیں منافق یہود کو اور لڑائی میں اُن کے ساتھ موجود بھی ہوں (تو ضرور بھاگیں گے پیٹھ دکھا کر)، یعنی شکست پا کر بھاگ جائیں گے۔(پھر) اُن کے پسپا ہو جانے کے بعد بنی نضیر (نہ مدد کیے جائیں گے)۔یعنی جب اُن کے مددگار ہی پسپا ہو جائیں گے تو پھر وہ کیونکر مدد پائیں گے۔اَے مؤمنو!۔۔۔

لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ ﴿۱۳﴾

بے شک تم زیادہ خوفناک ہو اُن کے سینوں میں اللہ سے۔یہ اِس لیے کہ وہ لوگ کچھ سمجھ ہی نہیں رکھتے●

(بے شک تم زیادہ خوفناک ہو اُن کے سینوں میں اللہ) تعالیٰ (سے)، یعنی منافق لوگ تم سے بہت ڈرتے ہیں کہ اِس قدر خدا سے نہیں ڈرتے۔(یہ) یعنی خدا سے زیادہ تم سے ڈرنا (اس لیے) ہے (کہ وہ لوگ کچھ سمجھ ہی نہیں رکھتے) یعنی خدا کی عظمت نہیں جانتے، ورنہ چاہیے تھا کہ اُس سے ڈرتے۔

لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ

نہ جنگ کر سکیں گے تم سے سب مل کر بھی، مگر قلعہ بند آبادیوں میں یا شہر پناہ کے پیچھے سے۔ اُن کی جنگ آپس ہی میں

شَدِيْدٌ ؕ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿١٤﴾

سخت ہے۔ تم خیال کرو گے اُنہیں ایک جتھا، اور اُن کے دِل جدا جدا ہیں۔ یہ اس لیے کہ وہ لوگ عقل ہی نہیں رکھتے●

(**نہ جنگ کر سکیں گے تم سے سب مل کر بھی، مگر قلعہ بند آبادیوں میں۔۔یا۔۔شہر پناہ کے پیچھے سے**)۔ یعنی اُن کی یہ قوت نہیں ہے کہ میدان میں روبرو ہو کر تم سے مقابلہ کر سکیں، تو چھپ چھپ کر آڑ کے پیچھے سے پتھر پھینکنے اور نیزہ چلانے کے سوا اُن کے لیے کوئی چارہ کار نہیں۔ تم سے یہ اتنا خوفزدہ ہیں کہ سامنے کھل کر آنے کی ہمت نہیں۔

اُس کا راز یہ ہے کہ (**اُن کی جنگ آپس ہی میں سخت ہے**) یعنی جب آپس میں وہ ایک دوسرے سے لڑائی کرتے ہیں تو بڑی شدت اور سختی کا مظاہرہ کرتے ہیں، مگر وہی شجاعت والے جب خدا اور سول سے لڑتے ہیں تو ڈرپوک اور بزدل ہو جاتے ہیں اُس خوف کے سبب سے جو خدا نے اُن کے دلوں میں ڈال دیا ہے۔۔ چنانچہ۔۔ روبرو ہو کر مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے۔

(**تم خیال کرو گے انہیں ایک جتھا**) یعنی یہود و منافقین کے تعلق سے تمہیں یہ خیال آسکتا ہے کہ یہ اپنی رائے اور تدبیر میں متفق و مجتمع ہیں، (**اور**) حقیقت یہ ہے کہ (**اُن کے دِل جدا جدا ہیں**)۔ یعنی اُن کا دِل پراگندہ اور پریشان ہے اس لیے کہ اُن کے عقائد اور مقاصد مختلف ہیں۔ (**یہ اس لیے**) ہے یعنی یہ بُرے اوصاف جو اُن میں ہیں بسبب اِس کے ہیں (**کہ وہ لوگ عقل ہی نہیں رکھتے**)، اِسی لیے دریافت نہیں کر پاتے اُس چیز کو جس میں اُن کی صلاح و فلاح ہو۔ پس یہود کی مثال۔۔۔

كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٥﴾

جیسے اُن کی مثال جو ان سے پہلے تھے قریب زمانہ میں، اُنہوں نے چکھا اپنے کرتوت کا وبال۔ اور اُنہیں کے لیے دکھ والا عذاب ہے●

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ

جیسے شیطان کی مثال، جب کہ بولا انسان کو کہ "کفر کر"، پھر جب کفر کر لیا، تو بولا کہ "میں الگ ہوں تم سے، بے شک میں

اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦﴾

ڈر رہا ہوں اللہ رب العٰلمین کو"●

(جیسے اُن کی مثال جو اِن سے پہلے تھے قریب زمانہ میں، اُنہوں نے چکھا اپنے کرتوت کا وبال) یعنی ضَرر اپنے گناہ کا۔ (اور انہیں کے لیے) دُنیا کی ذلت ورسوائی اور آخرت میں (دکھ) دینے (والا عذاب ہے) اور یہود کو فریب دینے اور اُن سے مدد کا وعدہ کرنے میں منافقوں کی (جیسے شیطان کی مثال، جبکہ بولا) کافر (انسان کو کہ کفر کر)، یعنی کفر پر ثابت اور قائم رہ کہ میں تیرا یار ومددگار ہوں۔ (پھر جب) اُس نے (کفر کرلیا) اور اپنے کفر پر ثابت قدم ہوگیا اور شرک کے درخت کی جڑ اُس کے دِل کی زمین میں خوب جم گئی، (تو بولا کہ میں الگ ہوں تم سے) اور تم سے بیزار ہوں، اور (بے شک میں ڈر رہا ہوں اللہ) تعالیٰ (رب العالمین کو) جو رب ہے سارے اہلِ عالَم کا۔

یہاں شیطان سے ابلیس مراد ہے اور انسان سے ابو جہل۔ اور یہ گفتگو اس وقت تھی جب ابو جہل جنگِ بدر کی طرف متوجہ ہوا اور وہ قبیلہ کنانہ سے اچھا گمان رکھتا تھا۔ اُن سے اُس کا یارانہ تھا اور سراقہ جو بنی کنانہ کا رئیس تھا اس کی صورت میں ابلیس ظاہر ہوکر ابو جہل سے بولا، کہ اَے ابوالحکم! تُو نہ ڈر کیونکہ میں تیرا یار ومددگار ہوں۔ اور جب مقام بدر پر پہنچے اور ابلیس نے دیکھا کہ مسلمانوں کی مدد کو آسمان سے فرشتے اترتے ہیں، تو بھاگا اور کافروں سے بولا کہ میں تم سے بیزار ہوں۔

بعضے اِس بات پر ہیں کہ شیطان سے 'ابیض'، ابلیس کا بیٹا مراد ہے اور 'انسان' سے برصیصا راہب مقصود ہے۔ ابیض نے اُس راہب کو کفر پر رکھا اور آخر میں اپنی بیزاری ظاہر کی۔ اور یہ حکایت مجملاً اِس طور پر ہے، کہ برصیصا نے ستّر برس خدا کی عبادت کی اور شیطان اُس کے امر میں عاجز آئے، تو ابیض اُسے اغوا اور گمراہ کرنے کا ذمہ دار ہوکر آیا اور آدمی کی شکل میں اُس کے صومعہ میں ریاضت کرنے لگا۔ راہب اُس کی شدتِ مجاہدہ سے متعجب ہوکر اُس کا مرید ہوگیا۔ اور ابیض نے وہاں سے جانے کا ارادہ کیا تو بیماروں کی صحت اور جو لوگ مبتلائے بلاء ہوں اُن کی عافیت کے واسطے چند کلمہ راہب کو تعلیم کیے۔

پھر شہر میں آکر ایک شخص کا گلا دبایا اور اُس پر سوار ہوگیا، اور ایک طبیب کی صورت میں ظاہر ہوکر اُس شخص کے عزیزوں سے کہا کہ جب تک برصیصا اس کے حق میں دُعا نہ کریں گے یہ اچھا نہ ہوگا۔ لوگ اُسے برصیصا کے صومعہ کے دروازے پر لے گئے۔ برصیصا نے اُس پر دم کیا، شیطان نے اُس سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور اُس کے سر سے اُتر گیا اور اُسے صحت ہوگئی۔

غرض کہ ابیض اسی طرح لوگوں کو بلاء میں مبتلا کر کے برصیصا کے پاس لے جانے کی راہ بتایا کرتا۔ جب وہ وہی کلمات پڑھ کر دم کرتا، تو یہ اُس مبتلا کو چھوڑ دیتا یہاں تک کہ اسی طرح بادشاہ کی بیٹی بیمار ہوئی، اُسے برصیصا کے صومعہ پر لائے، برصیصا نے دُعا کی ابیض نے اُسے چھوڑ دیا اور وہ اچھی ہوگئی۔ پس اُس لڑکی کو برصیصا کے سپرد کیا۔ ابیض نے برصیصا کو وسوسہ دیا یہاں تک کہ اُس نے اُس شہزادی سے زنا کی اور رسوائی کے خوف سے اُسے قتل کر ڈالا۔

ابیض نے شہزادی کے بھائیوں کو اِس بات سے مطلع کر دیا۔ انہوں نے برصیصا کو پکڑ کر سولی پر چڑھا دیا۔ اُس وقت ابیض اس پہلی صورت پر ظاہر ہوا اور برصیصا سے کہا کہ مجھے سجدہ کر کہ میں تجھے چھڑاؤں۔ برصیصا نے سجدہ کیا، تو ابیض نے اُس سے بیزاری ظاہر کی اور وہ بے سعادت اُس عبادت کے بعد شقاوتِ ابدی میں گرفتار ہوا۔

فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِی النَّارِ خَالِدَیْنِ فِیْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۷﴾ ع ۵

تو ہوا انجام اُن دونوں کا کہ دونوں آگ میں ہیں، ہمیشہ رہنے والے اُس میں۔ اور یہ سزا ہے اندھیر والوں کی●

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ

اَے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ کو، اور دیکھا کرے ہر ایک کہ کیا آگے بھیجا کل کے لیے۔ اور ڈرا کرو اللہ کو۔

اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾

بے شک اللہ باخبر ہے جو عمل کرتے ہو●

(تو ہوا انجام اُن دونوں کا کہ دونوں آگ میں ہیں) اور (ہمیشہ رہنے والے) ہیں (اس میں۔ اور یہ) آگ اور ہمیشہ اُس میں رہنا (سزا ہے اندھیر والوں کی) یعنی کافروں کی۔ تو (اَے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ) تعالیٰ (کو) یعنی اُس کے عذاب کو، (اور) چاہیے کہ (دیکھا کرے ہر ایک کہ کیا آگے بھیجا کل کے لیے)، یعنی کل قیامت کے واسطے، تاکہ اگر نیکیاں اور طاعتیں کی ہیں تو شکر کرے اور اُس کی زیادتی میں کوشش کرے اور اگر بُرائیاں اور گناہ آگے بھیجے ہیں، تو توبہ کرے اور پشیمان ہو۔ تو اَے ایمان والو! آگے کے لیے کیا بھیجا اُس پر بھی دھیان رکھو (اور ڈرا کرو اللہ) تعالیٰ (کو) یعنی قہرِ خداوندی کو۔

اِس حکم کا مکرر لانا تاکید کے واسطے ہے۔ یا۔ پہلا حکم ادائے واجبات میں ہے اِس قرینہ سے کہ عملاً اس کے ساتھ ملا ہوا ہے، اور دوسرا حکم حرام چیزیں چھوڑ دینے میں اس

دلیل سے کہ فرماتا ہے کہ۔۔۔

(بے شک اللہ) تعالیٰ (باخبر ہے جو عمل کرتے ہو)۔

کشف الاسرار میں ہے کہ اوّل اشارہ ہے اصل تقوی کی طرف اور دوسرا کمالِ تقویٰ کی جانب۔۔یا۔۔ پہلا تقویٰ عوام کا ہے اور وہ چیزوں سے پرہیز کرنا ہے، اور دوسرا خواص کا تقویٰ ہے اور وہ بچنا ہے ماسویٰ اللہ سے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنْسٰهُمْ أَنْفُسَهُمْ ۚ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ﴿۱۹﴾

اور مت ہو جاؤ اُن کی طرح جو بھول گئے اللہ کو، تو اُن کی بھول میں ڈال دیا اللہ نے خود اُنہیں کو۔ وہی ہیں نافرمان •

(اور) اَے ایمان والو! (مت ہو جاؤ اُن کی طرح جو بھول گئے اللہ) تعالیٰ (کو، تو اُن کی بھول میں ڈال دیا اللہ) تعالیٰ (نے خود انہیں کو) تو وہ اپنی بھول ہی میں پڑے رہے، اور انہیں خدا یاد نہ آیا۔۔یا۔۔خُدا نے بھلا دیں اُن پر اُن کی جانیں کہ اپنے واسطے انہوں نے کچھ نیکی پہلے سے نہ بھیجی۔

یہ بُھلانے والے یہود و منافقین و مشرکین ہیں جنھوں نے اپنی عاقبت کی بھلائی کا کچھ خیال نہیں کیا۔ حضرت سہل ابن عبداللہ تستری نے یہ تفسیر کی ہے کہ گناہ کے وقت وہ خدا کا حکم بھول گئے، تو حق تعالیٰ نے توبہ بھی انہیں بھلا دی۔

اور (وہی ہیں نافرمان) یعنی فرمانبرداری سے باہر ہونے والے۔ اور خدا کے نزدیک۔۔۔

لَا يَسْتَوِي أَصْحٰبُ النَّارِ وَأَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُونَ ﴿۲۰﴾

نہیں برابر ہیں جہنم والے اور جنت والے۔ کہ جنت والے ہی بامراد ہیں •

(نہیں برابر ہیں جہنم والے) جو اپنے نفس کو ذلیل و خوار کر کے آتشِ دوزخ کے مستحق ہو گئے (اور جنت والے) یعنی جنت میں رہنے والے، کیوں (کہ جنت والے ہی بامراد ہیں) جو عذابِ دوزخ سے چھٹکارا پانے والے ہیں اور قائم رہنے والی نعمتوں سے ملے ہوئے ہیں۔

لَوْ أَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۚ

اگر اُتارتے ہم اِس قرآن کو کسی پہاڑ پر، یقیناً دیکھتے تم کہ جھکا ہوا ریزہ ریزہ اللہ کے خوف سے۔

وَتِلْكَ الْأَمْثٰلُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۲۱﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِي

اور یہ مثالیں بتاتے ہیں ہم لوگوں کے لیے کہ وہ سوچیں • وہی اللہ ہے جس کے سوا

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۲۲﴾

کوئی معبود نہیں۔ جاننے والا غیب وشہادت کا۔ وہی مہربان بخشنے والا ہے●

(اگر اُتارتے ہم اِس قرآن کو کسی پہاڑ پر) اور اُس پہاڑ کو ہم فہم اور اِدارک دیتے، تو (یقیناً دیکھتے تم، کہ جھکا ہوا) ہے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں، اور ہے (ریزہ ریزہ اللہ) تعالیٰ (کے خوف سے)، اور اس وعید کے سبب سے کہ جو اُس میں ہے۔ یعنی پہاڑ باوصف اس بڑائی اور سختی کے، اگر قرآن سمجھتا تو ڈرتا اور حکم مانتا اور آنکھوں سے چشمے بہاتا اور کافروں کے سخت دِل اس سے اثر قبول نہیں کرتے۔

(اور یہ مثالیں بناتے ہیں ہم لوگوں کے لیے) اُن کی تنبیہ کے لیے، تا (کہ وہ سوچیں) اور اس سے حصہ لیں۔ وہ خدا جس نے قرآن بھیجا (وہی اللہ) تعالیٰ (ہے جس کے سوا کوئی معبود) برحق (نہیں)۔ جو (جاننے والا) ہے (غیب وشہادت کا) یعنی پوشیدہ اور آشکارا کا۔

اور بعضوں نے کہا کہ جاننے والا ہے معدوم وموجود کا۔۔یا۔۔زندگی اور موت۔۔یا۔۔ رزق اور اجل کا۔۔یا۔۔دُنیا اور آخرت کا۔۔یا۔۔اُس چیز کا جو ہے اور اُس چیز کا جو ہوگی۔

(وہی مہربان بخشنے والا ہے) کہ اُس کی رحمتِ عام سبقت لے جانے والی ہے دُنیا میں سب خلق کو گھیر لیا ہے، اور اُس کی خاص رحمت مؤمنوں کو پہنچے گی آخرت میں عفو ومغفرت، رضامندی اور رویت کے ساتھ۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی پوجنے کے قابل نہیں۔ بادشاہ نہایت پاک، سلامتی والا، امان والا، نگہبان

الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾

عزت والا، زبردست تکبر والا، پاکی ہے اللہ کی اُس سے جو شریک بناتے ہیں●

(وہی اللہ) تعالیٰ (ہے جس کے سوا کوئی پوجنے کے قابل نہیں، بادشاہ)، کہ اُس کی ذات کا جلال احتیاج سے محفوظ ہے اور اُس کی صفات کا کمال استغنائے مطلق سے ملا ہوا ہے۔ (نہایت پاک)، نقصان اور عیبوں کے شائبوں سے اور منزہ آفتوں کے راہ پانے سے۔ (سلامتی والا)، یعنی سالم عیبوں اور علتوں سے اور مبرا ضعف اور عجز اور خلل سے۔ (امان والا)، یعنی مؤمنوں کو امن دینے والا عقوبتِ نیران سے۔۔یا۔۔پکارنے والا خلق کو ایمان اور امان کی طرف۔۔یا۔۔رسولوں کی تصدیق کرنے والا

معجزے اور دلیلیں ظاہر فرما کے۔ (نگہبان)، یعنی سچا گواہ اُس پر جو کچھ خلق کرتی ہے۔۔یا۔۔عدل کے ساتھ قائم۔۔یا۔۔پوشیدہ باتوں پر مطلع۔۔یا۔۔حق حق حکم کرنے والا۔

اور بعضوں نے کہا کہ **مُهَيْمِنُ** اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے کہ اس کے معنی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(عزت والا)، غالب حکم میں۔۔یا۔۔عزت دینے والا۔(زبردست)، بزرگوار، بگڑے کام بنانے والا۔۔یا۔۔سر توڑنے والا۔(تکبر والا)، یعنی عظمت و کبریائی کا مستحق۔(پاکی ہے اللہ) تعالیٰ (کی اُس سے جو شریک بناتے ہیں) اس واسطے کہ واجب الوجود شرکت نہیں قبول کرتا۔

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ يُسَبِّحُ لَهٗ

وہی اللہ ہے بنانے والا، پیدا کرنے والا، صورت دینے والا ہے، اُسی کے سب اچھے نام ہیں۔ پاکی بولتے ہیں اُس کی

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾

آسمانوں اور زمین والے۔ اور وہی عزت والا حکمت والا ہے●

ع ۳

(وہی اللہ) تعالیٰ (ہے بنانے والا)، یعنی خلق کی تقدیر اور اندازہ کرنے والا مشیت اور حکمت کے موافق۔(پیدا کرنے والا)، یعنی ظاہر کرنے والا اور نیست سے ہست کرنے والا۔(صورت دینے والا ہے) مخلوقات کو۔(اُسی کے سب اچھے نام ہیں) جو شرع و عقل کے نزدیک پسندیدہ ہیں اور مستحسن ہیں۔

(پاکی بولتے ہیں اُس کی) یعنی پاکی کے ساتھ اُسے یاد کرتے ہیں (آسمانوں اور زمین والے)، اور اسے منزہ اور مقدس جانتے ہیں۔(اور وہی عزت والا) ہے، یعنی غالب ہے اپنی بادشاہی میں کہ مقہور اور مغلوب نہیں ہوتا۔ اور (حکمت والا ہے)، پکا کام کرنے والا اپنے قول اور فعل میں کہ جو کچھ کہتا ہے۔۔یا۔۔کرتا ہے، وہ حکمت کے موافق ہوتا ہے۔

عین المعانی میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت جبرائیل سے اسم اعظم پوچھا، حضرت جبرائیل نے کہا عَلَيْكَ بِاٰخِرِ سُوْرَةِ الْحَشْرِ۔ دوبارہ پوچھا یہی جواب پایا۔ الختصر۔۔سورۂ حشر کی آخری آیت میں اسم اعظم مستور و پوشیدہ ہے۔

اختتام سورہ الحشر۔۔ ﴿۱۴؍رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔۴؍اگست ۲۰۱۲ء، بروز شنبہ﴾

-- ﴿ ۱۵؍رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۵؍اگست ۲۰۱۲ء، بروز یکشنبہ ﴾ --

سُوۡرَۃُ المُمۡتَحِنَة
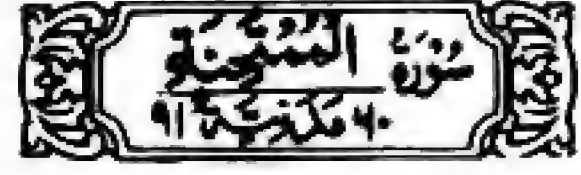
سورۃ الممتحنہ -- ۶۰ مدنیہ ۹۱ — آیاتہا ۱۳ -- رکوعاتہا ۲

اِس سورت کے نام کے تعلق سے دو قول ہیں۔ زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ اِس سورہ کا نام 'مُمۡتَحِنَہ'، یعنی 'ح' کے زیر کے ساتھ ہے، اِس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اِس سورہ کی آیت ۱۰ میں اُن مؤمن خواتین کا امتحان لینے کا ذکر ہے جو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئی تھیں۔ اگرچہ اُن عورتوں کا امتحان رسولِ کریم ﷺ اور مؤمنین نے لیا، لیکن بطورِ اسنادِ مجازِ عقلی اس سورہ کو ہی امتحان لینے والی کہہ دیا گیا۔ اِس کا یہ نام کتب تفسیر اور کتب سنتہ میں زیادہ مشہور ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اِس کا نام 'مُمۡتَحَنَہ'، 'ح' کے زبر کے ساتھ ہے، کیونکہ یہ سورت ام کلثوم بنت عقبہ بن معیط کے سبب سے نازل ہوئی کیونکہ اس کا امتحان لیا گیا تھا۔ اِس تقدیر پر یہ سورت کی صفت ہے۔ یہ سورت بالاتفاق مدنی ہے اور اِس کی بالاتفاق ۱۳ آیتیں ہیں۔

۸ھ میں رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے پوشیدہ طور پر مکہ معظمہ کا قصد کیا، حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ جو مہاجروں میں سے تھے انہوں نے ایک خط قریش کے نام لکھ کر آنحضرت ﷺ کے اس قصد سے آگاہ کر دیا۔ حضرت جبرائیل نے آنحضرت ﷺ کو اِس حال سے مطلع کیا۔

حضرت علی، حضرت مقداد، اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم ہوا اور وہ روضہ خاخ میں گئے اور وہ خط بنی ہاشم کے خاندان کی ایک مغنیہ، آزاد کردہ لونڈی، مسماۃ سارہ سے لے لیا اور حضرت علیہ السلام کی خدمت میں لائے۔

آنحضرت ﷺ نے حاطب کو طلب کیا اور پوچھا کہ تم سے کس چیز نے یہ کام کروایا۔ عرض کی یارسول اللہ! خدا کی قسم میں مؤمن ہوں، خدا اور اُس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں اور دینِ اسلام سے پھرا نہیں ہوں۔ اصل بات یہ ہے کہ میں قریش کا حلیف ہوں مگر اُن کی قوم کا نہیں، اور مکہ میں کوئی شخص ایسا میں نہیں رکھتا ہوں کہ میرے لوگوں اور اولاد اور مال کی حفاظت کرے بخلاف اور مہاجروں کے، کہ مکہ میں اُن کے قرابت دار ہیں۔ میں نے یہ خط لکھ کر چاہا کہ قریش پر اپنا حق ثابت کرلوں تاکہ اُس کے ملاحظہ سے میرے لوگوں کی حفاظت کریں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یارو! حاطب نے تم سے سچ کہہ دیا، اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ غصے میں آئے اور عرض کی یا رسول اللہ! مجھے حکم دیجیے کہ میں اِس منافق کی گردن ماروں۔ حضرت نے فرمایا اَے عمر! اُس کو رنج نہ دو کہ وہ اہلِ بدر میں سے ہے، اور حق تعالیٰ نے بدریوں کو خوش خبری دی ہے کہ جو چاہو کرو بے شک میں نے تم کو بخش دیا، اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کو (بخشنے والا) ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ

اَے ایمان والو! نہ بناؤ میرے دشمن اور اپنے دشمن کو اپنا دوست، کہ پیغام رسانی کرو اُن کی

بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا

طرف دوستی سے، حالانکہ وہ انکار کر چکے جو آیا ہے تمہارے پاس حق۔ گھر سے الگ کرتے ہیں رسول کو اور تم لوگوں کو، کہ تم مان چکے ہو

بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۖ تُسِرُّوْنَ

اللہ اپنے رب کو۔ اگر تم نکلے تھے جہاد کے لیے میری راہ میں اور میری خوشنودیوں کو چاہنے کے لیے، تو خفیہ پیغام رسانی بھی

اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَيْتُمْ وَمَاۤ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ

کرتے ہو اُن کی طرف دوستی کی، حالانکہ میں خوب جانتا ہوں جو تم نے چھپایا اور جو علانیہ کیا۔ اور جو کرے یہ تم میں سے،

فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ①

تو بے شک وہ بہک گیا سیدھے راستہ سے ●

(اَے ایمان والو! نہ بناؤ میرے دشمن اور اپنے دشمن کو اپنا دوست)۔ ایسا دوست (کہ پیغام رسانی کرو اُن کی طرف دوستی سے، حالانکہ) وہ دوستی کے لائق ہی نہیں، کیونکہ (وہ اِنکار کر چکے جو آیا تمہارے پاس حق) سچی بات، کہ وہ قرآن ہے۔۔یا۔۔ درست کام کہ دینِ اسلام ہے۔۔یا۔۔ متابعت کے لائق کہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ان کافروں کی دشمنی کا حال یہ ہے کہ (گھر سے الگ کرتے ہیں رسول

کو) یعنی آپ کو مکہ بدر کرتے ہیں۔ (اور) صرف آپ ﷺ ہی کو نہیں، بلکہ (تم لوگوں کو) بھی شہر بدر کرتے ہیں صرف اِس وجہ سے (کہ تم مان چکے ہو اللہ) تعالیٰ (اپنے رب کو)۔

یعنی اُن کو خاندانی طور پر کوئی خلش نہیں ہے، بلکہ یہ تمہارے صرف اس لیے دشمن ہیں کہ خدا و رسول پر ایمان لانے والے ہو۔ تو جب یہ لوگ ایمان کی وجہ سے تمہیں دشمن بناتے ہیں، تو کیا تمہارے لیے مناسب ہے کہ اُن ایمان کے دشمنوں سے دوستی کرو؟

ذرا تم خود سوچو کہ (اگر تم نکلے تھے جہاد کے لیے میری راہ میں اور میری خوشنودیوں کو چاہنے کے لیے، تو) ایک طرف تم خدا کی خوشنودی چاہتے ہو اور دوسری طرف (خفیہ پیغام رسانی بھی کرتے ہو ان کی طرف دوستی کی) نصیحت کے پردے میں، (حالانکہ میں خوب جانتا ہوں جو تم نے چھپایا) یعنی دشمنوں کی دوستی، (اور جو علانیہ کیا) یعنی جو تم نے عذر ظاہر کیا۔ تو سن لو! (اور) یاد رکھو! کہ (جو کرے یہ) کام، یعنی ان میں سے کسی کو دوست بنائے۔۔یا۔۔اُن کو خبر بھیجے (تم میں سے، تو بے شک وہ بہک گیا سیدھے راستے سے)۔ اور اچھی طرح یقین کر لو کہ اُن سے محبت کی طرح ڈالنا کچھ فائدہ نہ دے گا، کیوں کہ۔۔۔

إِنْ يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُمْ

اگر وہ پا جائیں تمہیں تو ہوں گے تمہارے دشمن، اور دراز کریں گے تمہاری طرف اپنے ہاتھوں اور اپنی زبانوں کو

بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ ۝۲

بُرائی کے ساتھ، اُنہوں نے یہی چاہا کہ کاش تم کافر ہو جاؤ●

(اگر وہ پا جائیں تمہیں، تو ہوں گے تمہارے دشمن)۔ یعنی اگر کافر تم پر قادر ہو جائیں اور فتح پا کر تم کو قید کر لیں، تو وہ تمہارے ساتھ کھلم کھلا دشمنی کریں گے، (اور دراز کریں گے تمہاری طرف اپنے ہاتھوں اور اپنی زبانوں کو بُرائی کے ساتھ)۔ یعنی وہ تمہیں اپنے ہاتھوں سے قتل کریں گے اور زبانوں سے گالیاں دیں گے اور فحش کہیں گے۔ اُن کی دِلی تمنا یہی ہے اور (انہوں نے یہی چاہا کہ کاش تم کافر ہو جاؤ) جیسے کہ وہ خود ہیں۔ یاد رکھو کہ جن رشتہ داروں اور جس اولاد کی محبت میں ایسا کرتے ہو۔۔۔

لَنْ تَنْفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ

نہ کام آئیں گے تمہارے، تمہارے رشتے اور نہ تمہاری اولاد۔ قیامت کے دن۔ وہ جدا جدا کر دے گا تم سب کو۔

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ③

اور اللہ جو کچھ کرو دیکھنے والا ہے●

(نہ کام آئیں گے تمہارے، تمہارے) وہ (رشتے) دار (اور نہ تمہاری اولاد)۔یعنی آج مال اور اولاد کی محبت کے سبب سے مشرکوں سے محبت کرتے ہو اور ملتے ہو، تو وہ مال اور فرزند نہ نفع دیں گے۔ (قیامت کے دن وہ جدا جدا کردے گا تم سب کو) یعنی اُس دن خدا تمہارے اور تمہاری اولا د و قرابت داروں کے درمیان جدائی ڈال دے گا، اِس طور پر کہ کافروں کو دوزخ میں بھیجے گا اور مؤمنوں کو جنت میں۔(اور اللہ) تعالیٰ (جو کچھ کرو) دوستی۔۔یا۔۔دشمنی سب کو (دیکھنے والا ہے)، اُس کے مطابق جزا دے گا۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا

بے شک تھا تمہارے لیے اچھا نمونہ ابراہیم میں اور جو اُن کے ساتھ تھے۔جب کہ بولے وہ سب اپنی قوم کو کہ "بلا شبہ ہم

بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا

الگ ہیں تم سے اور اُن سے جنہیں پوجتے ہو اللہ کے خلاف۔ہم لوگوں نے اِنکار کردیا تم سب سے، اور ظاہر ہو چکی ہمارے

وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ

تمہارے درمیان دشمنی اور عداوت ہمیشہ کو، یہاں تک کہ تم لوگ مان جاؤ ایک اللہ کو،" مگر ابراہیم کی ایک بات

لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ رَبَّنَا

اپنے بابا سے کہ "میں استغفار کروں گا تمہارے لیے اور میں نہیں اختیار رکھتا تجھ کافر کے لیے اللہ کے حضور کچھ بھی۔" "پروردگارا!

عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ④

تجھی پر ہم نے بھروسہ رکھا، اور تیری ہی طرف ہم رجوع ہوئے، اور تیری طرف پھرنا ہے"●

اَے ایمان والو! (بے شک تھا تمہارے لیے اچھا نمونہ) اتباع و پیروی کے لیے (ابراہیم میں اور جو اُن کے ساتھ تھے) اُن میں، (جبکہ بولے وہ سب اپنی قوم کو)۔یعنی یاد کرو جب ابراہیم علیہ السلام نے اور اُن کی قوم کے مؤمنوں نے اپنی قوم کے مشرکوں سے کہا کہ تم ہم سے دوستی اور محبت نہ ڈھونڈھو، کیوں (کہ بلاشبہ ہم الگ ہیں تم سے اور اُن سے جنہیں پوجتے ہو اللہ) تعالیٰ (کے خلاف) ۔۔الغرض۔۔ہم تم سب سے بیزار ہیں۔یعنی ہم بت پرستوں اور بتوں کسی کے بھی دوست نہیں۔

۔۔الغرض۔۔(ہم لوگوں نے اِنکار کردیا تم سب سے،اور ظاہر ہوچکی ہمارے تمہارے درمیان دشمنی اور عداوت ہمیشہ کو)۔کبھی بھی ہم تمہارے دوست نہیں ہوسکتے (یہاں تک کہ تم لوگ مان جاؤ ایک اللہ) تعالیٰ (کو،مگر ابراہیم کی ایک بات) جو انہوں نے کہی (اپنے بابا) یعنی بڑے باپ (سے)،اُس وعدہ کی وجہ سے جو مغفرت طلب کرنے کا اُن سے کیا تھا اور ایمان لانے کا وعدہ جو اُن کے بابا نے اُن سے کیا تھا۔تو اُسی وعدۂ دُعائے مغفرت کی بنا پر حضرت ابراہیم نے اپنے عرفی باپ سے کہا (کہ میں استغفار کروں گا تمہارے لیے،اور میں نہیں اختیار رکھتا تجھ کافر کے لیے اللہ) تعالیٰ (کے حضور کچھ بھی)۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ کافروں سے بیزار ہونے میں تو ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کر،مگر اُن کی مغفرت چاہنے میں نہیں،اس واسطے کہ ابراہیم علیہ السلام سے یہ امر وعدہ کے سبب سے واقع ہوا تھا،اور جب ابراہیم اور اُن کے یاروں نے قوم سے بیزاری ظاہر کی تو بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا کہ۔۔۔ (پروردگارا!تجھی پر ہم نے بھروسہ رکھا)۔یعنی خلق سے ہم کٹے اور خالق کے کرم پر اعتماد رکھا۔(اور تیری ہی طرف ہم رجوع ہوئے،اور تیری طرف پھرنا ہے) آخرت میں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ دُعا حضرت ابراہیم کے قول کا تتمہ نہیں ہے،بلکہ مؤمنوں کو کافروں سے دوستی رکھنے کو منع فرما کر فرماتا ہے کہ جب تم نے دشمنوں سے قطع تعلق کرلیا،تو کہو"یا اللہ!اُن سے ہم کٹے اور تیری مہربانی کے ساتھ ملے"۔۔۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

"پروردگارا!نہ رکھ ہمیں آزمائش میں اُن کے جنہوں نے کفر کیا،اور بخش دے ہم سب کو،پروردگارا!بے شک تُو ہی زبردست حکمت والا ہے"●

(پروردگارا!نہ رکھ ہمیں آزمائش میں)،یعنی ہمیں محل تسلط نہ بنا (اُن کے جنہوں نے کفر کیا)۔یعنی اُن کو ہم پر مسلط نہ کر اور اُن کے ہاتھوں ہم پر عذاب نہ کر۔(اور بخش دے ہم سب کو۔پروردگارا!بے شک تُو ہی زبردست) ہے یعنی غالب ہے حکم میں،تو اُن کا شر دفع کردے اور (حکمت والا ہے) یعنی دانا ہے اپنے کام میں پس ہم کو بخش دے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ؕ

بے شک تھا تم لوگوں کے لیے اُن میں اچھا نمونہ،اُس کے لیے جو امید رکھتا ہو اللہ اور پچھلے دن کی۔

وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝۶

اور جو بے رخی کرے، تو بلاشبہ اللہ ہی بے نیاز حمد والا ہے●

(بے شک تھا تم لوگوں کے لیے اُن میں) یعنی ابراہیم علیہ السلام اور اُن کی قوم میں (اچھا نمونہ)، یعنی اچھی خصلت کہ اُس کی پیروی کرو۔

اِس مضمون کا مکرر لانا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرنے میں تاکید کے واسطے ہے۔۔یا ۔۔پہلی اقتدا اقوال میں ہے اور دوسری افعال میں۔اور یہ پیروی ہے (اس کے لیے جو امید رکھتا ہو اللہ) تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کی (اور پچھلے دن کی) جزا کی۔۔یا۔۔جو خدا سے اور روزِ قیامت سے ڈرتا ہے۔(اور جو بے رخی کرے) اور منہ پھیرے حکم سے اور دشمنوں سے محبت کرے، (تو بلاشبہ اللہ) تعالیٰ (ہی بے نیاز) ہے اُس سے اور اُس کی نصرت دین کرنے سے، اس واسطے کہ وہ خود اپنے دین کا مددگار ہے، اور (حمد والا ہے)۔یعنی خلق کی تعریف کے بغیر بھی تعریف کیا ہوا ہے۔

منقول ہے کہ یہ آیت نازل ہونے کے بعد مسلمانوں نے مکہ میں رہنے والے اپنے مشرک قرابتداروں سے قطع محبت کی اور اللہ تعالیٰ کے رشتے کو مضبوط کرنے کے لیے سارے رشتوں کو کاٹ کے رکھ دیا، تو حق تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ۔۔۔

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ

قریب ہے کہ اللہ کردے تمہارے درمیان اور اُن کے درمیان کہ دشمنی کا برتاؤ کرنے لگے، اُن سے دوستی۔

وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۷

اور اللہ قدرت والا ہے۔اور اللہ غفور رحیم ہے●

(قریب ہے کہ اللہ) تعالیٰ (کردے تمہارے درمیان اور اُن) لوگوں (کے درمیان کہ) جن کو تم نے دشمن رکھا اور (دشمنی کا برتاؤ کرنے لگے اُن سے، دوستی)۔۔۔

اور یہ اس طرح تھا کہ ابوسفیان، سہل بن عمرو اور حکیم بن حزام وغیرہ رؤسائے عرب جو مسلمانوں کے بڑے دشمن تھے انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور اُن کے لوگوں کو اُن کے ساتھ محبتِ کامل پیدا ہوگئی۔

(اور اللہ) تعالیٰ (قدرت والا ہے) اِس بات پر کہ دشمنی کو دوستی میں بدل دے۔(اور اللہ)

تعالیٰ (غفور) ہے یعنی بخشنے والا ہے اُسے جس نے مشرکوں کے ساتھ 'نہی' کے قبل دوستی کی، اور (رحیم ہے) یعنی مہربان ہے ان پر جنہوں نے 'نہی' کے بعد قطع محبت کی۔

روایت ہے کہ قومِ خزاعہ کو رسولِ مقبول ﷺ کے ساتھ عہد و پیمان تھا اور انہوں نے ہرگز مسلمانوں کا قصد نہیں کیا اور دین کے دشمنوں کو مدد نہیں دی، حق تعالیٰ نے اُن کے باب میں فرمایا کہ۔۔۔

لَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ

نہیں روکتا تمہیں اللہ اُن لوگوں سے، جنہوں نے جنگ نہیں کی تم سے دین میں اور نہ نکالا تمہیں تمہارے

دِیَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْۤا اِلَیْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ⑧

گھروں سے، کہ حسن سلوک رکھو اُن سے اور انصاف برتو اُن سے۔ بے شک اللہ پسند فرماتا ہے انصاف والوں کو●

(نہیں روکتا تمہیں اللہ) تعالیٰ (اُن لوگوں سے جنہوں نے جنگ نہیں کی تم سے دین) کے کام (میں، اور نہ نکالا تمہیں تمہارے گھروں سے) یعنی خزاعہ نے تم سے مقاتلہ نہیں کیا اور تمہارے اخراج میں دخل نہیں دیا۔۔یا۔۔لڑکے اور عورتیں مراد ہیں کہ اُن کو تمہارے قتل اور اخراج میں چنداں دخل نہیں ہے، تو خدا باز نہیں رکھتا تم کو (کہ حسنِ سلوک رکھو اُن سے) یعنی ان کے ساتھ نیکی کرو (اور انصاف برتو اُن سے) اِس بات سے کہ عدل کرو۔۔یا۔۔اُن کے واسطے حصہ بھیجو۔ (بے شک اللہ تعالیٰ (پسند فرماتا ہے انصاف والوں کو) جو کسی پر ظلم و زیادتی نہیں کرتے۔اُن کے برعکس۔۔۔

اِنَّمَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ

اللہ تو تمہیں منع کرتا ہے بس اُنہیں لوگوں سے، جنہوں نے جنگ کی تم سے دین میں اور نکالا تم لوگوں کو تمہارے گھروں سے،

وَظٰهَرُوْا عَلٰۤى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ⑨

اور مدد کی تمہارے نکالنے پر، یہ کہ دوستی کرو اُن سے۔ جو دوستی کرے اُن کی تو ظالم وہی ہیں●

(اللہ) تعالیٰ (تو تمہیں منع کرتا ہے بس انہیں لوگوں سے جنہوں نے جنگ کی تم سے دین) خدا (میں، اور نکالا تم لوگوں کو تمہارے گھروں سے، اور مدد کی) دشمنوں کی (تمہارے نکالنے پر)۔تو اللہ تعالیٰ روکتا ہے اور باز رکھتا ہے تم کو (یہ کہ دوستی کرو اُن سے)۔اور (جو دوستی کرے اُن کی، تو ظالم وہی ہیں) کہ بے محل دوستی کرتے ہیں، اِس واسطے کہ محبت خدا اور اُس کے دوستوں سے ہونی چاہیے۔

ان کافروں کی دوستی سے کچھ نہیں ہوتا۔

روایت ہے کہ جب حدیبیہ میں صلح واقع ہوئی تو شرائطِ صلح میں ایک بات یہ تھی کہ جو مسلمان مکہ سے مدینہ میں آئے حضرت ﷺ اُسے کافروں میں بھیج دیں، اور اگر کوئی مسلمان مدینہ منورہ سے منہ پھیر کر مکہ معظّمہ کی جانب جائے، تو قریش اُسے واپس نہ کریں۔ ہنوز آنحضرت ﷺ حدیبیہ میں تھے کہ مؤمنوں کی ایک جماعت مکہ سے بھاگ کر حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوئی، اُس میں سبیعہ اسلمیہ تھیں، اُن کے پیچھے پیچھے اُن کا شوہر مسافر مخزومی پہنچا، اور یہ بات کہی کہ شرطِ صلح یہ تھی کہ ہم میں سے جو کوئی تم میں آئے اُس کو پھیر دو۔

پس حضرت جبرائیل نازل ہوئے اور یہ بات کہی کہ یارسول اللہ! وہ شرط مَردوں کے باب میں تھی عورتوں پر یہ بات روا نہیں ہے کہ ایمان والی عورت کو مشرک کے حوالے کر دیجیے، اور یہ آیت نازل ہوئی کہ۔۔۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ

اَے ایمان والو! جہاں آگئیں تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کی نیت سے تو تحقیقات کرلواُن کی۔ اللہ خوب جانتا ہے

بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ

اُن کے ایمان کو۔ تو اگر معلوم کرلیا تم نے اُنہیں کہ ایمان والی ہیں تو واپس نہ کرواُنہیں کفار کی طرف۔ نہ وہ مسلمان عورتیں

حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْ

حلال ہیں اُن کافروں کے لیے، اور نہ وہ کافر حلال ہیں اُن مسلمان عورتوں کے لیے۔ اور دے ڈالو جو مہر خرچ کیا ہے اُن کافروں نے، اور کوئی

هُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ

الزام نہیں تم پر کہ نکاح کرلواُن کے ساتھ، جب کہ دے چکے اُنہیں اُن کا مہر۔ اور روک تھام نہ کرو کافر عورتوں کے نکاح کی، اور مانگ لو جو تم

وَلْيَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾

نے خرچ کیا، اور وہ مانگ لیں جو اُنہوں نے خرچ کیا۔ یہ ہے اللہ کا حکم۔ وہ فیصلہ دیتا ہے تمہارے درمیان۔ اور اللہ علم والا حکمت والا ہے●

(اَے ایمان والو! جہاں آگئیں تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کی نیت سے، تو تحقیقات کرلواُن کی) اِس طرح پر کہ اُنہیں قسم دے کر دریافت کرو کہ اُن کا نکل آنا اپنے شوہر کی عداوت۔۔یا۔۔ کسی اور مَرد کی محبت کے سبب سے تو نہیں، اور دنیوی غرضوں میں کوئی غرض تو نہیں لگی ہوئی ہے۔ خاص

خدااوررسول کے واسطےاوردینِ اسلام کوقبول کرنے کے لیےآئی ہیں۔اور(اللہ)تعالیٰ(خوب جانتا ہےاُن کےایمان کو)اس واسطے کہ وہ دِل کی چھپی باتوں پرمطلع ہے۔

مگرچونکہ حکم شرع ظاہرپرہےتوتم اُن کوقسم دو،(تواگر)غلبہ ظن سے(معلوم کرلیاتم نے انہیں کہ ایمان والی ہیں،توواپس نہ کروانہیں کفار کی طرف)یعنی اُن کے کافرشوہروں کی طرف۔کیونکہ (نہ وہ مسلمان عورتیں حلال ہیں اُن کافروں کے لیےاورنہ وہ کافرحلال ہیں اُن مسلمان عورتوں کے لیے)اِس واسطے کہ دُوگھر:ایک دارالاسلام دوسرادارالحرب،اورمقام کی دوری اوراختلافِ دین اُن کے درمیان جدائی کردینے والا ہے۔(اوردےڈالوجومہرخرچ کیاہےاُن کافروں نے)۔

آنحضرت ﷺ نے سبیعہ کوقسم دی اوراُس کے شوہرمسافرنے جومہراُسے دیاتھاوہ لے کرواپس ہوگیااوریہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

(اورکوئی الزام نہیں تم پرکہ نکاح کرلواُن کے ساتھ)یعنی اُن مہاجرہ عورتوں سے،(جبکہ دے چکےانہیں اُن کامہر)۔پس حضرت فاروقِ اعظم نے اُس مہاجرہ عورت سے نکاح کرلیااوریہ آیت نازل ہوئی۔(اورروک تھام نہ کروکافرعورتوں کے نکاح کی)،یعنی کافرہ عورتوں کے نکاح کوباقی نہ چھوڑو، بلکہ اُن کوطلاق دےدواگرایمان نہ لائیں۔

تواصحاب کے نکاح میں جوکافرہ عورتیں تھیں اصحاب نے اُن کوطلاقیں دےدیں،اورحکم ہوا (اورمانگ لو)اُس شخص سے جوکافروں میں سے اُس عورت کواپنےعقدمیں لائے(جوتم نے خرچ کیا) مہراُس پر۔(اور)چاہیے کہ(وہ)کافر(مانگ لیں)تم سے(جوانہوں نے خرچ کیا)اپنی ہجرت کر آنے والی جوروپرمہر۔

یعنی عصمت اورعقدِزوجیت منقطع ہوگیامؤمن مرداورکافرہ عورت میں اورکافرمرداورمؤمنہ عورت میں،توہرایک کوچاہیے کہ جومہراپنی جوروکودیا ہے پھیرےاورواپس لے لے۔یہ جواوپرذکر کیاگیا،(یہ ہےاللہ)تعالیٰ(کاحکم۔وہ فیصلہ دیتاہےتمہارےدرمیان۔اوراللہ)تعالیٰ(علم والا ہے،وہ تمہارےمصالح جانتاہے،اور(حکمت والاہے)یعنی حکم کرنے والاہےوہ جومحض حکمت ہے۔

یہ آیت نازل ہونے کے بعدمؤمنوں نے مہاجرہ عورتوں کے مہراُن کے شوہروں کوادا کیےاورکافروں نے مرتدہ عورتوں کے مہراداکرنے سے اِنکارکیاتویہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

وَاِنْ فَاتَكُمْ شَیْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِیْنَ ذَهَبَتْ

اور اگر نکل جائیں تمہارے ہاتھوں سے چند عورتیں کافروں کی طرف، تو تم نے سزا دی اُن کافروں کو، تو دو اُنہیں

اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَاۤ اَنْفَقُوْا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ⑪

جن کی بیبیاں نکل گئیں اُتنا ہی جو اُنہوں نے خرچ کیا تھا۔ اور ڈرتے رہو اللہ کو جس کے تم لوگ ماننے والے ہو●

(اور اگر نکل جائیں تمہارے ہاتھوں سے چند عورتیں کافروں کی طرف) یعنی عورت دارالحرب میں جا کر عقد کر لے اور اُس کا مہر تمہارے ہاتھ نہ آئے (تو تم نے سزا دی اُن کافروں کو)، یعنی اُن سے قتال کیا اور انجام کار فتح یاب ہوئے اور بہت سارا مالِ غنیمت تمہارے ہاتھ لگا، (تو دو انہیں جن کی بیبیاں نکل گئیں) دارالحرب میں اور اُن لوگوں نے اُن عورتوں کے کافر شوہروں سے مہر نہیں پایا (اتنا ہی جو انہوں نے خرچ کیا تھا)۔

معالم میں حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ چھ۶ عورتیں مؤمن مہاجروں کی عورتوں میں سے مرتدہ ہو کر کافروں کے پاس چلی گئیں اور آنحضرت ﷺ نے اُن کے مہر مالِ غنیمت میں سے ان کے شوہروں کو دیئے۔

(اور) اَے ایمان والو! (ڈرتے رہو اللہ) تعالیٰ کے عذاب (کو جس کے تم لوگ ماننے والے ہو) یعنی جس خدا پر تم ایمان لا چکے ہو اُس کے قہر و عذاب سے ڈرو۔

اِس آیت کا حکم بقاءِ عہد تک باقی تھا اور جب عہد اٹھ گیا تو یہ حکم بھی منسوخ ہو گیا۔ روایت ہے کہ جب فتح مکہ کے دن رسولِ مقبول ﷺ مردوں کی بیعت لینے سے فارغ ہوئے تو عورتوں نے بھی بیعت کی رغبت کی، تو یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْـًٔا

اَے آنحضرت! جہاں آئیں تمہارے پاس ایمان والی عورتیں کہ بیعت کریں تمہاری اُس پر کہ "شریک نہ بنائیں گی اللہ کا کسی

وَّ لَا یَسْرِقْنَ وَ لَا یَزْنِیْنَ وَ لَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ

کو، اور نہ چوری کریں گی، اور نہ بدکاری کریں گی، اور نہ مار ڈالیں گی اپنی اولاد کو، اور نہ بنائیں گی وہ بہتان کہ گڑھ لیں جسے

بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَ لَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ

اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان، اور نہ بے حکمی کریں گی کسی حکم میں،" تو بیعت لے لو اُن کی، اور مغفرت

لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾

مانگواُن کی اللہ سے۔ بے شک اللہ غفور رحیم ہے●

(اَے آنحضرت! جہاں آئیں تمہارے پاس ایمان والی عورتیں کہ بیعت کریں تمہاری اس پر، کہ شریک نہ بنائیں گی اللہ) تعالیٰ (کا کسی کو، اور نہ چوری کریں گی، اور نہ بدکاری کریں گی، اور نہ مار ڈالیں گی اپنی اولاد کو)، جیسا زندہ خاک میں توپ دیتی تھیں۔۔یا۔۔جو بچہ اپنے پیٹ میں رکھتی تھیں اُس کو گرا کر ضائع کر دیتی تھیں، (اور نہ بنائیں گی وہ بہتان، کہ گڑھ لیں جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان)۔یعنی ایسا نہ کریں کہ حرامی لڑکا جنیں اور شوہروں پر جھوٹ لگائیں۔

اِس میں دو چیزیں ہیں: ایک بدکاری اور دوسری بدکاری کے نتیجے میں ہونے والے بچہ کو اپنے شوہر کا بیٹا قرار دینا۔ بدکاری کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، اب اس میں خاص طور سے اُس بہتان کا ذکر ہے جو اُس حرامی بچے کو اپنے شوہر کا بچہ قرار دینے کا ثمرہ ہے۔۔۔اِس کا ایک معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی 'لقیط' بچے کو جو غیر ازواج سے ہے اپنے شوہر کی طرف منسوب کر کے نہ لائیں، کیونکہ یہ افترا اور بہتان ہے اور یہ اُن کبائر سے ہے جو شرک کے بالکل قریب ہیں۔

اِس ارشاد میں اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان اُس بات کی طرف اشارہ ہے کہ 'موضع حمل' دونوں ہاتھوں کے درمیان ہے، اور 'موضع ولادت' دونوں پیروں کے درمیان ہے۔تو یہ بہتان ایسا کذبِ صریح ہے جو خود بہتان تراشنے والی عورت کے 'موضع حمل' اور 'موضع ولادت' سے متعلق ہے، کیونکہ 'لقیط' کو اپنے شوہر کی طرف منسوب کرنا خود اُس کا اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان سے پیدا ہونے والا قرار دینا ہے، جو یقیناً جھوٹ ہے اور اپنے شوہر پر بہتانِ صریح بھی ہے۔

۔۔الغرض۔۔مذکورہ بالا باتوں سے اپنے کو بچانے کا وعدہ کریں (اور) اِس بات کا بھی وعدہ کریں کہ (نہ بے حکمی کریں گی کسی حکم میں)۔یعنی اُن کو جس نیکی کا حکم دیا جائے اُس کو تسلیم کریں اور اس پر عمل کریں اور بے صبری کے رونے پیٹنے کو چھوڑ دیں اور منہ نوچنے اور بال پراگندہ کرنے سے باز آئیں۔ جب اِن شرطوں سے بیعت کریں (تو بیعت لے لو اُن کی اور مغفرت مانگو اُن کی) یعنی بیعت کرنے والی عورتوں کی (اللہ) تعالیٰ (سے)۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے زبانی ارشاد فرما کر عورتوں سے بیعت لی مگر کسی کا ہاتھ نہیں چھوا۔اور ایک قول ہے کہ پانی کے پیالے میں عورتیں ہاتھ

ڈالتیں پھر رسولِ مقبول ﷺ اُس میں ہاتھ ڈالتے، اس طرح سے عورتوں کی بیعت ہوتی۔ اور بعضوں نے کہا کہ حضرت خدیجہ کی بہن کو آپ نے حکم کیا اور انہوں نے عورتوں سے بیعت لی۔

تو اَے محبوب! اُن بیعت کرنے والی عورتوں کی اللہ تعالیٰ سے بخشش چاہو، (بے شک اللہ تعالیٰ (غفور) ہے یعنی ان کے گناہوں کا بخشنے والا ہے جو خدا کی توحید پر بیعت کریں، اور (رحیم ہے) یعنی مہربان ہے اُن پر کہ توبہ اور ایمان کی توفیق دی۔

ایک بزرگ نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ 'رحمت ایمان پر موقوف ہے'، یعنی جب تک بندہ ایمان نہیں لاتا رحمت کا مستحق نہیں ہوتا۔ اور میں کہتا ہوں کہ 'ایمان رحمت پر موقوف ہے'، کیونکہ جب تک حق تعالیٰ اپنی رحمت سے توفیق نہیں دیتا کسی کو دولتِ ایمان نہیں حاصل ہوتی۔ بعضے محتاج مسلمان فائدہ حاصل کرنے کو یہود سے دوستی کرتے تھے اور مسلمانوں کی خبر اُن سے کہتے تھے، تو یہ آیت نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوا مِنَ الْآخِرَةِ

اَے ایمان والو! نہ دوستی کرو اُس قوم کی، جن پر غضب فرمایا اللہ نے، بے شک وہ لوگ نا امید ہوگئے آخرت سے،

كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ ﴿١٣﴾

جس طرح کافر لوگ نا امید ہو چکے قبر والوں سے●

(الصف ع ۲ ۸)

(اَے ایمان والو! نہ دوستی کرو اُس قوم کی جن پر غضب فرمایا اللہ) تعالیٰ (نے، بے شک وہ نا امید ہوگئے آخرت) کے ثواب (سے) اس واسطے کہ انہوں نے جان لیا کہ رسول کریم کی نعت چھپانے اور آپ کے ساتھ عناد اور عداوت رکھنے سے اُن کو کسی طرح اخروی ثواب میں سے کچھ حظ اور حصہ نہ ہوگا۔ تو ضرور وہ نا امید ہیں (جس طرح کافر لوگ نا امید ہو چکے قبر والوں سے) یعنی دُنیا میں اُن کے پھر آنے سے۔

--یا--

یہود ثواب آخرت سے ایسے نا امید ہیں جیسے کافر مرے ہوئے کہ انہوں نے اپنا حال صاف جان لیا اور اُس جگہ کی نعمتوں سے بالکل امید قطع کی۔

اختتام سورہ الممتحنہ -- ﴿ ۱۶ ر رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۶ ر اگست ۲۰۱۲ء، بروز دوشنبہ ﴾

-- ﴿ ۱۸؍رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۸؍اگست ۲۰۱۲ء، بروز چہار شنبہ ﴾ --

سُوْرَۃُ الصَّفِّ

سورۃ الصّف -- ۶۱ مدنیہ ۱۰۹   آیاتہا ۱۴ -- رکوعاتہا ۲

اِس سورہ کا نام 'الصّف' ہے، جو اِسی کی آیت ۴ سے ماخوذ ہے۔ یہ سورت غزوۂ اُحد کے بعد نازل ہوئی۔ اِس سورت کا مرکزی مضمون اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے قتال اور جہاد کرنا ہے، اور اللہ کی راہ میں قربانیاں دینے اور دیگر احکام شرعیہ پر عمل کرنے کا ثواب بیان کرنا ہے۔ ایسے عظیم مقاصد پر مشتمل اِس سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں ---

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ①

پاکی بولی اللہ کی سب نے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے، اور وہی زبردست حکمت والا ہے●

(پاکی بولی اللہ) تعالیٰ (کی جو کچھ آسمانوں) میں ہے از قسم علویات (اور جو کچھ زمین میں ہے) از قسم سفلیات -- المختصر -- سبھوں نے خدا کو پاک اور بے عیب کہا، (اور وہی زبردست) ہے یعنی غالب ہے۔ اس کا حکم کسی طرح سے رَدّ نہیں ہوتا۔ اور (حکمت والا ہے) یعنی درست کار ہے کہ اُس کے کاموں میں کسی طرح خلل راہ نہیں پاتا۔

روایت ہے کہ صحابہء کرام نے کہا کہ کیا کام ہم کریں جو ہم کو دوزخ سے بچا کر جنت میں پہنچائے، تو حق تعالیٰ نے وہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی جس میں عَذَابٍ اَلِيْمٍ سے بچانے والی تجارت کی طرف رہنمائی کی گئی ہے، وہ ایمان اور جہاد ہے۔ یہ وہ کام ہے جو بندہ کو 'سجن سجین' سے رہائی دے اور 'اعلیٰ علیین' پر پہنچائے۔ صحابہء کرام کو موت ناگوار لگی، تو یہ آیت نازل ہوئی ---

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۲

اَے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ، جو خود نہیں کرتے●

(اَے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ، جو خود نہیں کرتے)۔ یعنی ایسی باتوں کی خواہش ہی کیوں کرتے ہو جس پر عمل شاق گزرے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت منافقین کے متعلق نازل ہوئی جو بظاہر ایمان والے تھے اور قتال و جہاد کی تمنا رکھتے تھے، اور جب اللہ تعالیٰ نے قتال کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے کہا کہ "اَے ہمارے رب! تُو نے ہم پر قتال کیوں فرض کر دیا؟" ابن زید نے کہا کہ یہ آیت اُن منافقین کے بارے میں نازل ہوئی جو کہتے تھے کہ اگر تم اللہ کے دشمنوں سے مقابلہ کے لیے نکلے اور تم نے اُن سے قتال کیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے اور ان کے ساتھ قتال کریں گے۔ اور مسلمان جب کفار سے مقابلہ کے لیے نکلے تو وہ پیچھے لوٹ گئے اور قتال نہیں کیا۔

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی جو کسی کام کی نذر مانتے تھے اور پھر اس کو پورا نہیں کرتے تھے۔ یعنی وہ ایک بات کہتے ہیں اور پھر اس کو پورا نہیں کرتے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ نذر کا پورا کرنا واجب ہے۔ اسی طرح انسان جب کسی شخص سے کسی چیز کو دینے کا وعدہ کرے۔۔یا۔۔اس کے لیے کسی کام کو کرنے کا وعدہ کرے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے وعدہ کو پورا کرے ورنہ وہ اللہ کے غضب کا مستحق ہوگا۔

اِسی طرح اس آیت کے مصداق وہ علماء اور واعظین ہیں جو لوگوں کو بُرائی سے روکتے ہیں اور خود بُرائی سے نہیں رکتے۔ آنحضرت ﷺ نے شب معراج میں دیکھا کہ ایسے عالموں کی زبانیں قینچی سے کاٹی جاتی ہیں کیونکہ۔۔۔

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۳ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ

نہایت ناگوار ہے اللہ کے نزدیک کہ کہو وہ جسے خود نہ کرو● بے شک اللہ پسند فرماتا ہے اُنہیں

يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝۴

جو جہاد کریں اُس کی راہ میں صف باندھ کر، گویا کہ وہ دیوار ہیں سیسہ پلائی ہوئی●

(نہایت ناگوار ہے اللہ) تعالیٰ (کے نزدیک کہ کہو وہ جسے خود نہ کرو)۔ اور یاد رکھو کہ (بے شک اللہ) تعالیٰ (پسند فرماتا ہے انہیں جو جہاد کریں اُس کی راہ میں صف باندھ کر، گویا کہ وہ دیوار ہیں

سیسہ پلائی ہوئی)۔

یہ کنایہ ہے معرکہءحرب میں اُن کی ثابت قدمی سے اور ایک دوسرے کے ساتھ ملے اور بھڑے رہنے سے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اور جب کہ کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو کہ "اے میری قوم! کیوں ستاتے ہو مجھے، حالانکہ یقیناً تم جانتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں

اِلَيْكُمْ ۭ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

تمہاری طرف۔" پھر بھی جب ٹیڑھے رہ گئے، تو ٹیڑھا ہی رکھا اللہ نے اُن کے دِلوں کو۔ اور اللہ راہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو●

(اور) یاد کرو اُسے (جبکہ کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو کہ اَے میری قوم! کیوں ستاتے ہو مجھے) اور رنج دیتے ہو تم لوگ میرا حکم نہ سن کر، (حالانکہ یقیناً تم جانتے ہو کہ میں اللہ) تعالیٰ (کا رسول ہوں تمہاری طرف) اور اپنی رسالت پر کھلے ہوئے معجزوں کی گواہی قائم کر چکا ہوں، اور تم کو میری رسالت معلوم ہوگئی اور کچھ شبہ نہیں رہا، تو رسول کو معزز اور مکرم ہونا چاہیے تو تم میری فرمانبرداری کرو۔

قوم کے لوگ اُسی جہالت اور ضلالت پر قائم رہے اور حضرت کلیم کی بات نہ سنی۔

(پھر بھی) یعنی ان ہدایات کے بعد بھی (جب ٹیڑھے رہ گئے) بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کا حکم قبول کرنے سے، (تو ٹیڑھا ہی رکھا اللہ) تعالیٰ (نے اُن کے دِلوں کو)۔ یعنی ان کے دلوں سے یقین نکال دیا (اور) انہیں شک ہی میں رہنے دیا، کیونکہ (اللہ) تعالیٰ (راہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو) اپنی معرفت کی طرف۔

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ

اور جب کہ کہا عیسیٰ ابن مریم نے کہ "اَے بنی اسرائیل! بے شک میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری طرف،

مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ

تصدیق کرنے والا اپنے سے پہلے کی توریت کا، اور خوشخبری دینے والا اُس عظیم رسول کا، جو آئیں گے میرے

بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

بعد، اُن کا نام ہے احمد۔" پھر جب آگئے وہ بھی اُن کے پاس روشن دلیلوں کے ساتھ، تو سب بول پڑے کہ "یہ کھلا جادو ہے"●

(اور) یاد کرو اُسے بھی (جبکہ کہا عیسیٰ ابن مریم نے، کہ اَے بنی اسرائیل! بے شک میں اللہ) تعالیٰ (کا رسول ہوں تمہاری طرف) دلیل اور رحمت کے ساتھ۔ اور حال یہ ہے کہ (تصدیق کرنے والا) ہوں (اپنے سے پہلے کی)، یعنی اپنے آنے سے پہلے نازل ہونے والی (توریت کا)۔ اور جس کی میں نے تصدیق کی ہے کہ وہ خدا کی طرف سے آئی ہے۔ (اور) میں (خوش خبری دینے والا) ہوں (اُس عظیم رسول کا جو آئیں گے میرے بعد) دینِ کامل اور شرعِ شامل کے ساتھ۔ (اُن کا نام ہے احمد) یعنی بڑی تعریف کرنے والے۔

حضرت عیسیٰ کے کلام کا ترجمہ یہ ہے کہ "یقینی میں جانے والا ہوں اپنے رب کی طرف اور احمد ﷺ آئے" یعنی میرے بعد یقینی آئیں گے۔

(پھر جب آگئے وہ بھی) یعنی حضرت عیسیٰ بھی (اُن کے پاس روشن دلیلوں کے ساتھ) جیسے مُردہ زندہ کرنا، مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دینا، (تو سب بول پڑے کہ یہ کھلا جادو ہے)، یعنی کسی پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ وہ سحر کرتے ہیں۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعَىٰ إِلَى الْإِسْلَامِ

اور اُس سے زیادہ ظالم کون ہے؟ جس نے باندھا اللہ پر جھوٹ، اور وہ بُلایا جا رہا ہے اسلام کی طرف۔

وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝

اور اللہ نہیں راہ دیتا اندھیر والی قوم کو●

(اور اُس سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے باندھا اللہ) تعالیٰ (پر جھوٹ) یعنی اُس کے پیغمبر کی تکذیب کی اور اُن نشانیوں کو جادو گمان کیا۔

بعضے علماء یہ فرماتے ہیں کہ نضر بن حارث نے کہا کہ قیامت کے دن لات اور عزیٰ میری شفاعت خدا سے کریں گے اور خدا اُن کی شفاعت قبول فرمائے گا، تو یہ آیت نازل ہوئی کہ "اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو خدا پر جھوٹ باندھے کہ کافروں کے حق میں وہ بتوں کی شفاعت قبول فرمائے گا۔"

(اور) حال یہ ہے کہ (وہ) مفتری (بلایا جا رہا ہے اسلام کی طرف) جو مشتمل ہے خیر وصلاح اور فوز وفلاح پر دُنیا اور عقبیٰ میں۔ ایسے عظیم دین کی طرف رسول ﷺ انہیں بلا رہے ہیں پھر بھی ان کے

بھتیرے اِدھر نہیں آ رہے ہیں۔(اور) یہ اس لیے کہ (اللہ) تعالیٰ (راہ نہیں دیتا اندھیر والی قوم کو)۔

لباب میں ہے کہ چند روز رسولِ مقبول ﷺ پر وحی نہیں اُتری تو کعب بن اشرف نے کہا کہ خوشخبری ہو تم کو اَے گروہِ یہود! کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خدا نے اُس کا نور بجھا دیا اور اُس کا کام پورا نہ ہوگا۔ یہ بات آنحضرت ﷺ سے لوگوں نے عرض کی، آپ کے دِل مبارک کو رنج وملال ہوا۔ پس حضرت جبرائیل وہ رنج دفع کرنے کے لیے یہ آیت لائے کہ یہود۔۔۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِـُٔوا۟ نُورَ ٱللَّهِ بِأَفْوَٰهِهِمْ وَٱللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِۦ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْكَٰفِرُونَ ﴿٨﴾

چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے، اور اللہ پورا فرمانے والا ہے اپنے نور کا، گو بُرا مانیں کافر لوگ •

(چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ) تعالیٰ (کے نور کو اپنے مونہوں سے) یعنی ناپسندیدہ اور بے ادبانہ باتوں سے، (اور اللہ) تعالیٰ (پورا فرمانے والا ہے اپنے نور کا گو بُرا مانیں کافر لوگ)۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے دین، اپنی کتاب قرآن اور اپنے رسول کی ہدایات کو پایہ تکمیل تک پہنچانے والا ہے خواہ کفار اُسے بُرا ہی مانیں۔۔ چنانچہ۔۔ وہ خدا۔۔۔

هُوَ ٱلَّذِىٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُۥ بِٱلْهُدَىٰ وَدِينِ ٱلْحَقِّ لِيُظْهِرَهُۥ عَلَى ٱلدِّينِ كُلِّهِۦ

وہی ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور دستورِ حق کے ساتھ، تا کہ غالب کر دے اُسے سب دینوں پر

وَلَوْ كَرِهَ ٱلْمُشْرِكُونَ ﴿٩﴾

گو بُرا مانیں مشرک لوگ •

ع ۹

(وہی ہے جس نے بھیجا ہے اپنے رسول کو ہدایت اور دستورِ حق کے ساتھ)، یعنی قرآن اور دینِ حق کے ساتھ کہ ملتِ حنیف ہے، (تا کہ غالب کر دے اِسے) یعنی اِس دینِ اسلام کو (سب دینوں پر)۔

انشاء المولیٰ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمین پر اترنے کے وقت سب اہلِ زمین دینِ اسلام کو قبول کرلیں گے۔ اور ایک ہے حجت و دلیل کے ساتھ غلبہ، تو بحمدہٖ تعالیٰ وہ ساری دُنیا پر آج بھی ہے اور قیامت تک رہے گا۔۔۔

(گو بُرا مانیں مشرک لوگ)۔ اُن کے بُرا ماننے سے دین کے عروج وارتقاء پر فرق نہیں آتا۔

ظاہر ہے کہ مشرکین دینِ محمدی کے اظہار وغلبہ کو کیسے پسند کریں گے، اس لیے کہ یہ مشتمل ہے توحید ثابت کرنے اور شرک باطل کرنے پر۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۱۰﴾

اَے ایمان والو! کیا باخبر کردوں تمہیں اُس تجارت پر جو بچالے تمہیں دکھ والے عذاب سے ●

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ

مانتے رہو اللہ کو اور اُس کے رسول کو، اور جہاد کیا کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں

وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾

اور جانوں سے۔ یہ بہتر ہے تمہارے لیے اگر جانو مانو ●

(اَے ایمان والو! کیا باخبر کردوں تمہیں اُس تجارت پر جو بچالے تمہیں دکھ والے عذاب سے) اور وہ یہ ہے کہ (مانتے رہو) دِل کی سچائی کے ساتھ (اللہ) تعالیٰ (کو اور اُس کے رسول کو، اور جہاد کیا کرو) کافروں سے (اللہ) تعالیٰ (کی راہ میں اپنے مالوں) سے یعنی مجاہدین کے لیے زادِراہ، سواریاں اور ہتھیار خریدو، (اور جانوں سے) کہ قتل اور حرب پر آمادہ رہو۔ (یہ) یعنی جو کچھ مذکور ہوا ایمان اور جہاد (بہتر ہے تمہارے لیے) نفع دینے والے معاملات سے (اگر جانو مانو) تم حقیقی تجارت کا طریقہ۔

ایک بزرگ نے فرمایا کہ اِس تجارت میں اصل معاملہ یہ ہے کہ غیرحق کو دے دو اور حق کو لے لو۔

پس اگر ایمان لاؤ گے اور جہاد کروگے۔۔تو۔۔

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

بخش دے گا تمہارے گناہوں کو اور داخل فرمائے گا تمہیں باغوں میں، بہتی ہیں جن کے نیچے نہریں،

وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾

اور پاکیزہ گھروں میں بسے رہنے کے باغوں میں۔ یہی بڑی کامیابی ہے ●

(بخش دے گا) حق تعالیٰ (تمہارے گناہوں کو) دُنیا میں (اور داخل فرمائے گا تمہیں) آخرت میں ان (باغوں میں، بہتی ہیں جن) کے مکانوں اور درختوں (کے نیچے نہریں، اور پاکیزہ گھروں میں

بسے رہنے کے باغوں میں)۔ یعنی ہمیشگی کی جنتوں میں اقامت کے لیے صاف وشفاف پاکیزہ گھر ہے اور مغفرت اور جنت میں داخل ہونا۔ (یہی) بہت (بڑی کامیابی ہے)۔

وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳﴾

اور دوسری وہ نعمت، جس کی دِلی خواہش رکھتے ہو، اللہ کی مدد اور جلد ہی فتح یابی۔ اور بشارت دے دو مسلمانوں کو●

(اور) تمہارے لیے دُنیا میں (دوسری وہ نعمت) ہے (جس کی دلی خواہش رکھتے ہو) یعنی (اللہ) تعالیٰ (کی مدد اور جلد ہی فتح یابی) فَتْحٌ قَرِیْبٌ سے مراد فتح مکہ ہے۔۔یا۔۔فارس اور روم کی فتح۔

حضرت ابن عطا قدس سرہ نے فرمایا، نصرت توحید ہے اور فتح ملک مجید کے جمال پر نظر کرنا۔ محققوں کے نزدیک فَتْحٌ قَرِیْبٌ دِل کے دروازہ کا کھلنا ہے مقامات نفس کی ترقی کے سبب سے اور اُس فتح کی غنیمتیں معارفِ یقینیہ ہوتے ہیں اور سب مؤمنوں کو اس مرتبہ میں شرکت ہے، جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔۔۔

(اور) اَے محبوب! (بشارت دے دو مسلمانوں کو) دُنیا میں نصرت کی اور آخرت میں جنت کی۔۔تو۔۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ

اَے ایمان والو! ہو جاؤ دینِ الٰہی کے مددگار، جیسا کہ کہا تھا عیسیٰ ابن مریم نے اپنے حواریوں کو

مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآىٕفَةٌ

کہ "کون ہے میری مدد پر اللہ کی طرف ہو کر۔" بولے حواری لوگ کہ "ہم دینِ الٰہی کے مددگار ہیں۔" تو مان گئی ایک جماعت

مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ وَكَفَرَتْ طَّآىٕفَةٌ ۚ فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

بنی اسرائیل کی، اور اِنکار کر دیا ایک جمعیت نے۔ تو تائید فرمائی ہم نے اُن کی جو مان گئے تھے

عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ ﴿۱۴﴾

اُن کے دشمنوں پر، تو وہ ہو گئے غالب●

(اَے ایمان والو! ہو جاؤ دینِ الٰہی کے مددگار) یعنی نصرت کرنے والے خدا کے دین کے اور رسول کے۔

تقدیرِ کلام یوں ہے، کہ۔۔۔

اَے محمد ﷺ 'اپنی قوم سے نصرت طلب کرو (جیسا کہ) نصرت طلب کی تھی اور (کہا تھا عیسیٰ ابن مریم نے اپنے حواریوں کو) جواُن کے خواص تھے اور اُن کے دین میں سب پر سبقت لے گئے تھے، (کہ کون ہے میری مدد پر اللہ کی طرف ہوکر؟ بولے حواری لوگ، کہ 'ہم دینِ الٰہی کے مددگار ہیں') اور فی الواقع حضرت عیسیٰ کے آسمان پر اٹھ جانے کے بعد خلق کو خدا کی طرف حواریوں نے دعوت کی، (تو مان گئی) اُن کی دعوت سے (ایک جماعت بنی اسرائیل کی اور اِنکار کردیا ایک جمعیت نے)۔

اِس دوسرے گروہ نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہا اور جب حضرت خاتم الانبیاء ﷺ مبعوث ہوئے، تو آپ نے سب مؤمنوں کے موافق فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور اس کے رسول ہیں۔ اور اس گروہ مؤمن نے مدد پائی۔۔ چنانچہ۔۔ حق تعالیٰ نے فرمایا۔۔۔

(تو تائید فرمائی ہم نے اُن کی جو مان گئے تھے)، یعنی قوت دی ہم نے اور غالب کردیا ہم نے اُن لوگوں کو جو ایمان لائے تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام' پر اور اُن کے رسول اور بندے ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے (اُن کے دشمنوں پر) جو حضرت عیسیٰ کے خدا ہونے کے قائل تھے۔ (تو وہ) ایمان والے (ہوگئے غالب) کافروں پر۔

اختتام سورہ الصف ۔۔ ﴿ ۱۸ر رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ ۔۔ مطابق ۔۔ ۸راگست ۲۰۱۲ء، بروز چہار شنبہ ﴾

۔۔ ﴿ ۱۹ر رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ ۔۔ مطابق ۔۔ ۹راگست ۲۰۱۲ء ۔۔۔ بروز پنجشنبہ ﴾ ۔۔

سورۃ الجمعۃ ۶۲ مدنیۃ ۱۱۰ — آیاتہا ۱۱ رکوعاتہا ۲

سُوْرَۃُ الْجُمُعَۃِ

سورۃ الجمعہ۔۔ ۶۲ مدنیہ ۱۱۰ آیاتہا ۱۱۔۔ رکوعاتہا ۲

اِس سورہ کا نام 'الجمعۃ' ہے جو اِس کی آیت ۹ سے ماخوذ ہے۔ ہفتہ کے سات دنوں میں سے ایک دن کا نام 'جمعہ' ہے۔ 'جمعہ' کے دن جو نماز شروع ہوئی اُس پر بھی 'جمعہ' کا اطلاق ہوتا ہے، اور 'جمعہ' کے دن پر بھی 'جمعہ' کا اطلاق ہوتا ہے۔ جمعہ کے دن 'نمازِ جمعہ' پڑھنے کو اہلِ مصر

پر فرض قرار دیا گیا ہے، اور اِس دن نماز کے وقت کاروبار کرنے کو حرام قرار دیا گیا ہے،

اور اُن مسلمانوں پر عتاب فرمایا ہے جو نمازِ جمعہ کے بعد رسول اللہ ﷺ کو دورانِ خطبہ چھوڑ کر شام سے آئے ہوئے قافلے سے غلہ خریدنے چلے گئے تھے۔

یہ اُس وقت کی بات ہے جب خطبہ 'نمازِ جمعہ' کے بعد دیا جاتا تھا، پھر آیت ۱۱ کے نزول کے بعد خطبہ پہلے دیا جانے لگا، اور پھر ہمیشہ کے لیے اُسی کو معمول بنادیا گیا۔ اِس سورہ میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور اُس کی عظیم صفات کا بیان فرمایا اور پھر رسول اللہ ﷺ کی صفات بیان فرمائی ہیں۔ ایسے عظیم الشان ذکر پر مشتمل اِس سورۂ مبارکہ کو۔۔یا۔۔قرآنِ کریم کی تلاوت کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ①

پاکی بولتا رہتا ہے اللہ کی جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے، بادشاہ نہایت پاک زبردست حکمت والا●

(پاکی بولتا رہتا ہے اللہ) تعالیٰ (کی) یعنی پاکی کے ساتھ یاد کرتا اور تنزیہہ کرتا رہتا ہے (جو کچھ آسمانوں) میں از قسم علویات (اور جو کچھ زمین میں ہے) از قسم سفلیات۔ کیسی شان والی ذات؟ کہ (بادشاہ) ہے۔ اور اُس کی بادشاہی ہمیشہ رہنے والی ہے، یعنی بے زوال ہے۔ (نہایت پاک) ہے عیب اور خلل پڑنے سے۔ (زبردست) ہے، یعنی غالب ہے کہ مثل اور نظیر نہیں رکھتا۔ (حکمت والا) ہے یعنی راستی اور درستی کے ساتھ حکم فرمانے والا ہے۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ

وہی ہے جس نے بھیجا اَن پڑھوں میں رسول اُنہیں سے، جو تلاوت کریں اُن پر اُس کی آیتوں کی، اور پاک کردیں اُنہیں،

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ②

اور سکھادیں اُنہیں کتاب وحکمت۔ اور بلاشبہ وہ لوگ تھے اُن سے پہلے کھلی گمراہی میں●

(وہی ہے جس نے بھیجا اُن پڑھوں میں) یعنی قوم عرب میں، کہ اُس میں اکثر آدمی بے لکھے پڑھے تھے۔۔یا۔۔ 'اُمّ القریٰ' میں رہنے والوں میں ایک عظیم (رسول انہیں سے)، یعنی انہیں کے نسب اور انہیں کی جنس سے۔

اور بے شک یہ اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ہے، اس لیے کہ اُس نے نوعِ انسان اور بشر میں سے رسول بھیجا۔ فرشتے۔۔یا۔۔جن کو اُن میں سے رسول بنا کر نہیں بھیجا، ورنہ انسان اُس سے استفادہ نہ کرسکتے اور اُس کے افعال اُن کے لیے نمونہ اور حجت نہ ہوتے۔

وہ رسول (جو تلاوت کریں اُن پر اُس کی آیتوں کی)۔اور دلائل بیان کرتے ہیں اور معجزات پیش کرتے ہیں جن سے آپ کی نبوت اور رسالت ثابت ہوتی ہے، اور اُن آیات سے احکامِ شرعیہ بیان کرتے ہیں۔ (اور) آپ کی شان یہ ہے کہ (پاک کردیں انہیں)، یعنی اُن کے باطن کو صاف کردیں جن کے دِلوں میں برسوں سے بت پرستی اور شرک کی محبت چڑھی ہوئی تھی۔

آپ کی نگاہِ کیمیا اثر سے اُن کی کایا پلٹ گئی تھی اور وہ توحید کے متوالے بن گئے تھے جو لُوٹ مار، بدکاری اور قتل وغارت گری کے عادی تھے۔اُن کی سیرت رشکِ ملائکہ بن گئی اور وہ تقویٰ و پرہیز گاری کا پیکر بن گئے۔

(اور سکھادیں انہیں کتاب و حکمت)۔

کتاب سے مراد قرآنِ مجید کی آیات اور حکمت سے مراد قرآنِ مجید کے معانی اور ان سے احکامِ شرعیہ کا استنباط اور اجتہاد۔۔یا۔۔حکمت سے مراد نبی ﷺ کے اقوال اور افعال اور آپ کی سنتِ مبارکہ اور قرآن مجید کے احکام کا عملی نمونہ۔

(اور بلاشبہ وہ لوگ تھے اُن سے پہلے کھلی گمراہی میں)۔یعنی وہ کھلم کھلا شرک اور بت پرستی کرتے تھے، مُردار کھاتے تھے، چوریاں کرتے اور ڈاکے ڈالتے تھے، اور پرائی عورتوں کی عزت لُوٹتے تھے۔۔المختصر۔۔رسول کریم اُن اُمِّیّنَ کی ہر پہلو سے ہدایت فرماتے رہے۔

وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ③

اور دوسروں کو بھی اُن میں سے جو ابھی نہیں ملے اِن کے ساتھ۔اور وہی زبردست حکمت والا ہے●

(اور) صرف انہی کو نہیں، بلکہ (دوسروں کو بھی ان میں سے جو ابھی نہیں ملے ان کے ساتھ)۔ یعنی نبی کریم، صحابہ کے علاوہ قیامت تک کے ذی استعداد علماء اور اولیاء کے سامنے

قرآنِ مجید کی تلاوت فرماتے ہیں۔ اُن کا باطن صاف کرتے ہیں اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔۔ الغرض۔۔ نبی کریم کو مبعوث کیا دوسروں کے درمیان مؤمنین سے جو نہ پہنچے ان لوگوں تک جو ان سے سابق تھے، مگر لاحق ہوں گے اُس سے تابعین مراد ہیں۔

ایک صحیح حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اِس سے عجمی فارسی لوگ مراد ہیں۔ اور بہت صحیح قول یہ ہے کہ جو کوئی رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اسلام میں داخل ہوا اور ہوتا ہے وہ ان آخرین میں داخل ہے۔ اور جس کسی کو جانشینانِ رسول اور علماء واولیاء کے توسط سے علم وہدایت، تزکیہ وطہارت۔۔ الغرض۔۔ جو کچھ بھی ملتا ہے اور ملتا رہے گا، وہ بالواسطہ رسولِ کریم ہی کی عطا ہے۔۔ علاوہ ازیں۔۔ بعض خوش بخت اور فیروز قسمت وہ بھی ہیں جن پر رسول کریم بلاواسطہ اپنے کرم بے پاں اور فضلِ بیکراں کی بارش فرماتے رہتے ہیں، اس لیے کہ یہ جس ذات کے رسول ہیں۔۔۔

(اور) جس سے بلاواسطہ فیض لینے والے ہیں، (وہی زبردست) اور غالب ہے۔ امر بعثت میں جس کسی کو چاہتا ہے رسول بنا کر بھیجتا ہے۔ اور (حکمت والا ہے) ہر پیغمبر کو ہر امت کے واسطے اختیار کرنے میں۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿٤﴾

یہ اللہ کا فضل ہے، دے اُسے جسے چاہے۔ اور اللہ بڑا فضل والا ہے●

(یہ) نبوت۔۔ یا۔۔ بعثت (اللہ) تعالیٰ (کا فضل ہے) اور اُس کا مزید کرم ہے۔ (دے اُسے جسے چاہے۔ اور اللہ) تعالیٰ (بڑا فضل والا ہے)۔ اور اُس کے فضل کے سامنے دُنیا اور آخرت کی سب نعمتیں حقیر اور ناچیز ہیں۔

یہود رسول اللہ ﷺ کی نبوت اور رسالت کے عموم میں شبہہ پیش کرتے تھے کہ آپ صرف اُمِّیّٖنَ اور مکہ والوں کے رسول ہیں، حالانکہ رسول کریم نے خود فرمایا ہے کہ مجھے ساری مخلوق کی طرف رسول بنایا گیا ہے اور مجھ پر انبیاء کو ختم کر دیا گیا ہے۔ اب اِس آیت سے مقصود یہودیوں کی اِس بات پر مذمت کرنا ہے کہ اُن کو تورات دی گئی اور انہوں نے تورات کی آیات پر عمل نہیں کیا۔

تورات میں ہمارے نبی ﷺ کی آمد کے متعلق لکھا ہوا تھا اور آپ کی نشانیاں بیان کر دی

گئی تھیں، اور انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ جب آپ کا ظہور ہو تو وہ آپ پر ایمان لے آئیں، لیکن انہوں نے اِس حکم پر عمل نہیں کیا۔۔الختصر۔۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ

مثال اُن کی جو گراں بار کیے گئے توریت کے، پھر نہ برداشت کر سکے اُس کی، جیسے گدھے کی مثال جو لادے کتابوں کو۔

بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی

کتنی بُری مثال ہے اُن لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا اللہ کی آیتوں کو، اور اللہ نہیں راہ دیتا

الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝۵

اندھیر والوں کو●

(مثال اُن لوگوں کی جو گراں بار کیے گئے توریت کے)، یعنی جنہیں حکم دیا گیا تھا کہ احکام توریت کا بارِ تکلیف اٹھائیں، (پھر نہ برداشت کر سکے اُس کی) اور نہ اٹھایا انہوں نے بار، اور فقط زبانی توریت پڑھنے پر قناعت کی اور جو احکام اُس میں تھے اس پر عمل نہ کیا۔ اُن کی مثال (جیسے گدھے کی مثال جو لادے کتابوں کو)۔ یعنی علمی کتابوں کے بوجھ کی مشقت اٹھائے مگر ان سے فائدہ حاصل نہ کر سکے، یہی حال یہود کا ہے کہ توریت پڑھتے ہیں اور اُس سے فائدہ حاصل نہیں کرتے۔ (کتنی بُری مثال ہے اُن لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا اللہ) تعالیٰ (کی آیتوں کو) جو محمد ﷺ کی نبوت پر دلیل تھیں۔ (اور اللہ) تعالیٰ (نہیں راہ دیتا اندھیر والوں کو)۔ کیونکہ حق کے ساتھ عناد کر کے انہوں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اور باوصف اس کے کہتے ہیں کہ "ہم ہیں اللہ کے بیٹے اور اُس کے دوست" اور یہ ڈینگیں ہانکتے ہیں کہ "یہودیوں کے سوا کوئی جنت میں داخل نہ ہوگا۔" تو اَے محبوب! اُن یہودیوں سے۔۔۔

قُلْ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِیَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ

کہہ دو کہ "اَے یہودیو! اگر ڈینگ لی ہے تم نے کہ تم دوست ہو اللہ کے اور لوگوں کو چھوڑ کر،

فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝۶

تو آرزو کرو موت کی اگر سچے ہو"●

(کہہ دو کہ اَے یہودیو! اگر ڈینگ لی ہے تم نے کہ تم دوست ہو اللہ) تعالیٰ (کے اور لوگوں کو چھوڑ کر) عرب اور عجم میں جو ایمان لائے ہیں، (تو آرزو کرو موت کی اگر سچے ہو) اِس بات میں کہ تم

ہی خدا کے دوست ہو، تا کہ اُن درجات وکرامات تک پہنچو جو حق تعالیٰ نے اپنے دوستوں کے واسطے مقرر کیے ہیں۔

وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝

اور نہ آرزو کریں گے موت کی کبھی بوجہ اُس کے جو پہلے بھیج چکے اُن کے ہاتھ۔ اور اللہ اندھیر والوں کا جاننے والا ہے●

(اور) حالت یہ ہے کہ یہودی (نہ آرزو کریں گے موت کی کبھی، بوجہ اس کے جو پہلے بھیج چکے اُن کے ہاتھ)، یعنی ان کاموں کے سبب جو انہوں نے کیے، جیسے احکام توریت کی تحریف اور حضرت خاتم الانبیاء کی نعت کو بدل دینا۔ اور وہ جانتے ہیں کہ مرنے کے بعد اِن کاموں کے سبب سے عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ (اور اللہ) تعالیٰ (اندھیر والوں کا جاننے والا ہے) جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى

کہہ دو کہ "بلا شبہ موت، جس سے بھاگتے ہو تم، تو ضرور وہ ملنے والی ہے تمہیں۔ پھر لوٹائے جاؤ گے

عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ع

ع ۸ ۱۱

عالم الغیب والشہادۃ کی طرف، تو وہ بتا دے گا تمہیں جو کچھ کرتے رہے"●

اَے محبوب! (کہہ دو کہ بلا شبہ موت، جس سے بھاگتے ہو تم) اور اُس کی تمنا نہیں کرتے اور اُس کے وقوع سے کراہت رکھتے ہو، (تو ضرور وہ ملنے والی ہے تمہیں) یعنی وہ ضرور تمہیں آ پکڑے گی اور تم اُس کا مزہ ضرور چکھو گے۔ (پھر لوٹائے جاؤ گے عالم الغیب والشہادہ کی طرف) جو ہر ظاہر اور پوشیدہ کا جاننے والا ہے، (تو وہ بتادے گا تمہیں جو کچھ کرتے رہے) یعنی جیسا تمہارا عمل ہوگا اس کے مطابق جزا دے گا، تو اُن سے تم سمجھ لو گے کہ یہ ہمارے کس عمل کی جزاء ہے۔۔تو۔۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا

اَے ایمان والو! جہاں اذان دی گئی نماز کی جمعہ کے دن، تو چل پڑو

اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

اللہ کے ذکر کی طرف اور چھوڑ دو خرید وفروخت۔ یہ بہتر ہے تمہارے لیے اگر جانو مانو●

(اَے ایمان والو!) اور احکامِ شرع کو ماننے والو! (جہاں اذان دی گئی نماز کی جمعہ کے دن)

یعنی نداء کیے جاؤ نماز کے واسطے جمعہ کے دن، (تو چل پڑو اللہ) تعالیٰ (کے ذکر کی طرف)۔ یعنی نماز وخطبہ کی طرف رغبت کرو اور اُس میں کوشش کرو (اور چھوڑ دو خرید وفروخت)۔

قولِ صحیح مذہبِ امام اعظم پر یہ ہے کہ نماز کی رغبت کرنا اور خرید وفروخت ترک کر دینا جمعہ کے دن پہلی اذان واجب کر دیتی ہے، اگر اذان دینے والے متعدد ہوں۔

(یہ) کوشش کرنا اور خرید وفروخت ترک کر دینا (بہتر ہے تمہارے لیے اگر جانو مانو)۔ یعنی اگر تم نفع وضرر اور خیر وشر کو اچھی طرح پہچانو، تو تمہیں علم ہو جائے گا کہ نماز کی طرف سعی اور اس وقت خرید وفروخت کا ترک، اس میں آخرت کی بھلائی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ آخرت کا نفع جو باقی رہنے والا ہے وہ دُنیا کے فائدے سے بہتر ہے جو فنا ہو جانے والا ہے۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ

پھر جب پوری ہو گئی نماز تو پھیل جاؤ سرزمین میں، اور تلاش کرو اللہ کے فضل کو،

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰﴾

اور یاد کرو اللہ کو بہت کہ کامیاب ہو جاؤ●

(پھر جب پوری ہو گئی نماز، تو) اب اجازت ہے کہ جائز خرید وفروخت ۔۔یا۔۔ کسی مقصد حسن کے حصول کے لیے (پھیل جاؤ سرزمین میں)۔ یعنی اگر تم چاہو تو نماز سے فارغ ہو جانے کے بعد اپنے جائز کام میں مصروف ہو جاؤ (اور تلاش کرو اللہ) تعالیٰ (کے فضل کو) یعنی رزقِ حلال کو، اور اسبابِ معاش کو مہیا کرنے پر لگ جاؤ ۔۔یا۔۔ کسی بھی کارِ خیر میں لگ جاؤ جس سے خدا کے فضل کے مستحق قرار پاؤ۔

(اور یاد کرو اللہ) تعالیٰ (کو بہت)۔ یعنی نماز ہی کے وقت اُسے یاد نہ کرو بلکہ نماز کے اوقات کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی اُسے بکثرت یاد کرتے رہو، تا (کہ کامیاب ہو جاؤ) اور دونوں جہاں کی خیر کو پہنچو، کیونکہ اُس کا ذکر جمعیت ظاہر وباطن کا سبب اور نجاتِ دُنیا وآخرت کا باعث ہے۔

روایت ہے ایک دن رسول کریم ﷺ خطبہ پڑھتے تھے، ناگاہ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کا قافلہ ملک شام کی طرف سے پہنچا بہت سا غلہ لیے ہوئے، اُس وقت مدینہ منورہ میں تنگی تھی اور قافلہ صحیح سلامت آپہنچا تو خوشی کا طبل بجاتے تھے۔ طبل کی آواز حاضرینِ مجلس کے کانوں

میں پہنچی، غلہ خریدنے کے واسطے لوگ مسجد سے نکل آئے اور قافلہ کی طرف چلے۔ بارہ[۱۲] آدمیوں کے سوا کوئی مسجد میں نہیں رہا۔ اُن نہ نکلنے والوں میں خلفاءِ راشدین علیہم الرحمۃ والرضوان بھی تھے۔ حضرت رسولِ مقبول ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم سب ایک کے پیچھے ایک چلے جاتے اور مسجد میں کوئی نہ رہتا، تو یہاں سے تمہاری طرف آگ رواں ہوتی۔ اِس حال کے ساتھ ہی اس آیت کا نزول اجلال ہوا۔۔۔

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْۤا اِلَیْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآىٕمًا ؕ قُلْ مَا

اور جب دیکھ پایا اُنہوں نے کسی تجارت یا تماشہ کو تو چل دیے اُدھر، اور چھوڑ دیا تمہیں خطبہ میں کھڑا۔ کہہ دو کہ

عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۱۱﴾ ع ۱۲

"جو اللہ کے پاس ہے، بہتر ہے تماشہ اور تجارت سے۔" اور اللہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے●

(اور جب دیکھ پایا انہوں نے کسی تجارت) یعنی فائدہ کی چیز کو (یا تماشہ کو) یعنی طبل کی آواز سن لی جو قافلہ پہنچنے کی جہت سے بجاتے ہیں (تو چل دیئے اُدھر، اور چھوڑ دیا تمہیں خطبہ میں کھڑا) منبر پر۔

ذہن نشین رہے کہ یہ اُس وقت کی بات ہے جبکہ خطبہ نماز کے بعد دیا جاتا تھا، تو یہ سب نکلنے والے نماز پڑھ چکے تھے، صرف خطبہ سن رہے تھے اور انہوں نے خطبہ سننے کو لازمی اور ضروری نہیں خیال کیا۔ خطبہ کے لازمی طور پر سننے کا حکم اُن کو نہیں ملا تھا۔ پھر جب یہ آیت نازل ہوگئی تو خطبہ نماز سے پہلے کر دیا گیا، جو اب تک معمول ہے۔

۔۔الحاصل۔۔ اَے محبوب! دورانِ خطبہ اُن چل دینے والوں سے (کہہ دو کہ جو اللہ) تعالیٰ (کے پاس ہے) یعنی نماز پڑھنے، خطبہ سننے میں مسجد میں حاضر رہنے کا ثواب، (بہتر ہے تماشہ) یعنی طبل کی آواز سننے سے (اور تجارت) کے نفع (سے۔ اور اللہ) تعالیٰ (سب سے بہتر روزی دینے والا ہے)۔ یعنی اُن سے بہتر روزی دینے والا ہے جو رزق کے وسائط ہیں، اس واسطے کہ کوئی وقت ہوتا ہے کہ وہ جلدی کرتے ہیں اور شاید کہ مصلحت وقت نہیں جانتے۔

نقل ہے کہ ایک خلیفہء بغداد نے حضرت بہلول دانا سے یہ بات کہی کہ آؤ کہ تمہاری ہر روز کی روزی مقرر کر دوں تا کہ تمہارا دِل اُس سے متعلق نہ رہے۔ بہلول نے کہا اگر تجھ میں چند عیب نہ ہوتے تو میں ایسا کرتا: ایک تو تُو یہ نہیں جانتا کہ مجھے کیا دینا چاہیے، دوسرے تُو یہ نہیں جانتا کہ مجھے کب دینا چاہیے، تیسرے تجھے یہ نہیں معلوم کہ مجھے کتنا دینا چاہیے، اور حق

تعالیٰ رزق کا کفیل ہے اور یہ سب باتیں جانتا ہے اور اپنی حکمتِ کاملہ کی راہ سے مجھے روزی پہنچاتا ہے۔ اور شاید تُو مجھ پر غصہ کرے اور وہ روزینہ موقوف کر دے، اور حق تعالیٰ گناہ کے سبب سے میری روزی بند نہیں کرتا۔

اختتام سورہ الجمعہ -- ﴿ ۱۹ر رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۹ر اگست ۲۰۱۲ء، بروز پنجشنبہ ﴾

-- ﴿ ۲۰ر رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۱۰ر اگست ۲۰۱۲ء -- بروز جمعہ مبارک ﴾ --

سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ

سورۃ المنافقون -- ۶۳ مدنیۃ ۱۰۴ — آیاتہا ۱۱ -- رکوعاتہا ۲

اِس سورہ کا نام 'المنفقون' اِسی سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ ۵ھ میں جب رسول اللہ ﷺ نے ایک غزوہ سے مراجعت فرمائی اور ایک کنویں کے قریب اترے، تو دو صحابیوں میں کسی بات پر نزاع ہو گئی اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ مہاجر اور انصار کے درمیان فتنہ اور فساد قائم ہو جائے۔ ابن ابی منافق نے اِس محل پر ناشائستہ باتیں کی، از انجملہ یہ کہ مہاجروں کو کچھ نہ دو تا کہ وہ مدینہ سے چلے جائیں اور پراگندہ ہو جائیں۔ دوسری بات یہ کہ جب ہم مدینہ میں واپس جائیں گے، تو جو بہت عزت دار ہے وہ اُسے نکال دے گا جو بہت ذلیل وخوار ہے۔

حضرت زید بن ارقم نے جناب رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہو کر یہ خبر کر دی۔ حضرت نے سنا اور فتنہ وفساد فرو کرنے کو گرمی کی شدت میں دن کے وقت کوچ کا حکم دیا۔ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے سبب پوچھا اور حال دریافت کر کے رسول اللہ ﷺ کی تسلی خاطر عاطر کے واسطے بہت خوب کوششیں کیں، اور ابن ابی کو یہ خبر پہنچی۔

حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر اُس خبر کے غلط ہونے پر قسم کھائی۔ لوگوں نے ملامت شروع کر کے حضرت زید بن ارقم کو جھوٹی خبر کہنے کی تہمت لگائی، تو حق تعالیٰ نے حضرت زید کی بات کی سچائی ظاہر فرمانے کے لیے یہ سورت نازل کی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فیصلہ فرمانے میں اسلامی اصول کی پاسداری کی، کہ جب مدعی بینہ اور گواہ نہ پیش کر سکے اور

منکر قسم کھالے تو منکر کے حق میں فیصلہ کردیا جاتا ہے۔ اِس سے حقیقت میں مدعی کا جھوٹا ہونا لازم نہیں آتا۔

ہاں اُس کے ساتھ وہی سلوک کیا جاتا ہے جو جھوٹوں کے ساتھ کیا جانا چاہیے، اور وہ یہ کہ قاضی اُس کی بات کوتسلیم نہ کرے۔ ایسے موقع پر تکذیب کا معنی بات کوتسلیم نہ کرنا ہے۔ اِس مقام پر یہ بات بھی خالی از فائدہ نہیں کہ حضرت زید نے جو شکایت کی وہ غیبت نہیں جس سے روکا گیا ہے، اس لیے کہ ممنوعہ غیبت کا مقصد فتنہ وفساد اور دو انسانوں کے درمیان تنفر پیدا کرنا ہے اور یہاں بات پہنچانا صرف اس لیے تھا کہ دشمن کی دشمنی کے چہرے سے پردہ ہٹادیا جائے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو پھر فاسق و فاجر لوگوں کے خطرات سے کیسے بچا جاسکتا ہے؟

۔۔الختصر۔۔ کسی شخص کا وہ عیب جس کا نقصان صرف اُسی کی ذات کو پہنچتا ہے اُس کو چھپانا چاہیے، لیکن وہ عیب جو دوسروں کو نقصان پہنچانے والا ہو اُسے ظاہر کردینا چاہیے، تاکہ دوسرے اپنے کو اُس کے شر سے بچاسکیں۔۔قصہ مختصر۔۔ حضرت زید کی سچائی ظاہر کرنے کے لیے حق تعالیٰ نے مکمل ایک سورت ہی نازل فرمادی، تو اِس چشم کشا بصیرت افروز سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سب بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ

جب آئے تمہارے پاس منافق لوگ، بولے کہ "ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک تم یقیناً اللہ کے رسول ہو"۔۔اور اللہ خوب جانتا ہے

لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ ①

کہ بلاشبہ تم یقیناً اُس کے رسول ہو۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ منافق لوگ یقیناً جھوٹے ہیں●

اَے محبوب! (جب آئے تمہارے پاس) ابن ابی اور اُس کے یار (منافق لوگ، بولے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک تم یقیناً اللہ) تعالیٰ (کے رسول ہو)۔۔الغرض۔۔ ہم منافق نہیں ہیں اور

دِل سے آپ کی رسالت کے معتقد ہیں، (اور اللہ) تعالیٰ (خوب جانتا ہے کہ بلاشبہ تم یقیناً اُس کے رسول ہو) اس لیے کہ اُسی نے تو تم کو رسول کیا ہے۔ (اور اللہ) تعالیٰ (گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ منافق لوگ یقیناً جھوٹے ہیں) اپنی گواہی میں، اِس جہت سے کہ اُن کا اعتقاد اُن کی بات کے موافق نہیں، ہے تو اُن کی یہ گواہی کہ ہمارا دِل آپ کی رسالت کا معتقد ہے جھوٹی ہے۔

اور بعضوں نے کہا کہ گواہی سے یہاں قسم مراد ہے، یعنی قسم کھا کر منافق کہتے ہیں کہ ہمارے دِل میں آپ کی رسالت کا اعتقاد ہے، تو خدا جانتا ہے کہ انہوں نے یہ جھوٹی قسم کھائی ہے۔

اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ

بنالیا ہے اُنہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال، تو روکا کیے اللہ کی راہ سے۔ بلاشبہ وہ کتنا بُرا ہے

مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۞۲

جو کچھ کرتے رہے●

(بنالیا ہے انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال) یعنی بچاؤ کا ذریعہ کہ اُس کی بدولت قتل اور قید ہونے سے بے خوف رہتے ہیں، (تو روکا کیے) لوگوں کو گواہی دے کر (اللہ) تعالیٰ کے دین (کی راہ سے) یا خود راہِ خدا میں جہاد کرنے سے منہ پھیرتے ہیں۔ (بلاشبہ وہ کتنا بُرا ہے جو کچھ کرتے رہے) یعنی جو کچھ وہ کرتے ہیں جھوٹی قسم اور راہِ حق سے منہ موڑنا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۞۳

یہ اِس لیے کہ اُنہوں نے ایمان کا دعویٰ کیا پھر کفر بکنے لگے، تو چھاپ لگادی گئی اُن کے دِلوں پر تو وہ سمجھتے ہی نہیں●

(یہ) حکم حق اُن کے کام بُرے ہونے کا (اس لیے) ہے یعنی اِس سبب سے ہے، (کہ انہوں نے ایمان کا دعویٰ کیا، پھر کفر بکنے لگے) اور تنہائی میں اپنے رؤساء کے سامنے اپنی زبان سے کلماتِ کفر نکالنے لگے، (تو چھاپ لگادی گئی اُن کے دِلوں پر، تو وہ سمجھتے ہی نہیں) کہ ایمان کہتے ہیں زبان سے اقرار کرنے اور دِل سے تصدیق کرنے کو۔

روایت ہے کہ ابن ابی مرد جسیم خوبصورت، شیریں سخن اور فصیح تھا، اور دوسرے منافقوں کی صورت بھی اُس کے قریب قریب تھی۔ جب یہ منافق رسولِ کریم کی مجلس میں آتے، تو

آپ اُن کی شکلوں اور باتوں سے متعجب ہوتے، تو حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔۔۔

وَاِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ

اور جب دیکھ پایا تم نے اُنہیں تو اچھے لگیں گے اُن کے جسم۔ اور اگر بات چیت کریں تو سننے لگو اُن کی گفتگو، گویا وہ

خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ یَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَیْحَةٍ عَلَیْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ

لکڑی کے ہیں دیوار سے لگے ہوئے۔ خیال لے جاتے ہیں ہر بلند آواز اپنے ہی اوپر۔ وہ دشمن ہیں،

فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۫ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ ۝۴

تو اُن سے بچے رہا کرو۔ اللہ اُنہیں غارت کرے۔ کہاں اوندھائے جاتے ہیں ●

(اور) فرمایا کہ (جب دیکھ پایا تم نے انہیں، تو اچھے لگیں گے اُن کے جسم) نرمی اور نازکی کی وجہ سے، (اور اگر بات چیت کریں تو سننے لگو اُن کی گفتگو) یہاں تک کہ اُن کی قسم باور کرلو یعنی ایسا لگے کہ باور کرلیا، حالانکہ بے عقلی اور کم فہمی کی وجہ سے (گویا وہ لکڑی کے ہیں دیوار سے لگے ہوئے)، یعنی اجسام ہیں علم ونظر سے خالی۔ (خیال لے جاتے ہیں ہر بلند آواز اپنے ہی اوپر) یعنی مدینہ میں لوگ جو آواز نکالتے ہیں اور شور فریاد کرتے ہیں، تو یہ منافق ایسے بددِل اور ڈرپوک ہیں کہ اُس آواز کو سن کر گمان کرتے ہیں کہ ہمارا نفاق پیغمبر اور مسلمانوں پر ظاہر ہوگیا، یہ اُسی کا شور وغل ہے اب ہم ذلیل و رسوا ہوں گے۔

(وہ دشمن ہیں) تمہارے اَے حبیب! اور سارے مسلمانوں کے، (تو اُن سے بچے رہا کرو) یعنی اُن کے مکروفریب سے اپنے کو بچاتے رہو اور اُن کے شر سے غافل نہ ہو۔ (اللہ) تعالیٰ (انہیں غارت کرے) اور لعنت کرے اُن پر (کہاں اوندھائے جاتے ہیں) اور راہِ حق سے پھرے جاتے ہیں۔

معالم میں ہے کہ یہ آیتیں نازل ہونے کے بعد ابن ابی کی قوم نے اُس سے کہا کہ یہ آیتیں تیری شان میں نازل ہوئیں، تُو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جا تاکہ تیرے واسطے مغفرت چاہیں، تو وہ منافق گردن گھما کر بولا کہ تم لوگوں نے مجھ سے کہا کہ ایمان لا میں ایمان لایا، زکوٰۃ مال دینے کی تکلیف دی میں نے زکوٰۃ بھی دی۔ اب یہی بات باقی ہے کہ محمد ﷺ کو سجدہ کرنا چاہیے، تو یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ

اور جب کہا گیا اُنہیں کہ "آجاؤ معافی دلادیں تمہیں اللہ کے رسول"، تو گھمالیا اُنہوں نے اپنے سروں کو،

وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٥﴾

اور دیکھ پڑے تمہیں کہ باز رہتے ہیں، اور وہ بڑی بول بولنے والے ہیں●

(اور جب کہا گیا انہیں کہ آجاؤ معافی دلادیں تمہیں اللہ) تعالیٰ (کے رسول، تو گھمالیا انہوں نے اپنے سروں کو) جیسے کوئی کسی مکروہ بات سے منہ پھیرتا ہے۔ (اور دیکھ پڑے تمہیں کہ باز رہتے ہیں، اور وہ بڑی بول بولنے والے ہیں)۔ یعنی اَے ہمارے پیغمبر! تُو دیکھتا ہے کہ وہ اِنکار کرتے ہیں تیری خدمت میں حاضر ہونے سے اور وہ تکبر کرنے والے ہیں۔

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ

یکساں ہیں اُن پر کہ تم نے اُن کی معافی چاہی یا نہ چاہی۔ اللہ ہرگز نہ بخشے گا اُنہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٦﴾

بلاشبہ اللہ راہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو●

(یکساں ہے اُن پر کہ تم نے اُن کی معافی چاہی یا نہ چاہی، اللہ) تعالیٰ (ہرگز نہ بخشے گا انہیں) نفاق میں اُن کے پکے ہونے کی وجہ سے۔ (بلاشبہ اللہ) تعالیٰ (راہ نہیں دیتا) فلاح ونجات کا راستہ نہیں دکھاتا (نافرمان لوگوں کو) جو دائرۂ اصلاح سے باہر ہوچکے ہوں اور اپنا کام بنانے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ

وہی ہیں جو بکتے ہیں کہ "مت خرچ کیا کرو اُن پر جو رسول کے نزدیکی ہیں، یہاں تک کہ وہ خود منتشر ہوجائیں"۔

وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿٧﴾

حالانکہ اللہ ہی کا ہے آسمانوں اور زمین کے خزانے، لیکن منافق لوگ سمجھتے ہی نہیں●

(وہی ہیں جو بکتے ہیں کہ مت خرچ کیا کرو اُن پر جو رسول کے نزدیکی ہیں) یعنی مہاجرین کو کچھ مت دو (یہاں تک کہ وہ خود منتشر ہوجائیں) یعنی غلام اپنے آقاؤں کے پاس چلے جائیں اور بیٹے

اپنے باپوں سے جاملیں۔۔ الغرض۔۔ منافق لوگ انصار کو منع کرتے تھے کہ مہاجروں کو خرچ نہ دو، (حالانکہ اللہ) تعالیٰ (ہی کا ہے آسمانوں اور زمین کے خزانے) اور اُن خزانوں کی کنجی اُس کے دستِ قدرت میں ہے جسے چاہتا ہے روزی دیتا ہے، (لیکن منافق لوگ سمجھتے ہی نہیں) کہ رزّاق مطلق حق تعالیٰ ہے، آدمی نہیں ہیں۔

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۭ

بکتے ہیں کہ "یقیناً اگر ہم واپس ہوئے میدان سے مدینہ کی طرف، تو ضرور نکال دے گا بڑی عزت والا اُس سے نہایت ذلیل کو،"

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝٨ۧ

اور اللہ ہی کے لیے عزت ہے، اور اُس کے رسول کے لیے، اور ایمان والوں کے لیے، لیکن منافق لوگ علم ہی نہیں رکھتے●

(بکتے ہیں) منافق لوگ، خاص طور سے اُن کا سردار ابن ابی، (کہ یقیناً اگر ہم واپس ہوئے میدانِ) جنگ اور اپنے اِس سفر (سے مدینہ کی طرف، تو ضرور نکال دے گا بڑی عزت والا اُس) شہر (سے نہایت ذلیل کو)۔

عزت دار سے اُس کی مراد اپنی ذات تھی اور اُس دوسرے لفظ سے حضرت اشرف مخلوقات علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کی ذاتِ جامع الکمالات مقصود تھی۔

اُسے کیا خبر؟ (اور) کیا پتا؟ کہ (اللہ) تعالیٰ (ہی کے لیے عزت ہے) اور وہی قدرتِ حقیقی اور ربوبیت والا ہے۔ (اور اُس کے رسول کے لیے) عزت ہے نبوت اور شفاعت والی (اور ایمان والوں کے لیے) عزت ہے ایمان اور طاعت والی، (لیکن منافق لوگ علم ہی نہیں رکھتے) جو اِس نکتے کو سمجھ سکیں۔

نقل ہے کہ جب لشکر ظفر پیکر رسول اللہ ﷺ کا وادی عقیق میں پہنچا، تو ابن ابی کا بیٹا عبد اللہ نام کہ مؤمن مخلص تھا راستہ پر ٹھہرا رہا یہاں تک کہ اُس کا باپ بھی وہاں پہنچا، عبد اللہ نے اُس کے اونٹ کو بٹھایا اور اونٹ کے پاؤں پر پاؤں رکھ کر اپنے باپ سے کہنے لگا کہ خدا کی قسم تجھے میں نہ چھوڑوں گا کہ تُو مدینہ میں جائے جب تک رسول اللہ ﷺ تجھے اذن نہ دیں گے، اور تُو یہ بات خوب جان لے کہ بڑا ذلیل تُو ہے اور بڑے عزت دار آنحضرت ﷺ ہیں۔ جب حضرت کی سواری وہاں پہنچی تو آپ کو یہ حال معلوم ہوا، آپ نے ابن ابی کو مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت دی۔ حق تعالیٰ مؤمنین پر ایمان کا مقتضا ظاہر فرمانے کے لیے فرماتا ہے کہ۔۔۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ

اَے ایمان والو! نہ غافل کر سکے تمہیں تمہارا مال اور نہ تمہاری اولاد،

ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ⑨

اللہ کے ذکر سے۔ اور جو کرے ایسا، وہی خسارہ والے ہیں●

(اَے ایمان والو! نہ غافل کر سکے تمہیں تمہارا مال، اور نہ تمہاری اولاد، اللہ) تعالیٰ (کے ذکر سے)۔ اِس واسطے کہ ایمان کا مقتضا یہ ہے کہ خدا کی محبت سب چیزوں کی محبت پر غالب ہو، کہ اگر دُنیا کے تمام مال اور آخرت کی سب نعمتیں اُس کے سامنے کریں تو نظرِ قبول سے کسی کو نہ دیکھے۔ (اور جو کرے ایسا)، یعنی مال اور اولاد کے سبب سے حق تعالیٰ کی یاد سے باز رہے، (وہی خسارہ والے ہیں) اور نقصان پانے والے ہیں۔ کیونکہ جو چیز حقیر اور فانی ہے اُس کے سبب سے باز رہتے ہیں بڑی نعمت سے جو باقی رہے گی۔

وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ

اور خرچ خیرات کرتے رہو اُس سے جو روزی دی ہم نے تمہیں، اس سے پہلے کہ آجائے تم میں سے کسی کی موت،

فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ⑩

تو کہنے لگے کہ "پروردگارا! کیوں نہ مہلت دی تُو نے مجھے تھوڑی سی کہ میں صدقہ دیتا اور ہوجاتا لیاقت مندوں سے"●

وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑪ ع

اور ہرگز نہ مہلت دے گا اللہ کسی جان کو، جب آگیا اُس کا وقتِ مقرر۔ اور اللہ باخبر ہے جو تم کرو●

(اور خرچ خیرات کرتے رہو) یعنی جو حق واجب ہے وہ نکالو (اُس سے جو روزی دی ہم نے تمہیں)، اور ذخیرہ آخرت کرو (اِس سے پہلے کہ آجائے تم میں سے کسی کی موت) کے اسباب، (تو کہنے لگے کہ پروردگارا! کیوں نہ مہلت دی تُو نے مجھے تھوڑی سی کہ میں صدقہ دیتا اور ہوجاتا لیاقت مندوں سے) اور نیک مردوں سے۔ (اور ہرگز نہ مہلت دے گا اللہ) تعالیٰ (کسی جان کو جب آگیا اُس کا وقتِ مقرر) یعنی جب عمر تمام ہوجاتی ہے، نہ اُس میں کچھ بڑھاتے ہیں اور نہ اُس میں سے کچھ گھٹاتے ہیں۔ (اور اللہ) تعالیٰ (باخبر ہے جو تم) خیر وشر (کرو)۔

اختتام سورہ المنافقون -- ﴿ ۲۱ر رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۱۱راگست ۲۰۱۲ء، بروز شنبہ ﴾

--- ﴿ ۲۱ ررمضان المبارک ۱۴۳۳ھ --- مطابق --- ۱۱ر اگست ۲۰۱۲ء --- بروز شنبہ ﴾ ---

سُوْرَةُ التَّغَابُنِ مدنیۃ ۱۰۸ — آیاتہا ۱۸ رکوعاتہا ۲

سُوْرَةُ التَّغَابُنِ

سورۃ التغابن ۔۔ ۶۴ مدنیہ ۱۰۸ — آیاتہا ۱۸ ۔۔ رکوعاتہا ۲

اِس سورہ کا نام اِسی سورہ کی آیت ۹ سے ماخوذ ہے۔ اِس سے پہلی سورت میں منافقین کے اوصاف ذکر فرمائے تھے اور اُن کے اوصاف سے اجتناب کی ہدایت دی تھی، اور اِس سورہ میں کفار کے اوصاف ذکر فرمائے ہیں اور اُن سے اجتناب کی ہدایت فرمائی ہے۔ اور واضح فرمادیا ہے کہ کفار کے لیے دوزخ ہے اور مسلمانوں کے لیے جنت ہے۔ اِس سورہ کا نام 'التغابن' اس لیے ہے کہ لوگوں کو قیامت کے دن کی یاد دلائی جائے۔ 'غبن' کا معنی ہے خرید وفروخت میں نقصان پہنچانا۔ کفار نے اپنے نفس کو شیطان اور 'نفسِ امارہ' کے ہاتھ فروخت کردیا، اور اِس بیع میں اُن کا جو نقصان ہوا اُس کا ظہور قیامت کے دن ہوگا۔ اس لیے قیامت کے دن کو 'یوم التغابن' فرمایا۔

اور ایک طرح سے یہ مؤمنوں کے لیے بھی نقصان کا دن ہوگا کیونکہ اگر وہ ایمان لانے کے بعد گناہِ کبیرہ نہ کرتے، تو اُن کو عتاب یا عذاب کا سامنا نہ کرنا پڑتا، اور مؤمنینِ کاملین اگر زیادہ نیکیاں کرتے تو اُن کو زیادہ اجر وثواب ملتا اور زیادہ اونچے درجات ملتے۔ اور مکمل خسارے اور نقصان کا دن یہ صرف کفار کے لیے ہوگا۔ ایسی انسانی خساروں سے باخبر کرنے والی ہدایت افروز سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں ---

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سب بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۡ وَهُوَ عَلٰى

پاکی بولتا رہتا ہے اللہ کی جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے۔ اُسی کی شاہی ہے اور اُسی کے لیے حمد۔ اور وہ

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ① هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ؕ

ہر چاہے پر قدرت والا ہے ● وہی ہے جس نے پیدا فرمایا تمہیں، تو کوئی کافر ہے اور کوئی مومن۔

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٢﴾

اور اللہ جو کچھ کرو اُس کا نگراں ہے●

(پاکی بولتا رہتا ہے اللہ) تعالیٰ (کی جو آسمانوں میں) ہے ازقسمِ روحانیات (اور جو زمین میں ہے) ازقسمِ جسمیات۔ (اُسی کی شاہی ہے) زمین و آسمان کی اور جو کچھ زمین و آسمان کے درمیان ہے۔ (اور اُسی کے لیے حمد) اور تعریف ہے پیدا کرنے کی نعمت پر۔ (اور وہ ہر چاہے پر قدرت والا ہے) جو چاہے کرے۔ (وہی ہے جس نے پیدا فرمایا تمہیں) اَے آدمیو! (تو) تم میں (کوئی کافر ہے اور کوئی مؤمن)۔ بعض جو کافر ہے وہ اُس کے خالق ہونے کا ایمان نہیں رکھتے، جیسے 'دہریے' اور 'طبیعے' اور جو مؤمن ہیں وہ اُس کے خالق ہونے پر ایمان رکھتے ہیں، جیسے اہلِ اسلام اور اہلِ ایمان۔ (اور اللہ) تعالیٰ (جو کچھ کرو اُس کا نگراں ہے)۔ یعنی جو کچھ کرو حق تعالیٰ اُسے دیکھتا ہے، تو بندوں کے ساتھ معاملہ اُن کے اعمال کے موافق کرے گا۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ

پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ، اور صورت دی تمہیں، تو خوب دیں صورتیں تمہیں۔

وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿٣﴾

اور اُس کی طرف پھر کر جانا ہے●

(پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ) راستی کے ساتھ۔۔یا۔۔اپنی حکمتِ بالغہ کے موافق۔۔یا۔۔کلمہ **کُنْ** سے۔۔یا۔۔حق بیان کرنے کو، یعنی یہ مخلوق اُس کی وحدانیت کی دلیلیں ہیں اور حق ان کے سبب سے ظاہر ہوتا ہے۔ (اور صورت دی تمہیں تو خوب دیں صورتیں تمہیں) قد کشیدہ اور خلقت اعتدال کے ساتھ کر کے۔

امام قشیری نے یہ معنی کیے ہیں کہ اُس نے تمہارا ظاہر آراستہ کر دیا کمال قدرت کے ساتھ، اور تمہارے باطن کو زینت دی جمال قربت سے۔ اور محققوں کے نزدیک 'حسنِ انسان' یہ ہے کہ اس کو 'اوصافِ کائنات' کی صورت سے آراستہ کر دیا اور 'خصائصِ مبدعات' کے خلاصہ کے ساتھ شرفِ اختصاص بخشا، تاکہ سب موجوداتِ علوی اور سفلی، ملکی اور ملکوتی کا نمونہ ہو، تو 'حسنِ معنوی' مراد ہے 'حسن صوری' نہیں۔

(اور اُس کی طرف پھر کر جانا ہے) یعنی سب کی بازگشت اُسی کی طرف ہے۔

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ؕ وَاللّٰهُ

جان رہا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور جان رہا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو علانیہ کرتے ہو۔ اور اللہ

عَلِيْمٌ ۢبِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۴ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۫

جاننے والا ہے سینوں کی بات کو● کیا نہیں آئی تمہارے پاس خبر اُن کی جنھوں نے کفر کیا تھا پہلے؟

فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۵

تو چکھا اپنے کام کا وبال، اور اُن کے لیے دکھ والا عذاب ہے●

(جان رہا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جان رہا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو علانیہ کرتے ہو۔ اور اللہ) تعالیٰ (جاننے والا ہے سینوں کی بات کو) یعنی جو کچھ سینوں میں ہیں خطرے اور فکریں۔ اَے مکہ کے کافرو! (کیا نہیں آئی تمہارے پاس خبر اُن کی جنھوں نے کفر کیا تھا پہلے؟)۔۔ مثلاً: اولادِ قابیل اور عاد وثمود، اصحابِ ایکہ وغیرہ۔ (تو چکھا اپنے کام کا وبال)، یعنی اپنے کفر کا ضرر دُنیا میں۔۔ مثلاً: غرق ہونا، آندھی، سخت آواز اور عذابِ 'یوم الظلہ' وغیرہ۔ (اور) آخرت میں (اُن کے لیے دکھ والا عذاب ہے) جو کبھی منقطع نہ ہوگا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۫

یہ اِس لیے کہ واقعہ یہ ہے کہ لایا کرتے تھے اُن کے پاس اُن کے رسول روشن دلیلیں، تو یہ بولا کرتے تھے کہ "کیا بشر ہماری رہنمائی

فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝۶

کریں گے،" تو اِنکار کردیتے تھے اور پھر جاتے تھے، اور بے نیازی برتی اللہ نے۔ اور اللہ بے نیاز حمد والا ہے●

(یہ اِس لیے کہ واقعہ یہ ہے کہ لایا کرتے تھے اُن کے پاس اُن کے رسول روشن دلیلیں) اور ظاہر معجزے، (تو یہ بولا کرتے تھے کہ کیا بشر ہماری رہنمائی کریں گے)۔ انہوں نے تعجب کیا کہ حق تعالیٰ آدمی کی طرف وحی بھیجتا ہے، (تو اِنکار کردیتے تھے اور پھر جاتے تھے) یعنی منہ پھیر لیتے تھے اُن دلیلوں اور معجزوں کو غور وفکر کرنے سے جو اُن رسولوں کے ساتھ تھے۔ بس خدا نے اُن کو ہلاک کردیا (اور بے نیازی برتی اللہ) تعالیٰ (نے) خلق کے ایمان سے۔ (اور اللہ) تعالیٰ (بے نیاز) ہے مخلوق کی عبادت سے، اور (حمد والا ہے) یعنی تعریف کیا ہوا ہے بے تعریف کرنے والوں کی تعریف کے۔۔۔

اپنی جہالت ونادانی کی بنیاد پر۔۔۔

زَعَمَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ

گھمنڈ میں رہے کافرلوگ کہ ہرگز نہ اُٹھائے جائیں گے۔ کہہ دو کہ "کیوں نہیں، مجھے اپنے رب کی قسم! یقیناً ضرور اُٹھائے جاؤ گے تم،

ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ ۟ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ

پھر یقیناً بتا دیے جاؤ گے جو کرتوت کر چکے، یہ اللہ پر آسان ہے" ● تو مان جاؤ اللہ

وَ رَسُوْلِهٖ وَ النُّوْرِ الَّذِیْۤ اَنْزَلْنَا ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۟

اور اُس کے رسول کو، اور اُس نور کو جو ہم نے اُتارا۔ اور اللہ جو کرو باخبر ہے ●

(گھمنڈ میں رہے کافرلوگ) اور بکتے ہیں (کہ ہرگز نہ اٹھائے جائیں گے)۔ اے محبوب! (کہہ دو کہ کیوں نہیں) اٹھائے جاؤ گے۔ (مجھے اپنے رب کی قسم یقیناً ضرور اٹھائے جاؤ گے تم، پھر یقیناً) حساب اور جزاء کے ذریعہ (بتادیئے جاؤ گے جو کرتوت کر چکے۔ یہ) اٹھانا اور خبر دینا (اللہ) تعالیٰ (پر آسان ہے ● تو مان جاؤ اللہ) تعالیٰ (اور اُس کے رسول کو، اور اُس نور کو جو ہم نے اُتارا) یعنی قرآنِ کریم کو۔

اُسے نور اِس واسطے کہا کہ اعجاز میں اپنی ذات سے ظاہر ہے اور حلال وحرام کے احکام کی حقیقتیں ظاہر کرنے والا ہے۔

(اور اللہ) تعالیٰ (جو کرو) اُس سے (باخبر ہے)، یعنی تمہارا اقرار اور انکار اُس سے پوشیدہ نہیں۔ یاد کرو اُس دن کو۔۔۔

یَوْمَ یَجْمَعُكُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ یَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ وَ مَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ

جس دن کہ اکٹھا کرے گا تمہیں جمع ہونے کے دن، یہ ہے ہار کے ظاہر ہونے کا دن۔ اور جو مان جائے اللہ کو

وَ یَعْمَلْ صَالِحًا یُّكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ وَ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ

اور نیک کام کرے، اُتار دے گا اُن سے اُن کے گناہ، اور داخل فرمائے گا اُسے باغوں میں کہ

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۟

بہتی ہیں جن کے نیچے نہریں، ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے اُس میں، یہی بڑی کامیابی ہے ●

(جس دن کہ اکٹھا کرے گا تمہیں جمع ہونے کے دن) قیامت میں حساب وجزاء کے لیے۔

حق تعالیٰ نے 'روزِ جمع' اس لیے فرمایا کہ اُس دن سب آدمی اولین وآخرین جمع ہوں گے ۔۔یا۔۔سب انبیاء اور سب امتیں جمع ہوں گی ۔۔یا۔۔ظالم اور مظلوم ۔۔یا۔۔اہلِ ہدایت اور اہلِ ضلالت ۔۔یا۔۔جنتی اور دوزخی۔ اور بہت مشہور بات یہ ہے کہ فرشتے اور جن اور آدمی سب جمع ہوں گے۔

(یہ ہے ہار کے ظاہر ہونے کا دن)۔یعنی جب مؤمن کو جنت میں کافر کا متوقع مقام میراث میں ملے گا اور کافر دوزخ میں مؤمن کے متوقع مقام میں داخل ہوں گے، تو نقصان ظاہر ہوگا اور اُس دن کافر اپنے کو جان لیں گے کہ ہم بڑے زیاں کار ہیں۔

اور بعضوں نے کہا کہ کافر اپنا نقصان دیکھیں گے ایمان ترک کرنے کے سبب سے، اور مؤمن اپنا نقصان دیکھیں گے نیکیاں کم کرنے کی وجہ سے ۔۔یا۔۔وہ نقصان ڈھونڈنے کا دن ہے یعنی ہر شخص اپنا فائدہ ڈھونڈے گا اور دوسرے کا نقصان۔

(اور جو مان جائے اللہ) تعالیٰ (کو اور نیک کام کرے، اُتار دے گا) حق تعالیٰ (اُن سے اُن کے گناہ)۔یعنی اُن کی بُرائیاں معاف فرمادے گا۔(اور داخل فرمائے گا اُسے باغوں میں، کہ بہتی ہیں جن کے) مکانوں اور درختوں کے (نیچے نہریں، ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے اُس میں، یہی) یعنی گناہ معاف ہوجانا اور بہشت میں داخل ہونا (بڑی کامیابی ہے)۔

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ

اور جنہوں نے کفر کیا اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو وہ جہنم والے ہیں، ہمیشہ رہنے والے اُس میں۔

وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۠ (۱۰)

اور کتنی بُری پھرنے کی جگہ ہے●

(اور جنہوں نے کفر کیا) اور وحدانیت پر ایمان نہیں لائے (اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو)، یعنی قرآن کو اور رسولِ کریم کے ہاتھ سے ظاہر ہونے والے معجزات کو، (وہ جہنم والے ہیں، ہمیشہ رہنے والے اُس میں۔ اور کتنی بُری پھرنے کی جگہ ہے) دوزخ جس میں مرنا بھی نہیں کہ اُس کی تکالیف و مصائب سے چھٹکارا مل جائے۔ کافروں کی یہ خام خیالی ہے جو وہ کہتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کا دین برحق ہوتا تو اللہ اُن کو دُنیاوی مصائب سے محفوظ رکھتا، اس لیے کہ۔۔۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ

نہیں پہنچی کوئی مصیبت مگر اللہ کے حکم سے۔اور جو مان جائے اللہ کو

یَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۱﴾

تو ہدایت دے گا اُس کے دِل کو۔اور اللہ ہر ایک کا جاننے والا ہے●

(**نہیں پہنچی کوئی مصیبت مگر اللہ**) تعالیٰ (**کے حکم سے**)۔۔الحاصل۔۔مسلمانوں کو اُن کی جان، اُن کی اولاد، اور اُن کے اموال میں، جو بھی مصیبت پہنچتی ہے، تو وہ اللہ کے فیصلہ یا اُس کے امر یا اُس کے علم سے پہنچتی ہے۔اگر چاہتا ہے اُس سے سالم رکھتا ہے بندوں کے حال کی درستی کے لیے، اور صبر کے ساتھ اُن کے امتحان کرتا ہے اور ثواب کی زیادتی اور گناہوں سے پاک کرنے کے واسطے بندوں پر مصیبت ڈالتا ہے۔اللہ تعالیٰ اُن کے دِلوں کو صبر کی ہدایت دیتا ہے۔۔چنانچہ۔۔وہ مصیبت کے وقت کہتے ہیں اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ۔وہ یہ یقین رکھیں کہ جو مصیبت اُن پر آئی ہے وہ اُن سے ٹل نہیں سکتی تھی، اور جس مصیبت سے وہ بچ گئے وہ اُن پر آنہیں سکتی تھی۔

(**اور جو مان جائے اللہ**) تعالیٰ (**کو**) اور جان لے کہ مصیبت اُس کے ارادے اور مشیت سے ہے، (**تو**) حق تعالیٰ (**ہدایت دے گا اُس کے دِل کو**) یعنی راہ دکھائے گا اُس کے دل کو صبر اور ثبات کی۔ظاہر ہے کہ جب اُس کو معلوم ہوگا وہ بلاء اللہ کی مراد ہے یعنی ارادہ کی ہوئی ہے، تو اُسے دِل وجان سے قبول کرلے گا اور اُس کے واقع ہونے سے مضطرب نہ ہوگا۔

بزرگوں نے کہا کہ بلاء 'جمالِ مولیٰ' کا آئینہ ہے، تو آئینہ کو اُس کے جمال کا نور دیکھنے کے لیے دوست رکھنا چاہیے۔

(**اور اللہ**) تعالیٰ (**ہر ایک کا جاننے والا ہے**)۔وہ صبر کرنے والوں اور شکایت کرنے والوں سب کو خوب جانتا ہے۔تو مصائب کا مردانہ وار سامنا کرنا چاہیے۔

وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ

اور کہا مانو اللہ کا اور کہا مانو رسول کا۔اب اگر تم پھرے،

فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۲﴾

تو ہمارے رسولوں پر صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے●

(اور) خدا اور رسول کی اطاعت میں مشغول رہنا چاہیے، تو (کہا مانو اللہ) تعالیٰ (کا، اور کہا مانو رسول کا۔ اب اگر تم) اطاعت سے (پھرے) اور انحراف کیا، (تو ہمارے رسولوں پر صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے) جبراً اطاعت کرانا نہیں ہے۔ اُن کے ذمہ تو صرف وضاحت کے ساتھ احکام کا پہنچا دینا ہے۔

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۳﴾

اللہ! نہیں ہے کوئی معبود اُس کے سوا، اور اللہ ہی پر تو بھروسہ رکھیں ایمان والے●

(اللہ) تعالیٰ، (نہیں ہے کوئی معبود) برحق (اُس کے سوا)۔ یعنی اُس کے سوا کوئی مستحقِ عبادت (اور) پرستش کے لائق نہیں، تو چاہیے کہ (اللہ) تعالیٰ (ہی پر تو بھروسہ رکھیں ایمان والے)۔ ایمان یہی چاہتا ہے کہ اپنا کام حق تعالیٰ پر چھوڑ دیں اور 'کفایتِ مہمات' میں اُسی پر بھروسہ کریں۔

حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے بعد مسلمانوں نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا، مگر اُن کے زن و فرزند نالہ وزاری، گریہ وبیقراری کر کے اُن کو نہ چھوڑتے تھے، اور وہ لوگ بھی اُن پر کمالِ شفقت اور مہربانی کی وجہ سے عاجز ہو کر رہ گئے تھے۔ حق تعالیٰ نے اس کے باب میں آیت بھیجی کہ۔۔۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ

اَے ایمان والو! بے شک تمہاری کچھ بیبیاں اور اولاد دشمن ہیں تمہارے، تو اُن سے بچتے رہو۔

وَ اِنْ تَعْفُوْا وَ تَصْفَحُوْا وَ تَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾

اور اگر معافی دو اور درگزر کرو اور بخش دو، تو بلاشبہ اللہ غفور رحیم ہے●

(اَے ایمان والو! بے شک تمہاری کچھ بیبیاں اور اولاد دشمن ہیں تمہارے) بہ سبب اس کے کہ وہ ہجرت سے مانع ہوتی ہیں، (تو اُن سے بچتے رہو) اور اُن کی گریہ وزاری پر فریفتہ ہو کر ہجرت نہ چھوڑو۔

یہ آیت اُن مسلمانوں کو پہنچی تو انہوں نے ہجرت کی۔ اور جب مہاجروں کو دیکھا کہ ان میں سے ہر ایک احکام دین میں فقیہ کامل اور عالم فاضل ہو گیا ہے، تو ان مسلمانوں نے اپنے زن و فرزند پر سختی کرنے کا ارادہ کیا کہ ہم تمہارے ہی سبب سے علم سے بے بہرہ رہے ہیں،

اور اسی وجہ سے انہیں خرچ دینا روکا، مہربانی کی رسمیں اُن کے ساتھ چھوڑ دیں، تو حق تعالیٰ نے فرمایا۔۔۔

(اور اگر معافی دو، اور درگزر کرو) یعنی جو جرم انہوں نے کیا ہے اُسے معاف کردو اور اُس کو صرفِ نظر کردو، (اور بخش دو) اُن کو اور اُن کا عذر قبول کرلو، (تو بلاشبہ اللہ) تعالیٰ (غفور رحیم ہے) بخشنے والا مہربان ہے، تمہارے ساتھ عفو ومغفرت کا معاملہ کرے گا۔

إِنَّمَآ أَمْوَٰلُكُمْ وَأَوْلَٰدُكُمْ فِتْنَةٌ ۚ وَٱللَّهُ عِندَهُۥٓ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿١٥﴾

تمہارے مال اور اولاد، بس فتنہ ہی ہیں۔اور اللہ! اُس کے یہاں بڑا ثواب ہے●

(تمہارے مال اور اولاد بس فتنہ ہی ہیں) یعنی سخت آزمائش ہیں، تاکہ یہ بات ظاہر ہوجائے کہ تم میں کون حق کو اُن پر ایثار کرتا ہے اور اُن پر ترجیح دیتا ہے۔اور کون اپنے دِل کو مال اور اولاد سے اٹکا کر محبتِ الٰہی سے کنارہ کرتا ہے۔(اور اللہ) تعالیٰ، (اُس کے یہاں بڑا ثواب ہے) اس کے واسطے جس کے دل میں خدا اور رسول کی محبت غالب ہو مال اور اولاد کی محبت پر۔

فَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ مَا ٱسْتَطَعْتُمْ وَٱسْمَعُوا۟ وَأَطِيعُوا۟ وَأَنفِقُوا۟ خَيْرًا لِّأَنفُسِكُمْ ۗ

تو ڈرتے رہو اللہ کو جہاں تک ہوسکے، اور حکم سنو، اور کہا مانو، اور خرچ خیرات کرو، اپنے بھلے کو۔

وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِۦ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴿١٦﴾

اور جو محفوظ رکھا جائے اپنی طبیعت کی کنجوسی سے، تو وہی لوگ کامیاب ہیں●

(تو ڈرتے رہو اللہ) تعالیٰ (کو) یعنی بچو عذابِ الٰہی سے اور بچو اُن چیزوں سے جو موجب عذاب ہیں (جہاں تک ہوسکے) اور جس قدر بچ سکو۔

یہ آیت اُس آیت کے حکم کی ناسخ ہے کہ۔۔۔ اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ یعنی خدا سے ڈرو جیسا ڈرنے کا حق ہے۔ظاہر ہے کہ یہ عام انسانوں کا بس نہیں۔۔الغرض۔۔حسبِ استطاعت خدا سے ڈرو (اور حکم سنو) اللہ تعالیٰ کا (اور کہا مانو) اُس کا، (اور خرچ خیرات کرو) جو بہتر ہو خدا کی راہ میں (اپنے بھلے کو)۔اس لیے کہ اُس کے فائدے تمہیں کو پہنچتے ہیں۔(اور جو محفوظ رکھا جائے اپنی طبیعت کی کنجوسی سے) تاکہ وہ خدا واسطے بخل نہ کرے اور خدا کی راہ میں خرچ کرے، (تو وہی) راہِ حق میں خرچ کرنے

والے (لوگ کامیاب ہیں) اور فلاح پانے والے ہیں، دُنیا میں خوف کی چیزوں سے اور عقبیٰ میں عذاب اور سختیوں سے۔

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ؕ

اگر دو گے اللہ کو قرضِ حسنہ، تو دُونا کر دے گا اُسے تمہارے لیے، اور بخش دے گا تمہیں،

وَ اللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِیْمٌ ﴿۱۷﴾

اور اللہ قدردان بُردبار ہے●

(اگر دو گے اللہ) تعالیٰ (کو قرضِ حسنہ) یعنی جس چیز میں وہ حکم کرتا ہے اُس میں اپنا مال خرچ کرو گے اور صدقہ دو گے دِل کی خوشی کے ساتھ اور کمالِ اخلاص سے، (تو دونا کر دے گا اُسے تمہارے لیے) اور زیادہ کر دے گا تمہارے واسطے۔ ایک کو دس۔۔ یا۔۔ سات سوتک۔ یا ہزار بار چار لاکھ تک۔۔ یا۔۔ بے حساب۔ (اور بخش دے گا تمہیں)، یعنی تمہارے گناہ جو اُس سے پہلے ہوئے ہوں بخل کر کے ۔۔یا۔۔ خرچ نہ کر کے۔ (اور اللہ) تعالیٰ (قدردان) ہے یعنی جزا دینے والا ہے شکر گزاروں کو، کہ تھوڑے سے صدقہ سے بہت کچھ دیتا ہے۔ اور (بردبار ہے) یعنی بخیلوں اور ممسکوں پر عذاب کرنے میں جلدی نہیں کرتا۔۔ اور۔۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۸﴾ ع

جاننے والا غیب وشہادت کا، زبردست حکمت والا●

(جاننے والا) ہے (غیب وشہادت کا)، یعنی جانتا ہے جو ظاہر میں بندے تصدیق کرتے ہیں اور جو دِل میں رکھتے ہیں ریاء اور اخلاص۔ (زبردست) ہے، یعنی غالب ہے، اُس سے بدلہ لے سکتا ہے جس کا صدقہ خالص نہ ہو۔ اور (حکمت والا) ہے، یعنی حکم کرنے والا ہے اُن کی کرامت اور عزت کا جو صدق کے رُو سے تصدق کرتے ہیں۔

اختتام سورہ التغابن ۔۔ ﴿ ۲۲ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ ۔۔ مطابق ۔۔ ۱۲ راگست ۲۰۱۲ء، بروز یکشنبہ ﴾

-- ﴿ ۲۲رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ --مطابق-- ۱۲راگست ۲۰۱۲ء، بروز یکشنبہ ﴾ --

سورۃ الطلاق ۶۵ مدنیۃ ۹۹ | آیاتہا ۱۲ رکوعاتہا ۲

سُوْرَۃُ الطَّلَاقِ

سورۃ الطلاق--۶۵ مدنیہ ۹۹ | آیاتہا ۱۲--رکوعاتہا ۲

اِس سورۂ مبارکہ کا نام 'الطلاق' ہے، اس لیے کہ اِس کی پہلی آیت میں طلاق دینے اور طلاق کی عدت کا ذکر ہے۔ اِس سے پہلی والی سورت یعنی 'سورت تغابن' میں بعض بیویوں اور بعض اولاد کی عداوت کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ عداوت بعض اوقات طلاق تک پہنچا دیتی ہے، اور اولاد کی عداوت بعض اوقات اِس حد تک پہنچا دیتی ہے کہ انسان اپنی اولاد پر خرچ کرنا بند کر دیتا ہے۔

پس مصحفِ کریم میں 'سورہ تغابن' کے بعد 'سورہ الطلاق' رکھی گئی کیونکہ اِس میں طلاق اور مطلقہ عورتوں اور اولاد پر خرچ کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔ ان دونوں سورتوں میں دوسری مناسبت یہ ہے کہ اِن دونوں کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی وسعت اور عموم کو بیان فرمایا ہے۔ اِس سورت کے نزول کا سبب اِس حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔۔۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اُن کی بیوی حائض تھیں اور انہوں نے اُن کو طلاق دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے اِس واقعہ کا ذکر کیا، تو آپ ﷺ اِس پر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اس کو چاہیے کہ اِس طلاق سے رجوع کرے، پھر اُس کو اپنے پاس روکے رکھے حتیٰ کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے۔ پھر اُس کو دوبارہ حیض آئے۔ پس وہ اُس سے پاک ہو جائے، پھر اگر اُس کی رائے یہ ہو کہ اُس کو طلاق دے، تو اُس کو اُس طہر میں طلاق دے جس میں اُس نے جماع نہ کیا ہو۔ سو یہ وہ عدت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔ ایسی ہدایت افروز اور علم آموز سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَ اَحْصُوا

اَے آنحضرت! جب طلاق کی نوبت آئے تمہیں عورتوں کو، تو مسلمانو! طلاق دو انہیں اُن کی عدت کا لحاظ رکھ کر، اور شمار رکھو

الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّاۤ

عدت کا۔ اور ڈرتے رہو اللہ اپنے رب کو۔ نہ نکال باہر کرو انہیں اُن کے گھروں سے اور نہ وہ خود نکلیں، مگر یہ کہ

اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ

کر لائیں کھلی بے شرمی۔ اور یہ اللہ کی حد بندیاں ہیں۔ اور جو بڑھے اللہ کی حد بندیوں سے،

فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ①

تو بے شک اُس نے اندھیر کیا خود اپنے اوپر، نہیں اٹکل لگا سکتے تم کہ شاید اللہ نیا بھیجے اِس کے بعد کوئی حکم •

(اَے آنحضرت!) اور نبی مکرم! ایمان والوں کو فرما دیں کہ (**جب طلاق کی نوبت آئے تمہیں عورتوں کو، تو**) اَے (**مسلمانو طلاق دو انہیں اُن کی عدت کا لحاظ رکھ کر، اور شمار رکھو عدت کا**)، یعنی جب چاہو کہ طلاق دو اپنی ان عورتوں کو جو تمہاری مدخولہ ہو چکی ہیں، تو طلاق دو اُن کی عدت یعنی 'طہر بے جماع' میں کہ اُسے عدت میں شمار کر سکیں اور یہ طلاق موافقِ سنت ہے، اس واسطے کہ عورت طلاق کے بعد عدت میں داخل ہوتی ہے۔ اور طلاقِ بدعت یہ ہے کہ حالتِ حیض میں ۔۔یا۔۔ اُس طہر میں جس میں مجامعت کی ہو طلاق دے، اس واسطے کہ وہ ایام عدت میں حساب نہیں ہو سکتے اور عورت اس محل میں نہ عدت والی ہوتی ہے نہ شوہر والی۔

اِس مقام پر یہ بات خالی از فائدہ نہیں کہ طلاق کی تین [٣] قسمیں ہیں: ﴿١﴾۔۔احسن، ﴿٢﴾۔۔حسن، ﴿٣﴾۔۔بدعی۔ طلاقِ احسن یہ ہے کہ جن ایام میں عورت ماہواری سے پاک ہو اور اُن ایام میں بیوی سے مقاربت بھی نہ کی ہو، اُن ایام میں صرف ایک طلاق دی جائے۔ اس میں دورانِ عدت مرد کو رجوع کا حق رہتا ہے، اور عدت گزرنے کے بعد عورت 'بائنہ' ہو جاتی ہے اور فریقین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔

'طلاقِ حسن' یہ ہے کہ جن ایام میں عورت پاک ہو اور مقاربت بھی نہ کی ہو، اُن ایام میں ایک طلاق دی جائے اور جب ایک ماہواری گزر جائے، تو بغیر مقاربت کے دوسری طلاق دی جائے، اور جب دوسری ماہواری گزر جائے تو بغیر مقاربت کے تیسری طلاق دی جائے، اُس کے بعد جب تیسری ماہواری گزر جائے تو عورت 'مغلظہ' ہو جائے گی، اور اب

'شرعی حلالہ' کے بغیر اُس سے دوبارہ عقد نہیں ہوسکتا۔

رہ گئی 'طلاقِ بدعی' اُس کی تین۳ صورتیں ہیں: ﴿۱﴾۔۔ایک مجلس میں تین۳ طلاقیں دفعۃً دی جائیں، خواہ ایک کلمہ سے، مثلاً: تم کو تین۳ طلاقیں دیں یا کلمات متعددہ سے، مثلاً: کہے تم کو طلاق دی، تم کو طلاق دی، تم کو طلاق دی۔ ﴿۲﴾۔۔عورت کی ماہواری کے ایام میں اس کو ایک طلاق دی جائے۔اُس طلاق سے رجوع کرنا واجب ہے اور یہ طلاق شمار کی جاتی ہے۔ ﴿۳﴾۔۔جن ایام میں عورت سے مقاربت کی ہو اُن ایام میں عورت کو ایک طلاق دی جائے۔ 'طلاق بدعی' کسی صورت میں ہو اُس کا دینے والا گناہ گار رہتا ہے۔

اِس مقام پر کسی کو یہ خیال آسکتا ہے کہ حاملہ عورت کو جماع کے بعد طلاق دینا جائز ہے، تو غیر حاملہ کو اُس طہر میں طلاق دینا کیوں جائز نہیں؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ اِس میں فرق واضح ہے کہ جس طہر میں شوہر نے اپنے بیوی سے جماع کرلیا، اُس طہر کے بعد جب تک حیض نہ آجائے یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ اُس جماع کے نتیجے میں استقرار حمل ہوا کہ نہیں، اور عورت کے حاملہ یا غیر حاملہ ہونے کا پتا نہیں چلے گا اور تعین نہیں ہوسکے گا کہ اُس کی عدت تین۳ حیض ہے۔۔یا۔۔وضع حمل ہے، اس لیے یہ قید لگائی گئی کہ اگر شوہر کو طلاق دینی ہو، تو طہر کے اُن ایام میں طلاق دے جس میں اُس نے جماع نہ کیا ہو۔

آگے ارشاد ہے اور شمار رکھو عدت یعنی شمار کروائے مرد عورتوں کی عدت کو، کہ وہ اس کے حساب اور یادداشت سے عاجز اور غافل ہیں۔عدت نام ہے اُن ایام کا جن کے گزر جانے کے بعد مطلقہ عورت کے لیے نکاح کرنا جائز ہوجاتا ہے۔تو مطلقہ عورتیں اپنے کو تین۳ حیض تک روکے رکھیں اور جس عورت کو حیض نہ آتا ہو وہ اپنے کو تین۳ ماہ تک نکاح سے روکے رکھے۔

(اور) اَے ایمان والو! (ڈرتے رہو اللہ) تعالیٰ (اپنے رب کو) اور طلاق سنت کے موافق دو۔اور طلاق کے بعد (نہ نکال باہر کرو انہیں اُن کے گھروں سے) جب تک عدت منقضی نہ ہوجائے۔ (اور) عورتوں کو چاہیے کہ (نہ وہ خود نکلیں) یعنی باہر نہ آئیں۔پس اُن کو تم نہ نکالو۔ (مگر یہ کہ کرلائیں کھلی بےشرمی) اور بُرے کام جوان عورتوں کا حال بدکاری میں ظاہر کرنے والا ہو۔اِس سے وہ گناہ مراد ہے جس میں حد مقرر ہو جیسے زنا چوری وغیرہ، اس واسطے کہ حد جاری کرنے کے واسطے ان عورتوں کو گھر سے باہر لانا چاہیے۔۔یا۔۔فحش اور سفاہت کے سبب سے ان گھر والوں کو ایذاء دیں، تو اس حال میں ان کو گھر سے نکال دینا حلال ہے۔اِس واسطے سے یہ امر مخالفت کا حکم رکھتا ہے حق ساقط ہوجانے میں۔

(اور یہ) حکم جو مذکور ہوا (اللہ) تعالیٰ (کی حدبندیاں ہیں) کہ اُس نے مقرر فرمائیں جن سے بندے باہر نہیں ہوسکتے۔ (اور جو بڑھے) اور گزر جائے (اللہ) تعالیٰ (کی حدبندیوں سے، تو بے شک اُس نے اندھیر کیا خود اپنے اوپر) یعنی اپنے کو عذاب کا مستحق کرلیا۔ اَے طلاق دینے والے! (نہیں اٹکل لگا سکتے تم)۔۔یا۔۔کوئی بھی نہیں جان سکتا (کہ شاید اللہ) تعالیٰ (نیا بھیجے اُس کے بعد کوئی حکم) یعنی شاید مرد کو پشیمان کرے۔۔یا۔۔عورت کی محبت اُس کے دِل میں آئے اور وہ رجوع کرلے۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا

پھر جب وہ پہنچ گئیں اپنی مدت کو تو روک رکھو انہیں حسنِ سلوک سے، یا الگ ہی کردو خوبی کے ساتھ، اور گواہ بنالو

ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ یُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ

دو عادل کو اپنے میں سے، اور قائم کرو گواہی کو اللہ واسطے۔ یہ ہے جس کی نصیحت کی جاتی ہے اُسے جو

یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝۲

مانے اللہ اور پچھلے دن کو۔۔اور جو ڈرتا رہے اللہ کو، پیدا کردیتا ہے اُس کے لیے نکال●

(پھر جب وہ پہنچ گئیں اپنی مدت کو) یعنی عدت کے آخری مرحلے تک پہنچنے والی ہوں۔ اور تین۳ حیض کی تکمیل ہونے کو قریب ہو، (تو) تمہارے لیے ۲ دو شکل ہے، (روک رکھو انہیں حسنِ سلوک سے) رجوع کرکے، (یا الگ ہی کردو خوبی کے ساتھ) مہر وغیرہ حقوق ادا کرکے۔ (اور گواہ بنالو دو عادل کو اپنے میں سے) جو فاسق نہ ہوں، کہ وہ رجوع پر گواہ ہوں۔ اور یہ امر مستحب ہے، اور امام شافعی کے نزدیک واجب ہے۔

(اور قائم کرو گواہی کو) اَے گواہو! بوقتِ حاجت (اللہ) تعالیٰ کے (واسطے)، یعنی رضائے الٰہی اور طلبِ ثواب کے لیے۔ (یہ ہے جس کی نصیحت کی جاتی ہے اُسے جو مانے اللہ) تعالیٰ اور اس کے احکام (اور پچھلے دن کو)، اس لیے کہ ایمان والے ہی ایسی نصیحتیں قبول کرسکتے ہیں۔ (اور جو ڈرتا رہے اللہ) تعالیٰ (کو)، خوفِ الٰہی کے سبب سے منہیات کا مرتکب نہ ہو، تو حق تعالیٰ (پیدا کردیتا ہے اُس کے لیے نکال)۔ یعنی وہ نجات پاتا ہے دُنیا اور آخرت کے غم سے۔۔یا۔۔جب کوئی حرام سے پرہیز کرتا ہے، تو حق تعالیٰ اُسے وجہ حلال سے پہنچاتا ہے۔

وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۚ

اور روزی دے اُسے جہاں سے سان وگمان نہ ہو، اور جو بھروسہ رکھے اللہ پر تو وہ اُسے کافی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۚ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا ③

بے شک اللہ پورا فرما دینے والا ہے اپنے کام کو۔ بے شک مقرر کر دیا اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ●

(اور روزی دے اُسے جہاں سے سان وگمان نہ ہو)۔

اِس آیت کے نازل ہونے کا سبب یہ ہے کہ مشرکوں نے عوف بن مالک کے بیٹے کو قید کیا، اُس کا باپ پیغمبر کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ میرا بیٹا کافروں کی قید میں گرفتار ہو گیا، اور اُس کی ماں بہت بے صبری اور بے قراری کرتی ہے، اور اُس کے ساتھ فقر و فاقہ کی بھی نوبت آچکی ہے۔ جو چیز سدرمق ہو سکے اُس کی بھی قدرت نہیں۔ حضرت ﷺ نے فرمایا، تُو تقویٰ اختیار کر اور صابر رہ، اور تُو اور اُس کی ماں اکثر کہا کرے 'لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ'۔ عوف نے اپنی عورت سمیت آنحضرت ﷺ کی ہدایت پر عمل کیا۔ تھوڑی مدت میں عوف کا بیٹا مشرکوں کی قید سے چھوٹ گیا، اور اُن کی چار ۴ ہزار بکریاں ہنکاتے ہوئے صحیح سلامت مدینہ منورہ میں آیا اور یہ آیت نازل ہوئی کہ جو کوئی تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ حلال روزی پاتا ہے۔

(اور جو بھروسہ رکھے اللہ) تعالیٰ **(پر، تو وہ اُسے کافی ہے۔ بے شک اللہ)** تعالیٰ **(پورا فرما دینے والا ہے اپنے کام کو)**۔ یعنی خدا جس بات کا اِرادہ فرمالیتا ہے اور اُس کی جو مراد ہوتی ہے وہ پوری ہو کر رہتی ہے۔ **(بے شک مقرر کر دیا اللہ)** تعالیٰ **(نے ہر چیز کا ایک اندازہ)**۔ اُس سے وہ چیز بڑھتی نہیں۔ فقیری ہو۔۔یا۔۔تونگری دونوں ہی تقدیرِ الٰہی سے ہیں۔

حضرت ابوذر غفاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک آیت جانتا ہوں کہ اگر لوگ اُسے مضبوط پکڑیں یعنی اس پر کار بند ہوں، تو ان سب کو کافی ہو۔ پھر آیہ **وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ** پڑھی اور چند بار اس کا اعادہ فرمایا۔ اِس آیت کی بنیاد تقویٰ اور توکل پر ہے۔ تقویٰ 'بوستانِ قرب' کی خوشبو ہے اور رتبہ معیت سے خبر دیتا ہے کہ **اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا**۔ اور توکل گلزارِ 'کفایت' کی خوشبو ہے اور اس سے 'ریحانِ محبت' کی خوشبو مہکتی ہے کہ **اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ** اور بے اِن ۲ دوصفتوں کے 'طریقِ تحقیق' میں قدم نہیں رکھ سکتے۔ جب طلاق دی ہوئی عورتوں کی عدت کا

حکم نازل ہوا کہ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ تو صحابہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ جن عورتوں کے حیض نہیں ہوتا، اُن کی کیا عدت ہے؟ تو یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

وَالّٰٓـىِٔیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ

اور جو تمہاری عورتیں ناامید ہو چکیں حیض سے، اگر اب تک تم شک کر رہے تھے، تو اُن کی عدت تین

اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـىِٔیْ لَمْ یَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ

مہینہ ہے۔ اور اُن کی بھی جنہیں ابھی حیض نہ آیا۔ اور حمل والیاں، اُن کی مدت یہ ہے کہ جَن لیں

حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا ④

اپنا حمل۔ اور جو ڈرے اللہ کو، وہ کردے گا اُس کے لیے اُس کے کام میں آسانی●

(اور جو تمہاری عورتیں ناامید ہو چکیں حیض سے، اگر اب تک تم شک کر رہے تھے) اُن کے حکم میں یعنی ان کا حکم نہیں جانتے تھے، (تو) جان لو کہ (اُن کی عدت تین مہینہ ہے اور اُن کی بھی جنہیں ابھی حیض نہ آیا۔ اور حمل والیاں، اُن کی مدت یہ ہے کہ جَن لیں اپنا حمل) خواہ وہ طلاق دی ہوئی ہوں ۔۔یا۔۔ بیوہ ہوگئی ہوں۔ (اور جو ڈرے اللہ) تعالیٰ (کو) یعنی اُس کے عذاب کو اور اُس کا حکم مانے، تو (وہ کردے گا اُس کے کام میں آسانی)۔

ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَیْكُمْ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یُكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ

یہ ہے اللہ کا حکم جس کو نازل فرمایا تمہاری طرف، اور جو ڈرے اللہ کو، وہ اُتار دے گا اُس سے اُس کے گناہ،

وَیُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ⑤

اور بہت بڑا دے گا اُس کو ثواب●

(یہ ہے اللہ) تعالیٰ (کا حکم جس کو) لوحِ محفوظ سے (نازل فرمایا تمہاری طرف اور جو ڈرے اللہ) تعالیٰ (کو) یعنی عذابِ الٰہی کو اور اس کے حکم کی تعمیل کرتا رہے، تو (وہ اُتار دے گا اس سے اس کے گناہ اور بہت بڑا دے گا اس کو ثواب)، یعنی اس کو بہت زیادہ ثواب عطا فرمائے گا۔ مطلقہ عورتوں کے تعلق سے حکم الٰہی یہ ہے کہ طلاق دی ہوئی۔۔۔

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا

عورتوں کوعدت میں رکھو جہاں خود رہنے لگے اپنی حیثیت بھر، اور نہ نقصان پہنچاؤ انہیں کہ تنگی ڈال دو

عَلَيْهِنَّ ۭ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ

اُن پر۔ اور اگر وہ حاملہ ہوں، تو بھی نان نفقہ دو انہیں، یہاں تک کہ جن لیں

حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ

اپنا حمل۔ پھر اگر دودھ پلائیں تمہارے بھلے کو، تو دیتے رہو انہیں اُن کی اُجرتوں کو۔ اور مشورہ کیا کرو آپس میں

بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ۝۶ ۭ

خوبی کے ساتھ۔ اور اگر دشوار جانا تم نے، تو قریب ہے کہ دودھ پلا دے گی اُسے کوئی دوسری •

(**عورتوں کوعدت میں رکھو جہاں خود رہنے لگے اپنی حیثیت بھر**)، یعنی اپنی طاقت وسکت کے مطابق اُن کے رہنے کی جگہ مقرر کردو۔ (**اور نہ نقصان پہنچاؤ انہیں**) گھر اور خرچ کی طرف سے، (**کہ تنگی ڈال دو اُن پر**) اِس خیال سے کہ وہ تنگ آ کر گھر سے نکل جائیں۔ (**اور اگر وہ حاملہ ہوں، تو بھی نان نفقہ دو انہیں یہاں تک کہ جن لیں اپنا حمل**) علاقہ نکاح منقطع ہو جانے کے بعد۔ (**پھر اگر دودھ پلائیں تمہارے بھلے کو**) تمہارے بچے کو، (**تو دیتے رہو انہیں اُن کی اجرتوں کو**) دودھ پلانے پر۔ (**اور مشورہ کیا کرو آپس میں خوبی کے ساتھ**) فرزند کے دودھ پلانے اور اُس کی اجرت کے باب میں۔ (**اور اگر دشوار جانا تم نے**) یعنی شوہر اجرت دینے پر راضی نہ ہو اور بیوی دودھ پلانا نہ چاہے ۔۔یا۔۔ کسی وجہ سے پلا نہ سکے، (**تو قریب ہے کہ دودھ پلا دے گی اُسے کوئی دوسری**)۔ ایسی صورت میں اپنے بچے کے لیے انا کا انتظام کرلو اور ماں پر جبر اور زبردستی نہ کرو۔ چاہیے کہ۔۔۔

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ

نفقہ دیا کرے وسعت والا اپنی وسعت کے موافق۔ اور جس پر تنگ ہے اُس کی روزی، تو وہ نفقہ دیا کرے اُس سے جو دیا ہے

اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۭ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ۭ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ

اُسے اللہ نے۔ نہیں بار رکھتا اللہ کسی پر مگر جو دے رکھا ہے اُسے۔ قریب ہے کہ کردے گا اللہ

بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝۷ ع

دشواری کے بعد آسانی •

ع ۱۷

(نفقہ دیا کرے وسعت والا اپنی وسعت کے موافق)۔یعنی اپنی مطلقہ عورت کو خرچ دیا کرے اپنی حیثیت کے مطابق۔(اور جس پر تنگ ہے اُس کی روزی) یعنی وہ شخص فقیر اور تنگدست ہو،(تو وہ نفقہ دیا کرے اُس سے جو دیا ہے اُسے اللہ) تعالیٰ (نے) یعنی اپنی طاقت کے موافق طلاق دی ہوئی عورت کو خرچ دے۔(نہیں بار رکھتا اللہ) تعالیٰ (کسی پر مگر جو دے رکھا ہے اُسے)۔یعنی حق تعالیٰ اُس چیز کی تکلیف بندوں کو نہیں دیتا جس کی طاقت اُن کو نہ ہو۔(قریب ہے کہ کردے گا اللہ) تعالیٰ (دشواری کے بعد آسانی)،یعنی تنگدستی کے بعد فراخ دستی۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا

اور کتنی آبادیاں تھیں کہ سرکشی کی اپنے رب کے حکم سے اور اُس کے رسولوں سے،،تو ہم نے حساب لیا اُن کا،

حِسَابًا شَدِيْدًا وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ⑧

سخت حساب۔اور عذاب دیا انہیں،ناگوار عذاب●

اِس سے پہلے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام بیان کیے تھے اور اِس آیت میں بتایا ہے کہ اللہ کے احکام نہ ماننے سے دُنیا اور آخرت میں عذاب ہوتا ہے۔۔چنانچہ۔۔فرمان۔۔۔

(اور) ارشاد ہے کہ (کتنی آبادیاں تھیں کہ) اُن میں رہنے والوں نے نادانی اور عناد کے رُو سے (سرکشی کی اپنے رب کے حکم سے اور اُس کے رسولوں) کی بات (سے،تو ہم نے حساب لیا اُن کا، سخت حساب)۔دُنیا میں اُن پر سختیاں ہوئیں اور اُن کے چھوٹے بڑے گناہوں کی انہیں سزا ملی،مثلاً: کبھی قحط میں مبتلا ہوئے اور کبھی امراض اور درد وغیرہ میں گرفتار ہوئے،اور کبھی اُن کے سر تلواروں سے قلم کیے گئے اور کبھی اُن پر اُن کے دشمنوں کو مسلط کیا گیا،اور دیگر بلیات اور آفات ان پر نازل ہوئیں کہ جن سے ان کا نام ونشان تک نہیں رہا۔

یہ اس لیے ہوا تاکہ آنے والی نسلیں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں،کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب ایسی بلائیں نازل ہوتی ہیں تو مجرم کے لیے کوڑے کا کام کرجاتی ہیں جن سے اُسے عبرت نصیب ہوتی ہے۔اگر وہ اس سے عبرت حاصل نہیں کرتا،تو اُس سے بڑھ کر اور عذاب نازل ہوتا ہے جس سے اُس کی جڑ کٹ جاتی ہے،یہاں تک کہ اس کا نام ونشان بھی ختم کردیا جاتا ہے۔۔چنانچہ۔۔حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسوں کا ہم نے سختی سے حساب لیا۔۔۔

(اور عذاب دیا انہیں ناگوار عذاب) جسے سن کر طبائع گھبرا جائیں اور ایسی سخت تکلیف کہ جیسی مجرم نے دیکھی نہ سنی، اور نہ ہی اُسے اِس قسم کی توقع تھی۔ اگر مجرم کو اس قسم کا عذاب بتایا جاتا تو تصدیق کو تیار نہ تھا، لیکن اب اس میں مبتلا ہے۔

ذہن نشین رہے کہ قہرِ غیر متوقع سے زیادہ سے زیادہ درد محسوس ہوتا ہے، جیسے غیر متوقع لطف میں بہت زیادہ لذت حاصل ہوتی ہے۔ اس سے جلدی کا عذاب مراد ہے کہ جب آیا تو مجرموں کی جڑ کٹ گئی، جیسے طوفان میں غرق ہونا اور دریا میں ڈوب کر مرنا، آگ میں جل جانا، تیز آندھی، سخت سے سخت چیخیں۔ **نُكْرًا** کا معنی وہ سخت امر جس کا عرفان نہ ہو۔ 'الانکار' عرفان کی نقیض ہے۔۔ المختصر۔۔ جب انہوں نے سرکشی کی۔۔۔

فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا ⑨ أَعَدَّ اللَّهُ

تو چکھا اپنے کام کے وبال کو، اور اُن کے کام کا انجام ہوا خسارہ میں ● تیار کر چکا ہے اللہ

لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ۚ الَّذِينَ آمَنُوا ۛ

اُن کے لیے سخت عذاب۔ تو ڈرا کرو اللہ کو اَے عقل والو!۔۔۔ جو ایمان لا چکے۔۔

قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ⑩

بے شک نازل فرمایا اللہ نے تمہاری طرف یادگار ●

(تو چکھا اپنے کام کے وبال کو) اور اُس کے نقصان کو۔ (اور اُن کے کام کا انجام ہوا خسارہ میں)۔ اور اِس سے بڑھ کر اور بدتر کون خسارہ ہے کہ جنت اور دیدارِ الٰہی سے محروم ہوں گے، اور قید خانۂ دوزخ اور عذابِ دردناک میں مبتلا ہوں گے۔ (تیار کر چکا ہے اللہ) تعالیٰ (ان) مشرکین (کے لیے سخت عذاب) دونوں جہان میں۔ (تو ڈرا کرو اللہ) تعالیٰ (کو) یعنی اُس کے عذاب کو (اَے عقل والو۔۔ جو ایمان لا چکے۔۔ بے شک نازل فرمایا اللہ) تعالیٰ (نے تمہاری طرف یادگار) یعنی نصیحت ۔۔یا۔۔ شرف کہ قرآن شریف ہے اور بھیجا تمہارے پاس۔۔۔

رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا

وہ رسول جو تلاوت فرمائے تم پر اللہ کی روشن آیتیں، کہ نکال باہر کرے اُنہیں جو مان گئے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ؕ وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَیَعْمَلْ

اور نیکیاں کیں، اندھیریوں سے روشنی کی طرف۔ اور جو مان جائے اللہ کو اور کرے

صَالِحًا یُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ

لیاقت مندی، داخل فرمائے گا اُسے باغوں میں بہتی رہتی ہیں جن کے نیچے نہریں، ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے اُس میں۔

قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ﴿۱۱﴾

بے شک خوب کردی اللہ نے اُس کی روزی●

(وہ رسول جو تلاوت فرمائے تم پر اللہ) تعالیٰ (کی روشن آیتیں) قرآن کی کہ خدا کا کلام ہے۔

قرآن کو حق تعالیٰ نے شرف فرمایا، اس واسطے کہ دُنیا میں شرف اور عقبیٰ میں بزرگی قرآن پڑھنے اور اس پر عمل کرنے سے وابستہ ہے۔ بعضوں نے کہا کہ **ذِکْر** قرآن ہے اور رسول یعنی خدا کے فرستادہ جبرائیل امین ہیں۔ اور بعضوں نے کہا کہ رسول بدل ہے ذکر سے اور ذکر وہی رسول ہے یعنی ذاکر اور نصیحت کرنے والا۔ اور بہت صحیح اور مشہور بات یہ ہے کہ **ذِکْر** پر کلام تمام ہوا، اور رسول منصوب ہے محذوف کے سبب سے۔ تقدیر کلام یہ ہے، کہ۔۔۔

متابعت کرو رسول کی جو قرآنی آیات تلاوت فرماتے ہیں۔ تا (کہ نکال باہر کرے انہیں جو مان گئے اور نیکیاں کیں اندھیریوں سے روشنی کی طرف)۔ یعنی تا کہ نکالے خدا۔۔یا۔۔قرآن۔۔یا۔۔ رسول اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک کام انجام دیئے۔

(اور جو مان جائے اللہ) تعالیٰ (کو اور کرے لیاقت مندی)۔ یعنی ایسے کام انجام دے جو ریاء، بناوٹ اور غرض سے پاک وصاف ہوں، (داخل فرمائے گا) حق تعالیٰ (اسے) ایسے (باغوں میں بہتی رہتی ہیں جن کے) مکانوں اور درختوں کے (نیچے نہریں، ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے اُس میں) بے زوال اور بے انتقال۔ (بے شک خوب کردی ہے اللہ) تعالیٰ (نے) بہشت میں (اس) مؤمن (کی روزی) اور وہ بھی کیا خوب روزی۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ

اللہ ہے جس نے پیدا فرمایا سات آسمانوں کو، اور زمینیں اُسی قدر۔ اُترتا رہتا ہے

الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ

حکم اُن کے درمیان، تا کہ جان لو کہ بلاشبہ اللہ ہر چاہے پر قدرت والا ہے۔۔

ع ۵ ۱۸

وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ﴿۱۲﴾

اور بے شک اللہ نے گھیر لیا ہر ایک کو علم میں●

(اللہ) تعالیٰ وہ (ہے جس نے پیدا فرمایا سات آسمانوں کو) ایک پر ایک۔ (اور) پیدا کیں (زمینیں اُسی قدر) سات عدد۔۔یا۔۔اُسی کی طرح ایک کے نیچے ایک۔ (اترتا رہتا ہے حکم) الٰہی اور اُس کی قضاوقدر (اُن کے درمیان)۔ یعنی اُس کا حکم آسمان وزمین میں سب جگہ جاری ہے (تاکہ جان لو کہ بلاشبہ اللہ) تعالیٰ (ہر چاہے پر قدرت والا ہے) جو چاہے پیدا کرے۔ (اور) اللہ تعالیٰ نے اپنا حکم سب پر جاری کیا ہے تاکہ تمہیں علم ہو جائے، کہ (بے شک اللہ) تعالیٰ (نے گھیر لیا ہر ایک کو علم میں) یعنی علم کی رُو سے، یعنی اُس کا علم اور اُس کی قدرت سب چیزوں کو گھیرے ہے۔ 'موجوداتِ عینی' اور 'موجوداتِ غیبی' میں سے کوئی اُس کے علم اور قدرت سے خالی نہیں ہے۔

اختتام سورہ الطلاق ۔۔ ﴿۲۴رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۱۴/اگست ۲۰۱۲ء، بروز سہ شنبہ﴾

۔۔ ﴿۲۴رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۱۴/اگست ۲۰۱۲ء۔۔۔بروز سہ شنبہ﴾ ۔۔

سُوْرَةُ التَّحْرِيْم

سورۃ التحریم۔۔۶۶ مدنیہ ۱۰۷ — آیاتہا ۱۲۔۔رکوعاتہا ۲
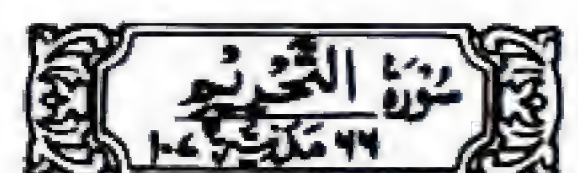
نقل ہے کہ رسولِ مقبول ﷺ شہد کے شربت کو دوست رکھتے تھے۔ ایک وقت میں حضرت زینب بنت جحش کے پاس کسی قدر شہد تھا، جب آنحضرت ﷺ اُن کے گھر رونق افروز ہوتے، تو حضرت زینب شربت بناتیں اور آپ ﷺ کو اس سبب سے اُن کے گھر زیادہ توقف ہوتا۔ یہ بات اپنی غیرت طبیعہ کی وجہ سے بعض ازواج طاہرات کو گراں گزری۔

ام المومنین حضرت بی بی عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اِس بات پر اتفاق کیا اور یہ امر ٹھہرا لیا کہ جب حضرت ﷺ وہاں سے شربت پی کر تشریف لائیں، تو ہم میں سے ہر ایک کہے کہ آپ کے دَھنِ مبارک سے 'مغافیر' کی بُو آتی ہے۔ اور 'مغفور' ایک درخت کا گوند ہے اُس میں بُری بُو آتی ہے، اور حضرت اچھی بُو کو دوست رکھتے تھے اور 'بری بُو' سے

احتراز فرماتے تھے۔ ہوسکتا ہے کہ اسی درخت کے گوند کارس چوسنے کے بعد شہد کی مکھیوں سے جو شہد نکلتا تھا اُس میں اُس کی زیادہ نہ محسوس ہونے والی ہلکی بوُ آجاتی ہو، تو گمان کیا جاسکتا تھا کہ نبی کریم علیہ السلام اگر یہ سن لیں گے کہ اُس کی بوُ دوسرے بھی محسوس کررہے ہیں، تو اپنے کمالِ نظافت کی وجہ سے اُس کو ترک فرمادیں گے۔اور پھر اسی شربت پینے کے خیال سے آپ حضرت زینب کے پاس زیادہ ٹھہر جاتے تھے وہ سلسلہ ختم ہوجائے گا۔

میں نے یہ وضاحت اِس لیے کردی ہے تاکہ ازواجِ مطہرات پر دیدہ و دانستہ کذب بیانی کا الزام نہ لگایا جاسکے۔

۔۔المختصر۔۔ حضرت ایک دن شہد کا شربت پی کر جس جس بی بی کے پاس آپ تشریف لائے، ہر ایک نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ میں 'مغفور' کی بوُ آتی ہے۔آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں نے تو 'مغفور' نہیں کھایا، مگر زینب کے گھر شہد کا شربت پیا ہے۔ بیبیاں بولیں کہ شہد کی مکھیوں نے اُس درخت کی کلی چوسی ہوگی۔

جب یہ صورت مکرر واقع ہوئی، تو حضرت نے فرمایا:

حَرَّمْتُ العسل علی نفسی فواللّٰہ لا اکلہ ابداً

یعنی میں نے حرام کرلیا شہد اپنی ذات پر۔ پس قسم اللہ کی نہ کھاؤں گا میں اُسے کبھی۔

اور یہ قسم آپ نے اِس لیے کھائی کہ دوبارہ کوئی آپ کو شہد نہ کھلائے پلائے، تو یہ آیت نازل ہوئی۔ شانِ نزول کے تعلق سے یہ روایت بھی مشہور ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری کے دن آپ اُن کے گھر تشریف لے گئے، وہ آپ کی اجازت سے اپنے والد ماجد کو دیکھنے گئی تھیں۔ آپ نے حضرت ماریہ قبطیہ کو طلب فرما کر اپنی خدمت سے سرفراز کیا۔ حضرت حفصہ اس بات پر مطلع ہوئیں اور رنج ظاہر کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اَے حفصہ تُو راضی نہیں ہے کہ میں اُسے اپنے اوپر حرام کرلوں۔ حضرت حفصہ نے عرض کی میں راضی ہوں یارسول اللہ! ﷺ۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بات تمہارے پاس امانت ہے تمہیں چاہیے کہ کسی سے نہ کہو، انہوں نے قبول کیا۔ جیسے ہی حضرت اُن کے گھر سے باہر آئے وہ فرطِ مسرت میں غرق ہوگئیں اور اپنی مسرت میں شریک کرنے کے خیال سے حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ بات کہہ دی اور اُن کو مبارک باد دی کہ قبطیہ کی باری سے ہم نے نجات پائی۔ جب

حضرت الشیبانی حضرت بی بی عائشہ کے گھر تشریف لے گئے، تو انہوں نے رمز و کنایہ میں یہ حکایت کہی اور یہ سورت نازل ہوئی۔

۔۔الحاصل۔۔اِس سورت میں اُن احکام کا بیان ہے جو ازواجِ مطہرات کے ساتھ مخصوص ہیں، تا کہ وہ دوسری مسلم خواتین کے لیے نمونہ ہوں۔ اِس سورہ کا نام 'تحریم' اِسی کی آیت ا کے کلمہ لِمَ تُحَرِّمُ سے ماخوذ ہے۔ایسی مبارک، معنی خیز، اور ہدایت آموز سورۂ پاک کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَؕ

اے آنحضرت! کیوں پرہیز کرو تم اُس سے کہ حلال فرمادیا جسے اللہ نے تمہاری خاطر۔تم چاہتے ہو اپنی بیبیوں کی خوشی۔

وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ①

اور اللہ غفور رحیم ہے●

(اُے آنحضرت!) نبی مکرم ﷺ' (کیوں پرہیز کرو تم اُس سے کہ حلال فرمادیا جسے اللہ) تعالیٰ (نے تمہاری خاطر)۔تمہیں ملک یمین۔۔یا۔۔عسل سے پرہیز واجتناب کی ضرورت نہیں، اور وہ بھی اس لیے کہ (تم چاہتے ہو اپنی بیبیوں کی خوشی)۔اُے محبوب! یہ تمہارا مقام نہیں ہے کہ تم اپنی ازواج کو راضی کرو۔ بلکہ اُن ازواج کو یہ چاہیے کہ وہ تمہاری رضا کو تلاش کریں۔(اور اللہ) تعالیٰ (غفور) ہے یعنی بخشنے والا ہے تمہارے قسم کھانے کو، اور (رحیم ہے) یعنی مہربان ہے کہ اُس نے قسم کا کفارہ مقرر کر دیا ہے۔۔اور۔۔

قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْۚ وَ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْۚ وَ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ②

بے شک مقرر فرمادیا اللہ نے تمہاری خاطر کو، تم سب مسلمانوں کی قسموں کا کفارہ، اور اللہ تم لوگوں کا مولیٰ ہے۔اور وہی علم والا حکمت والا ہے●

(بے شک مقرر فرمادیا اللہ) تعالیٰ (نے تمہاری خاطر کو تم سب مسلمانوں کی قسموں کا کفارہ)

تو جو کچھ قسم کے سبب سے باندھتے ہو اُسے کفارہ سے کھول سکتے ہو۔۔۔اور قسم کے کفارہ کا بیان سورۂ مائدہ میں آچکا ہے۔۔۔(اور اللہ) تعالیٰ (تم لوگوں کا مولیٰ ہے)، یعنی تمہارا دوست ہے اور تمہارے کاموں کا متولی ہے۔ وہی کرتا ہے جس میں تمہارے کام کی درستی ہو۔(اور وہی علم والا) ہے اور جانتا ہے بندوں کی مصلحتیں۔اور (حکمت والا ہے) یعنی پکا کام کرنے والا ہر چیز میں جو کہ بندوں کی نسبت کہتا ہے یا کرتا ہے۔

وَاِذۡ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعۡضِ اَزۡوَاجِهٖ حَدِیۡثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتۡ بِهٖ وَاَظۡهَرَهُ اللّٰهُ

اور جبکہ پوشیدہ کی آنحضرت نے اپنی ایک بی بی سے بات۔ پھر جب کہہ ڈالا اُن بی بی نے اُس کو، اور ظاہر فرما دیا اُسے اللہ نے

عَلَیۡهِ عَرَّفَ بَعۡضَهٗ وَاَعۡرَضَ عَنۡۢ بَعۡضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتۡ

آنحضرت پر، تو اُنہوں نے جتا دیا کچھ اور چشم پوشی کی کچھ سے۔ تو جب بتایا آنحضرت نے اُن بی بی کو، اُنہوں نے پوچھا

مَنۡ اَنۡۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِیَ الۡعَلِیۡمُ الۡخَبِیۡرُ ﴿۳﴾

کہ "کس نے خبر دی آپ کو اُس کی؟" جواب دیا کہ "خبر دی مجھے اللہ علم والے بتانے والے نے"●

(اور) یاد کرو اے ایمان والو! (جبکہ پوشیدہ کی آنحضرت نے اپنی ایک بی بی سے بات) یعنی ام المومنین حضرت حفصہ سے راز دارانہ طور پر فرمایا، کہ بی بی ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر حرام کر لینا ہے یعنی اُن سے پرہیز کرنا ہے۔۔یا۔ شہد پینے سے اجتناب کرنا ہے۔۔یا۔۔حضراتِ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت کا ذکر۔

یہ باتیں آپ علیہ السلام نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے پوشیدہ طور پر فرمائی تھیں اور انہوں نے حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے ظاہر کر دیا۔

(پھر جب کہہ ڈالا ان بی بی نے اُس کو اور ظاہر فرما دیا اُسے اللہ) تعالیٰ (نے آنحضرت پر)، یعنی اس افشائے راز کی خبر دے دی، (تو انہوں نے) حضرت بی بی حفصہ کو (جتا دیا کچھ)۔ یعنی میں نے تم سے جو فلاں فلاں بات کہی تھی اور تم نے ان میں سے اس قدر بات ظاہر کر دی یعنی بی بی ماریہ قبطیہ کو حرام کر لینا، (اور چشم پوشی کی کچھ سے)۔

مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے کرم کی راہ سے سب باتیں نہیں جتائیں، حالانکہ حضرت بی بی حفصہ نے رسولِ مقبول کی سب پوشیدہ باتیں کہہ دی تھیں، تو آپ وہ سب

باتیں حضرت حفصہ کے سامنے منہ پر نہیں لائے۔

(تو جب بتایا آنحضرت نے ان بی بی کو) اس بات سے جس کی اطلاع خدا نے آپ کو دی تھی، تو (انہوں نے پوچھا کہ کس نے خبر دی آپ کو اس کی؟) کہ میں نے آپ کا راز فاش کر دیا۔

چونکہ یہ راز کی بات انہوں نے حضرت عائشہ سے کی تھی اور یہ تاکید بھی کر دی تھی کہ وہ کسی کو نہ بتائیں، تو انہیں خیال ہوا کہ شاید حضرت عائشہ ہماری تاکید کا خیال نہ کر سکیں اور آنحضرت ﷺ سے اُسے کہہ دیا۔ اسی لیے آنحضرت سے پوچھ لیا کہ آپ کو یہ بات کس نے بتائی۔ آپ علیہ السلام نے۔۔۔

(جواب دیا کہ خبر دی مجھے اللہ) تعالیٰ (علم والے) نے جو جاننے والا ہے دِل کی چھپی باتیں، اور (بتانے والے نے) جو پوشیدہ باتوں کو جس کو چاہتا ہے اُس کو بتا دیتا ہے۔

اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ

بے شک تم دونوں بیبیاں توبہ کر ڈالو اللہ کی طرف، کہ تمہارے دِل ہٹ گئے ہیں، اور اگر چھائی رہوگی اُس پر، تو بے شک اللہ ہی

هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ﴿۴﴾

آنحضرت کا مولیٰ ہے، اور جبرائیل، اور لائق مسلمان۔ اور پھر فرشتے اُن کی پشت پر حاضر ہیں●

(بے شک تم دونوں بیبیاں) اَے حفصہ! اور اَے عائشہ! (توبہ کر ڈالو اللہ) تعالیٰ (کی طرف) اور آنحضرت کا دِل ستانے میں باہم پشت پناہ نہ ہو، تو تمہارے واسطے بہتر ہوگا۔ یہ ہدایت اس لیے ہے (کہ تمہارے دِل ہٹ گئے ہیں) صواب سے کہ رسول کے بھید کی محافظت نہیں کرتیں۔۔۔یا۔۔ رسول کی پسند کا خیال نہیں کرتیں، اور صرف اپنی خواہش کی تکمیل کے لیے رسولِ کریم کی پسندیدہ چیز سے آپ کو پرہیز کرانے کی تدبیر میں لگی رہتی ہیں۔

(اور اگر چھائی رہوگی اِس پر) یعنی رسولِ کریم کے دِل کو ستانے پر ایک دوسرے کی مددگار و پشت پناہ رہوگی، (تو بے شک اللہ) تعالیٰ (ہی آنحضرت کا مولیٰ ہے) یعنی یار و مددگار ہے اپنے پیغمبر کا۔ وہی آپ کو نصرت فرمائے گا (اور جبرائیل) اُن کے رفیق ہیں جو اُن کی مددگاری کریں گے۔ (اور لائق مسلمان) ان کے تابع اور معین ہیں۔

ان مؤمنوں سے سارے صحابہ مراد ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر اور

حضرت فاروق اعظم مراد ہیں، جو حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کے والد ہیں اور آپ کے معاون ہیں، کہ آپ کی خوشی اپنی اولاد کی خوشی پر اختیار کریں گے۔ بقول حضرت مجاہد اس سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو حقیقی مددگار ہے باقی سب اُسی کی مدد و نصرت کے مظاہر ہیں۔

(اور) اس کے باوجود کہ خدا، جبرائیل اور صحابہ آپ کے یار ہیں (پھر) مزید برآں (فرشتے اُن کی پشت پر حاضر ہیں) یعنی آسمان و زمین کے سب فرشتے بھی آپ کی یاری اور خدمت گزاری کے لیے مستعد ہیں۔

اب آگے آپ کی بیبیوں کو خوف دلانے کی غرض سے ارشاد ہوتا ہے کہ۔۔۔

عَسٰی رَبُّہٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ

قریب ہے کہ اُن کا رب، اگر طلاق دے دی آنحضرت نے تم کو، یہ کہ بدل دے اُن کی خاطر تم سے بہتر بیبیاں نیاز مند،

مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ۝

مان دان کرنے والیاں، فرمانبردار، توبہ والیاں، پجاریاں، روزہ دار، بیوہ اور کنواریاں●

(قریب ہے کہ اُن کا رب اگر) بالفرض (طلاق دے دی آنحضرت نے تم کو، یہ کہ بدل دے اُن کی خاطر تم سے بہتر بیبیاں)۔

یہ قدرت سے خبر دینا ہے، اس امر کے واقع ہونے سے خبر دینا نہیں ہے۔ اس واسطے کہ خدا چاہتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ طلاق نہ دیں۔۔ نیز۔۔ جانتا تھا کہ آپ طلاق نہ دیں گے۔

پھر ان بیبیوں کی تعریف فرماتا ہے جو اس کی قدرت میں اپنے رسول کے واسطے بدل دینا تھیں، وہ کیسی ہوں گی؟۔۔۔

(نیاز مند) وحدانیت کا اقرار کرنے والیاں۔۔یا۔۔ حکم الٰہی ماننے والیاں، (مان دان کرنے والیاں) تصدیق کرنے والیاں۔۔یا۔۔ باور رکھنے والیاں۔۔یا۔۔ اخلاص لانے والیاں، (فرمانبردار) نمازی، (توبہ والیاں) یعنی گناہوں سے توبہ کرنے والیاں۔۔یا۔۔ بارگاہِ خدا میں رجوع لانے والیاں، (پجاریاں) یعنی بندگی بجالانے والیاں۔۔یا۔۔ زاری کرنے والیاں، (روزہ دار)۔۔یا۔۔ ہجرت کرنے والیاں۔ (بیوہ) شوہر کو دیکھے ہوئیں (اور کنواریاں)۔

حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ شوہر دیکھی ہوئی تو آسیہ فرعون کی جورو ہے، اور کنواری حضرت مریم، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں۔حق تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ قیامت کے دن جنت میں اُن دونوں بیبیوں کو رسولِ مقبول ﷺ کی بی بی بنائے گا۔اب آگے یہ وضاحت کی جارہی ہے کہ قریبی رشتہ داروں کو درجہ بدرجہ امر بالمعروف ضروری ہے۔۔ چنانچہ۔۔ارشاد ہوتا ہے کہ۔۔۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ

اُے ایمان والو! بچالو اپنی جانوں کو اور اپنے والوں کو اُس آگ سے، جس کا ایندھن انسان ہیں

وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ

اور پتھر۔جس پر فرشتے ہیں سخت کرے۔نہیں نافرمانی کرتے اللہ کی، جو کچھ حکم دے دیا اُس نے،

وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿۶﴾

اور کرتے رہتے ہیں جو بھی حکم دیے جاتے ہیں●

(**اُے ایمان والو! بچالو اپنی جانوں کو**) گناہ ترک کر کے، (**اور اپنے والوں کو**) یعنی اپنے لوگوں اور اپنی اولاد کو نصیحت کر کے، (**اُس آگ سے جس کا ایندھن انسان ہیں**) یعنی کافر جن اور انسان (**اور پتھر**) یعنی گندھک کہ اُس کی گرمی تیز کرے گا۔۔یا۔۔پتھر کے بت جنہیں کافر پوجتے ہیں ۔۔یا۔۔احبار ورہبان کے خزانے سونے چاندی کے جن کا اصل اور منشا پتھر ہے۔(**جس پر فرشتے ہیں سخت کرے**) یعنی دوزخ پر متعین اور موکل فرشتے سخت کلام کرنے والے، سخت کام کرنے والے قوی، کہ دوزخیوں کو نہ ان سے لڑنے کی قوت اور نہ ان کے قبضے سے بھاگ جانے کی مجال اور طاقت ہوگی۔وہ فرشتے (**نہیں نافرمانی کرتے اللہ**) تعالیٰ (**کی، جو کچھ حکم دے دیا اُس نے**) وہی کرتے ہیں اور خدا کی مخالفت نہیں کرتے۔(**اور کرتے رہتے ہیں جو بھی حکم دیئے جاتے ہیں**)۔

تبیان میں لکھا ہے کہ دوزخ کے فرشتوں کو کافروں کے عذاب کے سبب سے اتنی ہی لذت حاصل ہوگی، جتنی لذت جنتیوں کو جنت کی نعمتوں سے حاصل ہوگی۔جب وہ فرشتے کافروں کو دوزخ کے کنارے لائیں گے تو کافر عذر کرنا شروع کر دیں گے اور اخلاص کا داعیہ کریں گے، تو حق تعالیٰ فرمائے گا۔۔یا۔۔فرشتے کہیں گے۔۔۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

اَے کافرو! نہ تاویل گڑھو آج۔ تم بدلہ دیے جاتے ہو اُسی کا جو کیا کرتے تھے●

(اَے کافرو! نہ تاویل گڑھو آج) کہ اب عذر قبول نہیں ہے اور عذر سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ (تم بدلہ دیئے جاتے ہو اُسی کا جو کیا کرتے تھے) دُنیا میں۔

دوزخ کی ہولناکی اور کافروں کے انجام کو ذکر کرنے کے بعد ایمان والوں کو متنبہ کیا جارہا ہے کہ۔۔۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ

اَے ایمان والو! توبہ کرو اللہ کی جانب کھری توبہ۔ قریب ہے کہ تمہارا رب اُتار دے تم سے تمہارے گناہ،

سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ

اور داخل فرمائے تمہیں باغوں میں، بہتی ہیں جن کے نیچے نہریں، جس دن کہ نہ رسوا کرے گا اللہ آنحضرت کو،

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ

اور جو ایمان لائے اُن کے ساتھ۔ اُن کا نور دوڑ رہا ہوگا اُن کے آگے، اور اُن کے داہنے۔ دُعا کریں گے

رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۸

کہ "پروردگارا! پورا فرمادے ہمارے لیے ہمارے نور کو اور بخش دے ہمیں، بے شک تُو ہر چاہے پر قدرت والا ہے"●

(اَے ایمان والو! توبہ کرو اللہ) تعالیٰ (کی جانب، کھری توبہ)۔ کہ پھر گناہ کے پاس بھی نہ جاؤ۔

حضرت معاذ ابن جبل نے فرمایا کہ تَوْبَةً نَّصُوْحًا یہ ہے کہ توبہ کر کے گناہ کی طرف نہ پھرے، جیسے چھاتی سے نکلا ہوا دودھ چھاتی میں واپس نہیں جاتا۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا تَوْبَةً نَّصُوْحًا کے ۲ دُو رکن ہیں۔ ایک تو ندامت گزرے ہوئے گناہ پر اور دوسرے عزیمت آئندہ گناہ نہ کرنے پر۔

تو اَے کھری توبہ کرنے والو! (قریب ہے کہ تمہارا رب اتار دے تم سے تمہارے گناہ)، یعنی تمہارے گناہ مٹادے معاف فرما کر۔ (اور داخل فرمائے تمہیں) اُن (باغوں میں، بہتی ہیں جن کے) مکانوں اور درختوں کے (نیچے نہریں)۔ جنتوں میں داخل ہونا کب ہوگا؟۔۔۔

(جس دن کہ نہ رسوا کرے گا اللہ) تعالیٰ (آنحضرت کو، اور) اُن کو (جو ایمان لاتے) ہیں اُن کے ساتھ)۔ یعنی اللہ تعالیٰ رسولِ کریم کی ذات پر عذاب و عتاب نہ کرے گا، اور گنہگاروں کے باب میں اُن کی شفاعت رَد نہ فرمائے گا، اور ایمان والوں کی بھی شفاعت اُن کے دوستوں کے باب میں قبول فرمائے گا۔ اور (اُن کا) وہ (نور) جو حق تعالیٰ نے اُن کو عطا کیا ہے (دوڑ رہا ہوگا اُن کے آگے اور اُن کے داہنے) جب صراط پر گزریں گے۔ اور اس وقت منافقوں کا نور بجھ جائے گا۔

(دُعا کریں گے) ایمان والے (کہ پروردگارا! پورا فرمادے ہمارے لیے ہمارے نور کو)۔ یعنی ہمارا نور باقی رکھتا کہ صراط سے صحیح سلامت ہم گزر جائیں۔ (اور بخش دے ہمیں) یعنی گناہوں کی تاریکی سے پاک کردے۔ (بے شک تُو ہر چاہے پر قدرت والا ہے)۔ جو چاہے کرے۔ تو نور پورا کرنے اور مغفرت کرنے وغیرہ پر تُو قادر ہے۔

اِسی سورہ مبارکہ کی آیت ۶ میں مسلمانوں کو یہ ہدایت ہے کہ وہ اپنے کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم سے بچائیں۔ ظاہر ہے کہ اِس سے مراد یہ ہے کہ اُن اسباب کو اپنانے سے بچائیں جو جہنم رسید کردینے والے ہوں۔ انہیں اسباب میں سے ایک سبب بے دینوں کے ساتھ میل ملاپ اور محبت وودادکا تعلق رکھنا بھی ہے۔

دورِ حاضر میں لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ بدمذہب سے سختی کو تشدد و تعصب اور ان سے نرمی وغیرہ کو خوش خلقی کا نام دے رہے ہیں۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ حضور سرورِ کونین ﷺ رحمۃ للعالمین اور دُنیا کے جملہ رحم دلوں اور رقیق قلبوں کے سردار اور امام ہیں۔ حق تعالیٰ جب انہیں بے دینوں سے سختی کے ساتھ پیش آنے کا حکم فرماتا ہے پھر ہم تم کس شمار میں ہیں۔۔ چنانچہ۔۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔۔۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ جَٰهِدِ ٱلۡكُفَّارَ وَٱلۡمُنَٰفِقِينَ وَٱغۡلُظۡ عَلَيۡهِمۡۚ

اَے آنحضرت! جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے، اور سخت رہو اُن پر۔ اور اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

وَمَأۡوَىٰهُمۡ جَهَنَّمُۖ وَبِئۡسَ ٱلۡمَصِيرُ ۝٩

اور کتنی بُری پھرنے کی جگہ ہے●

(اَے آنحضرت! جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے اور سخت رہو اُن پر)، اِس کا منشا یہ ہے کہ دین میں شدت کو اختیار کیجیے۔ جہاد کا مطلب یہ ہے کہ آپ اُن کے خلاف تلواروں اور نیزوں اور

دیگر ہتھیاروں سے جہاد کیجیے، اور اپنے موقف کے ثبوت پر دلائل پیش کیجیے۔ اور انہیں اللہ کے دین کی دعوت دیجیے۔ اور جو منافقین حدود کا اِرتکاب کرتے ہیں سو آپ اُن پر اللہ کے حدود قائم کیجیے۔

جب نبی ﷺ کو منافقین کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا ہے، تو ضروری ہوا کہ آپ کو علم ہو کہ کون منافق ہے۔ اور ایمان اور نفاق دِل میں ہوتا ہے اور اس کا تعلق علم غیب سے ہے، تو اِس آیت میں یہ دلیل بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم غیب عطا فرمایا ہے۔

۔۔المختصر۔۔ اَے محبوب! ان کافروں اور منافقوں کے ساتھ آپ قلبی محبت نہ فرمائیں اور ان کے ساتھ ایسا سلوک نہ کریں جو دِلی محبت کا تقاضہ ہوتا ہے کیونکہ یہ اُس کے لائق نہیں ہیں۔ (اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے)، اگر یہ کافر ایمان نہیں لاتے (اور) یہ منافق دین میں اخلاص نہیں برتتے۔ تو یہ جہنم (کتنی بُری پھرنے کی جگہ ہے)۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ

ضرب المثل فرمائی اللہ نے کافروں کے لیے، نوح کی عورت اور لوط کی عورت کی، دونوں تھیں ماتحتی میں

عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ

ہمارے دو لیاقت والے بندوں کے، تو دونوں نے دغا کی اُن سے، تو نہیں کارآمد بنے اُن کے لیے اللہ کے حضور

شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝۱۰

کچھ بھی، اور کہا گیا کہ "تم دونوں چلی جاؤ آگ میں جانے والوں کے ساتھ"●

(ضرب المثل فرمائی اللہ) تعالیٰ (نے کافروں کے لیے) جو نہ ایمان لائے (نوح کی عورت اور لوط کی عورت کی)۔ یہ (دونوں) عورتیں (تھیں ماتحتی میں ہمارے دو لیاقت والے بندوں کے، تو دونوں نے دغا کی اُن سے) اور اُن پر ایمان نہ لائیں اور اُن کے دین کو قبول نہ کیا۔

بلکہ نوح علیہ السلام کی عورت واعلہ قوم کے لوگوں سے کہتی تھی کہ وہ دیوانہ ہے اور لوط علیہ السلام کی عورت واہلہ قوم کو حضرت لوط علیہ السلام کے مہمانوں کی خبر کرتی کہ قوم کے لوگ ان مہمانوں کی آرزو اور خواہش بدفعلی کے واسطے کرتے، جیسا کہ ان کے قصے میں گزرا۔

(تو نہیں کارآمد بنے) یہ پیغمبر (ان کے لیے اللہ) تعالیٰ (کے حضور کچھ بھی)۔

۔۔چنانچہ۔۔ حضرت نوح علیہ السلام کی عورت طوفان میں غرق ہوگئی، اور حضرت لوط علیہ السلام کی عوت پر پتھروں کی بارش ہوئی۔

یہ تو دُنیا میں ہوا (اور) آخرت میں (کہا گیا)، یعنی یقیناً کہا جائے گا، (کہ تم دونوں چلی جاؤ [آ]گ میں جانے والوں کے ساتھ)۔

اِس مثال کا حاصل یہ ہے کہ کافروں پر عذاب ہونا ہے اور ان میں اور پیغمبر میں جو نسبت ہے ان کے کفر کے موجود ہوتے ہوئے وہ نسبت کچھ فائدہ نہیں دیتی۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ

اور ضرب المثل فرمائی اللہ نے مسلمانوں کے لیے فرعون کی عورت کی۔۔ جب کہ دُعا کی اُس نے کہ "پروردگارا!

لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ

بنا میرے لیے اپنے یہاں ایک گھر جنت میں، اور بچالے مجھے فرعون اور اُس کے کرتوت سے،

وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۱

اور بچالے مجھے ظالم لوگوں سے"●

(اور) ایسے ہی (ضرب المثل فرمائی اللہ) تعالیٰ (نے مسلمانوں کے لیے فرعون کی عورت [کی]) یعنی آسیہ بنت مزاحم کی، (جبکہ دُعا کی اُس نے کہ پروردگارا! بنا میرے لیے اپنے یہاں ایک گھر [ج]نت میں)۔ یعنی مقامِ قرب میں مجھے جگہ دے۔

روایت ہے کہ جب آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایمان لائیں، تو فرعون کے حکم سے لوگوں نے چومیخا کر کے انہیں دھوپ میں ڈال دیا، تو حق تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم فرمایا کہ اس کے گرداگرد اپنے پروں سے اس پر سایہ کرلیں اور فرعون کے حکم سے ایک پتھر لا کر ان کے سینے پر رکھ دیا، تو آسیہ نے دُعا کی کہ اَے اللہ! مجھے جنت میں گھر دے۔۔۔

(اور بچالے مجھے فرعون) کے نفسِ خبیث (اور اُس کے کرتوت سے)، یعنی اِس سختی اور عذاب سے جو وہ مجھ پر کرتا ہے تیری توحید پر ایمان لانے کے سبب سے۔ (اور بچالے مجھے ظالم لوگوں سے) [یعنی] ظالموں کی قوم قبطیوں اور فرعون کے ماننے والوں سے۔

حق تعالیٰ نے اُس بی بی کی دُعا قبول فرمائی اور پردہ اُس کے سامنے سے ہٹا کر اور جنت میں اُس کا گھر اسے دکھا کر اُس کی روح قبض کی۔ جب اُن کی چھاتی پر پتھر رکھا تو اُن کی روح نکل چکی تھی۔ بعض تفسیروں میں ہے کہ اُس بی بی کو حق تعالیٰ نے اُن کے جسم سمیت آسمان پر اٹھالیا اور اب وہ جنت میں ہیں۔

اس مثال کا حاصل یہ ہے کہ ایمان ہونے کی بدولت کافروں سے ملے ہونے نے ان کو کچھ ضرر نہیں پہنچایا۔ جس طرح حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی عورتوں کو کفر کے سبب سے انبیاء سے ملے ہونے نے کچھ نفع نہیں دیا۔ اور یہ مثل حق تعالیٰ نے رسولِ مقبول ﷺ کی بیبیوں اور سب ایمان والیوں کے واسطے بیان فرمائی۔

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا

اور مریم دختر عمران کی، جس نے پاکدامنی کی، تو پھونکا ہم نے اُس میں اپنی طرف سے روح،

وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴿۱۲﴾ ع ۲

اور تصدیق کی اپنے رب کی باتوں اور اُس کی کتابوں کی، اور ہوئی فرمانبرداروں سے ●

(اور مریم دختر عمران کی جس نے پاکدامنی کی) اور اپنا دامن حرام اور بُرے کام سے بچا کے رکھا، (تو پھونکا ہم نے اس) کے گریبان (میں اپنی طرف سے روح) جو ہم نے پیدا کی تھی۔ (اور تصدیق کی) مریم نے (اپنے رب کی باتوں اور اُس کی کتابوں کی)، یعنی ان صحیفوں کی جو انجیل کے قبل نازل ہوئے تھے۔۔یا۔۔ اُن وعدوں کی جو جبرائیل علیہ السلام نے خدا کی طرف سے اُن سے کیے کہ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا۔۔ الختصر۔۔ تصدیق کی مریم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی سب کتابوں کی (اور ہوئی فرمانبرداروں سے)۔۔یا۔۔ ہمیشہ عبادت کرنے والیوں سے۔

اِس سے اشارہ ہے کہ حضرت مریم کی عبادت مردانِ کامل کی عبادت سے کم نہ تھی۔ حدیث میں ہے کہ مَردوں میں سے تو بہت کمال کو پہنچے، لیکن عورتوں میں کمال تک پہنچنے والیوں میں مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کا ایک امتیازی مقام ہے۔

بعونہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ سبحانہٗ، آج بتاریخ

۲۶ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔ ۱۶ اگست ۲۰۱۲ء

بروز پنجشنبہ کو ۲۸ ویں پارہ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ دُعا گو ہوں

رب کریم اپنے فضل وکرم سے باقی پاروں کی تفسیر کی تکمیل کی سعادت

مرحمت فرمائے اور فکر و قلم کو اپنی خاص حفاظت میں رکھے۔

آمِین یَامُجِیبَ السَّائِلِینَ بِحَقِّ طٰهٰ وَ یٰسٓ، بِحَقِّ نٓ وصٓ، بِحَقِّ یَابُدُّوْحُ

وَبِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِینَ سَیِّدِنَا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

بعونہ تعالیٰ وبفضلہٖ سبحانہٗ، آج بتاریخ

۷؍شوال المکرم ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔۲۶؍اگست ۲۰۱۲ء

بروز یکشنبہ، ۲۹ویں پارہ اور سورۂ ملک کی تفسیر کا آغاز کردیا ہے۔ دُعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ اِس کی اور پورے باقی قرآنِ کریم کی تفسیر مکمل کرنے کی سعادت اپنے فضل وکرم سے مرحمت فرمائے، اور فکر وقلم کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

آمِین یَامُجِیبَ السَّائِلِینَ بِحَقِّ طٰهٰ وَ یٰسٓ، بِحَقِّ نٓ وصٓ، بِحَقِّ یَابُدُّوْحُ وَبِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِینَ سَیِّدِنَا مُحَمَّد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

سُورَۃُ المُلْك

سورۃ الملک۔۔۶۷ مکیۃ ۷۷ — آیاتہا ۳۰۔۔رکوعاتہا ۲

اِس سورہ کا نام 'الملک' اِسی سورہ کی آیت ا سے ماخوذ ہے۔ اِس سورت کے اور بھی نام ہیں۔ اِس سورہ کو 'الواقیہ' اور 'المنجیہ' بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ عذابِ قبر سے بچاتی ہے اور نجات دیتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اِس سورت کا نام 'المجادلہ' رکھتے تھے کیونکہ یہ سورت قبر میں میت کی طرف سے بحث اور جدال کرتی ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں ایک سورت ہے جس میں تیس ۳۰ آیتیں ہیں، وہ اپنے پڑھنے والے کی طرف سے جھگڑا کرے گی یہاں تک کہ اُس کو جنت میں داخل کردے گی، اور وہ 'سورۂ تبارک' ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم کا ارشاد ہے، قرآن کی ایک سورہ میں تیس ۳۰ آیتیں ہیں وہ جس کی شفاعت کریں گی اُسے بخش دیا جائے گا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ 'سورۂ تبارک' اپنے پڑھنے والے کی طرف سے جھگڑا کرے گی حتی کہ اُس کو جنت میں داخل کردے گی۔ یہی سبب ہے کہ مہاجرین وانصار اِس سورت کو خاص طور پر سیکھتے تھے اور پڑھا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ وہ شخص نقصان زدہ ہے جس نے اِس سورت، یعنی 'سورۂ ملک' کو نہیں سیکھا۔ ایسی نجات دہندہ شفاعت فرمانے والی سورۂ مبارکہ کو میں شروع کرتا ہوں۔۔۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

تَبٰرَکَ الَّذِیۡ بِیَدِہِ الۡمُلۡکُ ۫ وَ ہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرُۨ ۙ﴿۱﴾ الَّذِیۡ

بڑی برکت والا ہے وہ، جس کے قبضہ میں سارا ملک ہے، اور وہ ہر چاہے پر قدرت والا ہے● جس نے

خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَ الۡحَیٰوۃَ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡغَفُوۡرُ ۙ﴿۲﴾

پیدا فرمایا موت اور زندگی کو تاکہ جانچے تمہیں کہ کون کام میں زیادہ اچھا ہے۔ اور وہی عزت والا مغفرت والا ہے●

(بڑی برکت والا) اور بزرگ و برتر اور ہمیشہ کو ثابت رہنے والا (ہے وہ، جس کے قبضہ میں سارا ملک ہے)۔ یعنی جس کے دستِ قدرت میں ساری بادشاہی ہے اور امورِ ملک میں تصرف کرتا ہے، یعنی جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے۔ (اور وہ ہر چاہے پر قدرت والا ہے)۔ جو چاہا کیا، جو چاہتا ہے کرتا ہے، اور جو چاہے گا کرے گا۔ (جس نے پیدا فرمایا) دُنیا میں آدمیوں کی (موت اور) آخرت میں اُن کی (زندگی کو)۔

اور ایک قول کے مطابق موت وزندگی سے دُنیا اور آخرت مراد ہے، یعنی دُنیا اور آخرت کو پیدا کیا۔

(تاکہ جانچے تمہیں) یعنی تمہارے ساتھ آزمائش کرنے والوں کا معاملہ کرے، تاکہ ظاہر ہو جائے (کہ) تکلیف کا گھر یعنی دُنیا میں تم میں سے (کون کام میں زیادہ اچھا ہے) اور عمل کی جہت سے زیادہ نیک ہے، یعنی کس کا اخلاص بڑھا ہوا ہے۔ (اور وہی عزت والا) ہے کہ اپنی بادشاہت میں ڈرنے والوں کو شرمندہ نہیں کرتا۔ اور (مغفرت) فرمانے (والا ہے) اُن کی خطاؤں کا۔ وہ خدا۔۔۔

الَّذِیۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیۡ خَلۡقِ الرَّحۡمٰنِ مِنۡ تَفٰوُتٍ ؕ

جس نے پیدا فرمایا سات آسمانوں کو نیچے اوپر۔ نہ دیکھو گے اللہ مہربان کے بنانے میں کوئی چوک۔

فَارۡجِعِ الۡبَصَرَ ۙ ہَلۡ تَرٰی مِنۡ فُطُوۡرٍ ﴿۳﴾

تو پھیر دیکھو نگاہ کو، کہ کیا دیکھ پاتے ہو تم کوئی رخنہ؟●

(جس نے پیدا فرمایا سات آسمانوں کو نیچے اوپر)، یعنی طبقہ طبقہ ایک پر ایک۔
معالم میں ہے کہ آسمانِ دُنیا ایک موج مضبوط ہوگئی ہے۔ دوسرا آسمان سفید مرمر کا ہے۔ تیسرا لوہا۔ چوتھا سیسا، اور بعض کے نزدیک تانبا۔ پانچواں چاندی۔ چھٹا سونا۔ ساتواں یاقوت سرخ۔
(نہ دیکھو گے اللہ) تعالیٰ (مہربان کے بنانے میں کوئی چوک) کچھ خلل اور اختلاف اور تناقض درعیب اور کجی۔ (تو پھیر دیکھو نگاہ کو)، یعنی آسمان کی طرف نگاہ پھاڑ کے دیکھو تا کہ اُس میں تم غور وفکر کرسکو، (کہ کیا دیکھ پاتے ہو تم کوئی رخنہ) یعنی کوئی دراڑ۔۔یا۔۔نقصان؟۔

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيرٌ ﴿۴﴾

پھر دوبارہ نگاہ کرو، لَوٹ پڑے گی تمہاری طرف ناکام اِس حال میں کہ تھکی ماندی ہے●

(پھر دوبارہ نگاہ کرو) اور بار بار دیکھو اور بتاؤ کہ کیا تمہیں کوئی کمی نظر آرہی ہے؟۔۔المختصر۔۔ گر ایک بار دیکھنے سے معلوم نہ ہو، تو بار بار دیکھو۔ جس کا انجام کار یہی ہونے والا ہے کہ (لَوٹ پڑے گی تمہاری طرف ناکام) ہوکر تمہاری آنکھ (اِس حال میں کہ تھکی ماندی ہے)۔۔چنانچہ۔۔وہ عیب نہ پا سکے گی اور آسمان کی طرف دیکھنے سے تھک جائے گی۔۔یا۔۔وہ پشیمان ہوگی بہت نگاہ پھیرنے سے کہ ہر چند دیکھتی ہے مگر اُس میں کوئی عیب نہیں پاتی۔

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِّلشَّيَاطِينِ

اور یقیناً بلاشبہ سنوارا ہم نے نزدیک والے آسمان کو چراغوں سے، اور کردیا ہم نے اُسے شیطانوں کے لیے مار،

وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ ﴿۵﴾

اور تیار کر رکھا ہے ہم نے اُن کے لیے بھڑکتی آگ کا عذاب●

(اور یقیناً بلاشبہ سنوارا ہم نے نزدیک والے آسمان کو)، یعنی اُس آسمان کو جو زمین سے بہت نزدیک ہے۔ زمین سے دیکھنے والوں کو ایسا ہی محسوس ہوتا ہے۔ اور آرائش دی ہم نے اُس کو (چراغوں سے) یعنی ستاروں سے، کہ راتوں کو چراغوں کی طرح روشن ہوتے ہیں۔ (اور کردیا ہم نے اُسے شیطانوں کے لیے مار)۔ اُن شیطانوں کے لیے جو چھپے چوری باتیں سننے کو آسمان کا قصد کرتے ہیں۔

(اور تیار کر رکھا ہے ہم نے اُن کے لیے) دُنیا میں آگ کے تیروں سے جلنے کے بعد آخرت میں (بھڑکتی آگ کا عذاب)۔

وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ إِذَا أُلْقُوا فِيهَا

اور اُن کے لیے جنھوں نے اِنکار کر دیا اپنے رب کا، جہنم کا عذاب ہے۔ اور کتنی بُری پھرنے کی جگہ ہے۔● جب ڈالے گئے اُس میں

سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا وَهِيَ تَفُورُ ۝

تو سنا اُس کی گدھے کی چیخ، اور وہ جوش مار رہی ہے●

(اور اُن کے لیے) بھی (جنھوں نے اِنکار کر دیا اپنے رب کا) اور کافر ہو گئے شیطان وغیرہ، (جہنم کا عذاب ہے۔ اور کتنی بُری پھرنے کی جگہ ہے) یہ دوزخ۔ (جب ڈالے گئے اُس میں تو سنا اُس کی گدھے کی چیخ)۔ یعنی گدھے ایسی آواز جو بہت بُری اور مکروہ آواز ہے۔۔ الختصر۔۔ جب کافروں کو دوزخ میں ڈالیں گے تو دوزخ شور اور فریاد کرے گی، (اور) کفار دیکھیں گے کہ (وہ جوش مار رہی ہے) اور وہ اُن کو اپنے اندر لے لے گی جیسے گوشت جوش کھائی ہوئی دیگ میں۔ اُس کے جوش کا عالم یہ ہے۔۔۔

تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۖ كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ۝

کہ پھٹا چاہتی ہے غصہ سے۔ جب جب ڈالی گئی اُس میں کوئی جمعیت، پوچھا اُنھیں اُس کے داروغوں نے کہ "کیا نہیں آیا تھا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا؟"●

(کہ) کافروں پر (پھٹا چاہتی ہے غصہ سے)، ایسا کہ قریب ہے کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ (جب جب ڈالی گئی اُس میں کوئی جمعیت) یعنی مشرکوں۔۔یا۔۔ فاسقوں۔۔یا۔۔ ظالموں کا کوئی گروہ، تو جو گناہ اُن کے دوزخ میں داخل ہونے کا سبب ہوگا اُس کے تعلق سے (پوچھا اُنھیں اُس کے داروغوں نے) ملامت کے رُو سے، (کہ) اَے مشرکو! اَے گنہ گارو! اَے ظالمو! (کیا نہیں آیا تھا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا؟) یعنی کیا کوئی پیغمبر تمہاری طرف مبعوث نہیں ہوا جو تم کو خدا کی طرف بلاتا اور اُس کے عذاب سے ڈراتا، اور اِس فضیحت سے تم کو بچاتا؟ اُس کے جواب میں۔۔۔

قَالُوا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ

سب کو بولنا پڑا کہ "کیوں نہیں، بے شک آئے تھے ہمارے پاس ڈرانے والے۔۔تو ہم نے جھٹلایا، اور جواب دیا کہ نہیں اُتارا

اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ كَبِیْرٍ ⑨

اللہ نے کچھ، تم بس کھلی گمراہ میں ہو"۔

(سب کو بولنا پڑا کہ کیوں نہیں، بے شک آئے تھے ہمارے پاس ڈرانے والے۔۔تو ہم نے جھٹلایا) اور پیغمبر کی تکذیب میں ہم نے زیادتی کی اور خدا کے اُن کو رسول کرنے اور اُن کے رسول ہونے کی ہم نے تکذیب کی۔(اور) ہم نے اُن پیغمبروں کو اُن کی دعوت کا یہ (جواب دیا کہ نہیں اُتارا اللہ تعالیٰ (نے کچھ) جو جو تم کہتے ہو وعدہ، وعید، امر، نہی وغیرہ۔اور ہم نے یہاں تک کہا کہ اَے رسولو! (تم بس کھلی گمراہی میں ہو) کہ باوجود آدمی ہونے کے نبوت کا دعویٰ کرتے ہو۔

وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِیْۤ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ⑩

اور بولے کہ "اگر ہم سنتے یا سمجھتے، تو نہ رہتے جہنم والوں میں"۔

بعضوں نے کہا ہے کہ یہ خطاب دوزخ کے فرشتوں کا ہے کافروں سے، یعنی دوزخ کے فرشتے اُن سے جواب میں کہیں گے کہ تم نہ تھے مگر بڑی گمراہی میں۔۔یا۔۔نہیں ہو تم اب مگر بڑے عذاب میں۔

(اور بولے کہ اگر ہم سنتے) پیغمبروں کی بات دُنیا میں اور اُن سے بحث نہ کرتے اور مطلبوں اور معنوں کی تفتیش نہ کرتے، اِس واسطے کہ اُن کے معجزات سے اُن کے سچے ہونے کی علامتیں اُن کے احوال سے ظاہر تھیں، (یا سمجھتے) ہم اُن کے کلام کے معنی اور فکر کرتے اُن کی حکمت کے نوروں میں، اِس واسطے کہ اُن کے اقوال اور افعال ہم معائنہ کرتے تھے، (تو نہ رہتے) ہم (جہنم والوں میں)۔

فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ⑪ اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ

تو اقرار کرلیا اُنھوں نے اپنے گناہوں کا۔تو دُور ہوں جہنم والے۔ بے شک جو ڈریں اپنے رب کو

بِالْغَیْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ ⑫

بے دیکھے، اُن کے لیے مغفرت ہے اور بڑا ثواب۔

(تو اقرار کرلیا انہوں نے اپنے گناہوں کا)۔لیکن اُس وقت کا اقرار سودمند نہ ہوگا۔(تو دُور ہوں) حق تعالیٰ کی رحمت سے (جہنم والے)۔اور (بے شک) وہ لوگ (جو ڈریں اپنے رب) کے عذاب (کو بے دیکھے) یعنی نزولِ عذاب سے پہلے۔۔یا۔۔پوشیدگی کے ساتھ،یعنی خوف کے آثار خلق سے چھپاتے ہیں اور تنہائیوں میں نالہ وفریاد کرتے ہیں روتے ہیں۔

۔۔یا۔۔'غیب' سے مراد 'دِل' ہے کہ خلق سے پوشیدہ ہے اور خدا پر ظاہر ہے،یعنی دِل میں ڈرتے رہتے ہیں۔

(اُن کے لیے مغفرت ہے) گناہوں کی (اور بڑا ثواب) ہے بہشت کی صورت میں۔

بعضوں نے کہا کہ وہ بڑا ثواب سختیوں اور مکروہات سے بے خوف ہونا ہے۔یعنی ڈرنے والوں کو اُس چیز سے امان کی خوشخبری ہے جس سے ڈرتے ہیں۔روایت ہے کہ کفارِ قریش شہواتِ عیش میں مسرور اور مغرور ہوکر رسولِ مقبول کی شان میں بے اَدبانہ باتیں کہتے تھے، اور چونکہ قرآن اُترنے کے ذریعہ سے کئی مرتبہ اُن کی باتوں کا پردہ کھل گیا،تو باہم انہوں نے یہ تدبیر کی اور یہ رائے قرار دی کہ آپس میں محمد ﷺ کی باتیں آہستہ آہستہ کیا کریں،تاکہ اُن کا خدا نہ سنے اور اُن کو آگاہ نہ کرے،تو یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑬ اَلَا يَعْلَمُ

اور آہستہ کرو اپنی بات یا زور سے،بے شک وہ جاننے والا ہے سینوں کی بات کو● کیا وہ نہ جانے

مَنْ خَلَقَ ۭ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ⑭ ع

جس نے پیدا فرمایا؟ اور وہی باریک بیں خبردار ہے●

ع ۱

(اور آہستہ کرو اپنی بات یا زور سے)،دونوں باتیں اُس کے نزدیک یکساں ہیں۔(بے شک وہ جاننے والا ہے سینوں کی بات کو) قبل اِس کے کہ وہ زبان پر آئے۔تو جو دِل کی چھپی باتوں سے واقف ہے اُس پر کچھ پوشیدہ نہ ہوگا۔وہ دِل کی بات زور سے کہیں۔۔یا۔۔آہستہ۔(کیا وہ نہ جانے جس نے پیدا فرمایا) دِل کو کہ اس میں کیا ہے؟ (اور وہی باریک بیں خبردار ہے)۔یعنی چیزوں کے باطن اور اُن کی حقیقتیں وہ جانتا ہے اور موجودات کے ظاہر اور حقائق سے وہ آگاہ ہے۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا

وہی ہے جس نے کردیا تمہارے لیے زمین کورام کہ چلو پھرو اُس کے راستوں میں،

وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ ۖ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ ﴿١٥﴾

اور کھاؤ اُس کی روزی، اور اُسی کی طرف اُٹھنا ہے●

(وہی ہے جس نے کردیا تمہارے لیے زمین کورام) یعنی نرم، تا (کہ) اس پر تم کو سیر کرنا اور چلنا آسان ہو، اور تم (چلو پھرو) بآسانی (اس کے راستوں میں)، اور رزقِ حلال وغیرہ حاصل کرنے کے لیے ہر طرف تجارتی سفر کرتے رہو۔ (اور کھاؤ اُس کی روزی) خدا کی دی ہوئی جو اُس نے تمہارے واسطے مقرر و مقدر فرمادی ہے۔ (اور اُسی کی طرف اُٹھنا ہے) تو اُس کی شکرگزاری کرو۔

ءَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ ﴿١٦﴾

کیا نڈر ہوگئے تم آسمان والے سے کہ دھنسادے تمہیں زمین میں، تو اُس وقت وہ تھرتھراتی ہو●

اَے کافرو! (کیا نڈر ہوگئے تم آسمان والے سے)، یعنی حق تعالیٰ سے جو تمہارے زعم میں آسمان پر ہے۔۔یا۔۔مقرب فرشتے سے جو عذاب پر مقرر ہے کہ وہ جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ تم بے خوف ہوگئے ہو اِس بات سے، (کہ) حق تعالیٰ۔۔یا۔۔جبرائیل اُس کے حکم سے (دھنسا دے تمہیں زمین میں، تو اُس وقت) تمہارے دھنسنے کے بعد (وہ تھرتھراتی ہو) اور اضطراب کرتی ہوئی تم کو بہت نیچے ڈال دے۔

أَمْ أَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۖ فَسَتَعْلَمُونَ

یا نڈر ہوگئے تم آسمان والے سے کہ چھوڑ دے تم پر پتھروں کی بارش، تو اب جانو گے

كَيْفَ نَذِيرِ ﴿١٧﴾

کہ کیسا تھا میرا ڈرانا●

(یا نڈر ہوگئے تم آسمان والے سے) جس میں اُس کا عرش ہے۔۔یا۔۔جو تمہارے گمان میں آسمان پر ہے۔۔یا۔۔مقرب فرشتہ حضرت جبرائیل جو آسمان پر ہیں، تو کیا تم اُن سے بے خوف ہو چکے ہو، (کہ) یہ حق تعالیٰ خود۔۔یا۔۔بواسطۂ جبرائیل (چھوڑ دے تم پر پتھروں کی بارش) جیسے کہ قوم لوط پر پتھر برسائے تھے، (تو اب جانو گے کہ کیسا تھا میرا ڈرانا)۔ مگر اب اس جان لینے سے تمہارا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

وَلَقَدۡ كَذَّبَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَكَيۡفَ كَانَ نَكِيۡرِ ﴿۱۸﴾

اور بے شک جھٹلایا جو اِن سے پہلے تھے، تو کیسا ہوا میرا اِنکار کردینا۔

(اور بے شک جھٹلایا) اور تکذیب کی اپنے رسولوں کی انہوں نے (جو اِن سے پہلے تھے)، یعنی اِس زمانے کے کافروں سے پہلے تھے اگلی امتوں کے تکذیب کرنے والے اور اپنی تکذیب کی شامت سے ہلاک ہوئے، (تو کیسا ہوا میرا اِنکار کردینا) یعنی میری سختی۔۔یا۔اُن پر میرا عذاب نازل کرنا۔

اَوَلَمۡ يَرَوۡا اِلَى الطَّيۡرِ فَوۡقَهُمۡ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقۡبِضۡنَ ؕۘ مَا يُمۡسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحۡمٰنُ ؕ

کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا پرندکو اپنے اوپر پر کھولے، اور سمیٹ بھی لیں۔۔۔نہیں روکے ہے اُنہیں مگر اللہ مہربان۔

اِنَّهٗ بِكُلِّ شَىۡءٍۢ بَصِيۡرٌ ﴿۱۹﴾

بے شک وہ ہر ایک کا نگراں ہے۔

(کیا انہوں نے نہیں دیکھا پرندکو اپنے اوپر پَر کھولے) صف کھینچے اور قطار باندھے، (اور) جو (سمیٹ بھی لیں) بازو پھیلانے کے بعد۔ (نہیں روکے ہے انہیں) اور نگاہ رکھے ہے اُن کو ہَوا میں خلاف طبع۔۔یا۔۔بازو پھیلانے اور سمیٹنے کے وقت (مگر اللہ) تعالیٰ (مہربان)، کہ اُس نے ہر ایک قسم کی چڑیا کو ایک خاص شکل صورت ہیئت طبیعت دی ہے، اور اُن کے اُڑنے کے اسباب ہَوا میں مہیا کیے ہیں۔ (بے شک وہ ہر ایک کا نگراں ہے)۔ ذرا غور کرو اور سوچو کہ۔۔۔

اَمَّنۡ هٰذَا الَّذِىۡ هُوَ جُنۡدٌ لَّـكُمۡ يَنۡصُرُكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ الرَّحۡمٰنِ ؕ

وہ کون ہے جو لشکر ہو تمہارا، مدد کرے تمہاری اللہ رحمٰن کے خلاف؟

اِنِ الۡكٰفِرُوۡنَ اِلَّا فِىۡ غُرُوۡرٍ ﴿۲۰﴾ اَمَّنۡ هٰذَا الَّذِىۡ يَرۡزُقُكُمۡ اِنۡ اَمۡسَكَ رِزۡقَهٗ

کافرلوگ بس دھوکے میں ہیں۔ کون ہے وہ جو روزی دے تمہیں؟ اگر روک لیا اللہ نے اپنی روزی کو۔

بَلْ لَّجُّوۡا فِىۡ عُتُوٍّ وَّنُفُوۡرٍ ﴿۲۱﴾

بلکہ جمے پڑے ہیں سرکشی اور نفرت میں۔

(وہ کون ہے جو لشکر ہو تمہارا) جو تمہارا مددگار بن کر (مدد کرے تمہاری اللہ) تعالیٰ (رحمٰن کے خلاف) اُس کے عذاب اور غضب سے؟ حقیقت یہ ہے کہ (کافرلوگ بس دھوکے میں ہیں) شیطان

کے، جو اِن کو یہ باور کرائے ہوئے ہے کہ تم پر عذاب نازل نہ ہوگا۔ ذرا سوچو کہ (کون ہے وہ جو روزی دے تمہیں؟ اگر روک لیا اللہ) تعالیٰ (نے اپنی روزی کو) بارش روک کر کے۔۔یا۔۔وہ اسباب باطل اور زائل کر کے جو رزق حاصل ہونے کے وسیلے اور واسطے ہیں۔ یعنی اگر خدا تم سے رزق روکے تو وہ کون ہے جو تم کو روزی دے سکے۔ اور کافر جانتے ہیں کہ خالق اور رازق وہی ہے اور اُن کا کفر نادانی کے سبب سے نہیں ہے (بلکہ جمے پڑے ہیں سرکشی اور نفرت میں)، یعنی حق سے بھاگنے اور راستی سے نفرت کرنے میں۔

اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا

تو کیا جو چلے اوندھا منہ کے بل بڑی ہدایت والا ہے، یا وہ جو چلے سیدھا؟

عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۲﴾

سیدھے راستہ پر●

(تو کیا جو چلے اوندھا منہ کے بل) اپنے منہ پر سر جھکائے، یعنی سر جھکائے چلتا ہے آگے پیچھے داہنے بائیں نہیں دیکھتا، (بڑی ہدایت والا ہے) یعنی بہت راہ پائے ہوئے ہے (یا وہ، جو چلے سیدھا) کھڑا سب طرف دیکھتا ہوا۔ بے شک یہی ہے جو چلتا ہے (سیدھے راستے پر)، یعنی اُس راہ پر جو مقصد اور منزلِ مقصود تک پہنچانے والی ہے۔

یہ مثل گمراہ کافر کے واسطے ہے جو گمراہی کے جنگل میں حیران اور سرگرداں جاتا ہے اور مؤمن راہ پایا ہوا کہ راہِ حق پر بصیرت کی رُو سے چلتا ہے۔

اَے محبوب! کافروں سے۔۔۔

قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ

کہہ دو کہ "وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہیں اور بنایا تمہارے لیے کان، اور آنکھیں، اور دل،

قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾

تم کم شکر گزار ہوتے ہو"●

(کہہ دو کہ) جس خدا کی طرف میں تم کو بلاتا ہوں (وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہیں) اپنی

قدرتِ کاملہ سے، (اور بنایا تمہارے لیے کان) اور تمہیں سماعت عطا فرمائی تا کہ حق باتیں سنو، (اور آنکھیں) بنائیں اور بصارت عطا فرمائی تا کہ قدرت کی دلیلیں دیکھو، (اور دِل) عطا فرمایا تا کہ کلماتِ الٰہی کے معنوں اور مصنوعاتِ بادشاہی کی باریکیوں میں غور وفکر کرو۔ اور (تم) بہت کچھ دیکھنے سننے کے باوجود (کم شکرگزار ہوتے ہو)، یعنی اُن نعمتوں کا کماحقہٗ شکرادا نہیں کرتے۔

قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

کہہ دو کہ "وہی ہے جس نے پھیلا دیا تمہیں زمین میں، اور اُس کی طرف حشر کیے جاؤ گے"●

اَے محبوب! (کہہ دو کہ) پیدا کرنے کے بعد (وہی ہے جس نے پھیلا دیا تمہیں زمین میں)، یعنی ہر ایک کو ایک منزل اور ایک مکان اور راہ اور کام دیا تا کہ تم عبادت کرو اور فرمانبرداری کرتے رہو، (اور اُسی کی طرف حشر کیے جاؤ گے)، یعنی اُسی کی طرف پھیرے جاؤ گے تا کہ اپنے کاموں اور اپنی باتوں کی جزا پاؤ۔

وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ

اور پوچھتے ہیں کہ "کب ہے یہ وعدہ، اگر سچے ہو؟"● جواب دو کہ "بتانا

عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۶﴾

اللہ ہی کا کام ہے۔ اور میں بس صاف صاف ڈرسنانے کا ذمہ دار ہوں"●

(اور پوچھتے ہیں) مشرک لوگ پیغمبر اور اُن کے یاروں سے (کہ کب ہے یہ وعدہ) حشر کا اور جزا پانے کا، یعنی اس وعدہ کے پورا ہونے کا وقت بتاؤ، (اگر سچے ہو)؟ اَے محبوب! (جواب دو کہ بتانا اللہ) تعالیٰ (ہی کا کام ہے)۔ یعنی اِس کا علم خدا ہی کے پاس ہے، وہی جب چاہے گا جس کو چاہے گا اُسے باخبر فرمائے گا۔ (اور میں) تو (بس صاف صاف ڈرسنانے کا ذمہ دار ہوں)۔ یعنی قیامت کے آنے سے تم کو ڈراتا ہوں، میرا فریضۂ نبوت اِسی قدر ہے۔

--الختصر--قیامت کے آنے کے دن کا بتانا میرے فریضۂ نبوت میں داخل نہیں، بلکہ میرے فریضۂ نبوت میں یہ ہے کہ اگر خدا کے بتانے سے مجھے اِس کا علم ہو بھی تو اِس کو میں ظاہر نہ کروں، اس لیے کہ ارشادِ خداوندی ہے کہ "قیامت اچانک آئے گی"، اور ظاہر ہے کہ بتادینے کے بعد اُس کا آنا

چانک نہ رہ جائے گا۔۔الحاصل۔۔میرے فریضہء نبوت میں قرآنِ کریم کی تصدیق ہے اُس کی تکذیب نہیں۔ اِن کافروں کا بھی عجیب حال ہے کہ آج تو یہ قیامت کے آنے کے دن کے منتظر بن رہے ہیں۔۔۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِیْٓـٴَـتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ قِیْلَ هٰذَا الَّذِیْ

پھر جہاں دیکھ پائے اُسے پاس، تو بگڑ گئے چہرے اُن کے جنہوں نے کفر کیا تھا، اور کہہ دیا گیا کہ "یہ ہے جس کو

كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾

تم لوگ مانگا کرتے تھے"●

(پھر جہاں دیکھ پائے اُسے) اپنے (پاس، تو بگڑ گئے چہرے اُن کے جنہوں نے کفر کیا تھا)۔ یعنی رنج اور غم کا اثر اُن کے چہروں سے ظاہر ہوگا۔(اور) دوزخ کے فرشتوں کے ذریعہ اُن سے (کہہ دیا گیا کہ یہ ہے جس کو تم لوگ) ہمیشہ (مانگا کرتے تھے) اور اُس کی تمنا کرتے تھے اور اس کی طلب میں جلدی کرتے تھے۔

امام زاہد علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ کافر ہمیشہ رسولِ کریم ﷺ کی موت کی تمنا اور آپ کے اصحاب کے ہلاک ہونے کی آرزو رکھتے تھے۔حق تعالیٰ نے اپنے حبیب سے فرمایا اے محبوب!۔۔۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِیَ اللّٰهُ وَ مَنْ مَّعِیَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ

کہو کہ "ذرا یہ بتاؤ کہ خواہ ہلاک کردے مجھے اللہ اور میرے ساتھیوں کو، خواہ رحم فرمائے ہم سب پر، تو وہ کون ہے

یُّجِیْرُ الْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۸﴾

جو پناہ دے دے کافروں کو دکھ والے عذاب سے؟"●

(کہو کہ ذرا یہ بتاؤ کہ خواہ ہلاک کردے مجھے اللہ) تعالیٰ (اور میرے ساتھیوں کو، خواہ رحم فرمائے ہم سب پر)، یعنی بخشے ہم کو اور ہماری اَجل میں تاخیر کرے، (تو وہ کون ہے جو پناہ دے کافروں کو دکھ والے عذاب سے)۔یعنی ہماری موت سے تم کو کچھ فائدہ نہیں اور ہماری زندگی تم پر سے عذاب نہ دفع کرے گی۔مراد یہ ہے کہ ایمان اور توحید کے سوا عذابِ الٰہی سے تم کو کوئی نجات دینے والا نہیں، تو اوروں کی موت کے انتظار میں رہنا کیا فائدہ دے گا۔اَے محبوب!۔۔۔

قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۹﴾

کہہ دو کہ "وہی مہربان ہے، ہم مان گئے اُس کو اور اُسی پر بھروسہ رکھا۔۔تو جلد جان لوگے جو کھلی گمراہی میں ہے"●

(کہہ دو کہ) جس پر ایمان لانا نجات کا سبب ہے وہ **(وہی)** خدائے **(مہربان ہے)** کہ **(ہم مان گئے اُس کو اور اُسی پر بھروسہ رکھا)** اُس کے غیر پر نہیں۔۔الختصر۔۔اپنا کام اُسی پر ہم نے چھوڑ رکھا ہے۔**(تو جلد جان لوگے)** عذاب دیکھنے کے بعد کہ کون ہے **(جو کھلی گمراہی میں ہے)**، ہم یا تم؟۔

اِس سورۂ مبارکہ کی آخری آیت سے مقصود یہ ہے کہ کفار سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اقرار کرایا جائے، تاکہ وہ اندازہ کریں اور دِل میں سوچیں کہ اتنے زبردست منعم کا شکر اَدا نہ کرنا اور اُس کی نعمتوں کے احسانات کو نہ ماننا اور اُس کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرنا کتنی بُری بات ہے۔کافروں کو چاہیے کہ یہ اعتراف کرتے کہ اگر زمین میں پانی دھنس جائے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بہتا ہوا پانی نہیں لاسکتا۔۔چنانچہ۔۔ارشاد ہوتا ہے کہ اَے محبوب! ان سے۔۔۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴿۳۰﴾ ع ۲ / ۱۶

پوچھو کہ "ذرا تم بتاؤ کہ اگر صبح کی تمہارے پانی نے کہ غائب ہے، تو کون لائے گا تمہارے پاس بہتا پانی"●

(پوچھو کہ ذرا تم بتاؤ کہ اگر صبح کی تمہارے پانی نے) اِس حال میں **(کہ غائب ہے)**۔

تمہارے پانی سے مراد ماءِ زمزم ہے۔۔یا۔۔میمون حضرمی کے کنویں کا پانی ہے۔۔یا۔۔کسی بھی کنویں وغیرہ کا پانی ہو۔۔۔

(تو کون لائے گا تمہارے پاس بہتا پانی) یعنی جاری پانی۔۔یا۔۔ظاہر ایسا کہ سب دیکھیں۔

بعض صحابہ کا قول یہ ہے کہ اِس آیت کو پڑھنے کے بعد کہنا چاہیے کہ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّ الْعَالَمِيْنَ ۔تفسیرِ زاہدی میں مذکور ہے کہ ایک زندیق نے سنا کہ ایک معلم اپنے شاگرد کو پڑھاتا تھا کہ فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ، تو اُس ملعون زندیق نے جواب دیا کہ بِالْمِعْوَلِ وَالْمُعِيْنِ ،یعنی بیلچہ اور مددگاروں کے سبب سے پانی کو پھر نکال لیں گے، اُسی رات کو اندھا ہوگیا اور ہاتف نے آواز دی کہ یہ تیری آنکھ کے چشمہ کا پانی غائب ہوگیا، کہہ کہ بیلچہ اور مددگار کی مدد سے اُسے پھیر لائیں۔

اختتام سورۃ الملک۔۔ ۱۱ر شوال المکرم ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔ ۳۰ر اگست ۲۰۱۲ء، بروز پنجشنبہ۔۔

-- ﴿ ۱۳؍شوال المکرم ۱۴۳۳ھ --مطابق-- یکم ستمبر ۲۰۱۲ء، بروز شنبہ ﴾ --

سُورَةُ الْقَلَمِ

سورۃ القلم--۶۸ مکیہ ۲ — آیاتہا ۵۲--رکوعاتہا ۲

اکثر مفسرین کے نزدیک اِس سورہ کا نام 'سورۃ القلم' ہے۔امام بخاری اور امام ترمذی نے اِسے 'سورۃ ن والقلم' کے نام سے یاد کیا ہے۔ یہ دونوں نام اِسی سورہ کی پہلی آیت سے ماخوذ ہیں۔'نٓ' حروفِ مقطعہ سے ہے، جس کے تعلق سے بہت سے اقوال ہیں:

﴿۱﴾--یہ اسماءِ الٰہی 'نور' اور 'ناصر' کا اوّل ہے۔

﴿۲﴾--یہ اسمِ الٰہی 'رحمان' کا آخر ہے۔

﴿۳﴾--یہ اِس سورت کا نام ہے--یا--بہشت میں ایک نہر کا نام ہے--یا--مؤمنین کے واسطے نصرتِ الٰہی کی قسم ہے۔

﴿۴﴾--مشہور بات یہ ہے کہ 'نون' مچھلی کا نام ہے، اور اِس سے مچھلی کی جنس مراد ہے--یا--وہ مچھلی مراد ہے جس کی پشت پر زمین ہے جسے 'لیوثا'--یا--'بہموت' کہتے ہیں۔امام رازی نے اِس قول کو ضعیف قرار دیا ہے۔

﴿۵﴾--حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسولِ مقبول ﷺ سے سنا ہے کہ پہلی چیز خدا نے جو پیدا کی وہ قلم تھا، پھر 'نون' کو پیدا کیا اور وہ دوات ہے، اور قلم نے اُس دوات سے لکھا جو کچھ تھا اور ہے اور ہوگا۔اِس تقدیر پر حق تعالیٰ نے قسم ارشاد فرمائی دوات کی اور قلمِ اعلیٰ کی کہ نور سے ہے، اور اُس کا طول ما بین السماءِ والارض ہے۔

﴿۶﴾--بعضوں نے کہا کہ وہ قلم مراد ہے جس سے کتابت کرتے ہیں اور دین ودُنیا کے مصالح ہیں۔اِس کے فائدے بہت ہیں--المختصر-- بڑے ہی اہتمام سے شروع کی جانے والی اِس سورۂ مبارکہ کو میں شروع کرتا ہوں---

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ **(کے)** جو **(بڑا)** ہی **(مہربان)** ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا **(بخشنے والا)** ہے۔

ٓنٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝۱ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝۲

ن اقسم ہے قلم کی، اور جو وہ لکھیں ● کہ تم نہیں ہو اپنے رب کے فضل سے مجنوں ●

قسم ہے (نٓ) یعنی نصرتِ الٰہی اور نورِ خداوندی کی، اور (قسم ہے قلم کی، اور) اُس کی (جو وہ) یعنی محافظین ملائکہ (لکھیں) از قسم احکامِ الٰہی --یا-- جو کچھ اُن کو حکم ہوتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ نٓ دہن ہے اور قلم زبان اور مَا يَسْطُرُوْنَ وہ ہے جو محافظین ملائکہ بندے پر لکھتے ہیں۔ حق تعالیٰ اِن چیزوں کی قسم ارشاد فرما کر فرماتا ہے---

(کہ تم) اَے محبوب! (نہیں ہو اپنے رب کے فضل سے مجنون) اور دیوانہ، جیسا کہ ولید ابن مغیرہ بکواس کرتا ہے اور آپ ﷺ کو معلم مجنون کہتا ہے، بلکہ آپ کی شانِ رفیع یہ ہے کہ آپ پر اَزل اور اَبد کے اسرار پوشیدہ نہیں کیے گئے ہیں۔

وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝۳ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝۴

اور بلاشبہ تمہارے لیے ثواب ہے بے حد ● اور بلاشبہ تم یقیناً بڑے خلق پر ہو ●

(اور بلاشبہ تمہارے لیے) بارِ نبوت اُٹھانے کا (ثواب ہے بے حد) اور یہ وہ فضلِ خداوندی ہے جس کو پانے میں تم خدا کے سوا کسی کے بھی احسان مند نہیں، اور آپ کے لیے یہ فضل غیر مقطوع ہے، یعنی ہمیشہ کے لیے ہے کہ منقطع ہو جانے کو ہرگز اِس میں دخل ہی نہیں۔ (اور بلاشبہ تم یقیناً بڑے خلق پر ہو)، یعنی بڑے دین پر ہو کہ وہ دینِ اسلام ہے --یا-- تم بزرگ خو ہو کہ وہ خو کسی کو نہ تھی، اس واسطے کہ اپنی قوم سے تم سختیاں اُٹھاتے ہو کہ کسی کو اُس کے اُٹھانے کی قوت نہیں۔

اور بعضوں نے کہا کہ خُلُق سے قرآن مراد ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا۔ ام المؤمنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلق کی کیفیت پوچھی گئی، تو آپ نے فرمایا کہ آپ کا خلق قرآن ہے۔ بعض عارفین نے فرمایا کہ کوئی خلیق سیدنا محمد ﷺ سے بڑھ کر نہ تھا، اس واسطے کہ آپ نے اپنی خواہش سے ہاتھ اُٹھایا اور اپنے کو بالکل حق تعالیٰ کے لیے چھوڑا۔ امام قشیری قدس سرہ نے کہا ہے کہ آپ نہ بَلاء سے منحرف ہوئے اور نہ عطا سے پھرے۔ اور بعضوں نے کہا کہ آپ کا کوئی مقصد اور مقصود خدا کے سوا نہ تھا۔

آیتِ کریمہ کہ آپ "خلق پر ہو" سے یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ 'خلق' کا تعلق آپ کی ذات سے ایسا ہی ہے جو خادم کا مخدوم سے ہوتا ہے۔۔یا۔۔جو سواری کا سوار سے ہوتا ہے، گویا 'خلق' آپ کے ماتحت ہے۔آپ جو کریں وہی 'خلق' ہے اور جس سے رخ پھیر لیں وہی بداخلاقی ہے۔۔چنانچہ۔۔اگر آپ کی شانِ رحمۃ للعالمینی کے مظاہر آپ کے خلق کے جلوے ہیں، تو اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ ہونا اور ایک موقع پر منافقین کو ذلیل کر کے مسجد سے نکال دینا وغیرہ وغیرہ بھی آپ کے خُلُقٍ عَظِیْمٍ ہی کا حصہ ہے۔

تو اب ہمارے لیے مناسب طرزِ فکر و عمل یہی ہے کہ نبی کریم کے مقام کو صفات کے ذریعہ پہچاننے کی بجائے، صفات کے مقام و مرتبہ کو نبی کی ذات سے پہچانیں۔وہ جو کریں۔۔یا۔۔جسے اچھا کہیں وہ اچھا ہے، اور وہ جس سے باز رہیں۔۔یا۔۔اُسے بُرا فرمائیں وہ بُرا ہے۔۔المختصر۔۔نبی کریم کی ذاتِ کریمہ ہی میں ہمارے لیے اچھا نمونہ ہے۔

فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۟ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ۟

تو جلد دیکھو گے، اور وہ لوگ بھی دیکھ لیں گے● کہ کسے جنون ہوا ہے●

(تو) اَے محبوب! (جلد دیکھو گے، اور وہ لوگ بھی دیکھ لیں گے) جو اہلِ مکہ میں تمہارے ...اند ہیں، یعنی جس وقت اُن پر عذاب نازل ہوگا تو معلوم ہو جائے گا سب کو (کہ کسے جنون ہوا ہے) ...ر کس گروہ میں دیوانہ ہے۔یعنی اُس وقت انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ دیوانے ہیں۔۔یا۔۔تم۔

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۠ وَهُوَ اَعْلَمُ

بے شک تمہارا رب، وہ خوب جانتا ہے جو بھٹکا اُس کی راہ سے۔اور وہ خوب جانتا ہے

بِالْمُهْتَدِيْنَ ۟ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۟

جو راہ پانے والے ہیں● تو نہ مانا کرنا اِن جھٹلانے والوں کی●

(بے شک تمہارا رب، وہ خوب جانتا ہے جو بھٹکا اُس کی راہ سے) اور حقیقت میں یہی بھٹکنے ...الا آدمی ہی دیوانہ ہے۔(اور وہ خوب جانتا ہے جو راہ پانے والے ہیں) کمالِ عقل کے ساتھ، اور وہ ...مومنین ہیں۔(تو نہ مانا کرنا اِن جھٹلانے والوں کی)، یعنی مکہ کے مشرکوں کی جو آپ کو باپ دادا کے ...ین کی طرف بُلاتے ہیں۔

وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۝۹ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝۱۰

انہوں نے آرزو رکھی کہ اگر چکنی چپڑی کرو تم، تو وہ بھی چکنی چکنی باتیں کریں ● اور نہ مانا کرنا کسی بڑے قسم کھانے والے ذلیل کی

(انہوں نے آرزو رکھی کہ اگر چکنی چپڑی کرو تم، تو وہ بھی چکنی چکنی باتیں کریں)۔ یعنی اُن کی آرزو یہ ہے کہ آپ اُن کے ساتھ بات میں نرمی اختیار فرمائیں، اور شرک پر اُن کی ملامت نہ کریں، اِس کے عوض میں وہ بھی تیرے دین پر طعنہ نہ کریں۔ تو اَے محبوب! اُن کی نہ سنیں **(اور نہ مانا کرنا کسی بڑے قسم کھانے والے ذلیل)** وخوار، سست رائے، بے حقیقت اور بے مقدار **(کی)**۔ وہ خواہ ابوجہل ہو۔۔یا۔۔اخنس بن شریف ہو۔۔یا۔۔اسود بن عبد یغوث ہو۔۔یا۔۔صحیح اور مشہور قول پر ولید بن مغیرہ ہو۔۔یا۔۔اُن کے علاوہ کوئی بھی ہو۔۔۔

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ۝۱۱ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝۱۲ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝۱۳

چوٹ کی بات کرنے والا، چغلی لے کر اِدھر اُدھر چلنے والا ● خیرات سے بڑا منع کرنے والا، حد سے بڑھ جانے والا گنہگار ● بدمزاج، اِن سب کے بعد نطفہء نا تحقیق ●

(چوٹ کی بات کرنے والا) یعنی لوگوں کے پیٹھ پیچھے عیب کرنے والا۔۔یا۔۔طعن کرنے والا اُن کے منہ پر **(چغلی لے کر اِدھر اُدھر چلنے والا)** لوگوں کے درمیان۔۔یا۔۔چغلی کھانے والا۔ **(خیرات سے بڑا منع کرنے والا)**۔۔یا۔۔منع کرنے والا ایمان اور احسان سے۔ **(حد سے بڑھ جانے والا گنہگار ○ بدمزاج)**، بدرو، زشت خو، **(اِن سب کے بعد نطفہء نا تحقیق)** یعنی ولد الزنا، حرام زادہ کہ اُس کا باپ معلوم نہیں۔

روایت ہے کہ ولید ابن مغیرہ اٹھارہ[۱۸] برس کا تھا اُس وقت مغیرہ نے دعویٰ کیا کہ میں اُس کا باپ ہوں اور اُسے اپنے ساتھ لیا۔ تفسیرِ زاہدی میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت قریش کی محفل میں ولید کے سامنے پڑھی، تو ولید نے اِن سارے عیوب کو اپنے اندر پایا، صرف خود کا حرام زادہ ہونا اُسے معلوم نہ ہوسکا۔ اپنے جی میں کہا کہ میں قریش کا سردار ہوں اور میرا باپ مشہور ومعروف ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ محمد ﷺ جھوٹ نہیں کہتے۔ مجھے انہوں نے حرام زادہ کہا تو یہ مبہم کیوں کر میں طے کروں۔

تلوار کھینچ کر اپنی ماں کے پاس آیا۔ غرضیکہ۔۔اُسے بہت دھمکایا کہ سچ بتا۔ آخر اُس

نے اقرار کیا کہ تیرا باپ عورتوں کے حق میں بے حرارت بے طاقت اور سرد تھا، یعنی بالکل نامرد تھا۔ اور اُس کے بھتیجے اُس کی میراث کی تاک میں تھے۔ مجھے رشک آیا، فلاں شخص کے غلام کو میں نے مزدوری پر ٹھہرایا۔ اُس سے تیرے باپ کا کام لیا۔ اِس طرح تجھے پیدا کیا۔ تُو اُس کا نطفہ ہے۔ بے شک تُو حرام زادہ ہے۔ اور اُس عورت کی بات سچ ہونے پر کھلی ہوئی دلیل یہ ہے، کہ ولید کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بڑی ہی خصومت اور عداوت تھی۔

تو اَے حبیب! اُس کی بات ہرگز نہ مانیں۔۔۔

اَنۡ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيۡنَ ﴿١٤﴾ اِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿١٥﴾

اِس پر کہ مال والا اور بیٹوں والا ہے● جب تلاوت کی گئیں اُس پر ہماری آیتیں، بولا کہ "اگلوں کی کہانیاں ہیں"●

سَنَسِمُهٗ عَلَى الۡخُرۡطُوۡمِ ﴿١٦﴾

جلد ہم داغ دیں گے اُس کے تھوتھنے پر●

(اس پر کہ) یعنی اس واسطے کہ وہ (مال والا اور بیٹوں والا ہے)۔۔یا۔۔ اِس جہت سے کہ وہ صاحبِ مال اور صاحبِ اولاد ہے۔ اُس کا حال یہ ہے کہ (جب تلاوت کی گئیں اُس پر ہماری آیتیں)، تو (بولا کہ) یہ (اگلوں کی کہانیاں ہیں● جلد ہم داغ دیں گے اُس کے تھوتھنے پر) یعنی سونڈ ایسی ناک پر۔۔یا۔۔سور جیسے منہ پر جس سے وہ بکواس کرتا رہتا ہے۔۔یا۔۔ہم اس کو رُو سیاہ کر دیں گے۔۔یا۔۔اُس کا عیب ہم ایسا کھول دیں گے کہ پھر وہ چھپا نہ سکے۔

تو ایک طرف حق تعالیٰ نے اُس کا عیب کھول دیا اور وہ بھی اُس کے تمام عیوب میں سے اُس عیب کو بھی ظاہر کر دیا جس کا علم اُس کی ماں کے سوا کسی کو بھی نہیں تھا۔ اور دوسری طرف جنگِ بدر میں اُس کی ناک پر ایسا زخم لگا کہ اُس کا اثر ہمیشہ باقی رہا۔ اِس مقام پر چند نکتے قابلِ لحاظ ہیں وہ ذہن نشین رہیں۔

﴿١﴾۔۔۔ولید نے اپنی بکواس میں رسولِ کریم کو مجنون کہا۔ اُس کے جواب میں قرآنِ کریم نے اِس وضاحت کے باوجود کہ اُے محبوب! آپ اپنے رب کے فضل و کرم سے مجنون نہیں، ولید کے بہت سارے عیبوں کو بھی ظاہر فرما دیا۔ تو اس سے ولید کو ترکی بہ ترکی جواب دینا ہی مقصود نہیں، بلکہ اُس پر واضح کر دینا ہے کہ اَے ولید! تُو جس کو مجنون کہہ رہا ہے، اُسی کی زبانِ فیض ترجمان سے

تیرے عیبوں کو کھولا جار ہا ہے۔

اُن عیبوں میں کچھ تو ایسے ہیں جن کا تجھے پتا ہے، لیکن انہیں میں ایک ایسا عیب ہے جس کی خبر تیری ماں کے سوا کسی کو نہیں، اور وہ ہے تیرا حرام زادہ ہونا۔ اب اُس عیب کو جو ظاہر کردے وہ مجنون نہیں ہوسکتا، بلکہ وہ ایسی ذات ہوگی جو غیب پر مطلع ہوگی۔۔الختصر۔۔اُن عیوب کا ظاہر کرنا بھی رسولِ عربی کے سچے نبی ہونے کی دلیل ہے۔

﴿۲﴾۔۔۔اِس ارشادِ قرآنی نے ظاہر کردیا کہ اگر کسی لفظ کا اِطلاق اُس کے سچے مصداق پر کیا جائے تو اُس میں کوئی بُرائی نہیں اور نہ ہی وہ گالی ہے۔۔چنانچہ۔۔ولید جن جن لفظوں کا سچا مصداق تھا اُس کا ذکر اُنہیں لفظوں سے کیا گیا، یہاں تک کہ اُس کو 'ولد الزناء' کہا گیا اور اُس کے منہ کو سور کی تھوتھنی سے تشبیہ دی گئی۔ اِس سے پتا چلا کہ جو جس لفظ کا صحیح مصداق ہو، اُس کی ذات پر اُس لفظ کا اِطلاق معیوب نہیں۔

قرآنِ کریم میں جابجا کافر کو کافر، مشرک کو مشرک، منافق کو منافق، خبیث کو خبیث، مردود کو مردود، نجس کو نجس، شیطان کو شیطان، وغیرہ وغیرہ کہہ کر ذکر کیا گیا ہے۔ اور **قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ** میں کافروں سے انہیں کافر کہہ کر خطاب کیا گیا ہے۔جس سے ظاہر ہوگیا کہ اِن کلمات کا اُن کے صحیح مصداق پر اِطلاق معیوب نہیں اور اُسے گالی نہیں سمجھنا چاہیے ۔۔ہاں۔۔اگر کسی لفظ کا اطلاق اُس کے صحیح مصداق کے سوا پر کیا جائے تو اُسے ضرور گالی قرار دیا جاسکتا ہے۔۔مثلاً: کسی مسلمان کو نصرانی۔۔یا۔۔یہودی۔۔یا۔۔ہندو کہنا یقیناً اُس مسلمان کے نزدیک گالی ہے۔۔یوں ہی۔۔اگر کسی نصرانی۔۔یا۔۔یہودی، ہندو کو مسلمان کہہ دیا جائے، تو وہ اُسے ضرور اپنے لیے گالی سمجھے گا۔

اِسی اصول پر چور کو چور، جھوٹے کو جھوٹا، شرابی کو شرابی، بدکار کو بدکار کہنا گالی کے زمرے میں نہیں آتا۔اب کسی بھی لفظ کے اطلاق کے بارے میں فیصلہ کرنے سے پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ اُس کا اطلاق اُس کے صحیح مصداق پر کیا گیا ہے یا نہیں۔یہی ایک صحیح اور سلامتی والا راستہ ہے جس سے اپنی فکر ونظر کو قرآنی اسلوب کے مطابق بنایا جاسکتا ہے اور اپنی سوچ کو قرآنی ہدایت کے سایے میں رکھا جاسکتا ہے۔۔۔آگے حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ۔۔۔

إِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ ﴿۱۷﴾

بے شک ہم نے آزمایا اُنہیں جس طرح آزمایا تھا ایک باغ والوں کو، کہ قسم کھائی تھی کہ ضرور کاٹیں گے اپنے کھیت کو صبح ہوتے●

وَلَا يَسْتَثْنُونَ ﴿۱۸﴾

اور انشاء اللہ نہیں کہتے●

(بے شک ہم نے آزمایا انہیں) یعنی اہلِ مکہ کو قحط اور گرانی اور زوالِ نعمت سے، (جس طرح آزمایا تھا ایک باغ والوں کو) یعنی باغ ضروان والوں کو میوے زائل کر دینے سے، جنہوں نے یہ کیا تھا کہ قسم کھائی تھی کہ ضرور کاٹیں گے اپنے کھیت کو صبح ہوتے) یعنی صبح سویرے۔ (اور) اُن کی صورتِ حال یہ تھی کہ سب قسم تو کھاتے مگر (انشاء اللہ) تعالیٰ (نہیں کہتے)۔۔الختصر۔۔انہوں نے مذکورہ کام کرنے کے لیے قسم تو کھائی مگر انشاء اللہ نہ کہا۔

اِس واقعہ کے تعلق سے اجمالی بات یہ ہے کہ ولایتِ یمن میں صنعاء کے نواح میں ایک مردِ صالح کا باغ تھا، میوے توڑنے کے دن فقیروں کو بلاتا اور درختوں کے نیچے فرش بچھاتا۔ جس میوے تک ہاتھ نہ پہنچتا۔۔یا۔۔ہَوا جس کو درخت سے گراتی۔۔یا۔۔جو میوہ فرش کے کنارے گرتا وہ سب فقیروں کو دے دیتا۔ اور اُس باغ کے حاصلات کا دسواں حصہ بھی فقیروں کو بانٹتا۔

جب اُس نے وفات پائی تو اُس کے بیٹوں نے آپس میں کہا کہ مال تھوڑا ہے اور عیال بہت۔ اگر ہم ایسا کریں گے جیسا کہ ہمارا باپ کرتا تھا، تو ہم پر زندگی اور معیشت تنگ ہو جائے گی۔۔لہٰذا۔۔اب ایسا کیا جائے کہ صبح سویرے جب فقیروں کو خبر بھی نہ ہو ہم جائیں اور میوہ توڑ لائیں اور اِس بات پر باہم قسم بھی کھائی جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد اوپر مذکور ہوا کہ انہوں نے قسم تو کھائی، مگر انشاء اللہ نہیں کہا۔۔۔

فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُونَ ﴿۱۹﴾ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ ﴿۲۰﴾

تو گھوم پڑا اُن پر ایک گردش والا تمہارے رب کی طرف سے، اور وہ سو رہے ہیں● تو صبح کی کھیتی نے جیسے کٹی ہوئی●

فَتَنَادَوْا مُصْبِحِينَ ﴿۲۱﴾ أَنِ اغْدُوا عَلَىٰ حَرْثِكُمْ إِن كُنتُمْ صَارِمِينَ ﴿۲۲﴾

تو اُنہوں نے ایک دوسرے کو آواز دی صبح کرتے ہوئے● کہ "سویرے ہی چلو اپنی کھیتی کو اگر کاٹنا چاہتے ہو"●

(تو گھوم پڑا اُن پر ایک گردش والا تمہارے رب کی طرف سے، اور) اِس حال میں کہ (وہ) وارث بیٹے (سو رہے ہیں ● تو صبح کی کھیتی نے جیسے کٹی ہوئی)۔ یعنی اُس بلاء کے سبب سے اُن کا باغ ایسا ہو گیا جس کا میوہ ٹوٹ چکا ہو اور چن لیا گیا ہو، ایسا کہ اس میں کچھ باقی نہ رہ گیا ہو۔ وہ سب اِس حال سے بے خبر ہو کر جب سو کر جاگے، (تو انہوں نے ایک دوسرے کو آواز دی صبح کرتے ہوئے) یعنی صبح تڑکے ایک نے دوسرے کو پکارا (کہ سویرے ہی چلو اپنی کھیتی کو) کاٹنے کے لیے اور اُس کے پھلوں کو توڑنے کے لیے (اگر کاٹنا چاہتے ہو)۔ اُس باغ میں خرمے کے درخت تھے۔۔۔

فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿۲۳﴾ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿۲۴﴾

تو چل پڑے اور وہ آہستہ آہستہ کہہ رہے ہیں ● کہ "نہ گھسنے پائے کھیتی میں آج تم پر کوئی مسکین" ●

(تو) اُن خرموں کو توڑنے کے لیے (چل پڑے اور) اِس حال میں کہ (وہ) آپس میں (آہستہ آہستہ کہہ رہے ہیں) کہ کوئی سن نہ لے اور فقراء بے خبر رہیں، تا (کہ) بے خبری کے سبب (نہ گھسنے پائے کھیتی میں آج تم پر کوئی مسکین) کہ تمہارے باغ میں آکر سابق کی طرح حصہ پائے اور ہمارے حصے کم ہو جائیں۔

وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿۲۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۲۷﴾

اور سویرے ہی پہنچے اپنی نیت بخل پر قدرت والے بن کر ● تو جب اُنہوں نے دیکھی کھیتی، بولے کہ "بلاشبہ ہم یقیناً بھٹکے ہوئے ہیں ● بلکہ ہم تو محروم ہی ہیں" ●

(اور) پھر یہ سب (سویرے ہی پہنچے اپنی نیت بخل پر قدرت والے بن کر)۔۔یا۔۔فقیروں کو محروم اور باز رکھنے کے قصد سے اپنے اعتقاد میں میوے توڑنے اور چننے پر قادر بن کر۔ (تو جب انہوں نے دیکھی کھیتی) اُس کے برخلاف جیسا کہ چھوڑا تھا، تو ایک دوسرے سے (بولے کہ بلاشبہ ہم یقیناً بھٹکے ہوئے ہیں)۔ یعنی ایسا لگتا ہے کہ ہم بھٹک کر دوسرے کے باغ میں چلے آئے ہیں کیونکہ ہمارا باغ تو کل میوے سے بھرا ہوا تھا۔ پھر بعض نے غور و تامل کیا تو در و دیوار کے نشانوں سے پہچانا کہ وہ باغ تو اُنہیں کا ہے، تو بولے کہ ہم راہ نہیں بھولے (بلکہ ہم تو محروم) اور بے نصیب (ہی ہیں) اُس کے حاصلات اور میوے سے، بایں جہت کہ ہم نے فقیروں کو باز رکھا اور انشاء اللہ نہیں کہا تھا۔۔اور۔۔

قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿٢٨﴾

بولا اُنہیں کا ایک غنیمت آدمی کہ "کیا نہیں کہہ دیا تھا میں نے تمہیں، کہ تسبیح کیوں نہیں کیا کرتے"•

(بولا اُنہیں کا ایک غنیمت آدمی) جو اُن میں فاضل تر تھا عقل کی رُو سے۔۔یا۔۔ بڑا تھا سن میں یا۔۔ بہت صائب اور پختہ تھا رائے میں، (کہ کیا نہیں کہہ دیا تھا میں نے تمہیں کہ تسبیح کیوں نہیں کیا کرتے)۔یعنی خدا کو بزرگی کے ساتھ کیوں نہیں یاد کرتے اور انشاء اللہ کیوں نہیں کہتے۔

قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٢٩﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿٣٠﴾

سب بولے "پاکی ہے ہمارے رب کی، بے شک ہم تھے اندھیر والے"• تو سامنا کیا ایک نے دوسرے کا کہ ملامت کر رہے ہیں•

(سب بولے پاکی ہے ہمارے رب کی) اُس نے اِس بلاء کو نازل فرما کر ہم پر کوئی ظلم نہیں کیا۔ بلکہ (بے شک ہم) ہی (تھے) اپنے اوپر (اندھیر) کرنے (والے• تو سامنا کیا ایک نے دوسرے کا کہ ملامت کر رہے ہیں)۔ایک دوسرے سے کہتا کہ تُو نے یہ خیال کیا تھا، دوسرا بولتا کہ تُو بھی تو اِس سے راضی تھا۔غرضیکہ۔۔اپنے گناہ کے مقر ہوئے اور عجز و نیاز کی راہ سے۔۔۔

قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿٣١﴾ عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿٣٢﴾

بولے کہ "ہائے افسوس ہم پر! بے شک ہم تھے سرکش• قریب ہے کہ ہمارا رب بدلہ میں دے ہمیں بہتر اس سے، بے شک ہم اپنے پروردگار کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں"•

(بولے کہ ہائے افسوس ہم پر! بے شک ہم تھے سرکش)۔یعنی حد سے گزرنے والے گنہگاری میں کہ ہم نے انشاء اللہ نہ کہا اور فقیروں کو محروم رکھنے کا ارادہ کیا۔اور اب ہمیں اپنے رب کریم کے فضل و کرم سے امید ہے کہ (قریب ہے کہ ہمارا رب بدلہ میں دے ہمیں بہتر اُس سے، بے شک ہم اپنے پروردگار کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں)۔

توبہ و طلب عفو کے بعد حق تعالیٰ نے اُن کو بخش دیا اور باغ انگور سے لدا ہوا 'حیوان' نام کا انہیں عطا کیا۔اِس واقعہ میں یہ ہدایت ہے اور یہ سبق ہے کہ اگر کوئی بلاء میں گرفتار ہو اور اُس کا مال و متاع تلف ہو، تو اُسے چاہیے کہ وہ غور اور تامل کرے اور جان لے کہ یہ بلاء اُس کے استحقاق کے سبب سے اس پر نازل ہوئی۔ پھر اپنے گناہ کا اعتراف کرے اور حضرت

رب العزة کی طرف پھرے، تو اللہ جل شانہ اُس سے بہتر اور بڑھ کر اُسے عطا فرماتا ہے جو اُس سے تلف ہوا ہو، جیسے ان لوگوں کو 'باغِ ضروان' کے بدلے اُس نے 'باغِ حیوان' عطا فرمایا۔ اوپر جس عذاب کا ذکر ہوا ہے۔۔۔

كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ؀۳۳ع

ایسا ہی ہوتا ہے عذاب۔ اور یقیناً آخرت کا عذاب کہیں بڑا ہے۔۔ اگر وہ لوگ جانتے●

(ایسا ہی ہوتا ہے) اللہ تعالیٰ کا (عذاب) دُنیا میں۔ (اور یقیناً) اِس کے مقابلے میں (آخرت کا عذاب کہیں بڑا ہے) اِس جہت سے کہ یہ عذاب جلد جاتا ہے اور زوال پاتا ہے، اور اُس جہان کا عذاب ابدالآباد باقی رہتا ہے۔ تو یہ بات (اگر وہ لوگ جانتے) تو ہمیشہ موجباتِ عذاب سے پرہیز کرتے۔ اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے۔۔۔ یہ متقین ہی ہیں جن کی یہ شان ہے کہ۔۔۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ؀۳۴

بے شک اللہ سے ڈر جانے والوں کے لیے اُن کے رب کے پاس راحت کے باغ ہیں●

(بے شک اللہ) تعالیٰ (سے ڈرنے والوں کے لیے اُن کے رب کے پاس) یعنی آخرت میں۔۔ یا۔۔ جوارِ رحمت میں (راحت کے باغ ہیں)، جس میں ہمیشہ کے لیے راحت ہی راحت ہے۔

کافر کہتے تھے کہ یہ جنت اور نعمت جن کا ذکر مسلمان کرتے ہیں، اوّل تو پیدا ہی نہیں کی گئیں اور اگر۔۔ بالفرض۔۔ ہوں بھی تو پہلے ہمیں ملیں گی جس طرح دُنیا میں مسلمانوں سے زیادہ ہم خوشحال ہیں، اِس طرح عقبیٰ میں بھی ہوں گے۔ حق تعالیٰ اُن کے قول کو رَد فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ۔۔۔

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ؀۳۵ مَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ؀۳۶

تو کیا ہم کر دیں گے مسلمانوں کو مجرموں کی طرح؟● کیا ہوا تمہیں۔ کیسی زبردستی کرتے ہو●

(تو کیا ہم کر دیں گے مسلمانوں کو مجرموں کی طرح) حصولِ نجات اور وصولِ درجات میں (کیا ہوا تمہیں) اَے مشرکو! (کیسی زبردستی کرتے ہو؟) اور یہ بے تکا حکم کرتے ہو کہ مشرکوں کو موحدوں کے برابر قرار دیتے ہو؟ بلکہ اُن کو موحدوں پر فضیلت دیتے ہو؟

اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿٣٧﴾ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ﴿٣٨﴾

کیاتم لوگوں کی بھی کوئی کتاب ہے جسے پڑھتے ہو• کہ تمہارا بھی کچھ اُس میں ہے جس کو تم پسند کرو•

(کیاتم لوگوں کی بھی کوئی کتاب ہے جسے پڑھتے ہو؟)۔یعنی کیاتم پر بھی آسمان سے کوئی نوشتہ ...ل ہواہے جس میں یہ بات ہو کہ کافر جزاء اور سزا میں مسلمانوں کے مثل ہوں گے؟۔۔یا یہ۔۔(کہ ...ہارا بھی کچھ) حصہ (اس) نوشتے (میں ہے جس کو تم پسند کرو)۔یعنی کیا بے شک تمہارے واسطے ہے ...ں نوشتے میں جو کچھ تم چاہتے ہو کہ اختیار کرلو اور آرزو کرو۔

اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿٣٩﴾

یاتم لوگوں کے لیے ہم پر کچھ قسمیں ہیں قیامت تک کی، کہ بلاشبہ تمہارا ہے جو تم فیصلہ کرو•

(یاتم لوگوں کے لیے ہم پر کچھ قسمیں ہیں قیامت تک کی کہ بلاشبہ تمہارا ہے جو تم فیصلہ کرو)۔ ...نی قسموں کے ذریعہ ہم سے تم سے کوئی ایسا عہد و پیمان ہوا ہے جو قیامت کے دن تک رہنے والا ہے، ...لہ آخرت کی بزرگی اور بہتری تمہارے لیے ہے؟ تو اَے محبوب!۔۔۔

سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ﴿٤٠﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ

پوچھو اُن لوگوں سے کہ "کون اس کا ذمہ دار بنتا ہے؟" • یا اُن کے معبود ہیں، تو لے آئیں اپنے معبودوں کو،

اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿٤١﴾

اگر سچے ہیں•

(پوچھو اُن لوگوں سے) یعنی کفار و مشرکین سے ان کو ذلیل کرنے کے طور پر، (کہ کون اس کا ...مہ دار بنتا ہے)۔یعنی اَے مشرکو! تم اپنے حق میں جو فیصلہ کرتے ہو کون سا شخص اس کا ضامن ہے؟ جو ...س کی تصحیح کے درپے ہو کر قائم ہو، جیسے کہ قوم کا زَعِيْمٌ یعنی لیڈر اُن کے امور کی اصلاح کے لیے قائم ہوتا ...ہے۔۔۔زَعِيْمٌ وہ ہوتا ہے جو دعویٰ اور اس پر حجت قائم کرنے کے لیے مستعد ہو۔۔۔(یا اُن کے معبود ...یں) جن کو وہ شریک کرتے ہیں، (تو لے آئیں اپنے معبودوں کو) اپنی مدد کے واسطے (اگر) وہ (سچے ...یں) اِس بات میں کہ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ انہیں کو ملیں گی۔ تو لائیں ان شریکوں کو اُس دن۔۔۔

یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّ یُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ﴿۴۲﴾ خَاشِعَةً

جس دن کہ کشف ساق کیا جائے گا، اور بُلائے جائیں گے سجدہ کی طرف، تو نہ کرسکیں گے ● جھکی پڑی اُن کی

اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ وَ قَدْ كَانُوْا یُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَ هُمْ سٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾

آنکھیں اور چھائی جاتی ہے اُنہیں رسوائی، اور بے شک یہ بُلائے جاتے تھے سجدہ کی طرف جب کہ تندرست ہیں ●

(جس دن کشف ساق کیا جائے گا)، یعنی جس دن اُٹھادیا جائے گا پردہ ہَول بھرے کام --یا-- امر صعب اور مہم سخت سے --یا-- کھل جائے گی اور دکھائی دے گی ساق عرش --یا-- تجلی فرمائے گا حق تعالیٰ (اور بلائے جائیں گے) لوگ خدا کے (سجدہ کی طرف)۔

لباب میں حضرت ابو موسیٰ اشعری سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ اُس دن بڑا نور دکھائے گا اور خلق سجدے میں گر پڑے گی۔ معالم میں حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسولِ مقبول ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا رب ساق عرش سے نور کھول دے گا اور ہر ایک مؤمن مرد اور مؤمن عورت اُس کو سجدہ کرے گی۔ اور وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جنہوں نے دُنیا میں دکھانے سنانے کے لیے سجدہ کیا ہوگا۔ تو جب ریا کار سجدہ کرنا چاہے گا تو اُس کی پیٹھ تختہ ہوجائے گی اور وہ سجدہ نہ کرسکے گا۔ اور حدیث میں ہے کہ منافق اور کافر کی پیٹھ ایک ڈال ہوجائے گی---

(تو) وہ سجدہ (نہ کرسکیں گے ● جھکی پڑی اُن کی آنکھیں) ہوں گی، یعنی آنکھوں والے سر جھکائے ہوئے شرمندہ ہوں گے۔ (اور چھائی جاتی ہے انہیں رسوائی) یعنی پکڑ لے گی ان کو ذلت خواری اور نگوں ساری۔ (اور بے شک یہ بُلائے جاتے تھے سجدہ کی طرف جبکہ تندرست ہیں) اور اس پر قادر ہیں۔ جب فرصت کا وقت اُنہوں نے فوت کیا تو اب اِس حشر کے دن حسرت اور ندامت کے سوا انہیں کچھ حاصل نہیں۔ اور جب ان کا قیامت میں یہ حال ہوگا---

فَذَرْنِیْ وَ مَنْ یُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ ؕ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ

تو رہنے دو مجھے اور جو جھٹلاتا ہے اس بات کو۔ جلد ہی ہم بتدریج لے جائیں گے اُنہیں جہاں سے جان نہ سکیں ●

(تو رہنے دو مجھے اور جو جھٹلاتا ہے اِس بات کو) یعنی قرآن کریم کی تکذیب کرتا ہے، تو مجھ کو اور انہیں چھوڑ دیئے اور میرے اور اُن کے درمیان نہ آیئے، اور اپنا دِل اُن سے مشغول نہ رکھئے، اور اُ

سے بدلہ لینے کا معاملہ مجھ پر چھوڑ یئے، کیونکہ میں ہی جانتا ہوں کہ اُن میں کون عذاب کا مستحق ہے اور
ون اس کی طاقت رکھتا ہے۔ اور میں ہی اس کے معاملے کی کفایت کرنے والا ہوں۔ (جلد ہی ہم
رریج لے جائیں گے انہیں جہاں سے جان نہ سکیں)۔ یعنی ہم انہیں مہلت دیں گے اور تھوڑا سا وقفہ
ے کر عقوبت وعذاب میں مبتلا کریں گے۔

اب معنی یہ ہوا کہ۔۔۔

ہم اِسے احسان اور تندرستی اور ازدیادِ نعمت سے مہلت دے کر عذاب وعقوبت میں مبتلا کر
یں گے، اس حیثیت وجہت سے کہ وہ جانیں گے بھی نہیں کہ یہ استدراج ہے۔ یعنی اُن پر انعام ہوگا
سمجھیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نعمت کے لیے ہمیں چن لیا اور دوسروں پر ہمیں فضیلت بخشی۔ یہی
ن کی ہلاکت اور تباہی و بربادی کا سبب بنا۔

۔۔الختصر۔۔حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔۔۔

وَاُمْلِیْ لَهُمْ ۗ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ ﴿٤٥﴾ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ

اور ڈھیل دوں گا اُنہیں۔ بے شک میری پوشیدہ تدبیر مضبوط ہے● کیا تم اُن سے اُجرت چاہتے ہو، تو وہ تاوان سے

مُّثْقَلُوْنَ ﴿٤٦﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ ﴿٤٧﴾

گراں بار ہیں● یا اُن کے پاس غیب ہے، تو وہ جنم پترا بناتے ہیں●

میں مہلت دوں گا (اور ڈھیل دوں گا انہیں) یہاں تک کہ مغرور ہوں، پھر اُن کو پکڑ لوں گا۔
بے شک میری پوشیدہ تدبیر مضبوط ہے)۔ یعنی ہمارا عذاب محکم ہے کہ کسی چیز سے دفع نہیں ہوتا،
ں واسطے کہ ہماری پکڑ سخت ہے کسی کو اس کی طاقت اور تحمل نہیں۔ آخر ان کافروں کی سرکشی کا سبب کیا
ہے۔۔۔(کیا تم اُن سے اُجرت چاہتے ہو، تو وہ تاوان سے گراں بار ہیں) اور اس سبب سے تجھ سے
نہ پھیرتے ہیں۔ (یا اُن کے پاس غیب ہے، تو وہ جنم پترا بناتے ہیں) اور اُس میں سے لکھ لیتے ہیں
جو کچھ حکم کرتے ہیں مؤمن و کافر کے برابر ہونے کا؟

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰی وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿٤٨﴾

تو منتظر رہو اپنے رب کے حکم کے لیے، اور نہ ہونا مچھلی کے واقعہ والے کی طرح۔۔ جب کہ پکارا اور وہ غمناک ہے●

(تو) اَے محبوب! (منتظر رہو اپنے رب کے حکم کے لیے) اور صبر کرتے رہو تبلیغ احکام اور کافروں کی ایذاء سہنے کے ساتھ، (اور نہ ہونا مچھلی کے واقعہ والے کی طرح)۔ یعنی حضرت یونس علیہ السلام کی طرح جو اپنی قوم کی اذیت رسانی پر صبر نہ کرکے قوم سے ناراض ہو کر چلے گئے یہاں تک کہ مچھلی کے پیٹ میں ایک عرصہ رہنا پڑا۔ (جبکہ پکارا) درآنحالیکہ مچھلی کے پیٹ میں اپنے رب سے دُعا مانگ رہے تھے، کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تیرے لیے پاکی ہے، بے شک میں اپنے نفس پر اندھیر کرنے والوں میں سے ہوں۔ (اور) اس حال میں (وہ) 'صاحبِ حوت' (غمناک ہے) جس کا دِل غیظ وغضب سے گھٹ رہا تھا اور غم سے بھرپور تھا۔ ایسی صورتِ حال میں۔۔۔

لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿۴۹﴾ فَاجْتَبٰهُ

اگر نہ تدارک کرتی اُن کے رب کی طرف سے نعمت، تو وہ یقیناً پھینک دیے جاتے چٹیل میدان میں زبوں حال • تو چن لیا اُنہیں

رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۵۰﴾

اُن کے رب نے، تو کر دیا اُنہیں لیاقت والوں سے •

(اگر نہ تدارک کرتی اُن کے رب کی طرف سے نعمت) اور رحمت توبہ قبول ہونے کے سبب سے، (تو وہ یقیناً پھینک دیئے جاتے چٹیل میدان میں زبوں حال)۔ ایسا میدان جہاں درخت اور گھاس وغیرہ کچھ نہ ہوتا، اور اُن کی حالت ملامت ومذمت کیے ہوئے والوں کی طرح ہوتی۔ (تو) اپنے فضل وکرم سے (چن لیا انہیں اُن کے رب نے) نبوت اور رسالت دے کر اور وحی بھیج کر، (تو) کر دیا انہیں لیاقت والوں سے) یعنی پیغمبروں میں سے۔

بعضوں نے کہا کہ یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ ثقیف کے حق میں دُعائے ہلاکت کرنی چاہی، تو حق تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمارے حبیب صبر کرو اور اِس دُعا کو موقوف رکھو کہ صبر کرنے سے کام خوب ہوتا ہے۔

منقول ہے کہ قریش کے کوتاہ نظروں نے قبیلہ بنی اسد میں سے ایک گروہ جو حسد اور بدنظری میں مشہور تھا، تجویز کر کے اُن کو بہت کچھ وعدوں سے تقویت دی، تاکہ آنحضرت ﷺ کے پرتو جمال کو نظرِ بد کا صدمہ پہنچا کر اِس عالَم سے مٹا دیں۔ تو حق تعالیٰ نے نظرِ بد سے آپ کی حفاظت اور عصمت کے واسطے یہ آیت نازل فرمائی۔۔۔

وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ

اور واقع میں کافر لوگ ضرور گرانے لگتے ہیں تم کو اپنی اپنی نظرِ بد سے، جب جب اُنہوں نے سنا نصیحت کو، اور کہتے ہیں کہ "بے

اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۵۱﴾ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۲﴾

شک یہ مجنوں ہے"--●-- اور وہ بس نصیحت ہے سارے جہان کے لیے●

(اور واقع میں کافر لوگ ضرور گرانے لگتے ہیں تم کو اپنی اپنی نظرِ بد سے، جب جب انہوں نے سنا نصیحت کو)۔ یعنی قرآنِ کریم جب جب آپ تلاوت فرماتے تو کفار بکواس کرتے (اور کہتے ہیں کہ بے شک یہ مجنون ہے)۔ یعنی اِن پر جن مسلط ہے جو اِنہیں سکھاتا ہے۔ (اور) حقیقتِ حال یہ ہے کہ (وہ) یعنی قرآن کریم (بس نصیحت ہے) حق تعالیٰ کی طرف سے (سارے جہان) والوں (کے لیے)۔۔یا۔۔نہیں ہیں محمد ﷺ مگر اشرف تمام اہلِ عالَم کے۔

حضرت حسن بصری نے کہا ہے کہ چشم زخم یعنی نظرِ بد کی دوا نہیں ہے، مگر یہ آیت۔

اختتام سورۃ القلم -- ﴿ ۲۲ر شوال المکرم ۱۴۳۳ھ --مطابق-- ۱۰ر ستمبر ۲۰۱۲ء ---بروز دوشنبہ ﴾ --

----

-- ﴿ ۲۳ر شوال المکرم ۱۴۳۳ھ --مطابق-- ۱۱ر ستمبر ۲۰۱۲ء ---بروز سہ شنبہ ﴾ --

سُوْرَةُ الْحَآقَّةِ

سورۃ الحاقۃ --۶۹ مکیہ ۷۸ — آیاتہا ۵۲ --رکوعاتہا ۲

'سورہ تبارک الذی' کے بعد اور 'سورہ المعارج' سے پہلے نازل ہونے والی مکی سورۂ مبارکہ 'الحاقۃ' کو جس کا نام اِسی کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے، اور جس میں قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر ہے اور مکذبین کو قیامت کے وقوع سے ڈرایا گیا ہے، کو شروع کرتا ہوں میں ---

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کے گناہوں کا (بخشنے والا) ہے۔

اَلْحَآقَّةُ ۝۱ مَا الْحَآقَّةُ ۝۲ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ۝۳

وہ ہونے ہی والی ● اور کیسی کچھ ہے وہ ہونے ہی والی ● اور کیا تم سمجھے کہ کیسی کچھ ہے وہ ہونے ہی والی ●

(وہ ہونے ہی والی) یعنی وہ حالت جس کا ہونا حق ہے۔۔یا۔۔وہ ساعت جس سے ڈرنا بہت سزاوار ہے (اور کیسی کچھ ہے وہ ہونے ہی والی)۔کیا حالت ہے؟ اور کیا ساعت ہے؟ (اور کیا تم سمجھے کہ کیسی کچھ ہے وہ ہونے ہی والی)۔یعنی کس چیز نے تمہیں بتایا اور تم کو علم دیا کہ کیا چیز ہے اور کیا حالت اور کون سی ساعت ہے۔جس سے عملوں کے مکافات اور جزا واقع ہوگی۔۔۔اِس سے قیامت کا دن مراد ہے اور حَآقَّةُ بھی اُسی کا ایک نام ہے۔۔۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ۝۴ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ۝۵

جھٹلایا ثمود اور عاد نے اُس دِل ہلا دینے والی گھڑی کو ● تو ثمود تو برباد کر دیے گئے حد سے بڑھی چنگھاڑ سے ●

(جھٹلایا ثمود اور عاد نے اُس دِل ہلا دینے والی) قیامت کی (گھڑی کو) جو لوگوں کو ٹھوکنے والی اور توڑنے والی ہے۔(تو) اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ (ثمود تو برباد کر دیئے گئے حد سے بڑھی چنگھاڑ سے)، یعنی حضرت جبرائیل کی چیخ سے۔یہ آواز اتنی سخت تھی کہ کسی نے ویسی آواز نہ سنی تھی، اور نہ ہی اس طرح کی آواز کا اثر دیکھا تھا۔۔یا یہ کہ۔۔وہ ہلاک کر دیئے گئے زیادتی کرنے کے سبب سے۔۔یا۔۔اُن میں فرقہ طاغیہ کی وجہ سے، جیسے کہ قدار بن سالف اور اُس کے ساتھی جنہوں نے اونٹنی کی کوچیں کاٹی تھیں۔

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝۶ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ

اور رہے عاد! تو وہ تباہ کر دیے گئے نہایت تیز آندھی سے ● مسلط کر دیا اُسے اُن پر سات رات

وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ

اور آٹھ دن۔متواتر۔تو دیکھو قوم کو اُس میں گرائے پچھاڑے، گویا کہ وہ کھجور کے

نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝۷ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ۝۸

گرے درخت کے تنے ہیں ● تو کیا دیکھتے ہو اُن کا کوئی بچا ہوا؟ ●

(اور رہے عاد، تو وہ تباہ کر دیئے گئے نہایت تیز آندھی سے) جسے (مسلط کر دیا اُسے اُن پر سات رات اور آٹھ دن متواتر)۔ایک بدھ کی فجر سے دوسرے بدھ کی شام تک جو دن رات برابر چلتی

رہی قوم عاد پر، تو اس وقت اگر وہاں موجود ہو (تو دیکھو قوم) عاد (کو اُس میں گرائے بچھاڑے، گویا کہ کھجور کے گرے درخت کے تنے ہیں) زمین پر پڑے جو خالی، کھو کھلے اور بے ڈول ہیں۔ (تو کیا دیکھتے ہو اُن کا کوئی بچا ہوا) یعنی اُن میں کوئی نہ بچا اور سب جڑ سے اکھڑ کر نیست و نابود ہو گئے۔

وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۚ﴿۹﴾ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ

اور لے آیا فرعون اور اُس کے پہلے والے، اور الٹائی پلٹائی بستیوں والے جرم ● چنانچہ گناہ کیا اپنے رب کے رسول کا،

فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ﴿۱۰﴾ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِى الْجَارِيَةِ ۙ﴿۱۱﴾

تو پکڑا انہیں بڑھی چڑھی پکڑ ● بے شک ہم نے جب بڑھ چڑھ گیا پانی، سوار کرایا تھا تم سب کو چلتی کشتی میں ●

لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿۱۲﴾

تا کہ کر دیں ہم اُسے تمہارے لیے یادگار، اور یاد رکھیں اُسے یاد رکھنے والے کان ●

(اور لے آیا فرعون اور اس کے پہلے والے)، یعنی جو لوگ اس کے پہلے تھے دیہات موتفکہ کے لوگ، (اور اُلٹائی پلٹائی بستیوں والے جرم) و خطا، یعنی انہوں نے شرک کیا۔ (چنانچہ گناہ کیا اپنے رب کے رسول کا، تو پکڑا انہیں بڑھی چڑھی پکڑ) نے، یعنی اُن پر اور امتوں سے زیادہ عذاب کیا۔ (بے شک ہم نے جب بڑھ چڑھ گیا پانی) تو (سوار کرایا تھا تم سب کو چلتی کشتی میں) یعنی سفینۂ نوح میں جو پانی پر رواں تھی، (تا کہ کر دیں ہم اُسے) یعنی اُس کشتی کو (تمہارے لیے یادگار)۔ یعنی ایک نصیحت اور عبرت مؤمنوں کی نجات اور کافروں کی ہلاکت کے باب میں۔ (اور یاد رکھیں اُسے یاد رکھنے والے کان) جو بات سن کر فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ اَے علی! میں نے حق تعالیٰ سے دُعا کی ہے کہ تیرے کان کو وہ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ کر دے۔ حضرت علی کہتے ہیں اُس دن کے بعد میں کوئی بات نہیں بھولا۔

فَاِذَا نُفِخَ فِى الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ﴿۱۳﴾ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ

تو جہاں پھونکا گیا صور میں ایک دم ● اور اُٹھالی گئی زمین اور پہاڑ،

فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۙ﴿۱۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۙ﴿۱۵﴾

پھر ریزہ ریزہ کر دیے گئے دونوں ایک ہی پٹک میں ● تو اُس دن واقع ہو گئی، واقع ہونے ہی والی گھڑی ●

وَّانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿۱۶﴾

اور پھٹ گئے آسمان، تو وہ اُس دن بے زور ہے●

(تو جہاں پھونکا گیا صور میں ایک دم)، وہ 'نفخہ صعقہ' ہے، (اور اُٹھالی گئی زمین اور پہاڑ) اپنی جگہوں سے محض قدرتِ کاملہ سے۔۔یا۔سخت زلزلوں اور ہواؤں کے باعث سے، (پھر ریزہ ریزہ کردیئے گئے دونوں ایک ہی پٹک میں)، تو سب روئی کے گالوں کی طرح ہوجائیں گے۔(تو اُس دن واقع ہوگئی واقع ہونے ہی والی گھڑی) یعنی قیامت قائم ہوجائے گی۔(اور پھٹ گئے آسمان تو وہ) یعنی آسمان (اُس دن بے زور ہے)، یعنی سست اور ضعیف ہوجائے گا قوت اور مضبوطی کے بعد۔

وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ۭ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿۱۷﴾ۭ

اور فرشتے اُس کے کناروں پر ہیں۔اور اُٹھائیں گے تمہارے رب کے عرش کو اپنے اوپر اُس دن آٹھ فرشتے●

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿۱۸﴾

اُس دن تم لوگ پیش کیے جاؤ گے، نہ چھپ سکے گی تم میں سے کوئی چھپنے والی ہستی●

(اور فرشتے اُس کے) یعنی آسمان کے (کناروں پر ہیں) خدا کے حکم کے منتظر، کہ حکم ہو تو وہ نیچے اُتر آئیں۔(اور اُٹھائیں گے تمہارے رب کے عرش کو اپنے اوپر اُس دن آٹھ فرشتے)۔

بعضوں نے کہا ہے کہ فرشتوں کی آٹھ صفیں عرش کو اُٹھائیں گی کہ اُن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(اُس دن تم لوگ پیش کیے جاؤ گے) خدا کے سامنے محاسبہ کے واسطے۔(نہ چھپ سکے گی تم میں سے کوئی چھپنے والی ہستی) یعنی حق تعالیٰ تمہارے پوشیدہ کاموں پر مطلع ہے، تو پیش کیا جانا اور حساب ہونا اس پر اطلاع کے واسطے نہیں ہے بلکہ عدل کے واسطے ہے، اور خلق پر افشاءِ احوال کے لیے ہے۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿۱۹﴾ۚ

تو جو دیا گیا اُس کا نامہءاعمال داہنے ہاتھ میں، تو وہ کہے گا کہ "لو پڑھو میرا نامہءاعمال●

(تو جو دیا گیا اُس کا نامہءاعمال داہنے ہاتھ میں، تو وہ کہے گا کہ لو پڑھو میرا نامہءاعمال)۔

اِس میں ایسا عمل کوئی نہیں ہے جس کو ظاہر کرنے میں میں شرم کروں۔دراصل اپنی خوشی اور مسرت کو ظاہر کرنے کے لیے وہ یہ کہے گا۔

تبیان میں ہے کہ یہ دوسری کتاب ہے نامہء اعمال کے سوالکھی ہوئی کہ اس میں جنت کی خوشخبری ہے۔ بس اس واسطے کہ فرشتوں کا لکھا ہوا نامہء اعمال خدااور بندے کے درمیان ہے کوئی اُسے نہ دیکھے گا اور نہ پڑھے گا۔ پھر صاحبِ کتاب کہے گا کہ۔۔۔

اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ﴿۲۰﴾ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ﴿۲۱﴾ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ﴿۲۲﴾

بے شک میں سمجھتا تھا کہ بے شک میں پاؤں گا اپنا حساب"● تو وہ اپنے پسندیدہ آرام میں ہے● فردوسِ عالی میں●

قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ ﴿۲۳﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔۢا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ ﴿۲۴﴾

جس کے خوشے قریب ہی ہیں● کہ کھاؤ اور پیو خوش خوش، صلہ اُس کا جو پہلے بھیج چکے تم گزرے زمانہ میں●

(**بے شک میں سمجھتا تھا کہ بے شک میں پاؤں گا اپنا حساب**)۔ یعنی میں نے تو جانا ہی تھا کہ میرا حساب کریں گے اور اس پر میں آمادہ ہوں۔ (**تو وہ اپنے پسندیدہ آرام میں ہے**) یعنی ایسی زندگی میں جو کدورت سے صاف اور حرمت اور حشمت سے ملی ہوگی (**فردوسِ عالی میں**) بلند و بالا جنت میں، (**جس کے خوشے قریب ہی ہیں**) کہ کھڑے بیٹھے اور لیٹے اُس تک ہاتھ پہنچ جائے، اور حضرت رضوان اُن سے کہیں گے (**کہ کھاؤ اور پیو خوش خوش، صلہ اُس کا جو پہلے بھیج چکے ہو تم گزرے زمانہ میں**)۔ یعنی دُنیا میں کہ گرمی کے دنوں میں تم نے روزے رکھے اور بھوکے پیاسے رہے۔

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ ﴿۲۵﴾ وَلَمْ

اور رہا وہ، جو دیا گیا نامہء اعمال بائیں ہاتھ میں۔۔تو کہے گا کہ" اَے کاش! نہ دیا جاتا میں اپنا نامہء اعمال● اور نہ جانتا

اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ ﴿۲۶﴾ یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ﴿۲۷﴾ مَآ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ ﴿۲۸﴾

کہ کیا حساب میرا ہے● اَے کاش! وہ موت ہوتی ہمیشہ کے لیے● نہ کام آیا میرے میرا مال●

هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ﴿۲۹﴾

جاتی رہی مجھ سے میری قوت"●

(**اور رہا وہ، جو دیا گیا نامہء اعمال بائیں ہاتھ میں**)، اور وہ اُس میں اپنی بُرائیاں اور گناہ لکھے دیکھے گا، (**تو کہے گا**) ندامت کے مارے (**کہ اَے کاش! نہ دیا جاتا میں اپنا نامہء اعمال**) اور میں نہ دیکھتا تاکہ بَرملا فضیحت سے دوچار نہ ہوتا۔ (**اور**) کاش (**نہ جانتا**) میں (**کہ کیا حساب میرا ہے**) آج، اس واسطے کہ عذاب اور شدت کے سوا مجھے تو کچھ حاصل ہی نہیں۔ (**اَے کاش! وہ موت ہوتی ہمیشہ کے**

لیے) جس کے سبب سے میں دُنیا میں مرا تھا۔ کاش وہ موت ہمیشہ کے فنا کا حکم کرتی کہ اُس کے بعد میں زندہ ہی نہ ہوتا، تو (نہ کام آیا میرے میرا مال) میرے مکانات اور میرے غلام، جو مجھ سے عذاب دفع کرتے۔ (جاتی رہی مجھ سے میری قوت) یعنی لوگوں پر تسلط اور حکومت۔۔یا۔۔وہ دلیل وحجت جسے دُنیا میں میں نے مضبوط پکڑا تھا۔ پھر دوزخ کے فرشتوں کو حکم پہنچے گا کہ۔۔۔

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ

پکڑو اُسے، پھر طوق پہنادو اُس کو● پھر جہنم میں جھونک دو اُس کو● پھر زنجیر، جس کی پیمائش ستر گز ہے،

ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۲﴾

تو اُس میں پرودو اُس کو●

(پکڑو اُسے، پھر طوق پہنادو اُس کو) اور اُس کے ہاتھوں کو گردن میں باندھو، (پھر جہنم) کی بڑی آگ (میں جھونک دو اُس کو● پھر زنجیر جس کی پیمائش ستر گز ہے، تو اُس میں پرودو اُس کو) یعنی اُس کے جسم پر اُس زنجیر کو خوب کس کر لپیٹ دو کہ ہل نہ سکے۔

ایک قول پر یہاں 'گز' سے 'نوشیروانی گز' مراد ہے، کہ ہر گز سات باغ کے برابر ہے اور ہر باغ ہے کوفہ سے مکہ تک۔ کعب الاحبار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دُنیا میں جتنا لوہا ہے اگر جمع کریں، تو اُس زنجیر کے ایک حلقہ کے برابر نہیں ہے، اور اگر اُس کا ایک حلقہ عالم کے پہاڑوں پر رکھ دیں تو یہ رانگے کی طرح پگھل جائیں۔ زنجیر والا یہ عذاب اس پر اس لیے ہے کہ۔۔

اِنَّهٗ كَانَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ ﴿۳۳﴾ وَ لَا یَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ﴿۳۴﴾

یہ نہیں مانتا تھا عظمت والے اللہ کو● اور نہیں اُبھارتا تھا مسکین کے کھانا دینے پر●

فَلَیْسَ لَهُ الْیَوْمَ هٰهُنَا حَمِیْمٌ ﴿۳۵﴾ وَّ لَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِیْنٍ ﴿۳۶﴾

تو نہیں ہے اِس کا آج یہاں کوئی دوست● اور نہ کوئی غذا، مگر زخموں کی نچوڑی پیپ●

لَّا یَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخٰطِـُٔوْنَ ﴿۳۷﴾

نہ کھائیں گے اُسے مگر وہ خطاکار●

(یہ) شخص (نہیں مانتا تھا عظمت والے اللہ) تعالیٰ (کو● اور نہیں اُبھارتا تھا) اپنے کو (مسکین کے کھانا دینے پر)۔ یعنی رغبت نہ کرتا تھا، اور حرص نہ رکھتا تھا محتاج کو کھانا دینے پر۔ (تو نہیں ہے اِس

کا آج یہاں کوئی دوست) یعنی یگانہ جواس کی حمایت کرے۔ (اور نہ کوئی غذا مگر زخموں کی نچوڑی پیپ) جو دوزخیوں کے بدن سے بہتی ہے، (نہ کھائیں گے اُسے مگر وہ خطا کار) مشرک ۔۔۔اس لیے کہ سب گناہانِ کبیرہ کا سردار شرک ہے۔۔۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾

تو نہیں کیا میں تو قسم کھاتا ہوں اُن چیزوں کی، جسے تم لوگ دیکھتے ہو● اور جسے نہیں دیکھتے●

کہ بے شک یہ بات چیت ہے رسولِ کریم سے●

(تو نہیں کیا میں تو قسم کھاتا ہوں اِن چیزوں کی جسے تم لوگ دیکھتے ہو) یعنی دیکھی ہوئی چیزوں میں سے (اور جسے نہیں دیکھتے) یعنی غائب چیزیں۔۔یا۔۔اُس کی قسم جو زمین کے اوپر اور زمین کے اندر ہے۔۔یا۔۔اجسام اور ارواح کی قسم۔۔یا۔۔اِنس اور جن کی قسم۔۔یا۔۔کعبہ اور بیت المعمور کی قسم۔۔یا۔۔بحر و بَر کی قسم۔۔یا۔۔محمد ﷺ 'کے حکم پہنچانے اور جبرائیل علیہ السلام' کے وحی لانے کی قسم۔۔یا۔۔میرے حبیب کے آثارِ رسالت اور انوارِ ولایت کی قسم (کہ بے شک یہ بات چیت ہے رسولِ کریم سے)، تو ایسا نہیں ہے جو کافر کہتے ہیں کہ قرآن محمد ﷺ' کا بنایا ہوا ہے۔

اِس آیت میں رسولِ کریم سے مراد وہ ذات ہے جو خدا کے نزدیک بزرگ ہے اور وہ محمد ﷺ ہیں، اور بعض نے کہا کہ وہ جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ

اور نہیں ہے وہ کسی شاعر کی بات۔ کس قدر کم مانا کرتے ہو● اور نہ کسی کاہن کی بات۔

قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۳﴾

کس قدر کم دھیان کرتے ہو● اِس کا اُتارنا ہے رب العلمین کی طرف سے●

(اور نہیں ہے وہ کسی شاعر کی بات) جیسا کہ ابوجہل کہتا ہے۔ تو ایسی بکواس کرنے والو! تم (کس قدر کم مانا کرتے ہو)، یعنی مکمل تصدیق نہیں کرتے۔ (اور نہ) قرآن (کسی کاہن کی بات) ہے، جیسا کہ عقبہ ابن ابی معیط گمان کرتا ہے۔ تو اس طرح کا گمان کرنے والو! تم (کس قدر کم دھیان کرتے ہو)، اور ذرا بھی نصیحت قبول نہیں کرتے۔ تو سن لو! کہ قرآن وہ کتاب ہے کہ (اِس کا اُتارنا ہے رب العالمین کی طرف سے) یعنی اہلِ عالم کے رب کی جانب سے یہ نازل فرمایا گیا ہے۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ﴿۴۴﴾ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا

اور اگر بنا لیتے ہم پر کوئی بات● تو ہم پکڑ چکے ہوتے اُن کو قوی ہاتھ سے● پھر یقیناً کاٹ چکے ہوتے

مِنْهُ الْوَتِينَ ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ﴿۴۷﴾ وَإِنَّهُ

اُن کی رگِ دِل کو● پھر نہ ہوتا تم میں کوئی روک سکنے والا● اور بے شک یہ

لَتَذْكِرَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۴۸﴾

یقیناً نصیحت ہے ڈروالوں کے لیے●

(اور اگر بنا لیتے ہم پر کوئی بات) یعنی اگر وہ رسول اپنی طرف سے کوئی بات بنا کر ہماری طرف منسوب کرتے، (تو ہم پکڑ چکے ہوتے اُن کو قوی ہاتھ سے)، یعنی ہم اُن کو پوری قوت سے پکڑ لیتے۔ (پھر یقیناً کاٹ چکے ہوتے اُن کی رگِ دِل کو) یعنی شہ رگ کو۔ (پھر نہ ہوتا تم میں کوئی روک سکنے والا) جو ہمیں اپنے اُس عمل سے روک دیتا اور انہیں بچا لیتا۔ (اور بے شک یہ) قرآن (یقیناً نصیحت ہے ڈروالوں کے لیے) اس واسطے کہ وہ اِس سے نفع اُٹھاتے ہیں۔

وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنْكُمْ مُكَذِّبِينَ ﴿۴۹﴾ وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿۵۰﴾

اور بے شک ہم یقیناً جانتے ہیں کہ بے شک تم میں جھٹلانے والے ہیں● اور بے شک یقیناً وہ حسرت ہے کافروں پر●

وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿۵۲﴾

اور بے شک وہ حق یقینی ہے● تو پاکی بولتے رہو اپنے عظمت والے رب کے نام کی●

(اور بے شک ہم یقیناً جانتے ہیں، کہ بے شک تم میں جھٹلانے والے ہیں) اور قرآن کریم کی تکذیب کرنے والے ہیں۔ (اور بے شک یقیناً وہ حسرت ہے کافروں پر)، کہ قیامت کے دن قرآن کا ثواب دیکھیں گے اور خود اُس سے محروم ہوں گے۔ (اور بے شک وہ) یعنی قرآن (حق یقینی ہے)۔ یعنی 'حق الیقین' ہے کہ یہ حق تعالیٰ کے پاس سے نازل ہوا ہے۔ (تو پاکی بولتے رہو اپنے عظمت والے رب کے نام کی)۔ یعنی اپنے رب تعالیٰ کو اُس کی صفاتِ تمجیدی اور اُس کی صفاتِ تنزیہی کے ساتھ یاد کرتے رہو۔

اختتام سورۃ الحاقہ -- ۲۴ رشوال المکرم ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۱۲ ستمبر ۲۰۱۲ء -- بروز چہار شنبہ --

-- ﴿ ۲۵ر شوال المکرم ۱۴۳۳ھ --مطابق-- ۱۳ر ستمبر ۲۰۱۲ء --- بروز پنجشنبہ ﴾ --

سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ

سورۃ المعارج --۷۰ مکیہ ۷۹ آیا تہا ۴۴ -- رکوعا تہا ۲

اِس سورہ کا نام 'المعارج' ہے جو اِس کی آیت ۳ سے ماخوذ ہے۔ اِس سورہ کے پہلے 'سورہ الحاقۃ' میں قیامت، جنت اور دوزخ کے احوال اور مؤمنین اور کافرین کا اخروی انجام ذکر فرمایا تھا، اُسی طرح اِس سورت میں بھی اُنہیں امور کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ سورت 'سورۃ الحاقۃ' کے بعد اور 'سورۃ النبا' سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ تو اِس سورت کو جو بالاتفاق مکی ہے شروع کرتا ہوں میں---

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کے گناہوں کا (بخشنے والا) ہے۔

نضر بن حارث نے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا کہ خدایا اگر محمد ﷺ 'حق پر ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں اگر تیری طرف سے ہے تو تو ایک پتھر مجھ پر برسا--یا--مجھ کو دردناک عذاب میں مبتلا کر، تو یہ آیت نازل ہوئی کہ---

---

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝۱ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝۲

مانگا ایک مانگنے والے نے اُس عذاب کو جو ہونے ہی والا ہے● کافروں کو، نہیں ہے اُس کا کوئی ہٹا سکنے والا●

مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۝۳

بلندیوں والے اللہ کی طرف سے●

(مانگا ایک مانگنے والے نے اُس عذاب کو جو ہونے ہی والا ہے● کافروں کو)، دُنیا میں جنگِ بدر کے دن کا قتل ہے--یا--آخرت میں دردناک عذاب۔

بعضوں نے کہا کہ عذاب مانگنے والا ابو جہل تھا کہ اُس نے کہا کہ "فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا۔" اور ایک قول یہ ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے کفار پر عذاب نازل ہونے کی

درخواست اور جلدی کی، بہر تقدیر۔۔۔

(نہیں ہے اُس کا کوئی ہٹا سکنے والا) جو اُسے روکے اور دفع کر سکے۔ (بلندیوں والے اللہ تعالیٰ (کی طرف سے) آنے سے، اس واسطے کہ ارادۂ ازلی اُس سے متعلق ہو چکا ہے اور اللہ کا ارادہ کیا ہوا اَمر دفع نہیں کیا جاتا۔

پھر آگے اللہ جل شانہ کی صفت ہے کہ وہ خداوند ہے بلند درجوں کا، یعنی جنت میں اونچے اونچے محل اپنے دوستوں کے واسطے اُس نے مہیا کیے ہیں ۔۔یا۔۔ بلند مقامات کلمات طیبات کے بلند ہونے کو مقرر فرمائے ہیں۔۔۔

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۟﴿۴﴾

کہ عروج کرتے ہیں فرشتے اور روح الامین اُس کی طرف اُس دن میں، جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے●

فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ﴿۵﴾

تو تم خوب صبر سے کام لو●

(کہ عروج کرتے ہیں فرشتے اور روح الامین اُس کی طرف)، یعنی حکم الٰہی کی طرف یعنی اُس جگہ جہاں پہنچنے کا حکم ہو (اُس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے) دُنیا کے برسوں سے۔ یعنی اگر کوئی چاہے کہ دُنیا میں سیر کرے وہاں تک کہ جہاں تک فرشتوں کو جانے کا حکم ہے اور وہ ایک دن میں جاتے ہیں، تو وہ سیر کرنے والا پچاس ۵۰۰۰۰ ہزار برس میں جا سکے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اُس دن سے قیامت کا دن مراد ہے کہ کافروں پر اِس درازی کے ساتھ گزرے گا۔ اور بعضوں نے کہا کہ میدانِ قیامت میں پچاس ۵۰ موقف اور مؤطن ہوں گے اور ہر موقف میں ہزار برس ٹھہرائیں گے۔

(تو) اَے محبوب! (تم خوب صبر سے کام لو) جو کسی طرح کے قلق اور شکایت کے بغیر ہو۔

اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ﴿۶﴾ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ﴿۷﴾ يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ

بلاشبہ وہ سمجھتے ہیں اُس کو دُور از نہونی● اور ہم دیکھ رہے ہیں اُس کو قریب ہونے ہی والی● جس دن ہوگا آسمان

كَالْمُهْلِ ﴿۸﴾ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ﴿۹﴾

جیسے پگھلی چاندی● اور ہوں گے پہاڑ جیسے دھنی اُون●

(بلاشبہ وہ) کافر (سمجھتے ہیں اُس کو دُور اَنہونی)۔ یعنی وہ اُس کو امکان سے بعید سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قیامت کا دن نہیں ہے اور نہ ہوگا۔ جیسا کہ عرف میں کہتے ہیں کہ فلاح کام کا وقوع دُور ہے یعنی محال معلوم ہوتا ہے۔ (اور ہم دیکھ رہے ہیں اُس کو) یعنی قیامت کو (قریب ہونے ہی والی) ہے واقع ہونے کے۔ (جس دن ہوگا آسمان جیسے پگھلی چاندی) یعنی آسمان پگھل جائے گا۔ (اور ہوں گے پہاڑ جیسے دھنی اُون)، نرم اور ریزہ ریزہ۔

وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ﴿۱۰﴾ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ

ورنہ پوچھے گا کوئی دوست کسی دوست کی● حالانکہ وہ لوگ باہم پیشِ نظر کیے جائیں گے۔ آرزو کرے گا مجرم کہ اگر فدیہ دے دے

يَوْمِىٕذٍۢ بِبَنِيْهِ ﴿۱۱﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ﴿۱۲﴾ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُــــْٔوِيْهِ ﴿۱۳﴾

اُس دن کے عذاب سے بچنے کو اپنے بیٹے● اور بیوی اور بھائی● اور اپنا کنبہ، جو ٹھکانہ دیتا رہا ہے اُسے●

(اور نہ پوچھے گا کوئی دوست کسی دوست کی)۔ سب کو اپنی ہی فکر ہوگی، کوئی کسی کے گناہ اور اُس کے افعال کے تعلق سے سوال نہ کرے گا۔ اور وہ ہے ہی ایسا مقام جہاں ہر ایک سے اُسی کے افعال واقوال اور اعمال واحوال کے بارے میں پوچھا جائے گا، (حالانکہ وہ لوگ باہم پیش نظر کیے جائیں گے)۔ یعنی ہر ایک اپنے قرابت دار کو پہچانے گا اور اُس کا احوال دیکھے گا اور جانے گا کہ ہر ایک اپنے اعمال کے سبب سے مواخذہ میں ہے۔ یہ ایسا دن ہوگا کہ۔۔۔

(آرزو کرے گا مجرم کہ اگر فدیہ دے دے اُس دن کے عذاب سے بچنے کو اپنے بیٹے) جو بہت عزیز تھے اُس کے نزدیک (اور بیوی) جو اُس کی یار اور ہَوادار تھی، (اور بھائی) جو اس کا قوتِ بازو اور مددگار تھا۔ (اور اپنا کنبہ جو ٹھکانہ دیتا رہا ہے اُسے) اور اُس کے پناہ کی جگہ بنا رہا۔

وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ﴿۱۴﴾ كَلَّا ۭ اِنَّهَا لَظٰى ﴿۱۵﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ﴿۱۶﴾

اور سارے زمین والے کو، پھر بھی یہ فدیہ دینا اُسے بچالے گا؟● ہرگز نہیں۔ بے شک وہ بھڑکتی آگ ہے● کھال تک اُتار دینے والی●

(اور) صرف اِسی قدر نہیں، بلکہ (سارے زمین والے کو)۔۔ الغرض۔۔ عذابِ الٰہی سے اپنی بچت کے لیے اگر اُن سب کو فدیہ دینا کام آجائے تو وہ مجرم اس کو بھی گوارا کرنے کو تیار ہے۔ (پھر بھی

یہ فدیہ دینا اُسے بچالے گا● ہرگز نہیں)، حاشا کہ نجات نہ پائے گا عذاب سے، اور وہ بھی کیسا سخت عذاب؟ (بے شک وہ بھڑکتی آگ ہے● کھال تک اُتار دینے والی) یعنی مشرکین کے ہاتھ پاؤں۔۔یا۔۔اُن کے سر کی کھال کو سوسو برس اور دو سو برس کی راہ سے، یعنی دوزخ کا شعلہ کافروں کو اپنے میں اِس طرح کھینچے گا جس طرح مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے۔وہ آگ۔۔۔

تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۷﴾ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ﴿۱۸﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ

بُلاتی رہتی ہے اُسے جس نے پیٹھ دکھائی تھی اور منہ پھیرا تھا● اور جمع جتھا کیا تھا اور صندوق میں رکھا تھا● بے شک انسان

خُلِقَ هَلُوْعًا ﴿۱۹﴾ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ﴿۲۰﴾ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ﴿۲۱﴾

پیدا کیا گیا ہے بے صبرا● جب پہنچی خرابی تو گھبراہٹ والا ہے● اور جب پہنچی اُسے بھلائی تو روک رکھنے والا ہے●

اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ﴿۲۲﴾ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ﴿۲۳﴾

مگر نمازی لوگ● جو اپنی نماز پر ہمیشہ قائم ہیں●

(بُلاتی رہتی ہے اُسے جس نے پیٹھ دکھائی تھی) یعنی حق کو پس پشت ڈال دیا تھا (اور) حکمِ الٰہی سے (منہ پھیرا تھا● اور) دُنیا کا مال (جمع جتھا کیا تھا اور صندوق میں رکھا تھا) اور خدا کا حق ادا نہ کیا۔ (بے شک انسان پیدا کیا گیا ہے بے صبرا) اور حریص فانی مال جمع کرنے پر، اور بخیل حقوقِ ربانی ادا کرنے پر۔ (جب پہنچی خرابی)، جیسے محتاجی و مفلسی وغیرہ (تو گھبراہٹ والا ہے) اور چیختا چلاّتا ہے۔ (اور جب پہنچی اُسے بھلائی)، جیسے تندرستی اور مالداری وغیرہ (تو روک رکھنے والا ہے) اپنے نفس کو اطاعتِ الٰہی سے اور مال کو راہِ خدا میں خرچ کرنے سے۔اور سب آدمی اِسی حال پر مخلوق ہوئے ہیں (مگر نمازی لوگ● جو اپنی نماز پر ہمیشہ قائم ہیں) اُس کو کماحقہٗ ادا کرنے والے ہیں، یعنی کسی بھی شغل کی وجہ سے اس سے باز نہیں رہتے، اور نماز ادا کرتے وقت خشوع وخضوع کا مظاہرہ کرتے ہیں اور دائیں بائیں التفات نہیں کرتے۔

وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴿۲۴﴾ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۲۵﴾ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ

اور جن کے مالوں میں حق مقرر ہے منگتا کے لیے● اور نہ مانگ سکنے والے کے لیے● اور جو تصدیق کریں

بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۲۷﴾

روزِ جزا کی● اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں●

اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ﴿۲۸﴾

بے شک اُن کے رب کا عذاب نڈر ہونے کی چیز نہیں●

(اور جن کے مالوں میں حق مقرر ہے منگتا کے لیے● اور نہ مانگ سکنے والے کے لیے)، جیسے کہ زکوٰۃ، کہ اندازہ کی ہوئی ہے اور صدقے، جو معمول ہیں سوال کرنے والوں کے واسطے اور اس محتاج کے واسطے جو سوال نہ کرے، (اور جو تصدیق کریں روزِ جزا کی)۔ اور روزِ قیامت کی تصدیق کی نشانی طاعت اور عبادت میں مشغول ہونا ہے۔ (اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں)۔ عذابِ الٰہی سے ڈرنے کی علامت ممنوعاتِ شرعی سے بچنا ہے۔ (بے شک اُن کے رب کا عذاب نڈر ہونے کی چیز نہیں)۔ یعنی اُس سے بے خوف نہیں ہو سکتے کیونکہ البتہ گناہ گاروں کو وہ عذاب پہنچے گا۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ

اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں● مگر اپنی بیبیوں پر یا جو اُن کے دستِ ملکیت میں لونڈیاں ہیں،

فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۳۱﴾

کہ بے شک وہ مجرم نہیں ہیں● تو جس نے چاہا اُس کے سوا، تو وہی حد سے بڑھ جانے والے ہیں●

(اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں● مگر اپنی بی بیوں پر یا جو ان کے دستِ ملکیت میں لونڈیاں ہیں)، کیونکہ ہاتھ کا مال ہونے کے سبب سے ان میں تصرف کر سکتے ہیں، کیوں (کہ بے شک) ان میں تصرف کرنے سے (وہ مجرم نہیں ہیں● تو جس نے چاہا) دخول کرنے کی جگہ (اُس کے سوا) جو کہا گیا، یعنی اپنے لونڈی اور جورو کے سوا، (تو وہی حد سے بڑھ جانے والے ہیں) یعنی مَردوں اور جانوروں سے وطی کرنے والے حد سے گزر جانے والے ہیں، اور بعض کے قول پر جلق لگانا بھی حد سے گزرنے میں داخل ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ

اور جو اپنی امانتوں اور عہد کے لحاظ رکھنے والے ہیں● اور جو اپنی گواہیوں پر

قَآئِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۳۴﴾

ٹھیک رہنے والے ہیں● اور جو اپنی نماز کی حفاظت کرنے والے ہیں●

اُولٰٓئِكَ فِیْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۳۵﴾

وہ ہیں جنتوں میں، باعزت●

(اور جو اپنی امانتوں اور عہد کے لحاظ رکھنے والے ہیں)۔عہد خالق کا ہو۔۔یا۔مخلوق کا سب کی حفاظت کرنا چاہئے اور امانت اَدا کرنا اور عہد پورا کرنا نہ چھوڑنا چاہیے۔(اور جو اپنی گواہیوں پر ٹھیک رہنے والے ہیں)، یعنی قائم ہیں۔۔یا۔۔گواہی دیتے ہیں اُس چیز میں جو بندوں کے حقوق وہ جانتے ہیں۔(اور جو اپنی نماز کی حفاظت کرنے والے ہیں)، یعنی آداب وشرائط کے ساتھ ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں۔

نماز کا ذکر اِن آیتوں کے شروع اور خاتمہ میں مکرّر فرمانا اِس بات کی دلیل ہے کہ نماز سب عبادتوں میں افضل ہے۔اور بعضوں نے کہا کہ ہمیشہ پڑھنا فرض نمازوں سے تعلق رکھتا ہے،اور محافظت کرنا نفلوں سے متعلق ہے۔

اور(وہ) لوگ جو اِن صفتوں سے موصوف ہیں،(ہیں جنتوں میں باعزت) ثوابِ ابدی اور جزائے سرمدی کے سبب سے۔

یہ آیت نازل ہونے کے بعد مشرکوں نے رسولِ کریم ﷺ کے گرداگرد حلقہ باندھا اور ہنسی اور مسخرے پن کی راہ سے بولے کہ محمد ﷺ کے اصحاب عقبیٰ میں جنتوں کی طمع رکھتے ہیں،تو ہم کو بھی یہ طمع ہے کہ ہم اِن سے پہلے جنتیں پائیں گے،تو یہ آیت نازل ہوئی کہ۔۔۔

فَمَالِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِیْنَ ﴿۳۶﴾ عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِیْنَ ﴿۳۷﴾

تو کیا ہوا کافروں کو؟ کہ تمہاری طرف گھورنے والے ہیں● داہنے اور بائیں سے، گروہ در گروہ● کیا للچاتا اُن کا ہر شخص،

اَیَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ یُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِیْمٍ ﴿۳۸﴾ كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾

کہ داخل کیا جائے راحت کے باغ میں● ہرگز نہیں! بے شک ہم نے پیدا فرمایا انہیں اُس سے جسے وہ جانتے ہی ہیں●

(تو کیا ہوا کافروں کو کہ تمہاری طرف گھورنے والے ہیں● داہنے اور بائیں سے گروہ در گروہ) حلقہ کیے ہوئے۔(کیا للچاتا) ہے (ان کا ہر شخص کہ داخل کیا جائے راحت کے باغ میں) اور نعمت لازوال میں؟ یعنی مشرکوں کو یہ داعیہ ہے کہ بے ایمان قبول کیے ہوئے جنتوں میں نعمت پر دخل پائیں گے۔ایسا (ہرگز نہیں) ہونے والا۔(بے شک ہم نے پیدا فرمایا انہیں اُس سے جسے وہ جانتے ہی

یں)،یعنی نطفہ سے کہ اِس کوکسی طرح عالمِ قدس سے مناسبت نہیں ہے، پس اگر کوئی کدورتوں کے
ث سے صاف نہ ہواور اخلاقِ ملکی سے متخلق نہ ہوجائے، وہ جنت میں داخل ہونے کی استعداد اور
اقت نہ رکھے گا۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿۴۰﴾

تو نہیں کیا میں قسم یاد کرتا ہوں تمام پوربوں اور سارے پچھموں کے رب کی، کہ بے شک ہم یقیناً قدرت والے ہیں●

عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۴۱﴾

اِس پر کہ بدل دیں اِن سے بہتر، اور نہیں ہیں ہم عاجز●

(تو نہیں کیا میں قسم یاد کرتا ہوں تمام پوربوں اور سارے پچھموں کے رب کی، کہ بے شک
ہم یقیناً قدرت والے ہیں● اِس پر کہ بدل دیں ان سے بہتر، اور نہیں ہیں ہم عاجز)۔۔الحاصل۔۔ہم
کو اِس بات کی قدرت ہے کہ اِن کافروں کو ہلاک کر کے اِن کے بدلے دوسری مخلوق پیدا کریں۔ہم
پر کوئی سبقت اور پیشی نہیں لے جاسکتا، اگر ہم کسی امر کا ارادہ کریں تو ہم کو کوئی مغلوب نہیں کرسکتا اُسے
ظاہر کرنے میں۔

فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۲﴾ يَوْمَ

تو چھوڑو انہیں کہ بے ہودگی میں پڑے رہیں اور کھیلا کریں یہاں تک کہ ملیں اپنے اُس دن کو، جس کا وعدہ دیے گئے ہیں● جس دن

يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَاشِعَةً

نکلیں گے قبروں سے جھپٹتے ہوئے، گویا وہ اپنے اپنے کسی نشان تک دوڑ لگا رہے ہیں● جھکی جھکی

اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۴﴾

اُن کی آنکھیں، چھائی اُن پر ذلت۔ یہ ہے وہ دن جس کا وعدہ دیے جاتے تھے●

(تو چھوڑو انہیں کہ بے ہودگی میں پڑے رہیں اور کھیلا کریں یہاں تک کہ ملیں اپنے اُس
دن کو جس کا وعدہ دیئے گئے ہیں)۔وہ جنگ بدر کا دن ہے۔۔یا۔۔قیامت کا روز۔۔۔اِس آیت کا حکم
آیتِ قتال کے حکم سے منسوخ ہے۔۔۔وہ کیا دن ہوگا؟ (جس دن نکلیں گے قبروں سے جھپٹتے ہوئے)
تیز رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت اسرافیل کا پکارنا قبول کر کے، (گویا وہ اپنے اپنے کسی نشان

تک دوڑ لگا رہے ہیں) جیسے سپاہ پراگندہ جو اپنا جھنڈا قائم دیکھتی ہے اور اُس کی طرف دوڑتی ہے۔ صورتِ حال یہ ہوگی کہ اُس وقت (جھکی جھکی) ہوں گی (اُن کی آنکھیں)، یعنی آنکھوں والے اپنے سر جھکائے ہوں گے۔ اور ہوگی (چھائی اُن پر ذلت ۔ یہ ہے وہ دن جس کا) وہ (وعدہ دیئے جاتے تھے) دُنیا میں ۔

اختتام سورۃ المعارج -- ﴿ ۲۷ رشوال المکرم ۱۴۳۳ھ --مطابق-- ۱۵ ستمبر ۲۰۱۲ء ---بروز شنبہ ﴾ --

---

-- ﴿ ۲۹ رشوال المکرم ۱۴۳۳ھ --مطابق-- ۱۷ ستمبر ۲۰۱۲ء ---بروز دوشنبہ ﴾ --

سُورۃ نوح

سورۂ نوح--۷۱ مکیہ ۷۱ — آیاتہا ۲۸--رکوعاتہا ۲

'سورہ نوح' جس کا نام اِسی کی آیت اسے ماخوذ ہے۔ 'سورہ النحل' کی چالیس آیتوں کے نازل ہونے کے بعد اور 'سورہ الطور' سے پہلے یہ سورت نازل ہوئی۔ اِس سورت کو اپنی سابقہ سورت 'المعارج' سے مناسبت یہ ہے کہ 'سورہ المعارج' میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ ہم اِس پر قادر ہیں کہ مشرکینِ مکہ سے بہتر لوگ لے آئیں اور اُس کے بعد 'سورہ نوح' میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر عالمگیر طوفان بھیجا جس سے اُن کی قوم کے تمام کافر غرق ہو کر ہلاک ہوگئے، صرف وہ اسّی افراد بچے جو اللہ کی توحید اور حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت پر ایمان لاچکے تھے۔ اور پھر اُنہیں باقی ماندہ لوگوں سے دُنیا آباد ہوئی۔ اِس سے اُس پر دلیل قائم ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے، تو ایک قوم کو ہلاک کر کے اُس کی جگہ دوسری قوم کو لے آئے۔ ایسی حقیقت افروز سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں ---

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

اِنَّآ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِهٖۤ اَنۡ اَنۡذِرۡ قَوۡمَكَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِيَهُمۡ عَذَابٌ

بے شک بھیجا ہم نے نوح کو اُن کی قوم کی طرف کہ ڈرسنا دو اپنی قوم کو، قبل اُس کے کہ آئے اُن کے پاس دکھ والا عذاب●

اَلِيۡمٌ ۝۱ قَالَ يٰقَوۡمِ اِنِّىۡ لَـكُمۡ نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ ۝۲ اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوۡهُ وَ

انہوں نے کہا کہ "اَے میری قوم! بلاشبہ میں تمہارے لیے کھلا کھلا ڈرسنا دینے والا ہوں● کہ پوجو اللہ کو اور ڈرو اُسے، اور

اَطِيۡعُوۡنِ ۝۳ يَغۡفِرۡ لَـكُمۡ مِّنۡ ذُنُوۡبِكُمۡ وَيُؤَخِّرۡكُمۡ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ

کہا مانو میرا● بخش دے گا تمہارے گناہوں کو، اور مہلت دے گا تمہیں ایک مقرر مدت تک۔

اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۝۴

بلاشبہ اللہ کا مقرر کردہ وقت، جب آ گیا تو نہیں ہٹایا جاتا۔ اگر تم جانتے ہوتے"●

(بے شک بھیجا ہم نے نوح کو اُن کی قوم) آلِ قابیل (کی طرف) اِس حکم کے ساتھ (کہ ڈرسنا دو اپنی قوم کو)، اور انہیں ڈرا دو (قبل اِس کے کہ آئے اُن کے پاس دکھ والا عذاب) طوفان کی شکل میں۔۔یا۔ عذابِ آخرت کی صورت میں، تو (انہوں نے کہا کہ اَے میری قوم) کے لوگو! (بلاشبہ میں تمہارے لیے کھلا کھلا ڈرسنا دینے والا ہوں)، یعنی میرا ڈرسنانا بالکل ظاہر ہے۔ پہنچاتا ہوں میں تم کو یہ حکم (کہ پوجو اللہ) تعالیٰ (کو اور ڈرو اُسے) یعنی اُس کے عذاب سے۔۔یا۔۔ پرہیز کرو اُس کی نافرمانی سے۔

(اور کہا مانو میرا)، یعنی میری اطاعت کرو اُس چیز میں جو میں حکم کروں اور منع کروں۔ اللہ تعالیٰ (بخش دے گا تمہارے گناہوں کو) قبل اسلام جس کے مرتکب ہوئے ہو، (اور مہلت دے گا تمہیں ایک مقرر مدت تک)، کہ وہ زندگی کی مدت ہے۔ یعنی عقوبت اور مہلکات سے بچا کر زندہ رکھے گا۔ (بلاشبہ اللہ) تعالیٰ (کا مقرر کردہ وقت جب آ گیا تو نہیں ہٹایا جاتا)۔ یعنی جس کی وہ اَجل اور مدت ہے اُسے مہلت نہیں ہوتی۔ (اگر تم جانتے ہوتے) اور فکر و نظر سے کام لیتے، تو خود ہی سمجھ لیتے کہ اَجل میں تاخیر اور مہلت کی گنجائش نہیں۔

۔۔غرضیکہ۔۔ حضرت نوح علیہ السلام نے نوسو پچاس[۹۵۰] برس اپنی قوم کو دعوت کی اور انہوں نے سرکشی اور عناد اختیار کر کے اُن کی ایذاء رسانی میں حد سے زیادہ کوشش کی۔ اور ہر گز اپنی طرف سے ایذاء رسانی میں کمی نہ کرتے تھے، یہاں تک کہ حضرت نوح تنگ آ گئے۔۔اور۔۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ نَهَارًا ۟ۙ فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا ۟ وَ

دُعا کی کہ ''پروردگارا! بلاشبہ میں نے تو بُلایا اپنی قوم کو رات دن• تو نہیں بڑھا اُن میں میرے بُلانے سے، مگر بھاگتے رہنا• اور

اِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَ اسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ

بے شک جب جب میں نے بُلایا اُنہیں کہ تُو بخش دے اُنہیں، تو دیتے رہے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں،

وَ اَصَرُّوْا وَ اسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۟ۚ

اور اوڑھ لیے اپنے کپڑے، اور ضد کرتے رہے، اور بڑے بنتے رہے بے حد•

(دُعا کی کہ پروردگارا! بلاشبہ میں نے تو بُلایا اپنی قوم کو رات دن) ایمان اور اطاعت کی طرف، (تو نہیں بڑھا اُن میں میرے بُلانے سے مگر بھاگتے رہنا) ایمان اور اطاعت سے۔ (اور بے شک جب جب میں نے بُلایا انہیں) توحید اور تیری عبادت کی طرف، تا (کہ تُو بخش دے انہیں) عبادت قبول کرنے کے سبب سے، (تو دیتے رہے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں) اور میرے پکارنے اور دعوت سننے کی راہ اُنہوں نے بند کر لی۔ (اور اوڑھ لیے اپنے کپڑے) تاکہ مجھ کو نہ دیکھیں۔ (اور ضد کرتے رہے)، یعنی اپنے کفر و معصیت پر اَڑ گئے۔ (اور بڑے بنتے رہے بے حد) اور میری متابعت سے سرکشی کی۔

ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۟ۙ ثُمَّ اِنِّیْۤ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَ اَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۟ۙ

پھر بے شک میں نے بُلایا اُنہیں بلند آواز سے• پھر بے شک میں نے علانیہ بُلایا اُنہیں، اور خفیہ باتیں بھی کیں اُن سے خوب•

(پھر) باوصف اِن کے اصرار اور استکبار کے (بے شک میں نے بُلایا انہیں بلند آواز سے) ان کی محفلوں میں، (پھر بے شک میں نے علانیہ بلایا انہیں)، یعنی ان کے بعض کو علانیہ پکار کر مکرر میں نے دعوت دی۔ (اور خفیہ باتیں بھی کیں ان) کے بعض (سے خوب)۔۔ الغرض۔۔ جس طرح میں دعوت کر سکا دعوت کرنے سے باز نہیں رہا۔ محفلوں میں، خلوتوں میں، پوشیدہ علانیہ، حق کی طرف میں نے بُلایا۔ اور جب تیری قہاری نے اُن سے بارانِ رحمت روکا اور ان کی عورتوں کو بانجھ کر دیا، کہ ان کے اولاد ہونا موقوف ہوگئی، تو انہوں نے میری طرف رجوع کیا۔۔۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝۱۰ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝۱۱

چنانچہ میں نے کہا کہ مغفرت مانگو اپنے رب کی۔ بے شک وہ مغفرت والا ہے● برسائے گا اوپر سے تم پر موسلا دھار بارش●

وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝۱۲

اور بڑھائے گا تمہیں مال اور بیٹوں میں، اور بنادے گا تمہارے لیے باغ، اور کردے گا تمہارے لیے نہریں●

(چنانچہ میں نے کہا) ان سے **(کہ مغفرت مانگو اپنے رب کی)**، یعنی کفر سے توبہ کرو۔ **(بے شک وہ مغفرت)** فرمانے **(والا ہے)** اپنی طرف متوجہ ہونے والوں کی۔ اور اگر تم توبہ کرلو گے تو حق تعالیٰ **(برسائے گا اوپر سے تم پر موسلا دھار بارش)** اَبر بھیج کر، جو بَرسے گا جھڑی لگا کر۔ **(اور بڑھائے گا تمہیں مال اور بیٹوں میں)**، یعنی مال اور اولاد بہت عطا فرمائے گا۔ **(اور بنادے گا تمہارے لیے)** میوہ دار **(باغ اور کردے گا تمہارے لیے نہریں)** پانی کی۔

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۝۱۳ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ۝۱۴

کیا ہوا تمہیں کہ امیدواری نہیں کرتے اللہ سے وقار کی؟● حالانکہ بے شک اُس نے پیدا فرمایا تمہیں ڈھنگ ڈھنگ کے●

(کیا ہوا تمہیں کہ امیدواری نہیں کرتے تم اللہ) تعالیٰ **(سے وقار کی)**، یعنی اُس کی عظمت و بزرگی کو نہیں پہچانتے اور اُس کی بزرگی کا اعتقاد نہیں کرتے، تا کہ اُس کی نافرمانی سے ڈرو۔۔یا۔۔تم کو کیا ہے کہ اُس کی عظمت وقہاری سے نہیں ڈرتے؟ **(حالانکہ بے شک اُس نے پیدا فرمایا تمہیں ڈھنگ ڈھنگ کے)** یعنی طرح طرح کا، صورت اور سیرت میں مختلف۔۔یا۔۔نطفہ کے طور سے، تھکے کے طور پر، پھر لوتھڑے کے طور پر کردیا آخر تک۔ یہ اُس کی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ شاملہ کی دلیل ہے۔

اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۝۱۵ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا

کیا تم لوگوں نے نہ دیکھا، کہ کیسا پیدا فرمایا اللہ نے سات آسمانوں کو نیچے اوپر● اور بنایا چاند کو اُن میں روشن،

وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ۝۱۶

اور بنایا سورج کو چراغ●

(کیا تم لوگوں نے نہ دیکھا کہ کیسا پیدا فرمایا اللہ) تعالیٰ **(نے سات آسمانوں کو نیچے اوپر)**

طبقہ بر طبقہ (**اور بنایا چاند کو اُن میں روشن**)۔

بعض تفسیروں میں ہے کہ چاند کا 'جرم' آسمانِ دُنیا میں ہے، یعنی چاند پہلے آسمان میں ہے اور اُس کا نور سب آسمانوں میں پھیلتا ہے اُسی طرح جیسے زمین میں پھیلتا ہے اور اُس کو روشن کردیتا ہے۔

(**اور بنایا سورج کو چراغ**) اہلِ زمین کا، کہ جس طرح چراغ اندھیرے کو اپنے گرد سے دُور کردیتا ہے آفتاب رات کی تیرگی زمین پر سے ہٹا دیتا ہے۔

اور حضرت رسولِ مقبول ﷺ کو اِس جہت سے 'چراغ' فرمایا کہ آپ کے نور نے کفر اور نفاق کے اندھیرے کو عالَم سے زائل کردیا۔ اِس مقام پر یہ ذہن نشین رہے کہ آفتاب کے نور کا کام یہ ہے کہ رات کی ظلمت کو فنا کردے، مگر اُس کا کام یہ نہیں ہے کہ اگر کسی در و دیوار وغیرہ میں سیاہی لگی ہو تو وہ اُس کو صاف کردے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ رات کے اندھیرے میں یہ پتا ہی نہیں لگتا سیاہی کہاں ہے، سپیدی کہاں ہے، سرخی کہاں ہے، سبزی کہاں ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

لیکن سورج نے نکل کر ظاہر کردیا کہ دیوار کے کس حصے پر کون سا رنگ ہے، اب نگاہیں دھوکا نہیں کھاسکتیں کہ سیاہی کو سفیدی سمجھ لیں۔۔یا۔۔سبزی کو سرخی باور کرلیں، تو نور کا کام یہی امتیاز دلانا ہے۔ نورِ مصطفیٰ ﷺ کے ظہور سے پہلے پتا ہی نہیں تھا کہ کفر کدھر ہے، ایمان کدھر ہے، اِخلاص کدھر ہے اور نفاق کدھر ہے، علم کدھر ہے جہالت کدھر ہے، وغیرہ وغیرہ۔

آفتابِ رسالت نے طلوع ہوکر اچھے اور بُرے کو ایک دوسرے سے ممتاز کردیا۔ اب کوئی کسی کو سمجھنے کے تعلق سے دھوکا اور فریب کا شکار نہیں ہوسکتا۔ یہی ہے حق و باطل کو ایک دوسرے سے ممتاز کردینے والی روشنی جس نے ساری دُنیا کے اذہان و افکار کو روشن کردیا ہے۔

وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿۱۷﴾

اور اللہ نے اُگایا تمہارے لیے زمین سے سبزہ •

(**اور اللہ**) تعالیٰ (**نے اُگایا تمہارے لیے زمین سے سبزہ**) یعنی عجیب سبزے، اور تمہیں اُن سے عجیب وغریب طریقے سے پیدا فرمایا، تمہارے باپ آدم علیہ السلام کے واسطے سے۔۔یا۔۔سب کو اُس سے پیدا کیا، اس لیے کہ تمہیں نطفوں سے پیدا کیا اور نطفے غذاؤں سے اور غذائیں زمین سے پیدا شدہ۔

'انبات' انشاء سے استعارہ ہے کیوں کہ وہ حدوث وتکون از ارض پر زیادہ دلالت کرتا ہے، کیونکہ جب انہیں یقین ہو جائے کہ اُن کی اصل تو سبزیاں ہیں، تو وہ مان جائیں گے کہ وہ حادث اور نئی مخلوق ہیں، ایسے جیسے سبزیاں۔ حضرت مترجم قدس سرہ نے معارف القرآن میں جو ترجمہ اختیار فرمایا ہے مذکورہ بالا وضاحت اُس کی روشنی میں ہے۔

اِس آیت زیرِ تفسیر کا ترجمہ یہ بھی کیا گیا ہے کہ۔۔۔''اور اللہ نے تمہیں زمین سے ایک طرح کی روئیدگی کے ساتھ اُگایا۔۔۔'' یعنی تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو پیدا کیا زمین سے، یعنی خاک سے اُن کا نہالِ ہستی اُگایا اچھا اُگانا۔ اور جب ہمارے باپ آدم علیہ السلام خاک سے پیدا ہوئے تو ہم سب خاک سے مخلوق ہیں۔

ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ بِسَاطًا ﴿۱۹﴾

پھر دوبارہ لے جائے گا تم لوگوں کو اُس میں، اور نکالے گا تمہیں دوبارہ • اور اللہ نے کر دیا تمہارے لیے زمین کو بستر •

لِتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾

تا کہ چلو پھرو اُس کے کشادہ راستوں میں''•

(پھر دوبارہ لے جائے گا تم لوگوں کو اُس میں) یعنی موت کے بعد زمین قبر میں۔ **(اور نکالے گا تمہیں دوبارہ)** حساب اور جزاء کے لیے۔ **(اور اللہ)** تعالیٰ **(نے کر دیا تمہارے لیے زمین کو بستر)** بچھونے کے مثل بچھی ہوئی، **(تا کہ چلو پھرو اُس کے کشادہ راستوں میں)**۔

اِن نصیحتوں کے بعد قوم نوح علیہ السلام نے غور وتامل کیا اور اُن کے خواص اور رئیسوں نے اُن کو بھڑکایا کہ جس حال پر تھے اُس سے بھی بدتر ہو گئے، اور پہلے سے بھی زیادہ ظلم کر کے نافرمانی اور عناد زیادہ کیا، تو اُن کا یہ حال دیکھ کر۔۔۔

قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ

عرض کیا نوح نے کہ''پروردگارا! بلاشبہ اِن لوگوں نے گناہ کیا میرا، اور چلے اُس کے پیچھے کہ نہیں بڑھایا جس کے مال واولاد نے،

إِلَّا خَسَارًا ﴿۲۱﴾ وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿۲۲﴾

مگر خسارہ کو• اور چالبازی کرتے رہے وہ بڑی سخت•

(عرض کیا نوح نے کہ پروردگارا! بلاشبہ اِن لوگوں نے گناہ کیا میرا) یعنی میری امت کے

لوگ میرے باب میں عاصی ہوگئے، (اور چلے اُس کے پیچھے کہ نہیں بڑھایا جس کے مال واولاد نے مگر خسارہ کو)۔ یعنی اُنہوں نے میرا حکم نہ مانا اپنے رئیسوں اور سرداروں کی متابعت کی جو اپنے مال اور اولاد پر مغرور تھے، جن سے اُن کا دینی نقصان اور گمراہی بڑھتی رہی۔ (اور چالبازی کرتے رہے بڑی سخت) کہ اُس کے سبب سے کمینوں اور نادانوں کو اپنی طرف کھینچا اور مجھ کو ایذاء دینے کی ترغیب اور تحریص کی۔

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ

اور کہتے رہے کہ مت چھوڑنا اپنے معبودوں کو، اور مت چھوڑنا ود، اور نہ سواع۔۔

وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۚ﴿٢٣﴾

نہ یغوث ویعوق، ونسر ناموں کے بتوں کو●

(اور کہتے رہے کہ مت چھوڑنا اپنے معبودوں کو، اور مت چھوڑنا 'وَد'، اور نہ 'سواع' نہ 'یغوث' و 'یعوق' و 'نسر' ناموں کے بتوں کو)۔ وَد ایک بت تھا مَرد کی صورت پر بنایا ہوا، 'سواع' ایک بت عورت کی صورت کا، 'یغوث' ایک بت تھا شیر کی صورت، 'یعوق' ایک بت تھا گھوڑے کی صورت پر، اور 'نسر' ایک بت کرگس کی شکل پر تھا۔

اور بہت مشہور بات یہ ہے کہ یہ پانچ[5] مَردانِ صالح کے نام تھے کہ یہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ کے درمیان میں گزرے تھے اور لوگوں کو اُن سے اعتقاد تھا۔ اُن کے مرنے کے بعد شیطان نے اُن کی صورتیں لکڑی اور پتھر سے بنادی تھیں، لوگ اُن کی تعظیم کیا کرتے۔ جب زمانہ گزرا تو پرستش کرنے لگے۔ طوفانِ نوح کے بعد شیطان نے وہ بت نکال کر عرب کو اُن کی پرستش کا حکم کیا۔

قبیلہ 'بنی کلب' نے 'وَد' کو دومۃ الجندل میں رکھا، اور 'سواع' قبیلہ 'ہذیل' میں تھا دریا کے کنارے، اور 'یغوث' کو 'مذحج' اور 'بنی غطیف' اور 'بنی مراد' نے اختیار کیا، اور 'یعوق' ہمدان میں جاپڑا، اور 'نسر' 'اہلِ حمیر' اور 'آلِ ذی الکلاع' کا معبود تھا۔

۔۔غرضیکہ۔۔نوح علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے مناجات کی کہ خدایا! قوم کے بڑے آدمیوں نے غریب آدمیوں سے کہا کہ اُن بتوں سے ہاتھ نہ اُٹھاؤ۔۔۔

وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ

اور بے شک اُنہوں نے بے راہ کیا بہتوں کو۔۔۔اور نہیں بڑھاتے اندھیر والے مگر بے راہی کو• اپنی کیسی خطاؤں کے سبب،

اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾

وہ لوگ ڈبودیے گئے، پھر داخل کیے گئے آگ میں۔۔تو نہ پایا اپنا اللہ کے خلاف مددگاروں کو•

(اور بے شک انہوں نے بے راہ کیا بہتوں کو)۔یعنی ان بتوں کے سبب سے بہتیرے آدمیوں اور کمزور لوگوں کو قوم کے رؤساء نے گمراہ کیا۔ **(اور نہیں بڑھاتے اندھیر والے مگر بے راہی کو)**۔۔یا یہ کہ۔۔ "اَے میرے رب! نہ زیادہ کر ظالموں کے لیے مگر عذاب اور ہلاکت۔" تو **(اپنی کیسی)** عظیم **(خطاؤں کے سبب وہ لوگ ڈبودیئے گئے)** طوفان میں، **(پھر داخل کیے گئے آگ میں)** قبروں کے اندر۔۔اور بعضوں نے کہا کہ آخرت میں داخل کیے جائیں گے۔۔۔ **(تو نہ پایا اپنا اللہ)** تعالیٰ **(کے خلاف مددگاروں کو)**۔یعنی پھر نہ پایا انہوں نے اپنے واسطے اُن میں سے جنہیں خدا ٹھہرایا تھا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی یار و مددگار، جو عذابِ طوفان کو اُن پر سے روکے۔

روایت ہے کہ "حق تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو خبر دی کہ اب اور کوئی تیری قوم سے ایمان نہ لائے گا اور اُن سے کوئی لڑکا بھی ایسا پیدا نہ ہوگا جو ایمان لائے۔" تو مناجات کی۔۔۔

وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّكَ اِنْ

اور دُعا کی نوح نے کہ "پروردگارا! نہ چھوڑ زمین پر کافروں سے کوئی بسنے والا• بے شک تُو نے اگر

تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾

چھوڑ رکھا اُنہیں، تو بے راہ رکھیں گے تیرے سب بندوں کو، اور نہ جنیں گے مگر بدکار ناشکرے"•

(اور دُعا کی نوح نے کہ پروردگارا! نہ چھوڑ زمین پر کافروں سے کوئی بسنے والا)۔۔۔اس سے ہلاکِ عام مراد ہے، یعنی کسی کافر کو زندہ نہ چھوڑ، کیونکہ۔۔۔ **(بے شک تُو نے اگر چھوڑ رکھا اُنہیں، تو بے راہ رکھیں گے تیرے سب بندوں کو)**، یعنی مؤمنوں کو بہکاتے اور بھڑکاتے رہیں گے **(اور نہ جنیں گے مگر بدکار ناشکرے)**۔یعنی اُن کے لڑکے پیدا ہوکر جب بالغ ہوں گے تو کفار و فجار و غدار ہوں گے۔

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ

"پروردگارا! بخش دے مجھے اور میرے ماں باپ کو اور اُسے جو داخل ہوا میرے گھر میں مانتا ہوا، اور مسلمان مَردوں اور عورتوں کو۔

وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾

اور مت بڑھا ان اندھیر والوں میں مگر بربادی"●

(**پروردگارا! بخش دے مجھے اور میرے ماں باپ کو**)۔ چونکہ دونوں مؤمن تھے اس لیے حضرت نوح نے اُن کی مغفرت کی دُعا فرمائی۔ (**اور**) بخش دے (**اُسے جو داخل ہوا میرے گھر میں**) یعنی میرے ٹھہرنے کی جگہ۔۔یا۔۔میرے کھیت۔۔یا۔۔مسجد میں (**مانتا ہوا**)، یعنی اس حال میں کہ وہ مؤمن ہو۔ (**اور**) بخش دے سارے ہی (**مسلمان مَردوں اور عورتوں کو**) جو قیامت تک ہوں۔

اور بعضوں نے کہا کہ اِس سے امتِ مرحومہ کے لوگ مراد ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کی دُعا کافروں کے باب میں مقبول ہوئی، اُسی طرح مؤمنوں کے باب میں بھی قبول ہوئی۔ حضرت نوح کی دُعا کے آخری کلمات یہ تھے۔

(**اور مت بڑھا اُن اندھیر والوں میں مگر بربادی**)، یعنی کافروں کو سختی کے ساتھ ہلاک فرمادے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

اختتام سورۂ نوح ۔۔ ﴿ ۳۰ رشوال المکرم ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۱۸ رستمبر ۲۰۱۲ء ۔۔۔ بروز سہ شنبہ ﴾ ۔۔

۔۔ ﴿ ۱۸ رذیقعدہ ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۵ راکتوبر ۲۰۱۲ء ۔۔۔ بروز جمعہ ﴾ ۔۔

سُوْرَۃُ الْجِنّ

سورۂ الجن ۔۔ ۷۲ مکیہ ۴۰ | آیاتہا ۲۸ ۔۔ رکوعاتہا ۲

اِس سورۂ مبارکہ کا نام اِسی سورہ کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے جس میں جنوں کے ایک گروہ کا ذکر ہے۔ یہ سورۂ مبارکہ 'الاعراف' کے بعد اور 'یٰسین' سے پہلے بعثتِ نبی کریم ﷺ کے ابتدائی عشرہ میں نازل ہوئی۔ جن کا ایک گروہ 'بطن نخلہ' میں رسولِ مقبول ﷺ کی ملازمت سے شرف اندوز ہوا، اور آپ کی زبانِ مبارک سے قرآن شریف سن کر وہ سب جن ایمان لے آئے۔ اور وہ نو جن تھے۔۔یا۔۔سات۔ اُن میں سے تین نجران کے تھے،

جار نصیبین کے۔ وہ اپنے قبیلے میں بڑے اور بزرگ تھے اور ابلیس کا تمام لشکر انہیں سے ہے۔
اور وہ گروہ جو ایمان لایا تھا اُس نے اپنی قوم میں جا کر انواع و اقسام کی باتیں کہیں۔ حق تعالیٰ اِس سورت میں اُن کی خبر دیتا ہے، تو اِس مبارک سورت کو میں شروع کرتا ہوں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ﴿۱﴾

کہہ دو کہ "وحی بھیجی گئی ہے میری طرف کہ بلاشبہ یہ واقعہ ہوا کہ خوب سنا چند جنوں نے، تو بولے کہ بے شک ہم نے سنا نادر قرآن ●

یَّهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ﴿۲﴾

جو راہ دیتا ہے ہدایت کی طرف، لہٰذا امان لیا ہم نے اُس کو، اور ہرگز نہ شریک بنائیں گے اپنے رب کا کسی کو ●

اَے محبوب! (کہہ دو) اور سب کو باخبر کردو (کہ وحی بھیجی گئی ہے میری طرف کہ بلاشبہ یہ واقعہ ہوا کہ خوب سنا چند جنوں نے) جو دس[۱] سے کم تھے اور تین[۳] سے زیادہ، (تو بولے) جب اپنی قوم میں گئے (کہ) اَے قوم کے لوگو! (بے شک ہم نے سنا نادر قرآن) جو آدمی کے کلام سے نہیں ملتا اور کوئی ایسی عبارت بنانے کی قدرت نہیں رکھتا، (جو راہ دیتا ہے ہدایت کی طرف) یعنی راستی اور صواب اور دین دُنیا کی صلاح کی طرف۔ (لہٰذا مان لیا ہم نے اُس کو اور) اب (ہرگز نہ شریک بنائیں گے اپنے رب کا کسی کو) یعنی بت اور شیطان وغیرہ کو، جس طرح پہلے ہم شرک کرتے تھے۔

وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ﴿۳﴾ وَّاَنَّهٗ كَانَ

اور بے شک واقعہ ہے کہ بلند و بالا ہے ہمارے رب کی شان، اُس نے نہیں رکھا کوئی بی بی اور نہ اولاد ● اور بے شک

یَقُوْلُ سَفِیْهُنَا عَلَی اللّٰهِ شَطَطًا ﴿۴﴾

بکا کرتے تھے ہم میں کے بے وقوف، اللہ پر جھوٹ ●

(اور بے شک واقعہ ہے کہ بلند و بالا ہے ہمارے رب کی شان)۔۔۔ یا۔۔۔ برتر ہے اُس کی عظمت و جلال مخلوقات کے ساتھ ہم جنس ہونے سے، تو (اُس نے نہیں رکھا کوئی بی بی) جیسا کہ بنو ملیح

کہتے ہیں، (اور نہ اولاد) جیسا کہ یہود و نصاریٰ عزیر اور عیسیٰ علیہما السلام کی نسبت فرزندِ خدا ہونے کا اعتقاد کرتے ہیں۔ (اور بے شک بکا کرتے تھے ہم میں کے بے وقوف) خاص کر کے ان کا سردار ابلیس، (اللہ) تعالیٰ (پر جھوٹ)، کہ اُس کی طرف جورو اور لڑکوں کی نسبت کرتا ہے۔

وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۙ وَّاَنَّهٗ كَانَ

اور بے شک ہم سمجھے تھے کہ نہ بولیں گے انسان اور جن، اللہ پر جھوٹ بولی● اور بے شک

رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۙ ⑥

کچھ مرد آدمی تھے، کہ پناہ لیتے تھے کچھ جن مَردوں کی، تو بڑھا دی اُن کی ڈینگ●

(اور بے شک ہم سمجھے تھے کہ نہ بولیں گے انسان اور جن اللہ) تعالیٰ (پر جھوٹ بولی)۔ اِسی لیے ابلیس جو کہتا تھا ہم باور کر لیتے تھے۔ جب ہم نے قرآن سنا تو معلوم ہوا کہ وہ خدا پر جھوٹ باندھتا تھا۔ (اور بے شک) جنوں کی سرکشی کا سبب یہ بھی تھا کہ (کچھ مَرد آدمی تھے کہ پناہ لیتے تھے کچھ جن مَردوں کی) اِس طرح پر کہ جب کوئی مَرد ہولناک میدان میں پہنچتا تو کہتا کہ میں پناہ لیتا ہوں اِس جنگل کے سردار کی قوم کے نادانوں کے شر سے۔

اور اعتقاد یہ تھا کہ اِس پناہ مانگنے سے وہ شخص سالم اور امن میں رہتا ہے۔ اور اہلِ مکہ ہولناک مقام میں کہتے تھے کہ پناہ مانگتے ہیں، ہم حذیفہ بن بدر کی اِس جنگل کے جن کے شر سے۔۔ (تو بڑھا دی) آدمیوں نے جنوں کے واسطے اِس پناہ مانگنے کے سبب سے (اُن) جنوں (کی ڈینگ)۔ یعنی ان کا تکبر اور اُن کی سرکشی اور جہالت یہاں تک کہ جن کہتے تھے کہ ہماری بزرگی اِس درجہ ہے کہ آدمی ہم سے پناہ ڈھونڈتے ہیں۔

وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۙ ⑦

اور اُنہوں نے سمجھ رکھا تھا جیسا کہ تم لوگوں نے سمجھ رکھا ہے، کہ ہرگز نہ بھیجے گا اللہ کسی نبی کو●

(اور انہوں نے) یعنی کافر آدمیوں نے (سمجھ رکھا تھا جیسا کہ) اَے جنو! (تم لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ ہرگز نہ بھیجے گا اللہ) تعالیٰ (کسی نبی کو) جو حشر و نشر کی باتیں بتائے۔۔ یا یہ کہ۔۔ نہ اٹھائے گا خدا کسی کو حساب اور جزا کے واسطے۔

وَّ اَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِیْدًا وَّ شُهُبًا ۙ﴿۸﴾

اور بلاشبہ ہم نے چھوا آسمان کو، تو پایا ہم نے اُسے کہ بھر دیا گیا ہے سخت پہروں اور شعلوں سے ●

(اور بلاشبہ ہم نے چھوا آسمان کو) یعنی مَس کیا آسمان کو، چُرا کر بات سننے کو ہم اوپر گئے اور ہم نے چاہا کہ آسمان میں ہم چلے جائیں، تو جب ہم نے اوپر جانے کی کوشش کی، (تو پایا ہم نے اُسے کہ بھر دیا گیا ہے سخت پہروں) سے، یعنی قوی پہریدار فرشتوں سے جو جنوں کو اوپر جانے سے روکنے کے لیے نامزد ہیں، (اور شعلوں سے) جو شیطانوں کو ہانکنے کے واسطے متعین ہوئے ہیں۔ پیغمبر اسلام کی بعثت سے پہلے صورتِ حال کچھ اور تھی۔۔ چنانچہ۔۔ ہم آسمانوں پر جاتے اور بیٹھنے کی جگہوں پر بیٹھتے تھے، نہ پاسبان روکتے تھے نہ ستاروں کی آگ سے ہم ہنکائے جاتے تھے۔۔۔

وَّ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ یَّسْتَمِعِ الْاٰنَ یَجِدْ لَهٗ

اور بے شک ہم بیٹھا کرتے تھے وہاں جابجا سننے کو۔ تو اب جو سننا چاہے، پائے گا اپنے لیے

شِهَابًا رَّصَدًا ۙ﴿۹﴾ وَّ اَنَّا لَا نَدْرِیْۤ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ

شعلہ کو گھات میں ● اور بے شک ہم نہیں قیاس کر سکتے کہ آیا بُرائی کا ارادہ کیا گیا ہے زمین والوں سے،

اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۙ﴿۱۰﴾

یا ارادہ فرمایا ہے اُن کے لیے اُن کے رب نے بھلائی کا ●

(اور بے شک ہم بیٹھا کرتے تھے وہاں جابجا) آسمانی خبریں (سننے کو۔ تو اب جو) جن (سننا چاہے، پائے گا اپنے لیے شعلہ کو گھات میں ● اور بے شک ہم نہیں قیاس کر سکتے کہ آیا بُرائی کا ارادہ کیا گیا ہے زمین والوں سے، یا ارادہ فرمایا ہے اُن کے لیے) یعنی اُن کے حق میں (اُن کے رب نے بھلائی کا)۔ یعنی ہم کو یہ معلوم نہیں کہ چوری چھپے فرشتوں کی بات سننے سے زمین والوں کے ساتھ کسی خیر کا ارادہ کیا گیا ہے۔۔ یا۔۔ شر کا۔

۔۔ یا یہ کہ۔۔

سیدنا محمد ﷺ کی بعثت سے زمین والوں کے ساتھ شر کا ارادہ کیا گیا ہے تا کہ وہ آپ کی نبوت کی تکذیب کر کے ہلاک ہو جائیں جس طرح پچھلی امتیں اپنے نبیوں کی تکذیب کر کے ہلاک ہو گئیں ۔۔ یا۔۔ آپ کی بعثت سے اُن کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا گیا ہے تا کہ وہ آپ پر ایمان لا کر ہدایت پا جائیں

اور دُنیا و آخرت میں سرفراز ہوں۔

وَّ اَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ كُنَّا طَرَآىِٕقَ قِدَدًا ﴿۱۱﴾

اور بے شک ہم میں بعض نیک ہیں، اور بعض اُن کے خلاف ہیں، ہم الگ الگ راہ رہے●

(اور بے شک ہم میں) یعنی ہماری جنس میں **(بعض نیک ہیں)** یعنی مؤمن ہیں، اور نیک کام کرنے والے خیر میں سبقت لے جانے والے ہیں، **(اور بعض اُن کے خلاف ہیں)** یعنی اُن سے کمتر ہیں یعنی خیر اور شر میں اوسط راہ چلنے والے ہیں۔۔ *المختصر*۔۔ **(ہم الگ الگ راہ رہے)** یعنی ہم ہیں مختلف اور متفرق طریقوں اور مذہبوں والے۔

حضرت حسن بصری سے منقول ہے کہ جس طرح آدمیوں میں مختلف مذہبوں کے لوگ ہیں، جیسے قدریہ، مرجیہ، رافضی وغیرہ، اِسی طرح جنوں میں بھی ہیں۔

وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِی الْاَرْضِ وَ لَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ﴿۱۲﴾

اور بے شک ہم نے سمجھ لیا کہ ہم ہرگز نہیں بے قابو کر سکتے اللہ کو زمین میں کہیں، اور نہ بے قابو کر سکتے ہیں اُسے بھاگ کر●

(اور بے شک ہم نے سمجھ لیا کہ ہم ہرگز نہیں بے قابو کر سکتے اللہ) تعالیٰ **(کو زمین میں کہیں)**۔ یعنی اگر حق تعالیٰ ہمارے ساتھ کچھ کیا چاہے، تو ہم اُسے اُس میں عاجز نہ کر سکیں گے اپنے مقام میں مقابلہ اور مقاومت کے واسطے ثابت قدم اور ساکن رہ کر۔ **(اور نہ)** ہی **(بے قابو کر سکتے ہیں اُسے بھاگ کر)** زمین کے اطراف اور کوہ قاف کے حوالی میں۔۔ *الحاصل*۔۔ اگر حق تعالیٰ ہمارے ساتھ کچھ کرنا چاہے، تو ہم میں طاقت نہیں کہ اُس کام کے کرنے سے اُسے عاجز کر دیں اور اُس کام سے باز رکھیں۔۔ یوں ہی۔۔ اگر وہ ہمیں اپنی گرفت میں لینا چاہے، تو ہم اِدھر اُدھر بھاگ کر اپنے کو اُس کی پکڑ سے بچا نہیں سکتے۔

وَّ اَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ

اور بے شک جب سن لیا ہم نے ہدایت کو تو مان گئے اُس کو۔ کہ جو مانے گا اپنے رب کو،

فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّ لَا رَهَقًا ﴿۱۳﴾

تو نہ ڈرے گا کسی کمی کو نہ بیشی کو●

(اور بے شک جب سن لیا ہم نے ہدایت کو) یعنی قرآن کو جو سارے اہلِ عالم کے لیے سببِ ہدایت ہے، (تو مان گئے اُس کو)۔۔یا۔۔جس سے سنا یعنی رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، تو اُن پر ایمان لائے۔

چونکہ یہ بات مقرر ہے کہ جنوں کی طرف کوئی پیغمبر مبعوث نہیں ہوا مگر جناب رسول اکرم ﷺ، کہ آپ کی دعوت جن اور اِنس دونوں کو پہنچی ہوئی ہے۔

۔۔الختصر۔۔قرآن سنانے والے پیغمبر پر ہم ایمان لائے اور خدا کو ماننے کی جو انہوں نے دعوت دی اُس کو ہم نے قبول کیا۔ کیوں (کہ جو مانے گا اپنے رب کو، تو نہ ڈرے گا کسی کمی کو، نہ بیشی کو)۔ نہ اُس کی جزا میں کوئی کمی ہوگی اور نہ ہی اُس پر کوئی ظلم وزیادتی ہوگی۔۔الغرض۔۔کسی طور پر بھی اُس کو اپنی حق تلفی کا خوف نہ ہوگا، اور نہ ہی ظلم وزیادتی کا ڈر ہوگا۔

وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿۱۴﴾

اور بے شک ہم میں کچھ مسلمان ہیں اور کچھ ظالم ہیں، تو جس نے اسلام قبول کیا، تو اُنہوں نے مقصود بنایا ہدایت کو●

وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿۱۵﴾

اور رہے ظالم، تو وہ ہوئے جہنم کے ایندھن"●

(اور بے شک ہم میں کچھ مسلمان ہیں) جو پیغمبر پر ایمان لائے ہوئے ہیں اور دینِ اسلام کو قبول کیے ہوئے ہیں، (اور کچھ ظالم ہیں) جو شرک کرتے ہیں اور خدا کا حکم نہیں مانتے، (تو جس نے اسلام قبول کیا) جس طرح ہم نے قبول کرلیا ہے، (تو انہوں نے مقصود بنایا ہدایت کو)۔ یعنی سیدھی راہ کا قصد کیا تو وہ اُس راہ سے مقصد تک پہنچیں گے۔ (اور رہے ظالم!) جو حق پر ایمان نہ لائے، (تو وہ ہوئے جہنم کے ایندھن)۔ اُن کے سبب سے آگ بھڑکائی اور دہکائی جائے گی، جیسے کہ کافر آدمیوں سے سلگائی جائے گی۔

وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ﴿۱۶﴾

اور یہ بھی وحی کی گئی ہے کہ "اگر لوگ سیدھے چلتے راہ پر، تو یقیناً ہم سیراب کرتے اُنہیں پانی سے بافراط●

(اور یہ بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر) مکہ کے (لوگ سیدھے چلتے راہ پر) اور ایمان لے آتے،

(تو یقیناً ہم سیراب کرتے انہیں پانی سے بافراط) بہت قحط اور تنگ سالی کے بعد، یعنی ہم ان پر روزی کشادہ کردیتے۔

--یا--

اگر جن اسلام پر استقامت اختیار کریں، تو اُن کو ہم بہت صاحبِ نعمت کریں گے۔ یعنی دوزخ کی وعید سے اُن کو ہم امان دیں گے اور یہ بہت بڑی نعمت ہے۔

اور مفسروں کے ایک گروہ نے 'عام' لیا ہے، یعنی اگر جن اور اِنس اسلام پر مستقیم رہیں، تو ہم اُن پر معیشت کشادہ کردیں گے۔۔۔

لِّنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَمَن يُعْرِضْ عَن ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿١٧﴾

تا کہ آزمائیں اُنہیں اُس بارے میں۔ اور جو منہ پھیرے اپنے رب کے ذکر سے، تو گھسیٹے گا اُسے بڑھنے چڑھنے والے عذاب میں●

(تا کہ آزمائیں انہیں اِس بارے میں) کہ وہ نعمت کا شکر اَدا کرنے میں کیونکر قیام کرتے ہیں۔ (اور جو منہ پھیرے اپنے رب کے ذکر سے)، یعنی اُس کی نعمت یاد کرکے اُس کی شکر گزاری نہ کرے، (تو گھسیٹے گا اُسے بڑھنے چڑھنے والے عذاب میں) جس میں راحت ہوگی نہ فرحت، یعنی اُسے دوزخ میں داخل فرمادے گا۔

وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ﴿١٨﴾

اور بے شک مسجدیں اللہ کے لیے ہیں، تو مت دُہائی دو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی●

(اور) مجھ پر یہ بھی وحی آئی ہے کہ (بے شک مسجدیں اللہ) تعالیٰ (کے لیے ہیں) اور اُسی کی عبادت کے لیے خاص ہیں، (تو مت دُہائی دو اللہ) تعالیٰ (کے ساتھ کسی اور معبود کی)، جس طرح یہود و نصاریٰ اپنے کنیسوں اور صومعوں میں حضرت عزیر اور مسیح علیہما السلام کو خدائی کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ اور جس طرح بیت الحرام کے گرداگرد کہتے ہیں کہ "لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِلَّا شَرِيْكَ هُوَلَكَ"۔

اور بعضوں نے کہا کہ اُن مساجد سے تمام روئے زمین مراد ہے کہ حضرت سید المرسلین ﷺ کی مسجد ہے، اس واسطے کہ آپ نے فرمایا "جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا" یعنی کردی گئی میرے واسطے تمام زمین مسجد اور پاک، تو زمین کے کسی قطعہ اور کسی بقعہ میں

خدا کی یاد کے ساتھ کسی دوسرے کی اُسے معبود سمجھ کر دُہائی باطل ہے۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی الٰہیت اور اُلوہیت والا سمجھنا کفر و شرک ہے۔ اس لیے کسی جگہ بھی اور کسی کو بھی خدا کے سوا مستحقِ عبادت نہ سمجھو۔۔۔

وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿١٩﴾

اور بے شک جب کھڑا ہوا اللہ کا بندہ، کہ معبود کی دُہائی دے، تو ہو جانے لگی اُس پر بھیڑ"●

(اور بے شک جب کھڑا ہوا اللہ) تعالیٰ (کا بندہ) محمد رسول اللہ ﷺ' بطنِ نخلہ میں، (کہ معبود کی دُہائی دے) اور نماز پڑھے۔۔ چنانچہ۔۔اُس نے نماز کی قرأت شروع فرمادی (تو) قرأت سننے کے لیے (ہو جانے لگی اُس پر) جنوں کی (بھیڑ) کلامِ الٰہی کے سننے کے شوق میں۔

اِس ارشاد میں رسولِ کریم کو 'عبداللہ' کے نام سے یاد فرمایا گیا ہے اس لیے بعض صحابہء کرام کے بقول، رسولِ خدا ﷺ پر اُس سے زیادہ کوئی نام پسند نہیں آیا، اس واسطے کہ شرطِ عبادت اور عبودیت پر جس طرح آنحضرت ﷺ نے قیام فرمایا، اُس طرح کسی کو اُس پر قیام کرنے کی قدرت نہ تھی۔ تو لاجرم منازلِ ملکی پر عروج کے وقت آپ اِس نام سے ذکر کیے گئے **سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ** اور مدارجِ فلکی سے قرآن اترنے کے وقت بھی آپ کو اُسی نام سے یاد فرمایا **تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ**۔

مکہ کے کافروں نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ تم نے عجب کام اختیار کیا ہے اور بڑا مہلکہ شروع کیا ہے، اِس مہم سے پھر و اور اِس کام سے رجوع کرو تا کہ ہم تم کو پناہ دیں اور تمہاری حمایت کریں، تو یہ آیت نازل ہوئی کہ اَے محبوب!۔۔۔

قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ﴿٢٠﴾ قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿٢١﴾

کہہ دو کہ "میں دُہائی دیتا ہوں بس اپنے رب ہی کی، اور نہیں شریک بناتا اُس کا کسی کو"● کہہ دو کہ "میں خود مختار نہیں ہوں تمہارے کسی بُرے کا اور نہ بھلے کا"●

(کہہ دو کہ میں دُہائی دیتا ہوں بس اپنے رب ہی کی اور نہیں شریک بناتا اُس کا کسی کو)۔یعنی میں اپنے رب کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا، تو یہ کون سی عجیب بات ہوئی جو ہلاکت آفریں ہو۔ اور

اَے محبوب! رہ گئی دفع ضرر اور جلبِ منفعت کی بات، تو اس کے تعلق سے (کہہ دو کہ میں خود مختار نہیں ہوں تمہارے کسی بُرے کا اور نہ بھلے کا)۔ یعنی تمہارے لیے اَز خود کسی ضرر اور بھلائی کا مالک نہیں۔ میں بندہ ہوں اور بندے کا کام خدا کی عبادت ہے۔۔اور۔۔

قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۟

کہہ دو کہ "بے شک نہیں بچا سکتا مجھے اللہ سے کوئی دوسرا۔۔اور ہرگز نہ پا سکتا اُس کے خلاف کوئی پناہ گاہ●

اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ

سوا اللہ کی پیغامبری اور رسالتوں کے۔" اور جو گناہ کرے اللہ اور اُس کے رسول کا، تو بلاشبہ اُس کے لیے

نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ۟

جہنم کی آگ ہے، ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے اُس میں●

(کہہ دو کہ بے شک نہیں بچا سکتا مجھے اللہ) تعالیٰ (سے کوئی دوسرا)۔۔۔یعنی اگر خدا مجھ پر عذاب کرنا چاہے تو کوئی میری حمایت نہیں کر سکتا۔ (اور ہرگز نہ پا سکتا اُس کے خلاف کوئی پناہ گاہ) جس کی طرف ہم متوجہ ہوں۔ یعنی بے شک مجھے ہرگز اللہ سے کوئی نہ بچائے گا اور میں ہرگز اُس کے سوا کوئی پناہ نہ پاؤں گا (سوا اللہ) تعالیٰ (کی پیغامبری اور رسالتوں کے)۔ یعنی صرف اللہ تعالیٰ کے پیغاموں کو پہنچانا اور اُس کی رسالت کی امانت کو اَدا کرنا میرے ذمہ ہے۔

(اور جو گناہ کرے اللہ) تعالیٰ (اور اُس کے رسول کا، تو بلاشبہ اُس کے لیے جہنم کی آگ ہے) وہ (ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے) ہیں (اُس میں)۔ اَے محبوب! آج یہ کافر تجھ کو کمزور اور بے یار و مددگار جانتے ہیں اور تیرے باب میں عاصی اور گنہگار ہوتے ہیں، تو یہ اَبدی کافر کبھی نہ مانیں گے۔۔۔

حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا

یہاں تک کہ جب دیکھ پائے جس کا وعدہ دیے جاتے ہیں، اب جلد جان لیں گے، کہ کون کمزور رکھتا ہے مددگار،

وَّاَقَلُّ عَدَدًا ۟

اور کم بھی شمار میں●

(یہاں تک کہ جب دیکھ پائے) یعنی دیکھیں گے اُس عذاب کو (جس کا وعدہ دیئے جاتے

یں،اب جلد جان لیں گے کہ کون کمزور رکھتا ہے مددگار اور کم بھی شمار میں)۔یعنی کس کے مددگار کمزور یں اور گنتی میں کم ہیں،اور کس کے مددگار قوت اور شمار میں زیادہ ہیں۔

یہ آیت سن کر کافروں نے کہا کہ"آخر وہ وعدہ کب پورا ہوگا اور وہ امر عذاب کب ظاہر ہوگا،"تو یہ آیت نازل ہوئی کہ۔۔۔

قُلْ اِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْۤ اَمَدًا ﴿۲۵﴾

کہہ دو"میں اٹکل سے نہیں کہہ سکتا، کہ قریب ہے جو وعدہ دیے جاتے ہو، یا کردے گا اُس کو میرا رب دراز"●

(کہہ دو) کہ جو کچھ وعدہ کیا ہے صحیح اور درست ہے، مگر اُس کا وقت ابھی مجھ پر پوشیدہ رکھا گیا ہے، تو (میں) اپنی (اٹکل سے نہیں کہہ سکتا کہ قریب ہے) وہ عذاب (جو وعدہ دیئے جاتے ہو)، یعنی جس کے نازل ہونے کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے، (یا کردے گا اُس کو میرا رب دراز)، یعنی اُس کے نزول کے زمانے کو دُور کردے گا۔۔الختصر۔حسب وعدہ وہ عذاب ضرور آئے گا، خواہ جلدی آئے ۔۔یا۔۔دیر میں۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

اور وہ غیب کا جاننے والا ہے، تو نہیں مکمل آگاہی دیتا غیب پر کسی کو● مگر جسے چن لیا رسول سے،

فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾

کہ بلاشبہ وہ لگا دیتا ہے رسول کے آگے پیچھے پہرہ●

(اور) بے شک (وہ) یعنی حق تعالیٰ (غیب کا جاننے والا ہے، تو نہیں مکمل آگاہی دیتا) اپنے (غیب پر کسی کو● مگر جسے چن لیا) اور پسند کر لیا اپنے (رسول سے)، اُسے اُن میں سے بعض پر اطلاع دیتا ہے تاکہ اُس رسول کا معجزہ ہو۔۔۔اور'مرتضیٰ رسولوں' میں سب سے اعلیٰ محمد ﷺ ہیں۔۔۔(کہ بلاشبہ وہ لگا دیتا ہے رسول کے آگے پیچھے پہرہ)، یعنی نگہبان مقرر فرما دیتا ہے۔۔۔

لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَ اَحْصٰى

تاکہ بتادے کہ اُنہوں نے پہنچا دیا اپنے رب کے پیغام کو، اور گھیر لیا جو کچھ اُن کے پاس ہے، اور شمار کر لیا

کُلَّ شَیۡءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾

ہر چیز کو گنتی میں●

(تاکہ) حق تعالیٰ (بتادے) اور ظاہر فرمادے (کہ انہوں نے) یعنی اُن سب رسولوں نے (پہنچادیا اپنے رب کے پیغام کو اور گھیر لیا جو کچھ اُن کے پاس ہے)، یعنی جو کچھ اُن کے پاس ہے سب کا اللہ تعالیٰ نے احاطہ فرمالیا (اور شمار کرلیا ہر چیز کو گنتی میں)، یعنی ہر چیز کی گنتی کو اُس نے پورا کرلیا۔ کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ احاطہ کرلیا خدا کے علم نے اُس چیز کا جو رسولوں اور فرشتوں کے پاس ہے اور گن لیا ہے عدد کی رُو سے یہاں تک کہ مینھ کے قطرے اور میدان کی ریت اور اُس کے امثال۔۔الغرض۔۔ سب کو جانتا ہے۔

اس سے سب معلوم کے ساتھ اُس کا کمالِ علم مراد ہے، یعنی مطلقاً کوئی معلوم اُس کے دائرۂ علم سے باہر نہیں ہے۔

اختتام سورۃ الجن ۔۔ ﴿ ۱۹/ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۶/اکتوبر ۲۰۱۲ء ۔۔۔بروز شنبہ ﴾ ۔۔

۔۔ ﴿ ۱۹/ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۶/اکتوبر ۲۰۱۲ء ۔۔۔بروز شنبہ ﴾ ۔۔
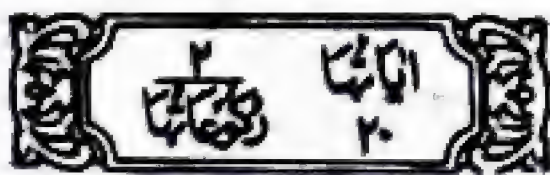
سُوۡرَۃُ الۡمُزَّمِّلِ

سورۂ المزمل ۔۔۷۳ مکیہ ۳ — آیاتہا ۲۰ ۔۔رکوعاتہا ۲

اِس سورۂ مبارکہ کا نام اِسی کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے، جس میں آپ ﷺ کو لطف و مہربانی اور پیار و محبت کے ساتھ مخاطب فرمایا گیا ہے۔ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ جب مبعوث ہوئے تو اس زمانہ کی ابتداء میں آپ نماز پڑھتے اور ایک کمل اوڑھے رہتے، ام المؤمنین حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ وہ کمل چادر کے مثل تھا چودہ گز کا۔ نصف مجھ پر رہتا اور نصف رسول اللہ ﷺ اوڑھ لیتے۔ اور اُسی کو اوڑھے ہوئے نماز پڑھتے، تو حق تعالیٰ نے آپ سے خطاب فرمایا اور خطاب میں آپ کے اسم شریف کے ذکر کی بجائے، آپ کو آپ کی پیاری اَدا سے مخاطب فرمایا، تو ایسی لطف و کرم اور پیارے اندازِ تخاطب پر مشتمل ہونے والی سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الۡمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّیۡلَ اِلَّا قَلِیۡلًا ۙ﴿۲﴾ نِّصۡفَهٗۤ اَوِ انۡقُصۡ مِنۡهُ قَلِیۡلًا ۙ﴿۳﴾

اے چادر کی جھرمٹ مارنے والے!● جاگو رات کو عبادت میں، مگر کچھ حصہ● آدھی رات یا اُس سے کم کر دو●

اَوۡ زِدۡ عَلَیۡهِ وَ رَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِیۡلًا ؕ﴿۴﴾

یا بڑھا دو اُس پر کچھ، اور قرآن کو پڑھو ٹھہر ٹھہر کر●

حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔۔۔

(اے چادر کی جھرمٹ مارنے والے!● جاگو رات کو عبادت میں)۔ یعنی رات کو نماز کے واسطے و، **(مگر کچھ حصہ)** یعنی تھوڑی رات۔

رات کو اُٹھ کر نماز پڑھنا ابتدائے اسلام میں فرض تھا، اور تین مقداروں میں اختیار دیا گیا تھا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ شب کو نماز کے واسطے اُٹھو مگر تھوڑی رات یعنی۔۔۔

(آدھی رات یا اِس سے کم کر دو) جو تہائی رات ہو اور اِس سے کم نہ چاہیے **(یا بڑھا دو اس پر ھ)** یعنی آدھی رات پر بڑھا دو کہ دو تہائیوں تک پہنچے۔۔۔ اور یہ نہایت تھی۔۔۔ **(اور قرآن کو پڑھو ہر ٹھہر کر)** آہستگی کے ساتھ۔۔ یا۔۔ اُس کے حروف تلاوت کے وقت ظاہر کر۔ ظاہر کرنا ایسا کہ سننے لا اُس کو شمار کر سکے۔

حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم سے منقول ہے کہ ترتیل سے وقفوں کو یاد رکھنا اور حرفوں کا ادا کرنا مراد ہے۔

اِنَّا سَنُلۡقِیۡ عَلَیۡكَ قَوۡلًا ثَقِیۡلًا ﴿۵﴾

بے شک ہم اب اُتاریں گے تم پر گراں وزن بات●

(بے شک ہم اب اتاریں گے) اور وحی فرمائیں گے **(تم پر گراں وزن بات)**۔ یعنی ایسا کلام ہو تکالیفِ شاقہ پر مشتمل ہوگا، ایسا کہ مکلفوں پر اُس کا اُٹھانا گراں ہو۔

--یا--

گراں ہوامرونہی، وعدہ وعید، حلال حرام حدودواحکام کی جہت سے۔

--یا--

اُس کا سننا کافروں کو گراں ہواور اُس کا سمجھنا منافقوں پر بھاری ہو۔

--یا--

ثقیل ہو تجھ پر اُسے لینا۔

اور وہ وحی کی سخت صورت ہے کہ حضرت ﷺ 'جرس' کی سی آواز سنتے تھے اور فقط آواز سے مخرجوں پر بے اعتماد کیے ہوئے حروف اور کلمات کا لینا عادت کیے ہوئے طریقہ سے باہر معلوم ہوتا ہے۔ اور اس جہت سے اُس حال میں حضرت سید عالم ﷺ پر نہایت گرانی پہنچتی تھی۔۔ چنانچہ۔۔ اُم المومنین بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ ایک دن نہایت شدت سے جاڑا تھا، میں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ پر وحی اترتی ہے اور آپ کی پیشانیٔ مبارک سے پسینے کے قطرے ٹپکتے ہیں۔

اس طرح پر جواوپر ذکر کی گئی، جب وحی آتی اور آپ اونٹ پر سوار ہوتے، تو اونٹ کے ہاتھ پاؤں ٹیڑھے ہوجاتے۔ اور اپنے اصحاب میں سے اگر کسی کی ران کا تکیہ آپ لگائے ہوتے، تو اُسے ران ٹوٹ جانے کا خوف ہوتا، اور ایسے محل میں چہرۂ مبارک زیادہ منور اور روشن ہوجاتا۔

بحرالحقائق میں ہے کہ قرآن کریم فی نفسہٖ مفصل ہے اور سب آسمانی اُتری ہوئی کتابوں کی بہ نسبت اجمالی صورت رکھتا ہے، اس واسطے کہ سب کی تصدیق کرنے والا اور سب کے مطابق ہے۔ پس قرآن کا ثقل اُس کی جمعیت کی طرف اشارہ ہے، کہ وہ 'صورتِ اجمالی' اور 'صورتِ تفصیلی' دونوں کو جمع کرنے والا ہے۔ اور دو۲ امروں کو جمع کرنے والا یقیناً بہت بھاری اور بہت بزرگ اور بہت کامل اور بہت بڑا ہوگا۔ اور ایسا بوجھ اُٹھانے والا 'صاحبِ جمعیت' کے سوا اور کوئی نہ چاہیے۔

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ۝٦

بے شک رات کا اُٹھنا، یہ زیادہ ہے نفس پر دباؤ ڈالنے کو، اور بہت ٹھیک ہے کچھ بولنے کو●

(بے شک رات کا اُٹھنا، یہ زیادہ ہے نفس پر دباؤ ڈالنے کو) اور بہت سخت ہے رنج اور کلفت

رُو سے، اس واسطے کہ راحت اور نیند کو چھوڑ دینا نفس پر نہایت شاق ہے۔

۔۔یا۔۔

شب کو عبادت کرنے میں فراغت بڑی ہے، اس واسطے کہ دن کو بابِ معیشت میں دِل مشغول مصروف رہتے ہیں، اور رات کو طرح طرح کے خطروں سے فارغ ہو کر محرابِ عبادت میں متوجہ ہو تے ہیں۔ (اور بہت ٹھیک ہے کچھ بولنے کو)، یعنی رات کو قرآن پڑھنا بہت خوب بات ہے اور پختہ کام ہے۔ دِل فارغ ہوتا ہے اور زبان دِل کے ساتھ موافق ہوتی ہے۔ زبان سے پڑھتا ہے اور دِل میں تفکر کرتا ہے۔

بعضوں نے کہا ہے کہ **نَاشِئَةَ الَّيْلِ** مغرب اور عشاء کا درمیان ہے۔۔یا۔۔عشاء کے بعد صبح تک۔ اور ام المؤمنین بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول پر **نَاشِئَةَ** یہ ہے کہ سو کر اُٹھے۔

اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ﴿۷﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ﴿۸﴾

بےشک تمہارے لیے دن میں بہتیرے کام ہیں ● اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرو، اور اُسی کے ہو رہو سب سے الگ ہو کر ●

اَے محبوب! (بےشک تمہارے لیے دِن میں بہتیرے کام ہیں)، خلق کو دعوتِ اسلام کرتے اور اُن کے کاموں میں مشغول رہتے ہو، تو راتوں کو تہجد اَدا کرنا اولیٰ ہے، تو تہجد ادا کرتے رہو۔ (اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرو)، یعنی اسماءِ حسنیٰ کے ساتھ اُسے پکارتے رہو۔ (اور اُسی کے ہو رہو سب سے الگ ہو کر)، یعنی اپنے نفس کو ماسویٰ اللہ کے خیال سے خالی کرو اور بالکل اُسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ، جو۔۔۔

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ﴿۹﴾ وَاصْبِرْ

مشرق و مغرب کا رب، نہیں ہے کوئی معبود اُس کے سوا، تو بنائے رہو اُسی کو کارساز ● اور صبر کرو

عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ﴿۱۰﴾

اُس پر جو لوگ بک دیتے ہیں، اور ابھی چھوڑے رہو اُنہیں خوبصورتی سے ●

(مشرق و مغرب کا رب) ہے۔ (نہیں ہے کوئی معبود) عبادت کے قابل (اُس کے سوا، تو بنائے رہو اُسی کو کارساز) اور مہمات اُسی پر چھوڑ دو۔ (اور صبر کرو اُس پر جو لوگ بک دیتے ہیں) واہیات

اور خرافات باتیں۔ (اور ابھی چھوڑے رہو اُنہیں خوبصورتی سے)، یعنی اُن سے انتقام نہ لو اور انہیں نصیحتیں کرتے رہو۔۔۔ یہ حکم آیتِ قتال سے منسوخ ہے۔۔ الغرض۔۔اُن سے فی الحال نرمی برتو۔۔۔

وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا ﴿۱۱﴾

اور رہنے دو مجھے اور اُن جھٹلانے والے سرمایہ داروں کو، اور مہلت دے دو اُنہیں ذراسی ●

(اور رہنے دو مجھے اور اُن جھٹلانے والے سرمایہ داروں کو)۔ یعنی سردارانِ قریش کا کام میرے ساتھ چھوڑو، (اور مہلت دے دو انہیں ذراسی)۔ یعنی تھوڑے ہی زمانہ میں اُن کی تکذیب کا بدلہ دوں گا۔

امام زاہد نے لکھا ہے کہ اِس آیت کے نازل ہونے اور جنگِ بدر اور سردارانِ عرب کی ہلاکت میں تھوڑا ہی زمانہ گزرا۔ آگے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔۔۔

إِنَّ لَدَيْنَا أَنكَالًا وَجَحِيمًا ﴿۱۲﴾ وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا ﴿۱۳﴾

بے شک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی آگ ہے ● اور غذا اٹکنے والی، اور دکھ والا عذاب ●

(بے شک ہمارے پاس) آخرت میں دین کے دشمنوں کے واسطے (بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی آگ ہے)۔ وہ بیڑیوں میں مقید ہوں گے اور آگ میں جلتے رہیں گے، (اور غذا) گلے میں (اٹکنے والی) ہے۔۔۔ وہ ضریع اور زقوم کے خاردار درخت ہیں۔۔۔ (اور) بے پناہ (دکھ والا) دردناک (عذاب) ہے۔ اور اُس کے سوا بھی کافروں کے لیے بہت سی سختیاں ہیں کہ خدا کے سوا کوئی اُس کی حقیقت نہیں پہچانتا، اور بے شک یہ سارے وعدے سچ ہوں گے۔۔۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ﴿۱۴﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا

جس دن کہ کانپ پڑیں گے زمین اور پہاڑ، اور ہو گئے پہاڑ ریت کے بہتے ٹیلے ● بے شک ہم نے بھیجا

إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ﴿۱۵﴾

تم لوگوں کی طرف رسول کو۔۔ چشم دید گواہ تم پر۔ جس طرح کہ بھیجا تھا ہم نے فرعون کی طرف رسول کو ●

(جس دن کانپ پڑیں گے زمین اور پہاڑ، اور ہو گئے پہاڑ ریت کے بہتے ٹیلے)۔۔ الغرض۔ اُس دن تھرتھرائے گی زمین اور جنبش میں آئیں گے پہاڑ، اور اُس روز کی ہیبت سے سخت پہاڑ ریگ

وں کے مثل ہو جائیں گے۔انہیں حقائق کو بتانے کے لیے (بے شک ہم نے بھیجا تم لوگوں کی طرف) ے مکہ والو! ایک عظیم (رسول کو)، یعنی پیغمبر اسلام نبی آخر الزماں سیدنا محمد ﷺ کو، جو (چشم دید گواہ) وں گے (تم پر)۔۔چنانچہ۔۔وہ تمہارے اقوال وافعال پر قیامت کے دن گواہی دیں گے۔۔نیز۔۔ عوتِ اسلام تمہارے قبول کرنے اور نہ کرنے پر بھی گواہ ہوں گے۔(جس طرح کہ بھیجا تھا ہم نے رعون کی طرف رسول کو)، یعنی موسیٰ علیہ السلام کو۔۔۔

عَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ﴿۱۶﴾ فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ

تو گناہ کیا فرعون نے اپنے رسول کا، تو پکڑا ہم نے اُسے وبال والی پکڑ ● تو کیسے بچو گے تم لوگ اگر کفر میں رہ گئے

يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ﴿۱۷﴾

اُس دن؟ جو کر دے گا بچوں کو بوڑھا ●

(تو گناہ کیا فرعون نے اپنے رسول کا) یعنی فرعون اُس پیغمبر کے باب میں عاصی ہو گیا، اور ن کی دعوت قبول نہ کی اور اُن کا کہنا نہ مانا، (تو پکڑا ہم نے اُسے وبال والی پکڑ)۔یعنی پانی میں اُسے رق کیا اور پانی کی راہ سے آگ میں پہنچا دیا۔۔۔اس آیت میں کفارِ قریش کی تہدید مندرج ہے۔۔۔ تو کیسے بچو گے تم لوگ) اے کافرو! (اگر کفر میں رہ گئے اُس دن، جو کر دے گا بچوں کو بوڑھا)۔یعنی س کے ہَول سے بچوں کے بال سفید ہو جائیں گے۔

اِس سے قلق اور غم کی کثرت مراد ہے، اِس واسطے کہ شدتِ غم آدمی کو جلد بوڑھا کر دیتی ہے۔اور ہوسکتا ہے کہ اُس کے طُول اور درازی میں یہ مبالغہ ہو، یعنی قیامت کا دن اِتنا طویل اور دراز ہو گا کہ بچے بھی بوڑھے کی عمر کو پہنچ جائیں گے۔اور وہ دن ایسا ہو گا کہ۔۔۔

السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ؕ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ﴿۱۸﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ

آسمان تو پھٹ جانے والا ہے اُس سے، اُس کا وعدہ کیا دھرا ہی ہے ● بے شک یہ نصیحت ہے۔

فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۱۹﴾

ع ۱۹/۱ ۱۳

تو جس نے چاہا بنا لیا اپنے رب کی طرف راستہ ●

(آسمان تو پھٹ جانے والا ہے اُس) کی ہیبت اور سختی (سے۔اُس کا) یعنی حق تعالیٰ کا اِن واقعات کے حادث ہونے کا (وعدہ کیا دھرا ہی ہے)۔یعنی ایسا یقینی ہے کہ اُس کے ہونے میں ذرا

بھی شک وشبہ نہیں۔(بے شک یہ) جو کچھ آیتوں میں پیش کیا گیا ہے (نصیحت ہے) اور عبرت ہے، (تو جس نے چاہا) اِس نصیحت کے پیش نظر (بنالیا اپنے رب کی طرف راستہ) اور ایمان وطاعت سے اُس کا قرب حاصل کرلیا، کیونکہ یہی راستہ اُس کی رضا تک اور اُس کے مقام قرب تک پہنچاتا ہے۔

روایت ہے کہ آیت قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ اور صحابہ راتوں کو اُٹھتے اور چونکہ رات کی مقداریں نصف اور اُس سے کم اور زیادہ مشتبہ تھیں، تو اُس خوف سے کہ ایسا نہ ہو کہ قدر واجب کی محافظت کی رعایت نہ رہے، دن تک نماز پڑھا کرتے۔ یہاں تک کہ آپ کے قدم مبارک ورم کر گئے اور جسم مبارک پر ضعف ونقاہت غالب ہوئی، اور منکروں نے بھی بطورِ استہزا آواز بلند کی، تو حق تعالیٰ نے سال بھر کے بعد مؤمنوں پر سے وہ بارِ گراں اُٹھا کر یہ آیت بھیجی، کہ۔۔۔

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ

بے شک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم شب بیداری کرتے ہو، قریب دو تہائی رات کے، اور آدھی رات تک، اور ایک تہائی رات تک، اور وہ جماعت

مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ

جو تمہارے ساتھی ہیں۔ اور اللہ اندازہ فرماتا ہے رات اور دن کا۔ اُسے معلوم ہے کہ تم لوگ نہیں شمار کرسکو گے،

فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ

تو کرم فرمایا تم پر، اب پڑھ لیا کرو جو آسان ہو قرآن سے۔ اُسے معلوم ہے کہ عنقریب ہوں گے تم میں سے

مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ

کچھ بیمار۔ اور کچھ لوگ سفر کریں گے زمین میں، تلاش کریں گے اللہ کا فضل۔

وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

اور کچھ لوگ جہاد کریں گے اللہ کی راہ میں۔ اب پڑھ لیا کرو جو آسان ہو قرآن سے۔ اور پابندی کرو نماز کی،

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ

اور دیتے رہو زکوۃ کو، اور دو اللہ کو قرضِ حسنہ۔ اور جو آگے بھیج دو گے اپنے بھلے کو کوئی بھلائی،

تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ

تو پاؤ گے اُسے اللہ کے یہاں بہتر اور بہت بڑا، ثواب میں۔ اور مانگتے رہو بخشش اللہ سے۔

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿٢٠﴾

بے شک اللہ غفور رحیم ہے●

(بے شک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم شب بیداری کرتے ہو قریب دو تہائی رات کے، اور [آدھ]ی رات تک، اور ایک تہائی رات تک، اور) اِسی طرح اٹھتی ہے (وہ جماعت جو تمہارے ساتھی [ہیں]) یعنی تیرے اصحاب۔ (اور اللہ) تعالیٰ (اندازہ فرماتا ہے رات اور دن کا۔ اُسے معلوم ہے کہ تم [اس]ے نہیں شمار کرسکو گے، تو کرم فرمایا تم پر) اور حکم میں تخفیف نازل فرمائی۔ (اب پڑھ لیا کرو جو آسان [ہو ق]رآن سے)۔

اِس آیت کا معنی یہ ہے کہ۔۔۔

اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کے لیے دُو تہائی رات سے کچھ کم بھی تہجد کی نماز پڑھتے ہیں۔ اور کبھی آدھی رات تک بھی تہجد کی نماز پڑھتے ہیں، اور کبھی ایک تہائی رات تک تہجد کی نماز پڑھتے ہیں، اور آپ کے ساتھ مسلمانوں کی ایک جماعت بھی تہجد کی نماز پڑھتی ہے، لیکن ایک تو ہر رات کو اتنا قیام کرنا بہت مشکل اور بھاری کام تھا، دوسرے وقت کا اندازہ کرنا بھی مشکل تھا، کہ دُو تہائی رات تک قیام ہوا ہے۔۔یا۔۔نصف رات تک قیام ہوا ہے۔۔یا۔۔تہائی رات تک قیام ہوا ہے، کیونکہ اللہ ہی رات اور دن کا اندازہ فرماتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اُس حکم میں تخفیف نازل فرمائی اور رات کے اُس قیام کی فرضیت کو منسوخ فرمادیا۔

اب رسول اللہ ﷺ پر تہجد کی نماز فرض نہیں ہے، بلکہ مستحب ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اب دُو تہائی رات۔۔یا۔۔نصف رات۔۔یا۔۔تہائی رات تک تہجد کی نماز فرض نہیں ہے، بلکہ جتنے وقت میں بھی آپ آسانی کے ساتھ تہجد پڑھ سکیں فرض ادا ہوجائے گا۔ پھر جب پانچ نمازیں فرض ہوئیں، تو تہجد کی اتنی مقدار کی فرضیت بھی منسوخ ہوگئی۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ اِن آیات سے ابتداءً نمازِ تہجد کی فرضیت منسوخ ہوگئی۔ اب آگے کی آیت کے ابتدائی حصہ میں اللہ تعالیٰ تہجد کی فرضیت کو منسوخ کرنے کی حکمت بیان فرما رہا ہے۔ تو واضح فرما رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تہجد کی نماز کی فرضیت کو اس لیے منسوخ فرمایا کہ۔۔۔

(اُسے معلوم ہے کہ عنقریب ہوں گے تم میں سے کچھ بیمار) تو وہ لوگ تہجد نہ پڑھ سکیں گے۔

(اور کچھ لوگ) تجارت کے لیے (سفر کریں گے زمین میں)، اور اس طرح (تلاش کریں گے اللہ تعالیٰ (کا فضل)۔ یعنی حلال طریقوں سے کسبِ معاش کریں گے، تو وہ حالتِ سفر میں تہجد نہیں پڑھ سکیں گے۔

(اور کچھ لوگ جہاد کریں گے اللہ) تعالیٰ (کی راہ میں) تو وہ مشقت کے کاموں میں مصروف ہوں گے۔ پس اگر وہ دن کی تھکن رات کی نیند سے نہ اُتاریں اور رات کو پھر آدھی رات۔۔یا۔۔تہائی رات تہجد پڑھیں، تو پھر اُن کو دِن میں جہاد کی مشقت اُٹھانا بہت مشکل ہوگا۔

اور جہاد بہت اہم فریضہ ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے تہجد کی فرضیت کو منسوخ کر دیا اور تہجد کی فرضیت کو منسوخ کرنے کی جو وجوہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے متعلق بیان فرمائی ہیں، وہ وجوہ نبی ﷺ میں بھی متحقق ہیں، بلکہ اُن وجوہ پر ایک زائد وجہ آپ کا امورِ تبلیغ میں مصروف اور مشغول ہونا ہے۔ اس لیے جس طرح امت سے تہجد کی فرضیت ساقط ہوگئی اُسی طرح آپ ﷺ سے بھی تہجد کی فرضیت ساقط ہوگئی۔ اِس مقام پر یہ نکتہ بھی ذہن نشین رہے کہ جائز طریقے سے رزقِ حلال تلاش کرنے والے تاجروں کا ذکر جہاد فی سبیل اللہ کرنے والوں کے ساتھ فرمایا گیا ہے۔

۔۔الغرض۔۔(اب پڑھ لیا کرو جو آسان ہو قرآن سے)۔ اور یہ حکم نماز میں قرآن پڑھنے کی فرضیت کے طور پر ہے، یعنی نماز میں قرآن پڑھنا فرض ہے۔

اور بعضوں نے کہا کہ قرآن پڑھو نماز کے باہر، اور یہ حکم بطور مندوب اور مستحب ہونے کے ہے۔ جس مقدار میں قرآن پڑھنا مندوب اور مستحب ہے اُس میں اختلاف کیا ہے اور وہ تین[۳] آیتیں ہیں۔۔یا۔۔سَو[۱۰۰]۔۔یا۔۔دُو سَو[۲۰۰]۔۔یا۔۔ہر مہینے ختم قرآنِ کریم۔

حضرت عبداللہ ابن عمر کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو حکم کیا کہ ہر مہینے میں ختمِ قرآن کرو۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے میں قوت پاتا ہوں، یعنی میں جلد ہی پڑھ سکتا ہوں۔ فرمایا بیس[۲۰] راتوں میں ختم کرو۔ پھر عرض کی کہ مجھے زیادہ قوت ہے۔ فرمایا کہ سات دن میں پڑھو، اور اس سے زیادہ جلدی نہ کرو۔

صاحب معالم اپنی اسناد کے ساتھ حضرت انس سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی ایک دن یا رات میں پچاس[۵۰] آیتیں پڑھے اُسے غافلوں میں نہیں لکھتے، اور اگر سَو[۱۰۰] آیتیں پڑھے تو اُسے فرمانبرداروں میں لکھتے ہیں، اور اگر دُو سَو[۲۰۰] آیتیں پڑھے، تو

اُس کے ساتھ قرآن دعویٰ اور خصومت نہ کرے گا قیامت کے دن۔ اور اگر پانچ سو ۵۰۰ آیتیں پڑھے تو اُس کے لیے ایک قنطار ثواب لکھتے ہیں۔ قنطار ایک وزن جس کی مقدار مختلف زمانوں میں مختلف رہی، سو ۱۰۰ رطل اور مالِ کثیر کو بھی قنطار کہتے ہیں۔ یہاں قنطار سے مراد گائے بیل کی کھال سونے سے بھری ہوئی ہوسکتی ہے۔۔ المختصر۔ قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہو۔

(اور پابندی کرو نماز کی)، یعنی فرض نماز کو کماحقہٗ اَدا کرتے رہو۔ (اور دیتے رہو) واجب (زکوٰۃ کو، اور دو اللہ) تعالیٰ (کو قرضِ حسنہ)۔ یہ راہِ خیر میں مستحب اخراجات کرنے اور اُس کے عوض بہت جزا پانے کا اشارہ ہے۔ (اور) اچھی طرح یاد رکھو کہ (جو آگے بھیج دو گے اپنے بھلے کو کوئی بھلائی، تو پاؤ گے اُسے اللہ) تعالیٰ (کے یہاں بہتر اور بہت بڑا، ثواب میں)۔ ایک کا دس ۱۰ اور سات سو ۷۰۰ اور اس سے بھی زیادہ۔۔ یا۔۔ بے حساب۔

(اور مانگتے رہو بخشش اللہ) تعالیٰ (سے) ہر حال میں، (بے شک اللہ) تعالیٰ (غفور رحیم ہے)۔ یعنی بندوں کا بخشنے والا اور اُن پر مہربان ہے کہ اُس کی شفقت اور مہربانی ماں باپ سے بڑھ کر ہے۔

اختتام سورۃ المزمل ۔۔ ﴿ ۲۲/ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ ۔۔ مطابق ۔۔ ۹/ اکتوبر ۲۰۱۲ء ۔۔۔ بروز سہ شنبہ ﴾ ۔۔

۔۔ ﴿ ۲۲/ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ ۔۔ مطابق ۔۔ ۹/ اکتوبر ۲۰۱۲ء ۔۔۔ بروز سہ شنبہ ﴾ ۔۔

سورۃ المدثر

سورۃ المدثر ۷۴ مکیہ ۴ — آیاتہا ۵۶ — رکوعاتہا ۲

سورۃ المدثر۔۔ ۷۴۔ مکیہ ۴ — آیاتہا ۵۶۔۔ رکوعاتہا ۲

اِس سورۂ مبارکہ کا نام اِسی کی آیت ۱ سے ماخوذ ہے۔ اپنی ماقبل سورہ سے اِس کی ایک مناسبت تو یہ ہے، کہ دونوں میں آپ ﷺ کو آپ کے لباس کے ایک وصف کے ساتھ ندا کی گئی ہے۔ دوسری مناسبت یہ ہے کہ اِس سے پہلے والی سورت میں تہجد پڑھنے کا حکم ہے، اس طرح اُس میں اپنے نفس کی تکمیل کا حکم ہے اور اِس سورت میں خدا کے عذاب سے ڈرانے کے حکم سے ابتداء کی گئی ہے، تو اس میں دوسروں کی تکمیل کا حکم ہے۔

اِس سورۂ مبارکہ کی شانِ نزول کے تعلق سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید

عالم ﷺ نے فرمایا کہ میں کوہِ حراء پر تھا، مجھے ندا کی گئی یَا مُحَمَّدُ اِنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہ۔ میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا کچھ نہ پایا، اوپر دیکھا ایک شخص آسمان زمین کے درمیان بیٹھا ہے، یعنی وہی فرشتہ جس نے ندا کی تھی۔

یہ دیکھ کر مجھ پر رعب طاری ہوا اور میں خدیجہ کے پاس آیا اور میں نے کہا کہ مجھے بالا پوش اُڑھاؤ، انہوں نے اُڑھا دیا۔ اور کہا کہ مجھ پر پانی ڈالو، اُس وقت حضرت جبرائیل تشریف لائے اور کہا **یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ**۔ بالا پوش اس لیے کہ سارا جسم لرز رہا تھا اور کاندھے مبارک بھی اُترنے والے فرشتے کے رعب سے۔

آج سے پہلے آپ نے اُسے نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی ابھی اُس سے مانوس ہوئے تھے، تو اچانک اتنی عظیم الجثہ ذات کو دیکھ کر خوفزدہ ہوگئے۔ اور بعضوں نے کہا کہ دثارِ نبوت مراد ہے، یعنی اَے لباسِ رسالت پہننے والے! ایسے پیارے خطاب پر مشتمل اِس سورۂ مبارکہ کو ۔۔یا۔۔ تلاوتِ قرآنِ کریم کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝۱ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝۲ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝۳ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝۴

اَے چادر اوڑھنے والے! • کھڑے ہوجاؤ، پھر ڈر سنادو • اور اپنے رب کی بڑائی بولو • اور اپنے کپڑوں کو پاک ہی رکھو •

(اَے چادر اوڑھنے والے!) اپنی خواب گاہ سے (کھڑے ہوجاؤ) ۔۔یا۔۔ قائم ہوجاؤ مراسم نبوت اَدا کرنے میں۔ (پھر ڈر سنادو) خلق کو عذابِ الٰہی کا اگر اُس کے سوا اور کی عبادت کریں۔ (اور اپنے رب کی بڑائی بولو)، یعنی اپنے رب کو تعظیم کے ساتھ یاد کرو۔ (اور اپنے کپڑوں کو پاک ہی رکھو) میل وکچیل سے ۔۔یا۔۔ کوتاہ کر سردارانِ عرب کے خلاف، کہ وہ لباس لمبا پہنتے ہیں، تاکہ اُن کی عادت ترک پر پہلی علامت ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اپنا لباس کوتاہ کر، بے شک وہ بہت پاک اور بہت پسندیدہ اور بہت باقی رہنے والا ہے۔ اور بعضوں نے یہ معنی کہے ہیں کہ جو کچھ نہ چاہیے اُس سے اپنے

نفس کو پاک رکھ۔نفحات میں شیخ ابوالحسن علی شاذلی مغربی قدس سرہ سے نقل ہے، کہتے ہیں کہ حضرت رسول کریم ﷺ کو میں نے خواب میں دیکھا، آپ نے مجھ سے فرمایا کہ "اَے علی! اپنے کپڑے میل سے پاک کرتا کہ تُو بہرہ مند ہومددِ الٰہی اور تائید خداوندی سے ہردم۔"

میں نے عرض کی "یارسول اللہ! میرے کپڑے کیا ہیں؟" فرمایا کہ "حق تعالیٰ نے تجھے پانچ خلعت پہنائے ہیں: ﴿١﴾۔۔خلعتِ محبت ﴿٢﴾۔۔خلعتِ معرفت ﴿٣﴾۔۔خلعتِ توحید ﴿٤﴾۔۔خلعتِ ایمان ﴿٥﴾۔۔خلعتِ اسلام۔اور جوکوئی خدا کو دوست رکھتا ہے اُس پر ہر چیز آسان ہوجاتی ہے۔اور جو خدا کو پہچانتا ہے اُس کی نگاہ میں سب چیزیں چھوٹی معلوم ہوتی ہیں۔اور جوکوئی خدا کو وحدانیت اور یگانگی کے ساتھ جانتا ہے وہ اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرتا۔اور جو خدا پر ایمان لاتا ہے وہ ہر چیز سے ایمن ہوجاتا ہے۔اور جس کو صفتِ اسلام حاصل ہوجاتی ہے وہ خدا کا گناہ نہیں کرتا۔اور اگر گنہگار ہوجاتا ہے تو عذر کرتا ہے۔اور جب عذر کرتا ہے تو عذر قبول ہوتا ہے۔" تو شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ یہاں پر سے میں نے **ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ** کے معنی جانے۔حق تعالیٰ آگے ارشاد فرماتا ہے کہ۔۔۔

اَے محبوب! مذکورہ طہارت کو اپنالو۔۔۔

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝٥ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝٦ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝٧ فَإِذَا نُقِرَ فِي

اور بت کو تو بالکل چھوڑے رکھو● اور اِس لیے احسان نہ کرو کہ بدلہ زیادہ چاہو● اور اپنے رب ہی پر جمے رہو● کہ جہاں

النَّاقُورِ ۝٨ فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ ۝٩ عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ ۝١٠

پھونکا گیا صور میں● تو وہ دن دشوار دن ہے● کافروں پر آسان نہیں ہے●

(**اور بت کو تو بالکل چھوڑے رکھو**)۔۔یا۔۔سب گناہوں سے کنارہ کش ہوجاؤ، یعنی جس تقویٰ پر ہو اُسی پر رہو۔(**اور اس لیے احسان نہ کرو کہ بدلہ زیادہ چاہو**)۔۔یا۔۔نیک کام کر کے خدا پر احسان نہ رکھ، کہ اُس کو تُو بہت شمار کرے۔۔یا۔۔تبلیغ احکام کر کے لوگوں پر احسان نہ جتا کہ اُن سے بہت بدلا تُو طلب کرے۔(**اور اپنے رب ہی پر جمے رہو**)، یعنی اپنے رب کی رضامندی کے واسطے صبر کرو۔۔یا۔۔موارِدِ قضا کے تحت میں خدا کے واسطے صابر رہو اور جان لو (**کہ جہاں پھونکا گیا صور میں**)، یعنی دوسرا نفحہ کہ بعث اُس کا اثر ہے، (**تو**) یہ پھونکنا جس دن ہوگا (**وہ دن دشوار دن ہے● کافروں پر آسان نہیں ہے**)۔

اگر چہ ہَول ہیبت شدت اُس دن عام ہوگی مگر حق تعالیٰ اپنے کرمِ عام سے مؤمنوں پر سے سختی اور دشواری اُٹھالے گا، اور کافروں پر سختی باقی رہے گی اور حساب میں اُن کے ساتھ سختی اور تنگی کریں گے اور اُن کا منہ سیاہ ہو جائے گا اور اُن کے نامہءاعمال اُن کے بائیں ہاتھ میں ملیں گے۔

روایت ہے کہ ولید ابن مغیرہ لعنہ اللہ تعالیٰ، رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے 'سورہ حٰمٓ' اور 'مؤمن' کے شروع کی آیتیں سن کر قوم میں پھر آیا اور یہ بات کہی کہ قسم خدا کی کہ اب محمد ﷺ سے میں نے ایسا کلام سنا ہے کہ نہ آدمی کا کلام ہے نہ جن کا۔ اُس میں وہ حلاوت اور شیرینی ہے کہ کسی کلام میں نہیں ہوتی اور اُس میں وہ طراوٹ اور تازگی ہے کہ کسی کلام میں نہ ہوگی۔

اُس نہالِ اقبال کی پھنگیاں کلیہ سعادتوں کی پھل دینے والیاں ہیں، اور اُس شجرۂ طیبہ کی جڑ فضیلتوں اور حکمتوں کی رگوں سے خوب محکم اور مضبوط ہوگئی ہے۔ یہ کلام غالب آئے گا مغلوب نہ ہوگا، اور بلندی سے پستی کی طرف نہ جھکے گا۔ قریش نے یہ بات سن کر گمان کیا کہ ولید ایمان لایا، پس ابو جہل طرح طرح کی باتیں کر کے اُسے حمیت جاہلیت میں پھیر لایا، یہاں تک کہ قرآن کو سحر کہا۔ یہ خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچی، آپ نہایت غمگین ہوئے تو حق تعالیٰ نے آیت بھیجی کہ۔۔۔

ذَرۡنِیۡ وَ مَنۡ خَلَقۡتُ وَحِیۡدًا ﴿۱۱﴾ وَّ جَعَلۡتُ لَہٗ مَالًا مَّمۡدُوۡدًا ﴿۱۲﴾ وَّ بَنِیۡنَ شُہُوۡدًا ﴿۱۳﴾ وَّ مَہَّدۡتُّ لَہٗ تَمۡہِیۡدًا ﴿۱۴﴾ ثُمَّ یَطۡمَعُ اَنۡ اَزِیۡدَ ﴿۱۵﴾ کَلَّا ؕ اِنَّہٗ کَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیۡدًا ﴿۱۶﴾

رہنے دو مجھے اور جسے پیدا کیا میں نے اکیلا● اور دیا میں نے اُسے لمبا چوڑا سرمایہ● اور حاضر باش بیٹے● اور سامان دیا اُسے خوب● پھر بھی للچاتا ہے کہ میں اور بھی دوں● ہرگز نہیں! بے شک یہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے●

(رہنے دو مجھے اور جسے پیدا کیا میں نے اکیلا) بے آل اولاد اور بے یار و مددگار۔۔۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اُسے 'وحید القوم' کہتے تھے، یعنی قوم میں ایک۔۔۔ (اور دیا میں نے اُسے لمبا چوڑا سرمایہ) یعنی بہت مال۔

روایت ہے کہ اُس کے پاس زرِ نقد دس لاکھ دینار تھے، اور مکہ اور طائف کے درمیان

اُس کے اونٹ گھوڑے بکریاں بہت تھیں، باغ اسباب لونڈی غلام بے شمار تھے۔

(اور) دیا ہم نے اُسے (حاضر باش بیٹے) جو مکہ میں اُس کے پاس حاضر و موجود رہتے تھے، تجارت وکسبِ معاش کے واسطے سفر کے محتاج نہ تھے۔۔چنانچہ۔۔ہمیشہ اپنے باپ کے ساتھ محفلوں میں حاضر ہوتے۔

روایت ہے کہ اُس کے دس بیٹے تھے اُن میں خالد اور عمارہ اور ہشام رضی اللہ عنہم ایمان لائے۔۔القصہ۔۔اُسے مالا مال کر دیا۔

(اور سامان دیا اُسے خوب) یا بچھایا ہم نے اُس کے واسطے جاہ و ریاست کا بچھونا، اور ایسا مایا کہ ریحانۂ قریش اُس کا لقب ہو گیا تھا۔ اِتنا کچھ ہونے کے بعد (پھر بھی للچاتا ہے کہ میں اور بھی دوں)، یعنی ہم زیادہ کریں اپنے عطیے اُس کے باب میں۔ (ہرگز نہیں!) یعنی ہم ایسا ہرگز ہرگز نہ کریں گے، کیونکہ (بے شک یہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے)، اُن میں جھگڑا کرنے والا اور اُن کو جادو کے ساتھ نسبت دینے والا ہے۔

اکثر تفسیروں میں ہے کہ یہ آیت نازل ہونے کے بعد اُس کا جاہ و مال گھٹنے لگا اور اُس کے فرزند اُس سے برگشتہ ہو گئے اور بعضے مر گئے اور وہ محتاج و رسوا ہوا۔۔المختصر۔۔

سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ﴿۱۷﴾ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿۱۸﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۱۹﴾

جلدی چڑھاؤں گا اُسے صعود نام کے جہنمی پہاڑ پر • بے شک اُس نے سوچا اور اندازہ لگایا • تو غارت کیا جائے، کیسا اندازہ لگایا •

ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿۲۳﴾

پھر غارت کیا جائے، کیسا اندازہ لگایا • پھر نگاہ ڈالی • پھر تیوری چڑھالی اور منہ بگاڑا • پھر پیٹھ دکھائی اور بڑا بنا •

(جلدی چڑھاؤں گا اُسے صعود نام کے جہنمی پہاڑ پر)۔ وہ ایک پہاڑ ہے آگ کا، بہتر برس میں اُس کے اوپر چڑھ سکتے ہیں اور اُس کے اوپر چڑھتے ہی پھر نیچے گر پڑتے ہیں۔

تبیان میں ہے کہ۔۔تکلیف دوں گا میں اُس کو صعود پر۔۔۔اور صعود وہ ایک پتھر ہے دوزخ میں کہ اُس پر نہیں جا سکتے، تو اُس کو آگ کی زنجیروں میں جکڑ کر آگے سے کھینچیں گے اور پیچھے سے آگ کے گرز ماریں گے کہ اُس جگہ پر جائے۔ اور ولید کے واسطے جزا اور سزا کی یہ بڑی وعید ہے۔۔کیونکہ۔۔

(بے شک اُس نے سوچا) اور فکر کی کہ قرآن پر کیا طعن کرے (اور اندازہ لگایا) کہ کیا کہے۔ یعنی جب اُسے کسی طور پر یہ گنجائش نظر نہیں آئی کہ پیغمبرِ اسلام کو مجنون، شیطان کے زیرِ اثر، کاھن، کذاب اور شاعر کہا جا سکے، اور پھر قریش نے اُسی سے پوچھ لیا کہ جب محمد ﷺ کو یہ سب کچھ نہیں کہا جا سکتا، تو اب تو ہی سوچ کر بتا کہ انہیں کیا کہا جائے۔ تو اُس نے سوچا اور اپنے دِل میں خیال باندھا کہ محمد ﷺ ساحر ہیں۔

(تو غارت کیا جائے، کیسا اندازہ لگایا ● پھر غارت کیا جائے، کیسا اندازہ لگایا)، یعنی اُس پر مسلسل لعنت برسائی جائے اُس کی اِس متعصّبانہ اور معاندانہ فکر و سوچ کے سبب سے۔ (پھر) اُس ملعون نے (نگاہ ڈالی)، یعنی اُس نے نظر کی قرآن کے باب میں دوبارہ، (پھر تیوری چڑھالی) یعنی منہ سکوڑا کیونکہ اُس میں طعن کا موجب نہ پایا۔

پھر نبی علیہ السلام کی ذات پر تنقیدی نظر ڈالی (اور منہ بگاڑا) کیونکہ وہاں بھی کوئی عیب نظر نہ آیا، تو شرمندگی والی ہنسی ہنسا۔ (پھر پیٹھ دکھائی) یعنی پھرا حق سے۔۔۔یا۔۔۔پیغمبرِ حق سے (اور بڑا بنا) یعنی تکبر کیا اُن کی متابعت سے۔

فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ﴿٢٤﴾ إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿٢٥﴾ سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ﴿٢٦﴾

پھر بولا کہ "یہ بس جادو ہی کی نقل کی جاتی ہے ● یہ نہیں ہے مگر بشر کا کلام" ● جلد جھونک دوں گا میں اُسے جہنم میں ●

وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ ﴿٢٧﴾ لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ ﴿٢٨﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿٢٩﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿٣٠﴾

اور تم نے کیا اٹکل لگایا، کہ کیا ہے جہنم؟ ● نہ باقی رکھے اور نہ چھوڑے ● جھلسا دینے والی چہروں کو ● اُس پر مقرر ہیں اُنیس ۱۹

(پھر بولا کہ یہ) جو محمد ﷺ کہتے ہیں (بس جادو ہی کی نقل کی جاتی ہے)۔ یعنی یہ قرآن تو وہی جادو ہے جو پہلے سے نقل ہوتا چلا آتا ہے۔ (یہ نہیں ہے مگر بشر کا کلام)۔

ولید بن مغیرہ نے یہ محض سرکشی وعناد سے کہا نہ کہ اعتقاد سے، کیونکہ مروی ہے کہ اُس نے پہلے اقرار کیا تھا کہ یہ کلام کسی اِنس وجن کا نہیں۔ بشر سے اُس کی مراد: ۱۔۔ یسار، ۲۔۔ جبیر، ۳۔۔ ابوفکیہہ ہے۔ پہلے دو فارس کے دو غلام تھے، وہ مکہ معظمہ میں رہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا اُن کے یہاں اُٹھنا بیٹھنا ہوتا تھا۔ اور ابوفکیہہ رومی غلام تھا، وہ مسیلمہ الکذاب یمامہ

والے کی طرف سے مکہ معظمہ میں آیا جایا کرتا تھا۔

(جلد جھونک دوں گا میں اُسے جہنم میں) یعنی **سَقَرَ** میں۔۔جو بقول حضرت ابن عباس جہنم کا چھٹا طبقہ ہے۔ایک قول کے مطابق **سَقَرَ** دوزخ کا پانچواں درکہ ہے۔۔۔(اور تم نے کیا اٹکل لگایا کہ کیا ہے جہنم)؟ یہ ایسی آگ ہے جو (نہ باقی رکھے) کسی دوزخی پر گوشت و پوست، رگ پٹھے ہڈیوں کو، بلکہ سب کو جلا دے گی۔۔۔اور پھر حق تعالیٰ اُن کے اجزا نئے پیدا کر دے گا تو اُن کو بھی جلا دے گی۔۔۔(اور نہ چھوڑے) گی دوبارہ جب تک جلا نہ دے۔وہ آگ (جھلسا دینے والی) ہے کافروں کے (چہروں کو) اور اُن کی کھالوں کو۔(اُس) آگ (پر مقرر ہیں انیس[19]) فرشتے۔۔یا۔۔انیس[19] قسم کے فرشتے۔

تبیان میں ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہود کے ایک گروہ نے حضرت ﷺ سے دوزخ کے فرشتوں کو پوچھا۔آپ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے اشارہ کیا، دوسری بار داہنا انگوٹھا بند کر لیا۔اور یہ آیت آپ کے کلام کی تصدیق میں نازل ہوئی اور یہود نے مان لیا کہ یہ بات توریت کے موافق ہے۔یہ آیت نازل ہونے کے بعد ابو جہل بولا کہ "اے گروہِ قریش! دوزخ کے فرشتے انیس[19] سے زیادہ نہیں ہیں، کیا تم میں سے دس[10] آدمی اُن میں سے ایک فرشتے کو دفع نہ کر سکیں گے؟"

ابو الاسد بن کلدۃ الحمی بن علی بولا "کہ سترہ[17] کو تو میں کافی ہوں۔دس[10] کو پیٹھ سے اور سات کو پیٹ سے، باقی دو[2] کو تم کفایت کرتے ہو۔" اور ایک روایت یہ ہے کہ وہ بولا کہ "صراط پر میں تمہارے آگے دس[10] کو داہنے ہاتھ سے اور نو[9] کو بائیں ہاتھ سے ڈھکیل کر صحیح و سلامت بہشت میں ہم چلے بھی جائیں گے،" تو یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۪ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ

اور نہیں مقرر کیا ہم نے جہنم کے داروغے مگر فرشتوں کو۔اور نہیں قرار دیا اُن کے شمار کو مگر آزمائش اُن کے لیے جنھوں نے

كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا

کفر کیا، تا کہ یقین کر لیں جنھیں دی گئی ہے کتاب، اور قوی ہو جائے جو ایمان لا چکے ہیں اُن کا ایمان، اور شک نہ

يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

کر سکیں وہ جو دیے گئے ہیں کتاب اور مسلمان۔اور تا کہ بکا کریں وہ جن کے دِلوں میں بیماری ہے

وَالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ

اور کافر لوگ، کہ کیا منشا ہے اللہ کا اِس عجیب بات سے۔ اُسی طرح بے راہ رکھتا ہے اللہ جسے چاہے۔

وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿۳۱﴾

اور راہ دیتا ہے جسے چاہے۔ اور نہیں بتا سکتا تمہارے رب کے لشکروں کو سوا اُس کے۔ اور نہیں ہے وہ، مگر نصیحت بشر کے لیے۔

(اور نہیں مقرر کیا ہم نے جہنم کے داروغے مگر فرشتوں کو) جو تمام خلق میں بہت قوی ہیں۔

معالم میں ہے کہ دوزخ کے خازنوں کا رئیس 'مالک' ہے اور مالک کے ساتھ اٹھارہ[۱۸] اور ہیں۔ اُن کی آنکھیں بجلی کی طرح چمکتی ہیں اور اُن کے دانت اونچے اونچے مضبوط اور مستحکم قلعے کے مانند۔ آگ کے شعلے اُن کے مونہوں سے نکلتے ہوں گے اور اُن کے دونوں کاندھوں کے درمیان سال بھر چلنے کی مسافت ہے۔ اُن میں سے ایک ایک بار میں ستر ہزار کافروں کو دوزخ کے جس کونے میں چاہے گا ڈال دے گا۔ اور فرشتوں کا ذکر کافروں کا وہ کلام دفع کرنے کو کیا کہ وہ جان لیں کہ دوزخ کے خازن آدمی نہیں ہیں فرشتے ہیں سخت اور تند۔ سب آدمی ایک فرشتے کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے، مقابلہ کا ذکر کیا۔ حق تعالیٰ کا فرمان۔۔۔

(اور) ارشاد ہے کہ **(نہیں قرار دیا اُن کے شمار کو مگر آزمائش اُن کے لیے جنہوں نے کفر کیا)**، یعنی وہ ہنسی اور تعجب کریں کہ انیس[۱۹] کیسے جن وانس پر عذاب کریں گے۔ اور اِس میں یہ بھی حکمت ہے **(تا کہ یقین کرلیں جنہیں دی گئی ہے کتاب)**، اس واسطے کہ قرآن کو توریت کی تصدیق کرنے والا پاتے ہیں۔ (اور) تا کہ **(قوی ہو جائے جو ایمان لا چکے ہیں اُن کا ایمان)** اِس کلام کے سبب سے۔۔ یا۔۔ اہل کتاب کی تصدیق کی وجہ سے۔

(اور) تا کہ **(شک نہ کرسکیں وہ جو دیئے گئے ہیں کتاب)** توریت، **(اور مسلمان)** جو دوزخ کے خازنوں پر ایمان لائے ہیں، **(اور تا کہ بکا کریں وہ)** لوگ **(جن کے دِلوں میں بیماری ہے)** شک ونفاق کی۔ **(اور کافر لوگ، کہ کیا منشاء ہے اللہ)** تعالیٰ **(کا اِس عجیب بات سے)** اور اس عدد سے، جو مثل کی رُو سے عجیب وغریب ہے؟ **(اِسی طرح بے راہ رکھتا ہے اللہ)** تعالیٰ **(جسے چاہے۔ اور راہ دیتا ہے جسے چاہے)**۔

روایت ہے کہ ابوجہل نے کہا کہ "اے گروہِ قریش! اب تو محمد ﷺ 'انیس'[۱۹] یار اور مددگار سے زیادہ نہیں رکھتا"، تو حق تعالیٰ نے فرمایا۔۔۔

(اور نہیں بتا سکتا تمہارے رب کے لشکروں کو سوا اُس کے)۔ یعنی رب کے یہ سارے لشکر فرشتے ہیں جو پیغمبروں کے معین و مددگار ہیں۔ اور یہ کتنے ہیں؟ یہ خدا ہی جانے جو سب معلومات کا عالم ہے۔ (اور نہیں ہے وہ) یعنی **سَقَر** کی تمثیل۔۔یا۔۔خازنوں کی تعداد۔۔یا۔۔یہ سورتِ مبارکہ (مگر نصیحت بشر کے لیے)۔

كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿٣٢﴾ وَاللَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ ﴿٣٣﴾ وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ ﴿٣٤﴾ إِنَّهَا لَإِحْدَى

نہیں کیا قسم ہے چاند کی● اور رات کی جب پیٹھ پھیرے● اور صبح کی جب روشنی پھیلا دے● بے شک جہنم

الْكُبَرِ ﴿٣٥﴾ نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ﴿٣٦﴾ لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ﴿٣٧﴾

بڑی چیزوں کی ایک ہے● ڈراونی بشر کے لیے● جس نے چاہا تم میں سے کہ آگے بڑھ جائے یا پیچھے پڑا رہے●

(نہیں کیا)، یعنی ایسا نہیں کہ کوئی **سَقَر** کا انکار کر سکے۔ (قسم ہے چاند کی) کہ وقتوں اور مدتوں کی پہچان اُس سے متعلق ہے، (اور رات کی جب پیٹھ پھیرے) یعنی جب جاتی ہے دن کے آگے سے، (اور صبح کی جب روشنی پھیلا دے) اور عالم کو روشن کر دے، (بے شک جہنم بڑی چیزوں کی ایک ہے)۔ یعنی ایک درکہ دوزخ کے بڑے درکوں میں سے ہے۔ اور (ڈراونی بشر کے لیے)، یعنی ہم نے کیا ہے اُسے ایک چیز کہ اُس سے ڈرائیں آدمی کو۔

لباب میں ہے کہ حق تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو فرماتا ہے کہ **قُمْ نَذِيرًا** یعنی کھڑا ہو ڈرانے والا آدمیوں کے واسطے تا کہ تجھ سے نصیحت پکڑ کر گناہ سے پرہیز کریں۔ اِس قول پر رسول ڈرانے والے ہیں اور پہلے قول پر دوزخ ڈرانے والی ہے اُسے۔

(جس نے چاہا تم میں سے کہ آگے بڑھ جائے) جزا اور طاعت میں، (یا پیچھے پڑا رہے) بُرائیوں میں مبتلا ہو کر۔ یعنی اَے ہمارے حبیب! تم سب گروہوں کو نصیحت کرنے والے ہو۔۔یا۔۔سب کو دوزخ نصیحت کرنے والی ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ﴿٣٨﴾ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ﴿٣٩﴾ فِي جَنَّاتٍ

ہر جان جو کچھ کمایا اُس میں گرو ہے● مگر داہنے ہاتھ والے● باغوں میں ہیں۔۔

يَتَسَاءَلُونَ ﴿٤٠﴾ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ﴿٤١﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ﴿٤٢﴾ قَالُوا لَمْ نَكُ

دریافت کریں گے● مجرموں سے● کہ "کیا چیز لے گئی تمہیں جہنم میں؟"● اُنہوں نے جواب دیا کہ

مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴿۴۴﴾

"ہم نہ تھے نمازیوں سے • اور نہیں کھلایا کرتے تھے مسکین کو •

(ہر جان جو کچھ کمایا اُس میں گرو ہے) یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر نفس اپنے اعمال کا قیدی ہوگا ---بعض تفاسیر میں ہے کہ ہر نفس بسبب اپنے بُرے اعمال کے قیدی ہوگا--- (مگر داہنے ہاتھ والے) جن کے اعمال صالحہ ہوں گے۔ وہ لوگ اعمالِ صالحہ کی وجہ سے آزاد ہوں گے، جیسے راہن شے کو آزاد کر دیتا ہے جو قرض اُدا کر دے۔

یہ اصحابِ یمین ایسے (باغوں میں) رہنے والے (ہیں) جن کی حقیقت کوئی نہیں جانتا اور نہ ہی کوئی اُس کی وسعت کو بیان کر سکتا ہے۔ یہی اہلِ یمین جنتوں کے اونچے محل پر ہوں گے اور دوزخ کو دیکھنے والے ہوں گے، جو (دریافت کریں گے • مجرموں سے) یعنی مشرکین سے اُن کے احوال، (کہ کیا چیز لے گئی تمہیں جہنم میں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نہ تھے نمازیوں سے) یعنی اُس کے فرض ہونے کا ہم اعتقاد نہ رکھتے تھے، (اور نہیں کھلایا کرتے تھے مسکین کو) یعنی اُن کو مالِ زکوٰۃ نہیں دیتے تھے، اور زکوٰۃ کی فرضیت کے ہم منکر تھے۔

وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴۶﴾ حَتّٰٓى

اور بے ہودہ بحثیں کرتے تھے، بے ہودہ گویوں کے ساتھ ساتھ • اور ہم جھٹلایا کرتے تھے روزِ جزا کو • یہاں تک کہ

اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿۴۷﴾ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿۴۸﴾

آگئی ہمیں موت" • اب نہ فائدہ دے گی اُنہیں شفاعت کرنے والوں کی شفاعت •

(اور بے ہودہ بحثیں کرتے تھے بے ہودہ گویوں کے ساتھ ساتھ)، یعنی محمد عربی ﷺ کی شان میں ہم بحث کرتے تھے اور اُن کی غیبت میں مشغول ہوتے تھے۔ (اور ہم جھٹلایا کرتے تھے روزِ جزا کو) اور اُسے ہم باور نہ کرتے تھے (یہاں تک کہ آگئی ہمیں موت) اور موت سے پہلے جو حالتیں تھیں جن میں سے بعض اوپر مذکور ہوئیں اُسی حال میں ہم مر گئے، توبہ کی توفیق نہ مل سکی اور ہم ایمان نہ لا سکے۔

(اب) اگر بفرضِ محال کوئی اُن کی شفارش بھی کرے، تو (نہ فائدہ دے گی انہیں شفاعت کرنے والوں کی شفاعت)۔

شفاعت کے باب میں بنیادی بات یہ ہے کہ شفاعت وہی کرے گا جس کو ربِّ کریم شفاعت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائے گا۔ اور وہ اُسی کے لیے شفاعت کرے گا جس کی شفاعت کرنے کا خدائے مہربان اِذن عطا فرمائے گا، اس لیے کوئی شفاعت کرنے والا مشرکین کی شفاعت کرے، یہ بات محال ہے۔

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ﴿٤٩﴾ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿٥٠﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿٥١﴾

تو اُنہیں کیا ہے کہ نصیحت سے رُوگردانی کرنے والے ہیں • گویا کہ وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہیں • بھاگے ہیں شیر سے •

(تو انہیں کیا ہے کہ نصیحت سے رُوگردانی کرنے والے ہیں)، یعنی قرآن اور اُس کی ہدایات سے منہ پھیرتے ہیں (گویا کہ وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہیں • بھاگے ہیں شیر سے)۔۔یا۔۔شکاری سے ۔۔یا۔۔ پھندے سے ۔۔یا۔۔ تیرانداز آدمی سے ۔۔یا۔۔مختلف آوازوں سے، یعنی جس طرح جنگلی گدھے اِن چیزوں سے بھاگتے ہیں، اِس طرح وہ قرآن سننے سے بھاگتے ہیں اس واسطے کہ بات سننے والے کان اور نصیحت قبول کرنے والے دِل نہیں رکھتے ہیں۔۔۔

بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿٥٢﴾ كَلَّا ؕ

بلکہ چاہتا ہے ہر شخص اُن کا، کہ دیے جاتے الگ الگ صحیفے • ہرگز نہیں!

بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿٥٣﴾

بلکہ وہ ڈرتے ہی نہیں آخرت کو •

(بلکہ چاہتا ہے ہر شخص اُن کا کہ دیئے جاتے الگ الگ صحیفے) سر کھلے بے مہر اس مضمون کے کہ "اَے فلاں! محمد علیہ السلام کی پیروی کر۔" (ہرگز نہیں) دیئے جائیں گے اُن کو یہ نامے، اور اگر دیئے بھی جائیں تو بھی وہ ایمان نہ لائیں گے۔ پس اُن کا انکار اس واسطے نہیں کہ نامہ نہیں دیا جاتا، (بلکہ وہ ڈرتے ہی نہیں آخرت) کے عذاب (کو)۔

كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ﴿٥٤﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿٥٥﴾ وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ

نہیں کیا بلاشبہ یہ نصیحت ہے • تو جس نے چاہا نصیحت لی اِس سے • اور نہیں نصیحت حاصل کرتے مگر یہ کہ اللہ چاہے۔

هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿٥٦﴾

وہی ڈرنے کے لائق اور مغفرت والا ہے •

(نہیں کیا)، ہاں ہاں بے شک! یہ قرآن وہ نہیں جو کفار کہتے ہیں کہ آدمی کا کلام ہے۔۔یا۔۔ سحر ہے، بلکہ (بلاشبہ یہ نصیحت ہے ● تو جس نے چاہا نصیحت لی اُس سے ● اور) یہ بھی اپنی جگہ پر ایک حقیقت ہے، کہ (نہیں نصیحت حاصل کرتے مگر یہ کہ اللہ) تعالیٰ (چاہے)۔

۔۔ ایں سعادت بزور بازو نیست۔۔ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ ۔۔

۔۔تو (وہی ڈرنے کے لائق) ہے۔تو چاہیے کہ اُسی کا خوف رکھا جائے، (اور) وہی (مغفرت) فرمانے (والا ہے) یعنی مغفرت فرمانا اُسی کی شان ہے۔

اختتام سورۃ المدثر ۔۔ ﴿ ٢٣/ذیقعدہ ١٤٣٣ھ ۔۔مطابق۔۔ ١٠/اکتوبر ٢٠١٢ء ۔۔۔بروز چہارشنبہ ﴾ ۔۔

۔۔ ﴿ ٢٤/ذیقعدہ ١٤٣٣ھ ۔۔مطابق۔۔ ١١/اکتوبر ٢٠١٢ء ۔۔۔بروز پنجشنبہ ﴾ ۔۔

سُوْرَةُ الْقِیٰمَةِ

سورۃ القیامۃ ۔۔٧٥ مکیہ ٣١ — آیاتہا ٤٠ ۔۔رکوعاتہا ٢
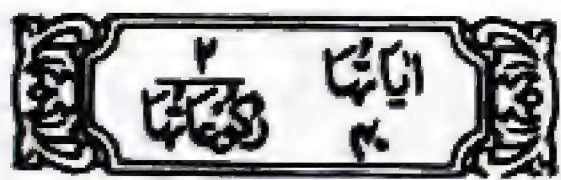
اِس سورہ کا نام اِسی سورہ کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ چونکہ قیامت کے مباحث بہت زیادہ اہم تھے کیونکہ کفار اور مشرکین قیامت کے وقوع کا بہت شدت سے اِنکار کرتے تھے، اس لیے اِس سورہ کا نام 'القیامہ' رکھا گیا۔ اِس سورہ کو اُس سے پہلی سورت 'المدثر' سے مناسبت یہ ہے کہ 'سورہ المدثر' کی آیت ٥٣ میں صراحۃً آخرت کا ذکر ہے، اور آخرت کا وقوع قیامت کے بعد ہوگا۔

اِس سورہ میں مرنے کے بعد دوبارہ اُٹھنے کا ذکر فرمایا ہے اور قیامت کے اوصاف، اہوال اور احوال کا ذکر فرمایا ہے۔ پھر قیامت کے مقدمات اور اُس کے پہلے پیش آنے والے امور کا تذکرہ فرمایا ہے کہ انسان کے بدن سے روح کس طرح نکلے گی اور انسان کی ابتداء کی تخلیق کس طرح کی گئی ہے۔۔۔ایسی معلومات افزا اور حقائق کو واضح فرمانے والی سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

لَاۤ اُقۡسِمُ بِیَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ ۙ﴿۱﴾ وَ لَاۤ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَۃِ ؕ﴿۲﴾

نہیں کیا میں قسم یاد کرتا ہوں قیامت کے دن کی ● اور قسم ہے اُس جان کی، جو اپنی بے حد ملامت کرتی رہتی ہے ●

لَآ نفی کا فعل قسم میں تاکید کے واسطے ہوتا ہے، تو معنی یہ ہیں کہ۔۔۔

البتہ قسم کھاتا ہوں میں، تو پھر **(نہیں کیا میں قسم یاد کرتا ہوں قیامت کے دن کی)**، اُس کی عظمت و ہیبت اور اپنی شانِ قدرت کو ظاہر کرنے کے لیے **(اور قسم ہے اُس جان کی جو اپنی بے حد ملامت کرتی رہتی ہے)**۔

اِس سے 'نفسِ متقیہ' مراد ہے کہ 'نفسِ مقصّرہ' تو تقصیرِ طاعت کے سبب سے ملامت کرتا ہے۔۔یا۔۔وہ نفس مقصود ہے جو اپنے کو ہمیشہ تقصیروں میں ملامت کیا کرتا ہے، اگرچہ عبادتوں میں اُس کی کوششیں اور محنتیں بہت ہوں۔۔یا۔۔'نفسِ مطمئنہ' مراد ہے جو 'نفسِ امارہ' کو ہمیشہ ملامت کیا کرتا ہے۔ روایت ہے کہ عدی بن ربیعہ نے آنحضرت ﷺ سے قیامت کا حال پوچھا۔ جب حضرت علیہ السلام نے اُس کو خبر دی، تو وہ بولا کہ اگر اُس روز کو میں آنکھوں سے دیکھوں تو بھی باور نہ کروں۔ کیا یہ متفرق ہڈیاں باہم مجتمع ہونگیں، تو 'نفسِ لوامہ' کی قسم یاد فرما کر حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، کہ۔۔۔

اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَلَّنۡ نَّجۡمَعَ عِظَامَہٗ ؕ﴿۳﴾ بَلٰی قٰدِرِیۡنَ عَلٰۤی اَنۡ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ ﴿۴﴾

کیا سمجھ رکھا ہے انسان نے کہ ہم نہ جمع کر سکیں گے اُس کی ہڈیاں ● کیوں نہیں، ہم قدرت والے ہیں اِس پر کہ ٹھیک کردیں اُس کے پور پور ●

(کیا سمجھ رکھا ہے انسان نے کہ ہم نہ جمع کر سکیں گے اُس کی ہڈیاں) جو پراگندہ ہوگئیں؟ **(کیوں نہیں!)** ہاں ہم جمع کریں گے۔ اُس کم فہم کو سمجھنا چاہیے کہ **(ہم قدرت والے ہیں اِس پر کہ**

ٹھیک کریں اُس کے پور پور) یعنی چھوٹے اور لطیف ہونے کے باوجود اُس کی انگلیوں کی پوریں اور سرے اکٹھا کرنے پر ہم قادر ہیں، تو بڑی بڑی ہڈیوں کا اِکٹھا کرنا کیا بات ہے۔

بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ لِیَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۵ یَسْـَٔلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ ۶ فَاِذَا

بلکہ انسان چاہتا ہے کہ بدی کرتا رہے اس کے آگے● کہ پوچھتا ہے کہ "کب ہے قیامت کا دن؟"● تو جب

بَرِقَ الْبَصَرُ ۷ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۸ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۹

آنکھ چوندھیا پڑی● اور گہن میں پڑا چاند● اور ملا دیا گیا سورج اور چاند●

(بلکہ) عدی اور اُس جیسا ہر (انسان چاہتا ہے کہ بدی کرتا رہے اِس کے آگے)۔ یعنی وہ چیز جو اُس کے سامنے ہے، یعنی بعث اور حساب، اُس کے تعلق سے جھوٹ بولتا رہے، کیوں (کہ) ازراہِ تمسخر (پوچھتا ہے کہ کب ہے قیامت کا دن؟● تو جب آنکھ چوندھیا پڑی) یعنی پتھرا گئی (اور گہن میں پڑا چاند) یعنی تیرہ وتاریک ہو گیا، (اور ملا دیا گیا سورج اور چاند)، یعنی دونوں ہی بے نور کر دیئے گئے۔۔ الختصر۔۔ جب قیامت آئے گی تو نظامِ شمسی وقمری سب کے سب درہم برہم کر دیئے جائیں گے اور ظاہر ہے کہ اُن حالات میں قیامت کے وجود پر کسی کو شک وشبہ نہ ہوگا۔ اور جب یہ صورتِ حال پیش آئے گی۔۔ تو۔۔

یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ ۱۰ كَلَّا لَا وَزَرَ ۱۱ اِلٰى رَبِّكَ

کہے گا انسان اُس دن کہ "کہاں بھاگ کر بچوں"● ہرگز نہیں! کوئی پناہ گاہ نہیں● تمہارے رب ہی کی طرف

یَوْمَئِذِ الْمُسْتَقَرُّ ۱۲ یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۱۳

اُس دن ٹھہرنے کی جگہ ہے● بتا دیا جائے گا انسان اُس دن، جو کچھ آگے پیچھے کیا تھا●

(کہے گا انسان)، یعنی تکذیب کرنے والا کافر، (اُس دن کہ کہاں بھاگ کر بچوں● ہرگز نہیں!) ایسوں کے لیے (کوئی پناہ گاہ نہیں) اور (تمہارے رب ہی کی طرف)، یعنی اُس کے حکم کی طرف (اُس دن ٹھہرنے کی جگہ ہے)۔ یعنی حق تعالیٰ ہی اپنی مشیت سے جنتیوں اور دوزخیوں کے ٹھہرنے کی جگہ مقرر کرے گا۔ (بتا دیا جائے گا انسان اُس دن جو کچھ آگے پیچھے کیا تھا)۔ یعنی اُس کے اعمال جو آگے پہنچ گئے اور اُس کے اموال جو پیچھے رکھے رہ گئے۔ گناہ تو آگے بھیجتا ہے جرأت کے

ساتھ اور مال پیچھے رکھتا ہے حسرت کے ساتھ۔ تو چاہیے کہ گناہ کو توبہ سے نیست و نابود کر دے کہ باقی رہے، اور مال صدقہ دے کر آگے بھیجے کہ ہمیشہ باقی رہے۔

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ﴿۱۴﴾ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ ﴿۱۵﴾

بلکہ انسان اپنے اوپر خود ہی نظر رکھنے والا ہے● گولا ڈالے اپنے بہانے●

(**بلکہ انسان اپنے اوپر خود ہی نظر رکھنے والا ہے**) یعنی اپنا حال جانتا ہے اور اپنے افعال و اقوال پر گواہ ہے، (**گولا ڈالے اپنے بہانے**)۔ یعنی ہر چند مقدور بھر گناہ پر عذر کرے اور اُسے دفع کرنے کی تدبیر سوچے مگر وہی اپنے گناہ کا گواہ ہے، اور اپنے جھوٹے عذر اور باطل حیلوں کا جاننے والا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جب حضرت جبرائیل حضرت سید انام ﷺ پر قرآن پڑھتے، تو حضرت بھی زبان سے اُن کے ساتھ پڑھتے کہ بھول نہ جائیں۔ تو یہ آیت نازل ہوئی کہ اے محبوب!۔۔۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿۱۶﴾ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿۱۷﴾

مت حرکت دو قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو، کہ جلد یاد کر لو● بلاشبہ ہم پر ہے اِس کا جمع کرنا، اور اِس کا تمہارے پڑھنے میں رکھنا●

فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿۱۸﴾

تو جب ہم اِسے پڑھ چکیں، تو اِس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو●

(**مت حرکت دو قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو، کہ جلد یاد کر لو● بلاشبہ ہم پر ہے اِس کا جمع کرنا**) تمہارے دِل میں، تا کہ تم یاد رکھو (**اور اِس کا تمہارے پڑھنے میں رکھنا**)، یعنی اِس کی قرأت کو تمہاری زبان پر ثابت کر دینا۔ (**تو جب ہم**) جبرائیل کی زبانی (**اِسے پڑھ چکیں تو اُس پڑھے ہوئے کی اِتباع کرو**)، یعنی اُسی طرح تم بھی پڑھو اور اِس میں غور و فکر کرو۔ یعنی اِس کے مطالب و معانی کا سمجھانا بھی ہمارے ہی ذمہ کرم میں ہے۔ تو اِس کا مطلب بھی حضرت جبرائیل سے پوچھنے کی ضرورت نہیں، تم خود ہی غور و فکر کرو۔ حق تعالیٰ اپنے فضل سے تمہارے دِل میں اِس کا مطلب القاء فرما دے گا، اور اِس کلام میں جو مشکل ہوگا اُس کو تم پر ظاہر فرما دے گا۔۔ الغرض۔۔ تمہارا کام صرف حضرت جبرائیل کی قرأت کی اتباع ہے۔

ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ ﴿۱۹﴾ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾ وَ تَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۲۱﴾

پھر بلا شبہ ہم پر ہے اس کا تم پر روشن کر دینا • کچھ بھی نہیں، بلکہ تم لوگ چاہنے لگے ہو جلد جلدی والی دُنیا کو • اور چھوڑے ہو آخرت کو •

(پھر بلا شبہ ہم پر ہے اُس کا تم پر روشن کر دینا) اور اَے آدمیو! جو تم نے عقبیٰ کے امر میں گمان کرلیا ہے ایسا (کچھ بھی نہیں، بلکہ تم لوگ چاہنے لگے ہو جلد جلدی والی دُنیا کو) یعنی تمہاری رغبت اُسی میں ہے جو تمہیں جلد حاصل ہو جائے، (اور چھوڑے ہو آخرت کو) جو ہمیشہ رہنے والی ہے۔ یعنی فانی راحتوں کے پیچھے تو دِل و جان سے دوڑ رہے ہیں اور باقی رہنے والی نعمتوں کی طرف دھیان نہیں دیتے، اور چاہیے تو یہ تھا کہ تم اِس کے برعکس عمل کرتے کہ فنا ہو جانے والی نعمتوں کو نظر انداز کر دیتے اور باقی رہنے والی نعمتوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے۔ قیامت کا دن وہ ہے کہ۔۔۔

وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾

کچھ چہرے اس دن تر و تازہ ہیں • اپنے رب کی طرف دیکھنے والے •

(کچھ چہرے اُس دن تر و تازہ ہیں)۔ یہ انبیاء اولیاء اور مؤمنین کے چہرے ہیں، جو (اپنے رب کی طرف دیکھنے والے) ہوں گے ظاہر میں بے حجاب۔

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کم سے کم رتبہ جنتی کا اپنے باغوں نعمتوں، کنیزوں اور خدمتگاروں پر نظر کرے گا، اور ہزار برس کی راہ سے اُنہیں دیکھے گا اور بہت بزرگ خدا کے نزدیک وہ ہے جو وجہ الٰہی پر نظر کرے صبح و شام، یعنی اپنی استعداد کے موافق۔ پھر یہ آیت پڑھی: وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾

بعض عارفین کا کہنا ہے کہ 'اوتاد' میں سے ہر ایک کے اوراد میں یہ کلمات ہیں اَللّٰھُمَّ اِنِّیٓ اَسْئَلُكَ النَّظَرَ اِلٰی وَجْهِكَ الْكَرِیْم ۔ ہر شخص جنت میں کوئی نہ کوئی آرزو رکھے گا مگر عاشق کی آرزو سوائے دیدار کے نہ ہوگی۔

وَ وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍۭ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾ تَظُنُّ اَنْ یُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿۲۵﴾

اور کچھ منہ اُس دن بگڑے ہوئے • سمجھتے ہوں گے کہ کیا جائے گا اُنہیں کمر توڑ دینے والا عذاب •

(اور کچھ منہ اُس دن بگڑے ہوئے) ہوں گے، یعنی منافقوں اور مشرکوں کے چہرے تاریک اور ترش ہوں گے، (سمجھتے ہوں گے، کہ کیا جائے گا انہیں کمر توڑ دینے والا عذاب)۔ یعنی پہنچائی

ے گی انہیں ایسی بلاء اور رنج جو اُن کی ہڈیاں توڑ دے۔

یہ اُن پر عذابِ عظیم نازل ہونے سے کنایہ ہے، اور اربابِ معرفت کے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ وہ بلاء حجاب ہے دیدارِ رب الارباب سے، کیونکہ 'عشاق' کے لیے 'فراق' سے بدتر عالم میں کوئی آزمائش اور مصیبت نہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ دِل دُنیا پر رکھ سکے اور آخرت سے غافل ہو سکے، ایسا۔۔۔

كَلَّآ إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿۲۶﴾ وَقِيلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ﴿۲۷﴾ وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿۲۸﴾

یوں نہیں! جب پہنچی جان گلے تک • اور کہا گیا کہ "کوئی جھاڑ۔۔o۔۔پھونک والا ہے؟" • اور اُس نے سمجھا کہ اب جدائی ہے •

وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾

اور لپٹ گئی پنڈلی سے پنڈلی • تمہارے رب ہی کی طرف اُس دن ہانک جانا •

(کیوں نہیں) اس لیے کہ (جب پہنچی جان گلے تک) اور گردن کی ہڈیوں میں (اور کہا گیا)، یعنی ولوگ مرنے کے قریب ہیں اُن لوگوں نے کہا۔۔۔یا۔۔موت کے فرشتے بولے (کہ) کیا (کوئی ۔۔o۔۔ جھاڑ پھونک والا ہے) اور شفاء دینے والا ہے، (اور اُس نے) یعنی موت جس کے پیش نظر ہے (سمجھا کہ اب جدائی ہے)۔ یعنی جو چیز اِس پر نازل ہوئی وہ دُنیا اور دُنیا کے لوگوں سے جدائی کا سبب ہے۔ (اور لپٹ گئی) مرنے والے کی (پنڈلی سے پنڈلی)، یعنی موت کے ہَول سے اُس کے پاؤں آپس میں لپٹ اور سمٹ جاتے ہیں اور اُن میں حرکت نہیں رہتی۔۔یا۔۔موت کی شدت آخرت کی شدت کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے۔ (تمہارے رب ہی کی طرف اُس دن ہانک جانا) یعنی تیرے رب کی جزا کی طرف اُس روز بازگشت ہو گی۔

اکثر مفسرین اِس بات پر ہیں کہ ابوجہل ملعون کو حضرت سید المرسلین ﷺ کے ساتھ شدت سے عداوت تھی، تو اُس کے تعلق سے یہ آیت نازل ہوئی۔ اِس میں یہ بھی واضح فرما دیا گیا کہ حق مواخذہ میں کفار بھی 'فروعِ شرعیہ' کے مخاطب ہیں، یعنی کفار بھی ایمان کے ترک کی طرح نماز وغیرہ کے ترک پر مذمت اور عقاب کے مستحق ہیں، اگرچہ دُنیا میں اُن پر اَدائیگی واجب نہیں۔۔۔

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی ﴿۳۱﴾ وَلٰکِنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ﴿۳۲﴾ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓی اَهْلِهٖ یَتَمَطّٰی ﴿۳۳﴾

تو نہ تصدیق کی، اور نہ نماز پڑھی• لیکن جھٹلایا اور باز رہا• پھر گیا اپنے والوں کی طرف اکڑ رہا ہے•

اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی ﴿۳۴﴾ ثُمَّ اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی ﴿۳۵﴾

تیرا بُرا ہو، اب بُرا ہو• پھر بُرا ہو، تو پھر بُرا ہو•

(تو) ابو جہل نے (نہ تصدیق کی) قرآن کی --یا-- نہ صدقہ دیا جو کچھ مال میں سے دینا واجب تھا، (اور نہ نماز پڑھی) خدا کے واسطے --یا-- نہ پیروی کی پیغمبر کی (لیکن جھٹلایا) پیغمبر کو (اور باز رہا) راہِ حق سے۔

تکذیب کا ذکر خاص طور پر اس لیے کر دیا کیونکہ تصدیق نہ کرنا تکذیب کو مستلزم نہیں، تو اُس بدبخت نے تصدیق نہ کرنے کے ساتھ ساتھ تکذیب بھی کر ڈالی۔

(پھر گیا اپنے والوں کی طرف) اِس حال میں کہ (اکڑ رہا ہے) اور فخر و افتخار کی راہ سے ٹہل رہا ہے کہ میں نے ایسا ایسا کام کیا ہے، یعنی تکذیب بھی کی ہے اور بے رخی بھی برتی ہے۔ تو اَے ابو جہل سن لے! کہ سزاوار ہے تجھ کو موت سخت، تو (تیرا بُرا ہو) موت کے وقت --نیز-- (اب بُرا ہو) یعنی قبر میں دردناک عذاب ہو، (پھر بُرا ہو) یعنی ہَولِ قیامت تجھے سزاوار ہے (تو پھر برا ہو)، یعنی تجھے دوزخ میں ہمیشہ رہنا سزاوار ہے۔

اِس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ابو جہل کو بطحا میں دیکھا اور اُس کا کپڑا پکڑ کر فرمایا کہ اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی، ابو جہل بولا کہ اَے محمد! ﷺ تم مجھے ڈراتے ہو۔ اور بعضے علماء کے نزدیک 'اَوْلٰی' 'وَیل' کے معنی میں ہے، حق تعالیٰ نے تاکید کے واسطے چار بار ابو جہل کو فرمایا کہ وائے تجھ پر، یعنی ہلاکت ہو تجھ پر---

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی ﴿۳۶﴾ اَلَمْ یَکُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰی ﴿۳۷﴾

کیا خیال کر رہا ہے یہ انسان کہ چھوڑ دیا جائے گا بے کار؟• کیا نہ تھا قطرہ منی کا جو ٹپکایا جاتا ہے•

ثُمَّ کَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰی ﴿۳۸﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی ﴿۳۹﴾

پھر ہوا لوتھڑا، تو پیدا فرمایا، اب سڈول کیا• پھر کر دیا اُس سے جوڑے، مرد و عورت•

اَلَیْسَ ذٰلِکَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی ﴿۴۰﴾ ع ۲ ۱۸

کیا نہیں ہے ایسا خالق قدرت والا اِس پر، کہ زندہ کر دے مُردوں کو؟•

(کیا خیال کر رہا ہے یہ) بعث وحشر کا منکر (انسان، کہ چھوڑ دیا جائے گا بے کار) مہمل، باطل اور ضائع کہ دُنیا میں مکلّف اور عقبیٰ میں مبعوث اور معذب نہ ہوگا۔ قدرتِ خداوندی کو نہ سمجھنے والو! سوچو کہ۔۔۔

(کیا نہ تھا) یہ انسان (قطرہ منی کا جو ٹپکایا جاتا ہے) رحم میں، (پھر ہوا لوتھڑا) یعنی جما ہوا خون، (تو پیدا فرمایا) اُس کے اجزاء اور اعضاء، (اب سڈول کیا) یعنی راست اور درست کر دیا اُس کی صورت اور اُس میں روح پھونکی، (پھر کر دیا اُس) منی (سے جوڑے) دوقسم[۲] (مرد وعورت) یعنی نر اور مادہ۔ (کیا نہیں ہے ایسا خالق قدرت والا اِس پر کہ زندہ کر دے مُردوں کو)۔

حدیث میں ہے کہ یہ سورت پڑھنے کے بعد کہنا چاہیے۔۔۔ بَلٰی، اِنَّهٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔۔۔ کیوں نہیں! وہ ہر چاہے پر قدرت والا ہے۔۔۔ دوسری روایت میں ہے: سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ بَلٰی: ہر طرح کی بے چارگی، ناطاقتی اور بے اختیاری سے پاک ہے تیری ذات اَے خدائے قادرِ مطلق! بے شک تو ہر چاہے پر قدرت والا ہے۔۔۔ بعض عارفین اِس موقع پر سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہا کرتے تھے۔

اختتام سورۃ القیامہ ۔۔ ﴿ ۲۴/ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۱۱/اکتوبر ۲۰۱۲ء ۔۔۔ بروز پنجشنبہ ﴾ ۔۔

۔۔ ﴿ ۲۶/ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۱۳/اکتوبر ۲۰۱۲ء ۔۔۔ بروز شنبہ ﴾ ۔۔

سُوْرَةُ الدَّھْرِ

سورۃ الدھر ۔۔ ۷۶ مدنیہ ۹۸ — آیاتہا ۳۱ ۔۔ رکوعاتہا ۲

اِس سورہ کا نام 'سورہ الدھر' ہے، اور بعض مصاحف میں اِس کا نام 'سورۃ الانسان' مذکور ہے۔ اور یہ دونوں نام اِسی کی آیت ۱ سے ماخوذ ہیں۔ اِس سورت کو اپنی ماقبل کی 'سورہ القیامہ' سے چند مناسبتیں ہیں:

۱۔۔ اِس سے پہلے 'سورہ القیامہ' میں ارشاد فرمایا گیا تھا کہ انسان کی تخلیق کی ابتداء نطفہ سے کی گئی ہے، پھر اُس کی دو[۲] قسمیں بنائیں مرد اور عورت، اور اِس سورت کی ابتداء میں بتایا کہ تمام انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا اور اُن کو سمیع

وبصیر بنادیا۔ پھر بشر کی دو قسمیں ہیں: بعض شکر گزار ہیں اور بعض ناشکرے ہیں۔

۲۔۔دوسری مناسبت یہ ہے کہ اس سے پہلی سورت میں جنت اور دوزخ کا حال اجمالاً ذکر کیا گیا ہے اور اس سورت میں جنت اور دوزخ کے اوصاف کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔

۳۔۔تیسری مناسبت یہ ہے کہ 'سورہ القیامہ' میں کفار و فجار کو قیامت کے دن دہشتناک امور پیش آئیں گے اُن کا ذکر فرمایا، اور اِس سورت میں قیامت کے دن نیک مسلمانوں کو جو نعمتیں ملیں گی اُن کا ذکر فرمایا ہے۔۔۔ایسی معلومات افزا اور بصیرت افروز سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

هَلۡ اَتٰى عَلَى الۡاِنۡسَانِ حِيۡنٌ مِّنَ الدَّهۡرِ لَمۡ يَكُنۡ شَيۡـًٔا مَّذۡكُوۡرًا ①

بے شک آچکا انسان پر ایسا وقت بھی زمانہ میں، کہ نہ تھا کچھ قابلِ تذکرہ●

(بے شک آچکا انسانِ) اوّل حضرت آدم (پر ایسا وقت بھی زمانہ میں کہ) وہ (نہ تھا) انسانیت کے عنوان سے (کچھ قابلِ تذکرہ)، اور کوئی انسان ہونے کے ساتھ انہیں یاد نہ کرتا تھا اور وہ روح پھونکنے کے قبل چالیس برس تک مکہ اور طائف کے درمیان پڑے رہے، کوئی انہیں انسان کے نام سے یاد نہ کرتا تھا اور نہ اُن کے عناصر کا تذکرہ ہوتا تھا۔

کسی کو خبر نہ تھی کہ اُس کا نام کیا ہے اور اُسے پیدا کرنے میں کیا حکمت اور فائدہ ہے۔ اور اِس مطلب کی بھی خبر نہ تھی کہ قدرتِ کاملہ والا ایسا آئینہ بناتا ہے کہ جو اُن شعاعوں کا مظہر ہو جو 'مفاتیح الغیب' میں ہیں اور خلافتِ کبریا کے مرتبہ کے لائق ہو۔ اور وہ عین مقصود ذات اور منتہائے غایت ہو اور سب پوشیدہ باتیں اُس کے وجود باوجود سے ظاہر ہو جائیں۔

ایک قول یہ ہے کہ یہاں انسان سے مراد اولادِ آدم علیہ السلام جو شکم مادر میں رہنے کی مدت میں لوگوں کے درمیان ذکر و تذکرہ کے قابل نہیں ہوتا، اور نہ ہی اُس کے حالات و اوصاف کے تعلق سے کوئی چرچا ہوتا ہے۔ بعض نے پہلے لفظ 'انسان' سے آدم علیہ السلام اور دوسرے

سے آپ کی اولاد مراد لی ہے، اور یہ اُس وقت ہے کہ حِیْنٌ زمانہ طویل اور دراز کے لیے ہو جس کی مقدار معلوم نہ ہو۔ لیکن ہر دونوں میں جنس انسان مراد لینا موزوں اور زیادہ ظاہر ہے، اس لیے کہ اِس سے مقصود ہے انسان کو اُس کی تخلیق ظاہر کر کے پند ونصیحت کرنا کہ وہ بالکل نہ تھا لیکن اب کیا ہے۔ اِس لیے جب سنے گا کہ وہ کوئی شے ہی نہ تھا اور نہ کہیں اُس کا ذکر تھا پھر وہ مذکور ہوا اور پیدا ہوا ایک حقیر وخسیس پانی سے، اِس طرح وہ مرنے کے بعد اُٹھنے کو بعید نہ سمجھے گا اور نہ ہی اِس کا اِنکار کر سکے گا۔۔ چنانچہ۔۔حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔۔۔

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا ۝۲

بے شک ہم نے پیدا فرمایا انسان کو ملے جلے قطرہ سے، کہ آزمائیں اُسے، تو بنادیا ہم نے اُسے سننے والا دیکھنے والا●

(بے شک ہم نے پیدا فرمایا انسان کو ملے جلے قطرہ سے)۔

چونکہ مرد اور عورت کی منی مختلف الاجزاء ہے رقت اور قوام اور خاصیت میں، اس وجہ سے نطفہ جو مفرد ہے اُس کی صفت جمع لائی گئی۔۔یا۔۔اُس سے رنگ مراد ہیں اس واسطے کہ مرد کی منی سفید ہوتی ہے اور عورت کی زرد اور دونوں اکٹھا ہونے کے بعد سبز ہوجاتی ہے ۔۔یا۔۔امشاج 'اطوار' کے معنی میں ہے، یعنی نطفہ 'تھکا' ہوجاتا ہے، پھر 'لوتھڑا' ہوجاتا ہے آخر خلقت تک۔

اور بہر تقدیر انسان کو ہم نے پیدا کیا تا (کہ) امر ونہی سے (آزمائیں اُسے، تو بنادیا ہم نے اُسے سننے والا دیکھنے والا) تاکہ دلیلیں دیکھے اور آیتیں سنے۔۔اور۔۔

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝۳ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ

بے شک ہم نے ہدایت کی اُسے راستہ کی، کہ یا شکر گزار اور یا ناشکرا● بے شک ہم نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے لیے

سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ۝۴

زنجیریں اور طوق، اور بھڑکتی آگ●

(بے شک) دلیلیں قائم کر کے اور آیتیں نازل کر کے (ہم نے ہدایت کی اُسے) سیدھے (راستے کی، کہ) اب (یا) مؤمن سعید ہو کر (شکر گزار) ہو، (اور یا) کافر شقی ہو کر (ناشکرا)۔ سب کو معلوم رہنا چاہیے کہ (بے شک ہم نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے لیے زنجیریں) جن میں باندھ کر

کافروں کو دوزخ میں کھینچیں گے (اور طوق)، کہ اُن کے گلوں میں ڈالیں گے۔ (اور بھڑکتی آگ) جس میں ہمیشہ جلا کریں گے۔ اُن کافروں کے برعکس۔۔۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝۵

بے شک ابرار کا طبقہ، یہ لوگ پئیں گے اُس جام سے، جس میں آمیزش کافور کی ہے●

(بے شک اَبرار کا طبقہ)، تو **(یہ لوگ پئیں گے اُس جام سے جس میں آمیزش کافور کی ہے)**۔ یعنی اُسے جنت کے کافور سے ملا کر بنائیں گے تاکہ ٹھنڈی، اور خوشبو اور شیریں ہو۔

اور بعضوں نے کہا کہ جنت میں ایک پانی کا چشمہ خوشبودار اور سفید ہے جیسے کہ کافور، تو کافور سے ہمرنگ ہونے کے سبب سے اُس کا نام کافور رکھ دیا۔ اور اِسی قول کی تائید کرتا ہے یہ کہ کافور کا بدل لایا گیا ہے کہ وہ۔۔۔

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝۶ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ

ایک چشمہ ہے، پیتے رہیں گے اُس میں اللہ کے بندے، بہا کر لے جائیں گے اپنے یہاں● وہ پوری کریں منت کو،

وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝۷

اور ڈرتے رہیں اُس دن کو جس کی تباہی پھیل جانے والی ہے●

(ایک چشمہ ہے پیتے رہیں گے اُس میں اللہ) تعالیٰ **(کے بندے بہا کر لے جائیں گے اپنے یہاں)**، یعنی جہاں چاہیں گے اُسے بآسانی بہا لے جائیں گے۔ جہاں چلنے کو کہیں گے وہ چشمہ اُن کے ساتھ ساتھ چلے گا۔ اُن ابرار کی شان یہ ہے کہ **(وہ پوری کریں منت کو)**۔

یہ آیتِ کریمہ خاص طور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں نازل فرمائی گئی۔۔ چنانچہ۔۔ تفسیروں میں ہے کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے گھر تشریف لائے، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بیمار دیکھا، تو حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ کچھ نذر کرو تاکہ تمہارے فرزند صحت پائیں۔ انہوں نے نذر کی کہ تین ۳ روز روزہ رکھیں گے۔ حق تعالیٰ نے حسنین علی جدھما وعلیہما السلام کو شفا بخشی اور حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے روزے رکھے، اور کسی قدر جَو قرض لے کر۔۔یا۔۔ مزدوری کر کے حاصل کیے اور آٹا پیس کر روٹی پکائی۔ مغرب کے وقت چاہا کہ

افطار کریں، پس ایک فقیر گھر کے دروازے پر آیا اور آواز دی کہ اے اہل بیتِ نبوت! میں ایک فقیر مسلمان ہوں مجھے روٹی دو کہ حق تعالیٰ بہشت کی نعمتوں سے تم کو عوض دے۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنا حصہ اُس فقیر کو دے دیا، سب اہل بیت نے بھی اپنے اپنے حصے دے دیئے اور فقط پانی سے روزہ کھول کر رات بسر کی۔ دوسرے دن روزہ رکھا افطار کے وقت ایک یتیم دروازے پر آیا اور سوال کیا سب کھانا اُسے دے دیا۔ تیسری شام کو ایک قیدی بَر وقت آیا سب کھانا اُس کو عطا فرمایا۔ حق تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی کہ ابرار کی شان یہی ہے کہ اپنی نذر پوری کرتے رہیں۔۔۔

(اور ڈرتے رہیں اُس دن کو جس کی تباہی) یعنی شدت اور محنت (پھیل جانے والی ہے)۔ ...ن فاش اور ظاہر اور سب کو پہنچی ہوئی۔

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ﴿٨﴾

اور کھانا کھلائیں اُس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو●

(اور کھانا کھلائیں اُس کی محبت پر) یعنی خدا کی محبت پر۔۔یا۔۔کھانے کی محبت پر، یعنی باوصف ...ں کے کہ وہ اُس کھانے کے محتاج ہیں اور اُسے دوست رکھتے ہیں مگر ایثار کرتے ہیں۔ اوروں کو کھلا ...یتے ہیں خود نہیں کھاتے، اور فانی کھانے باقی کھانے کے واسطے دیتے ہیں (مسکین) یعنی فقیر محتاج ...و (اور یتیم) کو، یعنی اُس بچے کو جو بے باپ کا ہو گیا۔ (اور قیدی کو) جسے کفارِ مکہ میں سے گرفتار کیا ہے۔

حدیث میں ہے کہ جب کسی قیدی کو آنحضرت ﷺ کے حضور میں لاتے، تو آپ اُسے کسی مسلمان کے سپرد کرتے یہاں تک کہ آپ کی رائے اُس کے باب میں کسی امر پر قرار پائے۔ اور اُس مسلمان سے حکم فرماتے کہ اُس کے ساتھ نیکی کرنا۔ بعضے علماء اِس بات پر ہیں کہ فقیر قیدی جو کسی حق پر قید ہو گیا ہے اور مملوک لونڈی غلام اور عورت یہ سب قیدیوں کا حکم رکھتے ہیں، یعنی اُن کے ساتھ احسان اور نیکی کرنا چاہیے۔

اور یہ کھانا کھلانے والے لسانِ مقال۔۔یا۔۔زبانِ حال سے جو بات اُن کے اعتقاد میں ہے ...کہتے ہیں۔۔۔

إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ﴿٩﴾ إِنَّا نَخَافُ

...کہ ہم کھلاتے ہیں تمہیں بس اللہ ہی کے لیے، ہم نہیں چاہتے تم سے کوئی معاوضہ، اور نہ شکر گزاری کو● بے شک ہم ڈرتے ہیں

مِنۡ رَّبِّنَا یَوۡمًا عَبُوۡسًا قَمۡطَرِیۡرًا ﴿۱۰﴾

اپنے رب سے اُس دن کو، کہ تلخ اور نہایت سخت ہے●

(کہ ہم کھلاتے ہیں تمہیں بس اللہ) تعالیٰ (ہی کے لیے، ہم نہیں چاہتے تم سے کوئی معاوضہ) بدلا اور جزا (اور نہ شکر گزاری کو) اور نہ رنج و تکلیف دفع کرنا، اس واسطے کہ احسان کر کے احسان جتانا اور بدلے کی توقع کرنا ثواب گھٹا دیتا ہے۔۔ چنانچہ۔۔ حکم خداوندی ہے کہ "اَے ایمان والو! احسان جتا کر اور رنج پہنچا کر اپنے صدقات کو باطل نہ کرو۔" اور اپنی نیکیوں کو ضائع نہ کرو۔ (بے شک ہم ڈرتے ہیں اپنے رب سے اُس دن کو) جو (کہ تلخ اور نہایت سخت ہے)۔

حضرت حسن بصری سے پوچھا کہ قَمۡطَرِیۡرًا کیا ہے؟ فرمایا کہ سبحان اللہ! کیا سخت ہے قیامت کے دن کا نام، اور وہ دن اپنے نام سے زیادہ سخت ہے۔

فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الۡيَوۡمِ وَلَقّٰىهُمۡ نَضۡرَةً وَّسُرُوۡرًا ﴿۱۱﴾ وَجَزٰىهُمۡ

تو بچالیا اُنہیں اللہ نے اُس دن کی خرابی سے، اور عطا کی اُنہیں تر و تازگی اور خوشی● اور ثواب دیا اُنہیں

بِمَا صَبَرُوۡا جَنَّةً وَّحَرِيۡرًا ﴿۱۲﴾

جو اُنہوں نے صبر کیا تھا، جنت اور ریشمی لباس کا●

(تو بچالیا انہیں اللہ) تعالیٰ (نے اُس دن کی خرابی سے اور عطا کی انہیں تر و تازگی) یعنی خوبروئی (اور خوشی) یعنی دِل کی فرحت۔ (اور ثواب دیا انہیں) بسبب اُس کے (جو انہوں نے صبر کیا تھا) طاعت پر معصیت سے۔۔ یا۔۔ خود ضرورتمند ہوتے ہوئے دوسرے محتاجوں کو کھانا کھلا دیا اور خود صرف پانی پی کر رہ گئے، تو اُس صبر کا انہیں بدلہ دیا (جنت اور ریشمی لباس کا) تا کہ وہ جنت کے میوے کھائیں اور ریشمی کپڑے پہنیں اور رہیں اِس حال میں کہ۔۔۔

مُّتَّكِـِٕيۡنَ فِيۡهَا عَلَى الۡاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوۡنَ فِيۡهَا شَمۡسًا وَّلَا زَمۡهَرِيۡرًا ﴿۱۳﴾ وَدَانِيَةً

تکیہ لگائے اُس میں تختوں پر۔ نہ دیکھیں گے اُس میں دھوپ، اور نہ کڑکڑاتی ٹھنڈ● اور جھکے ہوئے

عَلَيۡهِمۡ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتۡ قُطُوۡفُهَا تَذۡلِيۡلًا ﴿۱۴﴾

اُن پر اُس کے سائے، اور نیچے کر دیے گئے اُس کے خوشے بالکل●

(تکیہ لگائے) ہوں (اُس میں تختوں پر) یعنی جنت میں آراستہ تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھیں۔اور (نہ دیکھیں گے اُس میں) یعنی جنت میں (دھوپ اور نہ کڑکڑاتی ٹھنڈ)۔مراد یہ ہے کہ بہشت کی ہَوا معتدل ہوگی اور وہاں جاڑا گرمی کچھ نہ ہوگا کہ گرمی کی شدت۔۔یا۔۔جاڑے کی تیزی سے ایذا پائیں۔(اور جھکے ہوئے اُن پر اُس کے) درختوں (کے سائے اور نیچے کر دیے گئے اُس کے خوشے بالکل) مسخر کر کے،کہ اُس کے میوے توڑنا آسان ہوگا اور میوے توڑنے والے کو کوئی توڑنے سے منع نہیں کرے گا۔

وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِآنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرَا ﴿١٥﴾ قَوَارِيرَا مِن فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ﴿١٦﴾

اور دَور چلایا جائے گا اُن پر چاندی کے برتن کا،اور جاموں کا،کہ ہوں گے شیشے • شیشے بھی چاندی کے،جس کا اندازہ کرلیا اُنہوں نے خوب •

(اور دَور چلایا جائے گا اُن پر چاندی کے برتن کا اور جاموں کا کہ ہوں گے شیشے) اور (شیشے بھی چاندی کے) یعنی چھوٹے بڑے جام چاندی کے ہوں گے شیشے کی طرح صاف کہ اُن کے اندر جو چیز ہو باہر سے نظر آئے (جس کا اندازہ کرلیا اُنہوں نے) یعنی پلانے والوں نے (خوب)۔۔چنانچہ۔۔وہ اُس کو ٹھیک اندازے پر رکھیں گے اور ہر ایک کو اُس کے حوصلہ کے موافق جام دیں گے کہ اس میں وہ سیراب ہو جائے اور اُس دَورہ میں کمی زیادتی نہ ہوگی۔

وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنجَبِيلًا ﴿١٧﴾ عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّىٰ سَلْسَبِيلًا ﴿١٨﴾

اور پلائے جائیں گے اُس میں جام جس میں آمیزش ہے ادرک کی • چشمہ ہے اُسی جنت میں جس کا نام رکھا گیا 'سلسبیل' •

(اور پلائے جائیں گے اُس میں) اُنہیں ایسے (جام) بھی (جس میں آمیزش ہے ادرک کی)،یعنی اُس مشروب میں 'زنجبیلِ بہشت' ملائیں گے،اِس واسطے کہ 'زنجبیل' بہت خوشی لانے والی اور بہت لذت بخشنے والی ہے۔دراصل یہ زنجبیل (چشمہ ہے اُسی جنت میں جس کا نام رکھا گیا سلسبیل) اور وہ اختیار میں ہوگا جنتی کے،جہاں جاری کرنا چاہیں جاری کرسکیں گے۔۔۔اور بعضے کہتے ہیں کہ اُس کا پانی حلق سے بآسانی اُتر جائے گا اور جلد ہضم ہو جائے گا۔۔۔

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۚ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ﴿١٩﴾

اور دَور چلائیں گے اُن پر لڑکے، جو ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ جہاں تم نے دیکھا اُنہیں، سمجھے اُن کو کہ موتی ہیں بکھیرے ہوئے۔

(اور دَور چلائیں گے اُن پر) یعنی دورہ کریں گے ابرار اور نیک لوگوں کے گرد (لڑکے جو ہمیشہ رہنے والے ہیں) اپنے بچپنے کی حالت پر جو کانوں میں بندے بالے پہنے ہوئے ہوں گے۔ (جہاں تم نے دیکھا اُنہیں) اَے دیکھنے والے! تُو (سمجھے) گا اور گمان کرے گا (اُن کو کہ) وہ (موتی ہیں بکھیرے ہوئے) سیپ سے نکلے ہوئے، تروتازہ کہ ہنوز کسی کا ہاتھ اُن تک نہیں پہنچا ہے اور ان کی رونق اور آبداری میں کچھ کمی نہیں پیدا ہوئی۔

وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا ﴿٢٠﴾

اور جہاں دیکھا تم نے وہاں، تو دیکھا آرام اور بڑے ملک کو۔

(اور جہاں دیکھا تم نے وہاں تو دیکھا آرام) اور ایسی نعمتیں کہ وصف میں نہیں آسکتیں (اور بڑے ملک کو)، یعنی ایسی بڑی بادشاہی کو کہ زوال کو اُس میں دخل نہیں۔

حدیث میں ہے کہ جنتیوں میں کم سے کم رتبہ والا جو اپنے ملک اور بادشاہی پر نظر کرے گا، تو ہزار برس کی راہ تک دیکھے گا۔ اور اپنی مملکت کی منتہا اُسی طرح دیکھے گا جس طرح اس کی ابتداء کو دیکھتا ہے۔ اور ایک قول کے موافق مُلْكًا كَبِيرًا خواہش جاری کرنا ہے، کہ جو کچھ چاہے میسر آئے۔۔ یا۔۔ داخل ہونے کے وقت اُن کے سامنے فرشتوں کا کھڑا ہونا۔ فصول میں ہے کہ نَعِيمًا راحت اجسام ہے اور مُلْكًا كَبِيرًا لذتِ ارواح ہے۔ نَعِيمًا گھر کا دیکھنا ہے اور مُلْكًا كَبِيرًا صاحبِ خانہ کو مشاہدہ کرنا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ گھر بے صاحبِ خانہ کے کچھ کام نہیں آتا۔

عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُندُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ ۖ وَحُلُّوا أَسَاوِرَ مِن فِضَّةٍ

اُن کے بدن پر ہیں سبز ریشم کے کپڑے، اور دبیز ریشم اور پہنائے گئے ہیں کنگن چاندی کے۔

وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ﴿٢١﴾

اور پلایا اُن کو اُن کے رب نے پاک صاف شراب۔

(ان) جنتیوں (کے بدن پر ہیں سبز ریشم کے کپڑے اور دبیز ریشم) مضبوط، (اور پہنائے

گئے ہیں کنگن چاندی کے)۔

یہ اُس ارشاد کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا ہے کہ سونے کے کنگن پہنائے گئے ، اِس واسطے کہ دونوں کو اکٹھا کرنا اور آگے پیچھے پہننا ممکن ہے۔

(اور پلایا اُن کو اُن کے رب نے پاک صاف شراب) جو میلوں اور نجاستوں سے پاک ہے ۔۔یا۔ پاک کرنے والی غل وغش اور کینہ کپٹ سے۔

مقاتل کہتے ہیں کہ **طَهُورًا** ایک چشمہ ہے بہشت میں، جو کوئی اُس میں سے پیئے گا اُس کے دِل میں کینہ کپٹ اور کوئی بُری صفت نہ رہے گی۔ ویسے بھی جو جنت میں پہنچ جائے گا وہ تمام صفاتِ قبیحہ سے پاک ہو کر ہی جائے گا۔۔ باایں ہمہ۔۔ شراب طہور کی یہ خصوصیت ہے کہ جو بھی پی لے اُس کا دِل مجلّٰی اور مصفّٰی ہو جائے۔ لیکن چونکہ یہ جنت میں جنتیوں ہی کے لیے ہے تو اُس سے جنت کے باہر کسی کو بہرہ مند نہ کیا جائے گا، اور یہ صرف جنتیوں کے دِل کی صفا اور جلاء میں اضافے کا باعث ہوگا۔

اور بعضے کہتے ہیں کہ **شَرَابًا طَهُورًا** دِل کو ماسویٰ اللہ کی طرف میل کرنے سے پاک کرنے والی ہے، تا کہ اُس کے لقاء اور دیدار سے لذت پائے اور اُس کی بقا کے ساتھ باقی رہے۔

وَالبَقَاءُ فِی اللِقَاءِ تَمَامُ العَطَا

یعنی: لقاء میں بقا ہی عطائے کامل ہے۔

جاننا چاہیے کہ نہرِ کوثر جنت میں خاص آنحضرت ﷺ کے واسطے ہے اور اُس کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ سورۂ کوثر میں آئے گا۔

اور چار نہریں، یعنی پانی کی، دودھ کی، شراب کی، شہد کی، دوسرے متقیوں کی ہیں۔ اور ۲ دو چشمے اُن لوگوں کے واسطے ہیں جن کو خوفِ الٰہی غالب ہے، اور ۲ دو چشمے 'اصحابِ یمین' کے لیے ہیں۔ اور یہ چاروں چشمے 'سورۂ رحمٰن' میں مذکور ہیں۔ اور 'شراب رحیق' یعنی خالص شراب ابرار کے لیے ہے، اور 'چشمۂ تسنیم' مقربوں کا ہے۔ اِن دونوں کا ذکر 'سورۂ مطففین' میں ہے۔

اور ۲ دو چشمے اہلِ بیت کے واسطے ہیں 'کافور' اور 'زنجبیل' کہ اُسی کو 'سلسبیل' کہتے ہیں اور 'شراب طہور' بھی اُنہی کے واسطے ہے۔ اور محقق لوگ اُسے 'شرابِ شہود' کہتے ہیں، اس واسطے کہ یہ شراب پینے والے کے آئینۂ دِل کو 'اسرارِ قدم' کے 'لوامع انوار' سے روشن کر کے اَزل

اور ابد کے نقوش کے عکس قبول کرنے والا کر دیتی ہے، اور وقت اور حال کو ایسا صاف کر دیتی ہے کہ مطلق دوئی کے میل اور غیریت کے شائبے راہِ وحدت میں نہیں باقی رہتے۔ اور دورنگی کے رنگ کو بدل کر جام اور شراب کو یک رنگ کر دیتی ہے۔

ایک عارف نے کہا کہ اگر کل دار القرار کے بزم نشینوں کو نعمتوں اور سرور کے تختوں پر بٹھا کر شراب طہور چکھائیں گے تو آج خمخانۂ افضال کے بادہ نوشوں کو اُس سے کامل حصہ نقد دیا ہے۔

پھر اَبرار کو کہیں گے۔۔۔

اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾

بے شک یہ ہے تمہارا ثواب، اور تمہاری محنت مقبول ہوئی•

(**بے شک یہ ہے تمہارا ثواب**)، یعنی بزرگیوں کے ساتھ یہ ہے تمہارے واسطے تمہارے کاموں کی جزا۔ (**اور تمہاری محنت مقبول ہوئی**)، یعنی کارِ خیر میں تمہارا دوڑنا پسندیدہ اور بدلا دینے کے قابل ہے۔

پھر اِس کے بعد اللہ تعالیٰ نے احوالِ دُنیا بیان فرمائے اور اطاعت کرنے والوں کے احوال کو نافرمانی کرنے والوں کے احوال پر مقدم رکھا۔ اطاعت کرنے والوں میں رسول اللہ ﷺ ہیں اور آپ کی امت ہے۔۔ چنانچہ۔۔ اپنے رسول کو مخاطب کر کے فرمایا کہ۔۔۔

ع ۱/۲۲ ۱۹

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴿۲۳﴾

بے شک ہم نے اُتارا تم پر قرآن کو بتدریج•

(**بے شک ہم نے اُتارا تم پر قرآن کو بتدریج**)۔

اس آیت سے مقصود رسول اللہ ﷺ کے دِل کو مضبوط کرنا ہے اور آپ کو تسلی دینا ہے کیونکہ قریشِ مکہ آپ پر تہمت لگاتے تھے کہ آپ جو کلام پیش کرتے ہیں وہ کہانت اور جادو ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اُس کے رَد میں فرمایا کہ یہ اللہ کا نازل کیا ہوا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ نے اِس کلام کو تھوڑا تھوڑا کر کے جو نازل کیا اُس میں بھی حکمتِ بالغہ ہے کہ جس وقت کے لیے جو حکم مقرر ہے اُس وقت میں وہ حکم دیا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ کفار سے قتال کا حکم ہجرت کے بعد دیا گیا اور ہجرت سے پہلے کفار کی

ایذاء کے مقابلہ میں آپ کو صبر کرنے کا حکم دیا گیا۔۔چنانچہ۔۔ارشاد فرمایا کہ جب کوئی صورتِ حال پیش آئے۔۔۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً

تو انتظار رکھو اپنے رب کے حکم کا، اور نہ کہا مانو اُن میں سے کسی گنہگار یا ناشکرے کا● اور یاد کرو اپنے رب کے نام کو صبح

وَّاَصِيْلًا ﴿۲۵﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿۲۶﴾

وشام● اور کچھ رات میں اُس کا سجدہ کرو، اور پاکی بولو اُس کی زیادہ رات تک●

(تو انتظار رکھو اپنے رب کے حکم کا، اور نہ کہا مانو اُن میں سے کسی گنہگار۔۔یا۔۔ناشکرے کا)۔ یعنی کسی ایسے کا جو تجھ کو گناہ کی طرف بُلائے، جیسے کہ عتبہ نے کہا کہ دعوتِ اسلام سے باز آؤ کہ میں اپنی بیٹی تم کو دوں۔۔یا۔۔کسی ایسے ناشکرے کی جو تجھ کو کفر کی طرف بلائے، جیسے کہ ولید ابن مغیرہ، کہ اُس نے کہا کہ اپنے باپ دادا کے دین کی طرف رجوع کرو تاکہ تم کو مالدار کر دوں۔

(اور یاد کرو اپنے رب کے نام کو صبح وشام)، یعنی ہمیشہ اُس کی یاد میں مشغول رہو۔ **(اور کچھ رات میں اُس کا سجدہ کرو)**، یعنی اُس کے واسطے نماز اَدا کرو۔

بعضوں نے کہا ہے کہ **بُكْرَةً** فجر کی نماز کا وقت ہے، اور **اَصِيْلًا** ظہر اور عصر کے وقت کو شامل ہے، اور 'کچھ رات' سے مغرب وعشاء مراد ہے۔تو معنی یہ ہوے کہ پانچوں وقت کی نماز ہمیشہ پڑھا کرو۔۔۔

(اور پاکی بولو اُس کی زیادہ رات تک)، یعنی رات میں تہجد میں مشغول رہو۔رہ گئے یہ گروہِ کفار۔۔تو۔۔

اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴿۲۷﴾

بے شک یہ لوگ پسند کرتے ہیں جلدی والی دُنیا کو، اور چھوڑ بیٹھے ہیں اپنے پیچھے گراں بار دن کو●

(بے شک یہ لوگ پسند کرتے ہیں جلدی والی دُنیا کو اور چھوڑ بیٹھے ہیں اپنے پیچھے گراں بار دن کو) کہ وہ قیامت کا دن ہے۔نہ اُس پر ایمان لاتے ہیں اور نہ اُس کے واسطے کام کرتے ہیں۔بس وہی کرتے ہیں جس کا فائدہ انہیں دُنیا ہی میں مل جائے۔

یہ کفار یہ نہیں سوچتے کہ اگر انہیں دُنیا میں جلد ملنے والی نعمتوں سے محبت ہے، تو اِس کا بھی

تقاضہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو مانیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ۔۔۔

نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ﴿۲۸﴾

ہم نے پیدا فرمایا اُنہیں اور مضبوط کیا اُن کے جوڑ بند کو۔ اور جب بھی چاہتے ہم بدل دیتے اُن جیسوں کو، خوب●

(**ہم نے پیدا فرمایا اُنہیں اور مضبوط کیا اُن کے جوڑ بند کو**)۔ اِس کے علاوہ اُن کو دُنیا میں زندہ رہنے کے تمام اسباب عطا کیے۔ سو اگر وہ اُن دُنیاوی نعمتوں سے محبت کرتے ہیں تو اُس کا تقاضہ بھی یہ ہے کہ وہ اُن نعمتوں کے عطا کرنے والے سے محبت کریں، اُس کا شکر ادا کریں، اور اُس کی طاعت و عبادت کریں۔۔۔ نیز۔۔۔ اُن کو اُس سے ڈرنا بھی چاہیے کہ جو اُن نعمتوں کو عطا کرتا ہے وہ اُن نعمتوں کو چھین بھی سکتا ہے، تو ان نعمتوں کے زائل ہو جانے کے خوف کا بھی یہ تقاضہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں اور اُس کی عبادت کریں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اوّل تو ان لوگوں کو آخرت کی دائمی نعمتوں سے محبت کرنی چاہیے اور ان نعمتوں کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانا چاہیے اور اُس کی اطاعت اور عبادت کرنی چاہیے۔ اور اگر وہ دُنیا کی جلد ملنے والی عارضی نعمتوں سے محبت کرتے ہیں تو ان نعمتوں کے زوال کے خطرہ سے بچنے کے لیے اور ان نعمتوں کی بقاء کے لیے اور ان نعمتوں کے پیدا کرنے اور عطا کرنے والے کا شکر ادا کرنے کے لیے بھی، ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانا چاہیے اور اُس کی اطاعت اور عبادت کرنی چاہیے۔ اس لیے کہ وہی عبادت کا مستحق، واحدِ حقیقی اور قادرِ مطلق ہے ۔۔ چنانچہ۔۔ اُس کا ارشاد۔۔۔

(اور) فرمان ہے کہ ہماری قدرت کا حال یہ ہے کہ (**جب بھی چاہتے ہم**) تو (**بدل دیتے ان جیسوں کو خوب**)۔ جس کی ایک شکل یہ ہے کہ انہیں دُنیا میں مار ڈالیں اور دوسرے عالَم میں اُسی صورت اور ہیئت کے مانند پھیر لائیں ۔۔ یا۔۔ اُن کو ہم ہلاک کر دیں اور ان کے سوا فرمانبردار بندے پیدا کر دیں۔

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۲۹﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ

بے شک یہ نصیحت ہے۔ تو جس نے چاہا اختیار کیا اپنے رب کی طرف راہ کو● اور تم لوگ کیا چاہو گے، مگر

[ا]ن یشاء اللہ ان اللہ کان علیما حکیما ﴿۳۰﴾ یدخل من یشاء فی رحمتہ

یہ کہ اللہ چاہے۔ بے شک اللہ علم والا حکمت والا ہے● داخل کرے جسے چاہے اپنی رحمت میں۔

والظلمین اعد لھم عذابا الیما ﴿۳۱﴾

اور ظالموں کے لیے تیار کر رکھا ہے دکھ والا عذاب●

(بے شک یہ) سورت۔۔یا۔۔اہل بیت کا وہ ایثار جو اس میں مذکور ہے (نصیحت) وعبرت [ہے]) مؤمنوں کے واسطے، تاکہ اُس کے مثل عمل کریں اور ایسی نعمتوں سے بہرہ مند ہوں۔(تو جس [نے] چاہا اختیار کیا اپنے رب کی طرف) پہنچا دینے والی (راہ کو) طاعتِ خداوندی اختیار کر کے۔(اور [تم] لوگ کیا چاہو گے مگر یہ کہ اللہ) تعالیٰ (چاہے۔ بے شک اللہ) تعالیٰ (علم والا) ہے جو ہر شخص کی [اس]تعداد اور استحقاق کو جانتا ہے، اور (حکمت والا ہے) پکا کام کرنے والا، جو چیز چاہتا ہے حکمت کے [س]اتھ چاہتا ہے۔ اِسی لیے بہ تقاضۂ حکمت۔۔۔

(داخل کرے جسے چاہے اپنی رحمت میں) ہدایت اور توفیق کے ساتھ۔۔یا۔۔بہشت میں [ا]پنے فضل وکرم سے۔(اور ظالموں) یعنی مشرکین (کے لیے تیار کر رکھا ہے دکھ والا عذاب)، ہمیشہ [ر]ہنے والا دردناک عذاب۔

اختتام سورۃ الدھر ۔۔ ﴿ ۲۶ر ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۱۳را کتوبر ۲۰۱۲ء ۔۔۔بروز شنبہ ﴾ ۔۔

۔۔ ﴿ ۲۷ر ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۱۴را کتوبر ۲۰۱۲ء ۔۔۔بروز یکشنبہ ﴾ ۔۔

سورۃ المرسلٰت

سورۃ المرسلات۔۔۷۷ مکیہ ۳۳ — آیاتہا ۵۰۔۔رکوعاتہا ۲

اِس سورۂ مبارکہ کا نام 'المرسلات' ہے جو اِس کی پہلی آیت کا پہلا لفظ ہے۔ اِن آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کی قسم یاد فرمائی ہے، لیکن اُن کی صفات کا ذکر فرمایا ہے اور اُن کے موصوف کے متعلق مفسرین سے مختلف اقوال منقول ہیں۔ بعض نے کہا ان کا موصوف ہوائیں ہیں۔ بعض نے کہا کہ اُن کا موصوف فرشتے ہیں۔ بعض کے کہا کہ اُن کا موصوف

انبیاء علیہم السلام ہیں۔ اور جمہور مفسرین نے یہ کہا ہے کہ پہلی تین[3] صفات کا موصوف ہوائیں ہیں، اور بعد کی دو[2] صفات کا موصوف فرشتے ہیں۔ حضرت مترجم قدس سرہ نے اپنے ترجمہ میں جو کلمات رکھے ہیں اُن میں ہر قول کی رعایت ملحوظ رکھی ہے، تو شروع کرتا ہوں میں اِس سورۂ مبارکہ کو۔۔۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

وَالۡمُرۡسَلٰتِ عُرۡفًا ﴿۱﴾ فَالۡعٰصِفٰتِ عَصۡفًا ﴿۲﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشۡرًا ﴿۳﴾ فَالۡفٰرِقٰتِ فَرۡقًا ﴿۴﴾

قسم ہے اُن کی جو چھوڑی جاتی ہیں خوب۔ پھر جھونکے دینے والی سخت۔ اور قسم ہے خوب اُٹھانے والی ہستیوں کی۔ پھر حق ناحق کو خوب جدا کرنے والی شخصیتوں کی۔

(قسم ہے اُن کی جو چھوڑی جاتی ہیں خوب) یعنی اُن فرشتوں کی مبارک ہیئتوں کی جو نیکی کے ساتھ بھیجی جاتی ہیں، یعنی جو فرشتے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر امر و نہی۔۔۔یا۔۔۔قرآن کی آیتوں کے ساتھ بھیجے گئے۔۔۔یا۔۔۔اُن ہواؤں کے ساتھ جو پے بہ پے چلائی گئیں ہیں۔ (پھر) وہ ہستیاں جو (جھونکے دینے والی) ہیں (سخت)، یعنی پھر قسم اُن فرشتوں کی جو تیز سخت اور جلد جاتے ہیں اور احکامِ الٰہی تیزی سے بجالاتے ہیں۔۔۔یا۔۔۔احکام کلام اللہ کی قسم جو اور احکام کو محو کردینے والے ہیں، یعنی اگلی شریعتوں اور دینوں کو منسوخ کردینے والے ہیں۔۔۔یا۔۔۔اُن ہواؤں کی قسم جو سختی کے ساتھ کسی قوم پر عذاب کے لیے چلنے والی ہیں۔

(اور قسم ہے خوب اُٹھانے والی ہستیوں کی)، یعنی قسم اُن فرشتوں کی جو ظاہر کرنے والے ہیں شریعتوں اور کتابوں کے جیسا کہ ظاہر کرنے کا حق ہے۔۔۔یا۔۔۔قرآن کی جو آیتیں خواص و عوام کے واسطے ہدایت کے آثار منتشر کرتی ہیں اُن کی قسم۔۔۔یا۔۔۔جو نرم ہوائیں لوگوں کی راحت و آرام کے واسطے چلتی ہیں اُن کی قسم۔ (پھر حق ناحق کو خوب جدا کرنے والی شخصیتوں کی) قسم۔ یعنی پھر اُن فرشتوں کی قسم جو حق کو باطل سے جدا کرنے والے ہیں۔۔۔یا۔۔۔قرآن کی آیتوں کی قسم جو خیر کو شر سے جدا کرتی ہیں۔۔۔یا۔۔۔جو ہوائیں بدلیوں کو پراگندہ کرتی ہیں اُن کی قسم۔۔۔یا۔۔۔

فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۝۵

پھر ذکر کا القا کرنے والی ہستیوں کی●

(پھر ذکر کا القاء کرنے والی ہستیوں کی)، یعنی اُن فرشتوں کی قسم جو پیغمبروں پر القاء کرنے
لے اور ڈالنے والے ہوں وحی کو۔۔یا۔۔کلام اللہ کی آیتیں جو اہلِ عالم میں حق تعالیٰ کا ذکر ڈالتی ہیں
ن کی قسم۔۔یا۔۔جو ہوائیں کہ یادِ الٰہی کا سبب ہوتی ہیں اُن کی قسم۔اس واسطے کہ ہواؤں کے چلنے کا
اہدہ خدا کی یاد کا اور اُس کی قدرت پر دلیل پکڑنے کا موجب ہے۔۔۔اب رہا سوال کہ یہ القاءِ
کس لیے؟ تو یہ۔۔۔

عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۝۶

حیلہ ختم کرنے یا ڈرانے کو●

(حیلہ ختم کرنے۔۔یا۔۔ڈرانے کو)، یعنی اہلِ حق کے عذر کے واسطے۔۔یا۔۔اُن کے ڈرانے
لے لیے جو باطل پر ہیں۔تو جو فرشتے اللہ تعالیٰ کی وحی اور اُس کے پیغام کو انبیاء علیہم السلام تک پہنچاتے
۔۔یا۔۔انبیاء علیہم السلام مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے کی دعوت دیتے ہیں، وہ اِس لیے
ہے کہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جائے تا کہ کل قیامت کے دن جب کسی شخص سے پوچھا جائے کہ
اللہ تعالیٰ پر ایمان کیوں نہیں لائے؟۔۔یا۔۔تم نے بُرے اعمال ترک کیوں نہیں کیے؟۔۔یا۔۔نیک
مال کیوں نہیں انجام دیئے؟ تو وہ یہ نہ کہہ سکے کہ ہمارے پاس تو اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچے ہی نہیں تھے۔
۔۔یا۔۔رسولوں کو اس لیے احکام دے کر لوگوں کے پاس بھیجا کہ وہ اُن کو عذاب سے ڈرا کر
ے اعمال ترک کرنے اور نیک اعمال کرنے پر آمادہ کریں۔۔المختصر۔۔اوپر مذکور باعظمت ہستیوں،
تبرک اشیاء اور قدرتِ خداوندی کے مظاہر کی قسم۔۔۔

اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۝۷ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۝۸ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۝۹

کہ جو وعدہ دیے جاتے ہو یقیناً ہو کر رہنے والا ہے● تو جب تارے میٹ دیے گئے● اور جب آسمان میں رخنہ ڈال دیا گیا●

وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝۱۰ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۝۱۱

اور جب پہاڑ پھونک اُڑائے گئے● اور جب رسولوں کا وقت آ گیا●

(کہ جو وعدہ دیئے جاتے ہو یقیناً ہو کر رہنے والا ہے)، یعنی قیامت اور اُس کے متعلقات کا ظہور یقینی طور پر ہوگا۔ (تو جب تارے میٹ دیئے گئے) یعنی اُن کا نور لے لیا جائے گا، (اور جب آسمان میں رخنہ ڈال دیا گیا) یعنی آسمان کو پھاڑ دیا گیا، (اور جب پہاڑ پھونک اُڑائے گئے)، یعنی اپنی جگہوں سے پراگندہ کر دیئے گئے اور ریزہ ریزہ کر کے اُڑا دیئے گئے، (اور جب رسولوں کا وقت آگیا) تو جمع کیے جائیں گے اُس وقت اور اُس جگہ پر جہاں اپنی امتوں کا ان کا گواہی دینا مقرر ہوگا۔ پھر کہیں گے کہ۔۔۔

لِاَیِّ یَوۡمٍ اُجِّلَتۡ ﴿۱۲﴾ لِیَوۡمِ الۡفَصۡلِ ﴿۱۳﴾

"کس دن کے لیے ٹھہرائے گئے تھے؟" • فیصلہ کے دن کے لیے •

(کس دن کے لیے ٹھہرائے گئے تھے)۔ یعنی یہ ستاروں کا بے نور ہونا، آسمان کا پھٹ جانا، اور پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہو کر اُڑ جانا۔۔ الغرض۔۔ قیامت کے بڑے بڑے آثار کے ظہور کے لیے کون سا دن مقرر فرمایا گیا تھا؟ اُس کا جواب یہ ہوگا کہ یہ سب کچھ (فیصلہ کے دن کے لیے) ٹھہرائے گئے تھے۔ یعنی جدا کرنے کے دن کے واسطے کہ وہ دن آج ہے۔ مؤمن اور کافر، مطیع اور عاصی کے درمیان جدا کرنا مکافات میں ہوگا۔۔ یا۔۔ اُس دن کے واسطے جب خلق کے درمیان حکم کرنا ہوگا۔

وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا يَوۡمُ الۡفَصۡلِ ﴿۱۴﴾ وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۱۵﴾ اَلَمۡ نُهۡلِكِ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ نُتۡبِعُهُمُ الۡاٰخِرِيۡنَ ﴿۱۷﴾ كَذٰلِكَ نَفۡعَلُ بِالۡمُجۡرِمِيۡنَ ﴿۱۸﴾ وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۱۹﴾

اور کیا اٹکل ہو تمہیں کہ کیا ہے فیصلہ کا دن؟ • ہلاکی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی • کیا نہیں برباد کر دیا ہم نے اگلوں کو • پھر پیچھے لگا دیں گے ہم اُن کے اِن پچھلوں کو • اِسی طرح کرتے ہیں ہم مجرموں کے ساتھ • ہلاکی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی •

(اور کیا اٹکل ہو تمہیں کہ کیا ہے فیصلہ کا دن)؟ اس لیے کہ اُس کی کنہ کو بذاتِ خود کوئی نہیں جان سکتا۔ (ہلاکی ہے اُس دن) اُس دن کے (جھٹلانے والوں کی)۔ غور کرو کہ (کیا نہیں برباد کر دیا ہم نے اگلوں کو) جیسے قومِ نوح، قومِ ھود اور قومِ ثمود کو۔ (پھر پیچھے لگا دیں گے ہم) ہلاکت میں (اُن کے اِن پچھلوں کو) یعنی کفارِ مکہ کو۔ (اِسی طرح کرتے ہیں ہم مجرموں کے ساتھ) جو کفر و شرک کے جرائم کا اِرتکاب کرتے ہیں۔ (ہلاکی ہے اُس دن) اِس وعید کے (جھٹلانے والوں کی)۔ ہم قادرِ مطلق

ں جو چاہا کیا، جو چاہتے ہیں کرتے ہیں، اور جو چاہیں گے کریں گے۔

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿۲۰﴾ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۲۱﴾ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۲﴾

یا نہیں پیدا فرمایا ہم نے تمہیں ایک بے قدر قطرہ سے؟● پھر کر دیا ہم نے اُسے ایک محفوظ جگہ میں● وقتِ معلوم تک●

فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿۲۳﴾

تو اندازہ مقرر کیا ہم نے۔تو کتنے اچھے ہم قادر ہیں●

(کیا نہیں پیدا فرمایا ہم نے تمہیں ایک بے قدر قطرہ سے)؟ یعنی ذلیل وخوار بے مقدار منی ہے۔(پھر کر دیا ہم نے اُسے ایک محفوظ جگہ میں)، یعنی مضبوط قرار گاہ میں اور وہ رحم ہے (وقت معلوم ت) کے لیے، اور وہ پیدا ہونے کا زمانہ ہے۔(تو اندازہ مقرر کیا ہم نے۔تو کتنے اچھے ہم قادر ہیں) ر کیسا اچھا اندازہ کرنے والے ہیں۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ بچہ کی پیدائش کے لیے جس مدت کا اندازہ فرماتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت اور بہت بڑا احسان ہے۔عام طور پر حمل کی مدت نو۹ ماہ ہوتی ہے۔اس مدت میں پیٹ میں بچہ بتدریج نشو ونما کے مراحل طے کرتا ہے، اور اُس کی ماں بتدریج اُس کا بوجھ اُٹھانے کی عادی ہو جاتی ہے۔اس میں اللہ تعالیٰ کی بڑی حکمت ہے کہ عورت کو سخت اور جان لیوا مصیبت سے بچا لیتا ہے، تو یہ بتدریج پیدائش بھی خدا کی بہت بڑی نعمت ہے۔تو اِس کا تقاضہ یہ تھا کہ انسان اللہ تعالیٰ کی توحید کی تصدیق کرتا۔۔تو۔۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿۲۵﴾ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ﴿۲۶﴾

ہلاکی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی● کیا نہیں بنایا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی؟● زندوں اور مُردوں کو●

(ہلاکی ہے اُس دن) خدا کی توحید کو (جھٹلانے والوں کی) اور قدرتِ خداوندی کو باور نہ کرنے والوں کی۔(کیا نہیں بنایا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی● زندوں اور مُردوں کو)؟ یعنی زندوں کو پنے اوپر اور مُردوں کو اپنے اندر رکھتی ہے۔۔چنانچہ۔۔زندہ انسان زمین پر گھروں میں رہتے ہیں، اور ردہ انسان زمین میں بنائی ہوئی قبروں میں رہتے ہیں۔

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے زمین کا ذکر فرمایا، کیونکہ ہمارے باہر کی چیزوں میں جو چیز ہم سے سب سے زیادہ قریب ہے وہ زمین ہے۔

وَّجَعَلۡنَا فِیۡهَا رَوَاسِیَ شٰمِخٰتٍ وَّ اَسۡقَیۡنٰكُمۡ مَّآءً فُرَاتًا ﴿۲۷﴾

اور کر دیا ہم نے اِس میں پہاڑ اونچے اونچے، اور پلایا ہم نے تم لوگوں کو میٹھا پانی●

وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِیۡنَ ﴿۲۸﴾

ہلاکی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی●

(اور کر دیا ہم نے اس میں پہاڑ اونچے اونچے، اور پلایا ہم نے تم لوگوں کو میٹھا پانی)۔ تو جو لوگ خدا کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتے اور اپنے منعم کو نہیں پہچانتے اور اُس کی تکذیب کرتے ہیں، تو (ہلاکی ہے اُس دن) اُن خدا ناشناس (جھٹلانے والوں کی)۔ اور تکذیب کرنے والوں سے اُس دن کہیں گے۔۔۔

اِنۡطَلِقُوۡۤا اِلٰی مَا كُنۡتُمۡ بِهٖ تُكَذِّبُوۡنَ ﴿۲۹﴾ اِنۡطَلِقُوۡۤا اِلٰی ظِلٍّ ذِیۡ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿۳۰﴾

چلو اُدھر جسے جھٹلاتے تھے● چل پڑو ایک سایہ کی طرف تین شاخوں والا●

لَّا ظَلِیۡلٍ وَّلَا یُغۡنِیۡ مِنَ اللَّهَبِ ﴿۳۱﴾

نہ سایہ دار اور نہ بچا سکے لپٹ سے●

(چلو اُدھر جسے جھٹلاتے تھے)، یعنی جہنم اور اُس کے عذاب کی طرف۔ اور (چل پڑو ایک سایہ کی طرف تین شاخوں والا)، جو (نہ) تو (سایہ دار) ہے کہ ٹھنڈا ہو اور اس میں رہنے میں راحت ہو، (اور نہ) ہی (بچا سکے) گا دوزخی کو جہنم کی (لپٹ سے)۔

اِس سے دوزخ کے دھویں کا سایہ مراد ہے کہ بڑائی اور زیادتی کے سبب سے متفرق ہو جائے گا کئی شاخ ہو کر، اور ہر شاخ ایک طرف جائے گی۔ انوار میں ہے کہ جہنم کے دھوئیں کے تین شعبے ہوں گے: ایک کافر کے سر پر ٹھہرے گا اور ایک اُس کے داہنے پر اور ایک اُس کے بائیں پر۔ اور اُس عذاب میں ڈالنے والی دماغ میں 'قوتِ واہمہ' ہے، اور قلب کے داہنی طرف 'قوت غضبیہ' ہے، اور بائیں طرف 'قوت شہویہ' ہے۔ تو جو چاہتا ہے کہ فردائے قیامت اُس دھویں کی آفتوں سے بے خوف ہو جائے، اُسے چاہیے کہ 'نورِ عقل' کو مضبوط پکڑ کے 'صفتِ بہیمی' اور 'صفتِ سبعی' سے گزر جائے۔

إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿٣٢﴾ كَأَنَّهُ جِمَالَتٌ صُفْرٌ ﴿٣٣﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٤﴾

بے شک وہ جہنم پھینکتی ہے چنگاریاں، جیسے بلند محل ● گویا وہ اونٹ ہیں زرد زرد ● ہلاکی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی ●

(بے شک وہ جہنم پھینکتی ہے چنگاریاں، جیسے بلند محل ● گویا وہ) شرر (اونٹ ہیں زرد زرد) آتشِ دوزخ کے رنگ پر۔

بعض کہتے ہیں کہ صُفْرٌ 'سود' کے معنی میں ہے۔اور چونکہ دوزخ کی آگ سیاہ ہے، تو اس کا شرارہ بھی سیاہ ہوگا۔اور اونچے محل کے ساتھ شرارہ کی تشبیہ بڑائی کی جہت سے ہے۔اور زرد اور سیاہ اونٹوں کے ساتھ تشبیہ رنگ اور کثرت کے باعث سے۔اور ایک کے پیچھے ایک رہنے اور جلدی حرکت کرنے کی وجہ سے ہے۔

(ہلاکی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی) جو دوزخ اور اُس کے شراروں کی کیفیت اور صفت باور نہیں رکھتے۔

هَٰذَا يَوْمُ لَا يَنطِقُونَ ﴿٣٥﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ ﴿٣٦﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٧﴾

یہ دن ہے اِس کا کہ بول نہ سکیں گے ● اور نہ اجازت دی جائے گی اُنہیں کہ بہانے تراشیں ●

ہلاکی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی ●

(یہ دن ہے اِس کا کہ) کفار (بول نہ سکیں گے) بعضے مواقف پر۔۔یا۔۔خدا کے سامنے دلیل اور حجت قائم کر کے بات نہ کریں گے۔(اور نہ اجازت دی جائے گی اُنہیں کہ بہانے تراشیں) اور عذر خواہی کریں۔اور عذر بھی کچھ فائدہ نہ دے گا۔(ہلاکی) یعنی سختی اور رنج (ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی) جو تکذیب کرتے ہیں اِن چیزوں کی۔

هَٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۖ جَمَعْنَاكُمْ وَالْأَوَّلِينَ ﴿٣٨﴾ فَإِن كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيدُونِ ﴿٣٩﴾

یہ ہے فیصلہ کا دن، کہ اکٹھا کر دیا ہم نے تمہیں اور اگلوں کو ● تو اگر ہو تمہارا کوئی داؤں، تو چلا لو مجھ پر ●

وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٠﴾

ہلاکی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی ●

ع ۲۱

(یہ ہے فیصلہ کا دن) اس میں جو حق پر ہے اور اس میں جو باطل پر ہے۔تو یہ دن ایسا ہے (کہ اکٹھا کر دیا ہم نے تمہیں) اَے اِس امت کے تکذیب کرنے والو! (اور اگلوں کو) جنہوں نے

اگلے رسولوں کی تکذیب کی۔ (تو اگر ہو تمہارا کوئی داؤں) اور مکر و حیلہ جیسا کہ دُنیا میں مؤمنوں کی نسبت کرتے تھے، (تو چلا لو مجھ پر) اور پیش لے جاؤ میرے ساتھ۔

یہ اُن کے عجز کے آثار ظاہر کرنا ہے، یعنی خدا کے ساتھ حیلہ پیش نہ جائے گا اور مکر و فریب کر کے اپنے اوپر سے عذاب نہ دفع کر سکو گے۔

(ہلاکی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی) جو غم و غصہ کا شکار ہوں گے کہ حیلہ کر کے عذاب سے نہ رہائی پائیں گے۔ اِن کے برخلاف۔۔۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ ظِلٰلٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۴۱﴾ وَّ فَوَاكِهَ مِمَّا یَشْتَهُوْنَ ﴿۴۲﴾ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِیْٓــٴًـۢا بِمَا كُنْتُمْ

بے شک اللہ سے ڈرنے والے سایوں اور چشموں میں ہیں ● اور میووں میں جو چاہیں ● کہ کھاؤ اور پیو فراغت سے، ثواب اُس کا

تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۴۴﴾ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۴۵﴾

جو کرتے تھے ● بے شک اِسی طرح ثواب دیتے ہیں احسان والوں کو ● ہلاکی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی ●

(بے شک اللہ) تعالیٰ (سے ڈرنے والے) جنت کے درختوں کے (سایوں) میں (اور) اُس میں بہنے والے پانی کے (چشموں میں ہیں)۔ یعنی نہروں کے کنارے ہیں جن کے مکانوں کے ہر طرف نہریں بہہ رہی ہیں، تو گویا وہ نہروں کے درمیان ہیں۔ (اور میووں میں) یعنی میووں کے باغ میں (جو چاہیں)، یعنی جس چیز کی انہیں آرزو ہوگی اُن کے لیے موجود ملے گی۔ اور فرشتے اُن سے کہیں گے۔۔۔

(کہ کھاؤ) اُن میووں میں سے (اور پیو) اُن نہروں سے (فراغت سے)۔ ایسا کھانا پینا جو ہضم ہونے والا ہے۔ (ثواب اُس کا جو کرتے تھے) دُنیا میں نیک عمل۔ (بے شک اِسی طرح ثواب دیتے ہیں احسان والوں کو)۔ یعنی ایسی ہی جزا دیتے ہیں ہم نیک کام کرنے والوں کو۔ (ہلاکی) یعنی جہالت اور قباحت اور مذمت (ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی) جو جنت کی نعمتوں پر ایمان نہیں لائے۔

كُلُوْا وَ تَمَتَّعُوْا قَلِیْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۴۷﴾

یہاں کھا لو اور رہ لو کچھ دن، بے شک تم لوگ مجرم ہو ● ہلاکی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی ●

(یہاں کھا لو) اے جھٹلانے والو! دُنیا کی فانی نعمتیں، (اور رہ لو کچھ دن) اور فائدہ اٹھالو

تھوڑے زمانے تک، (بے شک تم لوگ مجرم ہو) اور شرک کرنے والے ہو، تمہارا انجام عذابِ دائمی ہے۔ تو (ہلاکی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی)۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾

اور جب حکم دیا گیا انہیں کہ "رکوع والی عبادت کرو، تو نہیں کرتے" ● ہلاکی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی ● تو کس

فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۰﴾

بات کو اِس کے بعد مانیں گے؟ ●

ع۱۰
۲۲

(اور جب حکم دیا گیا انہیں کہ رکوع والی عبادت کرو)۔۔۔اور ظاہر ہے کہ عمل کے وجود کے لیے ایمان شرط ہے، تو اُن کے لیے اِس حکم پر عمل ممکن نہیں جب تک ایمان نہ لائیں۔۔۔(تو) وہ اُس حکم پر عمل (نہیں کرتے) یعنی مسلمان نہیں ہوتے، اس واسطے کہ کلمہ شہادتین کے بعد اسلام میں رکنِ اعظم نماز ہے۔ نماز دین کا ستون ہے اور دین اُس کے سبب سے قائم ہے۔۔تو۔۔

(ہلاکی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی) اور پھٹکار ہے اُن پر جو اسلام سے مشرف نہیں ہوتے۔ (تو کس بات کو اِس کے بعد) یعنی قرآن کے بعد (مانیں گے)۔ اگر قرآن پر ایمان نہیں لاتے کہ وہ ایک معجزہ ہے کھلی ہوئی دلیلوں اور روشن معنوں پر، تو پھر وہ کس چیز پر ایمان لائیں گے۔

حدیث میں ہے کہ اِس آیت کو پڑھنے کے بعد کہنا چاہیے: اٰمَنَّا بِاللّٰهِ۔

الحمدللہ، ثم الحمدللہ، بعونہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ سبحانہٗ، آج بتاریخ

۲۸/ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔ ۱۵/اکتوبر ۲۰۱۲ء، بروز دوشنبہ،

۲۹ویں پارہ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ دُعا گو ہوں کہ ربِّ کریم صاحب فضلِ عظیم اپنے فضل وکرم سے آخری پارہ یعنی ۳۰ویں پارہ کی بھی تفسیر کی تکمیل کی سعادت مرحمت فرمائے، اور فکر وقلم کو اپنی خاص حفاظت میں رکھے۔

آمِین یَامُجِیبَ السَّائِلِینَ بِحَقِّ طٰهٰ وَ یٰسٓ، بِحَقِّ نٓ وصٓ، بِحَقِّ یَابُدُّوحُ وَبِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِینَ سَیِّدِنَا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

۳۰

عَمَّ

بعونہٖ تعالیٰ وبفضلہٖ سبحانہٗ، آج بتاریخ

۳/ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ --مطابق-- ۲۰/اکتوبر ۲۰۱۲ء--بروز شنبہ

۳۰ویں پارہ کی تفسیر کا آغاز کر دیا ہے۔ دُعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اِس کی تکمیل کی سعادت مرحمت فرمائے، اور فکر وقلم کو اپنی خاص حفاظت میں رکھے۔

آمین یَا مُجِیْبَ السَّائِلِیْنَ بِحَقِّ طٰهٰ وَ یٰسٓ، بِحَقِّ نٓ وصٓ، بِحَقِّ یَا بُدُّوْحُ وَبِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

سورۃ النبا۔۔۷۸مکیۃ ۸۰ آیاتہا ۴۰۔۔رکوعاتہا ۲

سُوْرَۃُ النَّبَاِ

اِس سورت سے پہلے 'سورہ المرسلات' ہے۔ یہ دونوں سورتیں اِس حیثیت سے ایک دوسرے سے مربوط ہیں کہ دونوں ہی میں قیامت کا بیان ہے۔ اِس سورت کو 'سورۃ عم یتسآءلون'، 'سورہ تساؤل' اور 'سورہ معصرات' بھی کہتے ہیں لیکن اِس کا سب سے زیادہ مشہور ومعروف نام 'سورۂ نبا' ہے جو اِسی سورت کی دوسری آیت سے ماخوذ ہے۔ اِس سورت میں اوّل سے آخر تک قیامت اور اُس کے متعلقات کا بیان ہے۔ اِس سورۂ مبارکہ کو۔۔یا۔۔ تلاوتِ قرآنِ کریم کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کے گناہوں کا (بخشنے والا) ہے۔

عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ ۝۱ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ ۝۲ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝۳

کس چیز کی پوچھ گچھ یہ لوگ کر رہے ہیں ● اُس بڑی خبر کی؟ ● جس میں یہ لوگ طرح طرح کی رائے رکھنے والے ہیں ●

روایت ہے کہ جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت آشکارا کی اور خلق پر قرآن پڑھا اور قیامت کے دن سے ڈرایا، تو کافروں نے آنحضرت ﷺ کی نبوت اور قرآن کے اُترنے اور بعث وحشر ہونے میں اختلاف کیا اور ایک دوسرے سے آپس میں ۔۔یا۔۔پیغمبر ﷺ اور مؤمنوں سے پوچھتے تھے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ۔۔۔

(کس چیز کی پوچھ گچھ یہ لوگ کر رہے ہیں ● اُس بڑی خبر کی) یعنی قرآن کریم کو، **(جس میں یہ لوگ طرح طرح کی رائے رکھنے والے ہیں)** اور اُس کے تعلق سے اختلاف کرنے والے ہیں، یعنی اُسے سحر۔۔یا۔۔شعر۔۔یا۔۔کہانت سے نسبت دیتے ہیں، اور پیدا کیا ہوا اور اِفتراء کیا ہوا اور کہانیاں کہتے ہیں۔

بعضے کہتے ہیں کہ **نَبَاِ الْعَظِیْمِ** حضرت ﷺ کی نبوت ہے کہ کہتے ہیں " آیا وہ پیغمبر ہیں

--یا--نہیں؟ اور ساحر ہیں--یا--شاعر--یا مجنون؟" اور بعض نے کہا کہ وہ 'بعث کی خبر ہے'، اور کافر اِس میں مختلف تھے، بعضے کہتے تھے کہ "قیامت ہے اور بت ہماری شفاعت کریں گے" اور بعضے اس سے بالکل منکر تھے اور اپنی دُنیاوی زندگی ہی کو آخری زندگی سمجھتے تھے۔ حیاتِ اخروی کا اُن کے ذہن میں کوئی تصور نہیں تھا۔ اور بعضے شک رکھتے تھے کہ قیامت ہوگی--یا--نہ ہوگی؟ تو یہ اسی شک میں مبتلا تھے۔

كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ﴿۴﴾ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ﴿۵﴾

وہ سب ہرگز نہیں، جلد ہی جان لیں گے۔ پھر وہ سب ہرگز نہیں، جلد ہی معلوم کرلیں گے۔

(وہ سب ہرگز نہیں، جلدی جان لیں گے) نزع کے وقت، کہ جس چیز میں اختلاف کرتے تھے حق ہے۔ (پھر وہ سب ہرگز نہیں، جلدی ہی معلوم کرلیں گے) قیامت کے دن اپنے قول کا باطل ہونا اور اپنے عقیدے کا خبیث ہونا۔ لہٰذا طنزیہ سوال ہرگز ہرگز نہ کریں کیونکہ اِس کا نتیجہ انہیں جلد ہی معلوم ہوجائے گا۔

'تفہیم' کے بعد بوقتِ ضرورت 'انذار' سے کام لینا بہت ہی مفید ثابت ہوتا ہے، اِس سے روحِ سعادت رکھنے والے جلد راہِ راست پر آجاتے ہیں--الحاصل--قیامت کا ذکر بہت ہی فائدہ بخش ہے اور اُس کے اِنکار کی کوئی بھی معقول وجہ نہیں بلکہ اُس کے تعلق سے طنزیہ سوال کرنا خطرناک انجام رکھتا ہے۔ منکرینِ قیامت کو سوچنا چاہیے کہ آخر قیامت کے اِنکار کی معقول وجہ کیا ہے؟ خدائے حکیم وقدیر کے لیے قیامت قائم کرنا مشکل اور دشوار ہی کب ہے؟ کیا انہوں نے قادرِ مطلق کی بے پایاں قدرت کے مظاہر پر غور نہیں کیا؟--چنانچہ-- حق تعالیٰ اپنی قدرت کو ظاہر فرماتے ہوئے فرماتا ہے کہ---

أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهَادًا ﴿۶﴾ وَالْجِبَالَ أَوْتَادًا ﴿۷﴾ وَخَلَقْنَاكُمْ أَزْوَاجًا ﴿۸﴾ وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ﴿۹﴾ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا ﴿۱۰﴾

کیا نہیں کردیا ہم نے زمین کو بچھونا۔ اور پہاڑوں کو میخیں؟۔ اور پیدا فرمایا ہم نے تم لوگوں کے جوڑے۔ اور کردیا ہم نے تمہاری نیند کو راحت۔ اور بنادیا ہم نے رات کو پردہ پوشی کے لیے۔

(کیا نہیں کردیا ہم نے زمین کو بچھونا) بچھا ہوا تا کہ تمہارے ٹھہرنے کی جگہ ہو، (اور پہاڑوں

کو میخیں) کہ اس پر گڑے رہیں اور زمین اُن سے تھمی رہے؟ (اور پیدا فرمایا ہم نے تم لوگوں کے جوڑے) نر اور مادہ تا کہ تمہاری نسل باقی رہے۔۔یا۔۔ہم نے تم کو طرح طرح پر پیدا کیا، کالا، گورا، لمبا، ٹھنگنا، خوبصورت اور بدشکل (اور کر دیا ہم نے تمہاری نیند کو راحت)، یعنی سونا حس وحرکت قطع کر دیتا ہے تا کہ قوائے حیوانیہ آسائش کریں اور تھکن اُس سے زائل ہو جائے۔ (اور بنا دیا ہم نے رات کو پردہ پوشی کے لیے)، کیونکہ رات اپنی تاریکی میں سب چیزوں کو چھپا لیتی ہے۔

صاحبِ فتوحات فرماتے ہیں کہ رات شب بیداروں کا پردہ ہے، کہ اغیار کی نظر سے چھپا لیتی ہے تا کہ اپنی خلوت میں مکالمہ۔۔یا۔۔محاضرہ۔۔یا۔۔مشاہدہ کی لذت سے ہر ایک اپنی استعداد کے مطابق مستفید ہو۔ بعض عارفین نے کہا کہ رات راہ چلنے والوں کا پردہ ہے، اور دن صبح کے جاگنے والوں کا بازار ہے۔ کاش! رات جو عاشقوں کی پردہ دار ہے ہمیشہ رہتی، یعنی دن نہ ہوتا۔

وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿۱۱﴾ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ﴿۱۲﴾

اور بنا دیا ہم نے دن کو روزگار کے لیے ● اور گنبد چنے تمہارے اوپر سات مضبوط ●

(اور بنا دیا ہم نے دن کو روزگار کے لیے)، یعنی کر دیا ہم نے دن کو طلبِ معیشت کا وقت تا کہ اُس کی تحصیل میں جستجو کریں۔ (اور گنبد چنے تمہارے اوپر سات مضبوط)، یعنی تمہارے سروں پر گنبد نما سات مضبوط آسمانوں کو کھڑا کر دیا جو بہت محکم ہیں، کیونکہ دراز اور سوراخ جو خلل اور زلل کا نشان ہوتا ہے اُس میں نہیں۔

انسان آسمان کے متعلق ہر زمانے میں اپنے مشاہدات اور قیاسات کے رُو سے مختلف تصورات قائم کرتا رہا ہے جو برابر بدلتے رہے ہیں۔۔لہٰذا۔۔اُن میں سے کسی تصور کو بنیاد قرار دے کر قرآن کے کہے ہوئے سات مضبوط آسمان کا مفہوم متعین کرنا صحیح نہ ہوگا۔ بس مجملاً اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ سَبْعًا شِدَادًا سے سات آسمان مراد ہیں۔ حق تعالیٰ آگے ارشاد فرماتا ہے کہ۔۔۔

وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ﴿۱۳﴾ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ﴿۱۴﴾ لِّنُخْرِجَ بِهٖ

اور روشن کیا ایک چمکدار چراغ ● اور اُتارا ہم نے نچوڑنے والی بدلیوں سے پانی کو زوردار ● تا کہ نکالیں اُس کے سبب سے

حَبًّا وَّنَبَاتًا ﴿۱۵﴾ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴿۱۶﴾

اناج اور سبزہ کو● اور باغ گھنے●

(اور روشن کیا) آسمان میں (ایک چمکدار چراغ) یعنی آفتاب۔ (اور اُتارا ہم نے نچوڑنے والی بدلیوں سے پانی کو زوردار)، یعنی ہمیں نے بھرے بادلوں سے لگاتار پانی برسایا۔ (تاکہ نکالیں اُس کے سبب سے اناج اور سبزہ کو)، یعنی تاکہ نکالیں ہم اُس پانی سے دانہ جو غذا کو چاہیے۔۔مثلاً: گیہوں اور جو وغیرہ اور اُگنے والی چیز جو چارے کو چاہیے جیسے گھاس بھوسا۔۔۔اور بعضوں نے یہ تفسیر کی ہے کہ نکالیں ہم دریا سے دانہ موتی کا اور زمین سے سبزہ۔۔۔(اور باغ گھنے)، یعنی باغوں کے درخت باہم لپٹے ہوئے اور ایک دوسرے سے بہت نزدیک۔

اوپر کی آیتوں میں جو نو[9] اقسام کے نمونہء قدرت کو بیان کیا گیا ہے اُنہیں بار بار دیکھنے اور اُن پر غور وفکر کرنے سے اعتراف کرنا ہی پڑتا ہے کہ جس قادرِ مطلق نے یہ کارخانہء قدرت بنایا ہے، کون کہہ سکتا ہے کہ وہ اِس کے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ یقیناً وہ تمام عالَم کو دوبارہ پیدا کرنے پر پوری طرح قادر ہے۔ اب بتایئے کہ کیا قیامت کے اِنکار کی کوئی بھی گنجائش ہے؟۔۔۔

اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِیْقَاتًا ﴿۱۷﴾ یَّوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿۱۸﴾

بے شک فیصلہ کا دن وقتِ مقرر ہے● جس دن پھونکا جائے گا صور میں، تو آؤ گے تم لوگ فوج فوج●

(بے شک فیصلہ کا دن)، اُس کے لیے ایک (وقت مقرر ہے)، یعنی قیامت اپنے وقتِ مقررہ پر آ کے رہے گی اس لیے کہ خلائق کے حساب لینے اور اُن کے اعمال کی جزا دینے کو خدا کے حکم میں ایک وقت مقرر ہے اور وہی قیامت کا دن ہے۔ (جس دن پھونکا جائے گا صور میں)۔ صورِ قیامت دُو[2] مرتبہ پھونکا جائے گا۔ پہلی مرتبہ پھونکا جائے گا تو موجودہ نظام عالَم ٹوٹ پھوٹ جائے گا اور قیامت آجائے گی۔ دوسری مرتبہ پھونکا جائے گا تو عالَم کا نیا نظام وجود میں آجائے گا اور سب زندہ ہو کر اللہ کی عدالت میں حاضر ہو جائیں گے۔ پھر زندگی بھر کے عمل کا حساب ہوگا اور اُسی حساب سے جزا و سزا ملے گی۔۔تو۔۔جس دن پھونکا جائے گا دوسری بار صور میں (تو آؤ گے تم لوگ فوج فوج) اپنی قبروں سے میدانِ حشر میں۔

قیامت کے روز اللہ کی عدالت میں حاضر ہونے کی یہ صورت ہوگی کہ عقیدہ اور عمل کی بنا پر انسانوں کی الگ الگ جماعتیں بنیں گی۔ اہلِ توحید کی الگ، مشرکوں کی الگ، مؤمنوں کی الگ، کافروں کی الگ، متقیوں کی الگ، فاسقوں کی الگ۔ پھر درجہ کے لحاظ سے متقیوں اور فاسقوں کے زُمرہ میں بھی متعدد جماعتیں ہوں گی۔۔ چنانچہ۔۔ بکثرت نماز پڑھنے والوں کی الگ جماعت ہوگی، زیادہ خیر وخیرات کرنے والوں کی الگ، صابرین کی الگ، شاکرین کی الگ، ذاکرین کی الگ، شہداء کی الگ، صدیقین کی الگ، اِسی طرح فاسقین کی جماعت کو بھی سمجھ لیا جائے۔

غرضیکہ اس طرح ہر جماعت اللہ کی عدالت میں حاضر ہوگی۔ اس میں یہ انتباہ ہے کہ آج تم جس زمرہ میں رہوگے، کل قیامت میں اُسی جماعت کے ساتھ تمہارا حشر ہوگا۔ جن ساتوں آسمانوں کا اوپر ذکر ہوا ہے وہ اتنے مضبوط ہیں کہ نا قابلِ ادراک زمانہ سے قائم ہونے کے باوجود اُن کی مضبوطی کا عالَم یہ ہے کہ کہیں بھی بال برابر شگاف تک نہ ہوسکا، لیکن قیامت کے دن اُن میں اِس طرح جابجا شگاف ہوجائیں گے کہ گویا پورے آسمان میں دروازے ہی دروازے ہیں۔ اِتنے مضبوط آسمان کو اسی طرح پارہ پارہ کردینا کتنی بڑی قوت وقدرت کا کام ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ اتنا بڑا کام بھی اُس قادرِ مطلق کے نزدیک بے حد آسان ہے۔ اتنا آسان جیسے ہمارے لیے کسی دروازے کا آسانی اور پھرتی سے کھول دینا۔ اِس حقیقت کو قرآن مجید اِن الفاظ میں بیان کرتا ہے۔۔۔

وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿۱۹﴾ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿۲۰﴾

اور کھول دیا گیا آسمان، تو ہوگئے دروازے ● اور چلائے گئے پہاڑ، تو ہوگئے چمکتی ریت ●

(اور) واضح فرماتا ہے کہ (کھول دیا گیا آسمان، تو ہوگئے دروازے)۔ یعنی آسمان کے اجزاء جو باہم خوب جڑے ہوئے ہیں اُن کو کھول دیا جائے گا۔ اب اِس کثرت سے شگاف ہوگا جیسے دروازے ہی دروازے ہیں۔

آسمان میں اتنے شگاف کردینا قدرتِ حق کے نزدیک ایسا ہی ہے جیسے کوئی بند چیز آسانی سے کھول دی جائے۔ قیامت میں زمین کا نظام اس طرح ٹوٹ پھوٹ جائے گا کہ مضبوط سے مضبوط چٹانوں کے پہاڑ بھی جڑ سے اکھڑ کر ریزہ ریزہ ہوجائیں گے اور فضا میں غبار کی طرح اُڑنے لگیں گے۔ اُس کے بعد زمین پر گریں گے اور ریگستان کا ایک طویل

پھیلاؤ ہوگا جو دُور سے پانی معلوم ہوگا۔۔المختصر۔۔

آسمان میں شگاف ڈال دیئے گئے **(اور چلائے گئے پہاڑ، تو ہو گئے چمکتی ریت)**، یعنی ریزہ ریزہ ہوکر غبار بن کر اُڑے اور پھر ریت بن کر زمین پر آرہے۔اگرچہ وہ دیکھنے میں پہاڑ ہوں گے مگر اجزاء پراگندہ ہونے کی وجہ سے پہاڑ ہونے کی اصلیت اور حقیقت پر باقی نہ رہیں گے۔

اب آگے اِس سوال کا جواب دیا جارہا ہے کہ قیامت کے روز سرکشوں کا کیا حال ہوگا۔

تو سن لوکہ۔۔۔

اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾ لِّلطَّاغِيْنَ مَاٰبًا ﴿٢٢﴾ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ﴿٢٣﴾

بے شک جہنم تاک میں ہے● سرکشوں کا ٹھکانہ● وہ رہنے والے ہیں اُس میں بے انتہا مدتوں تک●

(بے شک جہنم تاک میں ہے) اور خَلق کی گزرگاہ ہے، سب کو اُس پر سے گزرنا پڑے گا۔۔یا۔۔کمین گاہ، کہ دوزخ کے فرشتے وہاں منتظر کھڑے ہوں گے کافروں پر عذاب کرنے کو اور کافراُن سے بھاگ نہ سکیں گے۔۔یا۔۔اُس مقام پر جہاں دوزخ کے فرشتے تو کافروں کے منتظر ہوں گے، وہیں جنت کے فرشتے مؤمنوں کی نگہبانی کرتے ہوں گے تاکہ صراط پر گزرتے وقت آگ کے تعرض سے محفوظ رہیں۔اور یہ جہنم ہوگی **(سرکشوں کا ٹھکانہ)** جو سرکشی میں حد سے گزرے ہوئے ہیں۔**(وہ رہنے والے ہیں اُس میں بے انتہا مدتوں تک)**۔

معالم میں مجاہد علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ یہ 'احقاب' جو حق تعالیٰ نے ذکر کیے تینتالیس [۴۳] 'حقبے' ہیں۔ہر 'حقبہ' 'ستر [۷۰] 'خریف' کا، ہر خریف سات سو [۷۰۰] برس کا، ہر برس تین سو ساٹھ [۳۶۰] دن کا، اور ہر دن ہزار [۱۰۰۰] برس کا ہوتا ہے۔اِس سے یہ مراد نہیں کہ کافروں کے عذاب کے واسطے مدت معین کردی گئی ہو، بلکہ مراد یہ ہے کہ جو 'حقبہ' گزرتا ہے اُس کے بعد دوسرا 'حقبہ' آتا ہے۔یہ ابدالآباد تک۔۔۔

لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿٢٦﴾

نہ مزہ چکھیں گے اُس میں ٹھنڈک کا، اور نہ پینے کا● مگر کھولتا پانی اور پیپ● بدلہ موافق کرتوت کے●

(نہ مزہ چکھیں گے اُس میں ٹھنڈک کا) ہوا کی، کہ اُس سے راحت پائیں۔اور وہ ٹھنڈک دوزخ کی گرمی کو اُن سے روکے۔۔۔اور بعضوں نے کہا کہ **بَرْدًا** سے خواب مراد ہے۔۔۔یعنی اُن کو جہنم میں نیند نہیں ہے کہ اُس سے آسائش پائیں۔(اور) یوں ہی وہ (نہ) مزہ پائیں گے **(پینے کا)**،

یعنی وہ نہ پئیں گے کوئی پینے کے لائق چیز (مگر کھولتا پانی)۔ایسا کھولتا پانی کہ جب اُسے منہ کے پاس لائیں گے تو منہ کی کھال اُس میں جل کر گر پڑے گی اور جب پئیں گے تو آنتیں ٹکڑے ہو جائیں گی (اور) دوسری چیز جو اُن کو پینے کو دی جائے گی وہ ہے (پیپ) جو اُن کے زخموں سے بہتی ہوگی۔۔یا۔۔ آنسو جو حسرت کے مارے برساتے ہوں گے۔۔یا۔۔ زمہریر کہ اُس سے عذاب کیے جائیں گے (بدلہ موافق کرتوت کے)، یعنی عمل کے مناسب سزا۔

إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ﴿٢٧﴾ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ﴿٢٨﴾

بے شک یہ لوگ نہیں مانتے تھے حساب کو● اور جھٹلاتے تھے ہماری آیتوں کو بے حد●

وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ﴿٢٩﴾

اور ہر چیز کو شمار کر لیا تھا ہم نے لکھ کر●

(بے شک یہ لوگ نہیں مانتے تھے) آخرت کے (حساب کو)۔۔یا۔۔امیدوار نہ تھے اُس کے ثواب کے۔(اور جھٹلاتے تھے ہماری آیتوں کو بے حد) جو انبیاء علیہم السلام نے اُن پر ظاہر کیں۔(اور ہر چیز کو شمار کر لیا تھا ہم نے لکھ کر)، یعنی لوگو! تم جو کچھ کرتے ہو اطاعت۔۔یا۔۔معصیت۔سن لو! کہ اللہ کے فرشتے اُسے قلمبند کرتے رہتے ہیں، اس طرح تمہارے اعمال کا ریکارڈ لکھا ہوا موجود ہے، یہی ہے تمہارا نامۂ اعمال۔یہیں سے سمجھ لینا چاہیے کہ محاسبۂ الٰہی سے نڈر ہو جانے کا اور آیاتِ الٰہی پر ایمان نہ رکھنے کا انجام کتنا خطرناک ہے، اور اس کے نتیجے میں ملنے والے عذاب میں ذرّہ برابر تخفیف نہ ہو گی بلکہ عذاب میں اضافہ ہوتا رہے گا۔۔۔آگے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔۔۔

فَذُوقُوا فَلَنْ نَزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ﴿٣٠﴾ إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ﴿٣١﴾

اب چکھو! کہ ہم نہ بڑھائیں گے تمہارے لیے، مگر عذاب کو● بے شک اللہ سے ڈرنے کے لیے مقام کامیابی ہے●

حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا ﴿٣٢﴾ وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ﴿٣٣﴾ وَكَأْسًا دِهَاقًا ﴿٣٤﴾

باغ اور انگور● اور دوشیزہ ہم سن● اور لبالب جام●

(اب چکھو! کہ ہم نہ بڑھائیں گے تمہارے لیے مگر عذاب کو)، یعنی عذاب پر عذاب کرتے رہیں گے۔

حدیث میں ہے کہ قرآن میں دوزخیوں کے واسطے جو وعید کی آیتیں ہیں اُن سب میں یہ آیت سخت ہے۔

ان کافروں کے برعکس (بے شک اللہ) تعالیٰ (سے ڈرنے والوں کے لیے مقام کامیابی ہے) یعنی عذاب سے چھٹکارا ہے۔۔یا۔فوز وفلاح کی جگہ ہے، کہ وہ (باغ اور انگور) ہیں۔۔۔باغ میں میوہ دار درختوں اور انگور کے درختوں کی تخصیص فضیلت کی جہت سے ہے۔۔۔(اور) اُن کے لیے ہے (دوشیزہ ہم سن)۔۔۔اکثر تفسیروں میں ہے کہ جنت میں عورتیں اور مرد تینتیس[٣٣] تینتیس[٣٣] برس کی عمر کے ہوں گے۔۔۔(اور) اُن کے واسطے ہیں (لبالب جام) جو پے در پے ان کو ملتے رہیں گے۔

لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذَّابًا ۝٣٥ جَزَاءً مِّن رَّبِّكَ عَطَاءً حِسَابًا ۝٣٦

نہ سنیں گے اُس میں بے ہودہ بات، اور نہ جھٹلانے کو• ثواب تمہارے رب کی طرف سے، پوری پوری عطا•

(نہ سنیں گے اُس میں بے ہودہ بات اور نہ جھٹلانے) والی بات (کو)، یعنی جنت کی شراب کی یہ خصوصیت ہے جو اُسے پی لے وہ لغو اور عیب دار باتیں نہیں کرسکتا اور نہ جھوٹ بول سکتا ہے، اس کے برخلاف حالت ہے اُن شرابیوں کی جو دنیا کی شراب پیتے ہیں کہ اُن کی مجلسوں میں ہذیان اور خلاف اور جنگ و جدال بہت ہوتا ہے۔جنتیوں پر یہ نوازش دراصل ہے (ثواب تمہارے رب کی طرف سے) اپنے وعدے کے موافق (پوری پوری عطا)، یعنی عطا کی جائے گی اُن کو ربِّ کریم کے فضل سے عطا وافی اور کافی، یعنی بس کرنے والی۔۔یا۔۔اُن کے اعمال کے موافق۔یہ عطا اُس ربِّ کریم کے طرف سے ہوگی جو۔۔۔

رَّبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمَٰنِ لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا ۝٣٧

آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے سب کا رب اللہ مہربان، نہ اختیار رکھیں گے اُس سے بولنے کا•

يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا ۖ لَّا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ

جس دن کہ کھڑے ہوں گے روح الامین اور سب فرشتے صف باندھ کر۔نہ بولیں گے مگر وہ جسے اجازت دے چکا اللہ

الرَّحْمَٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝٣٨

مہربان، اور وہ بولتا رہا ٹھیک بولی•

(آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب) ہے اور (اللہ مہربان) ہے

جوایسا ذی اقتدار ہے کہ (نہ اختیار رکھیں گے اُس سے بولنے کا) اہلِ آسمان اور اہلِ زمین میں سے کوئی۔

اُس کے اِذن کے بغیر۔۔یا۔۔اس بات پر کہ خدا سے بات کریں اور اُس کے ثواب اور عذاب پر اعتراض کریں، اس واسطے کہ سب مملوک ہیں اور مملوک مالک نہیں ہوسکتا۔

۔۔چنانچہ۔۔(جس دن کہ کھڑے ہوں گے روح الامین) حضرت جبرائیل علیہ السلام (اور سب فرشتے صف باندھ کر)، تو وہ شفاعت کے باب میں (نہ بولیں گے مگر وہ جسے اجازت دے چکا اللہ مہربان)۔

یعنی شفاعت وہی کرے گا جس کو خدائے مہربان نے اجازت دے دی ہو کہ تم شفاعت کرو ۔۔یا۔۔کسی کی شفاعت نہ کریں گے مگر اُس کی کہ خدا جس کی شفاعت کے باب میں اِذن دے۔۔الختصر ۔۔شفاعت وہی کر سکے گا جس کو خدائے مہربان شفاعت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائے، اور وہ صرف اُسی کی شفاعت کر سکے گا جس کی شفاعت کرنے کا اِذن حق تعالیٰ عطا فرمائے (اور وہ بولتا رہا ٹھیک بولی)، یعنی شفاعت اُسی کی کی جائے گی جو دُنیا میں کلمہء توحید کو مانتا اور بولتا رہا۔ یعنی یہ شفاعت کرنے والے مؤمنوں کے سوا کسی اور کی شفاعت نہ کریں گے۔

ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ

وہ ہے روزِ حق۔ تو جس نے چاہا بنالیا اپنے رب کی طرف ٹھکانہ ● بے شک ہم نے ڈرا دیا تمہیں اُس عذاب سے جو نزدیک ہے۔۔

يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾

جس دن کہ دیکھ لے گا آدمی، جو کچھ پہلے بھیجا اُس کے ہاتھوں نے، اور کہے گا کافر کہ "اے کاش! میں ہو جاتا مٹی" ●

(وہ)، یعنی روزِ قیامت (ہے روزِ حق)، یعنی وہ دن ہونا ہے اور ضرور ہوگا۔ (تو جس نے چاہا بنالیا اپنے رب کی طرف ٹھکانہ)، یعنی ایمان اور طاعت کے سبب سے اپنے رب کے سایۂ کرم میں آگیا۔۔۔آگے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔۔۔(بے شک ہم نے ڈرا دیا تمہیں) اپنے پیغمبر اور اپنی کتاب کے ذریعہ (اُس عذاب سے)، یعنی عذابِ آخرت سے (جو نزدیک ہے)۔ اُس کا قرب تحقیق کی جہت سے ہے کہ اُس کا ہونا حق ہے (جس دن کہ دیکھ لے گا آدمی جو کچھ پہلے بھیجا اُس کے ہاتھوں نے)، یعنی اپنے اچھے بُرے کردار کے نتائج اُس کے سامنے ہوں گے۔ (اور) اپنا نتیجہ دیکھنے کے بعد (کہے گا کافر کہ "اے کاش! میں ہو جاتا مٹی")۔ یعنی ہرگز میں اس صورت میں پیدا ہی نہ ہوتا

ع ۲ ۲

--یا--آج خاک رہتا اور مجھ کو زندہ ہی نہ کرتے۔

اور بعضوں نے کہا کہ وحوش کو حشر کر کے جب خاک کریں گے تو کافر تمنا کریں گے کہ کاش ہمارا بھی یہی حال کر دیا جاتا۔ بعضے کہتے ہیں کہ اس کافر سے ابلیس مراد ہے اور وہ آدم علیہ السلام پر عیب رکھتا تھا کہ خاک سے پیدا کیے گئے ہیں اور اپنی تعریف اور بزرگی کرتا تھا کہ میں آگ سے پیدا ہوں۔ جب اُس روز آدم علیہ السلام اور اُن کی ایمان والی اولاد کی بزرگی اور اپنا عذاب اور سختی دیکھے گا تو آرزو کرے گا کہ کاش! میں بھی خاک سے ہوتا اور آدم علیہ السلام سے نسبت رکھتا۔ اَے عقل والو! دیکھو یہ دبدبہ اور طنطنہ جو خاکیوں کو ہے مخلوقات کے طبقوں میں سے کسی طبقہ کو نہیں ہے۔

اختتام سورۂ نبا --- ﴿ ۴رذی الحجہ ۱۴۳۳ھ --مطابق-- ۲۱راکتوبر ۲۰۱۲ء، بروز یکشنبہ ﴾ --

--- ﴿ ۵رذی الحجہ ۱۴۳۳ھ --مطابق-- ۲۲راکتوبر ۲۰۱۲ء، بروز دوشنبہ ﴾ --

سُوْرَةُ النّٰزِعٰت

سورۃ النازعات--۷۹ مکیہ ۸۱ — آیاتہا ۴۶ --رکوعاتہا ۲

اِس سورۂ مبارکہ کا نام اِسی سورت کی آیت ا سے ماخوذ ہے۔ اِس سورہ میں بھی اِس کے ماقبل والی 'سورۂ نباء' کی طرح قیامت کے حقائق بیان کیے ہیں، اِس سے دونوں کا ربط ظاہر ہے۔ ایک قول کے مطابق 'ترتیبِ نزول' اور 'ترتیبِ مصحف' دونوں ہی کے اعتبار سے اِس کا نمبر ۸۱ ہے--نیز--ایک قول کے مطابق اِس میں ۴۵ آیتیں ہیں۔ ایسی اہم مضامین پر مشتمل سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں---

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ﴿۱﴾ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ﴿۲﴾

قسم ہے اُن ہستیوں کی جو کھینچ لینے والی ہیں کافروں کی ڈوبی جان کو● اور آسانی سے بند کھولنے والی ہیں مسلمانوں کی●

وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ﴿۳﴾ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۙ﴿۴﴾ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۘ﴿۵﴾

اور تیر کر چلنے والی ہیں چال میں● پھر آگے بڑھ بڑھ جانی والی ہیں جلد● پھر تدبیر کرنے والی ہیں کام کی۔۔●۔۔

(قسم ہے اُن ہستیوں کی جو کھینچ لینے والی ہیں کافروں کی ڈوبی جان کو)۔یعنی اُن فرشتوں کی قسم جو کافروں کی جان سختی سے قبض کرتے ہیں۔(اور) قسم ہے اُن ہستیوں کی بھی جو (آسانی سے بند کھولنے والی ہیں مسلمانوں کی)۔یعنی قسم ہے اُن فرشتوں کی بھی جو مسلمانوں کے جسم و جان کا بندھن بڑی نرمی سے کھولتے ہیں۔(اور) اُن ہستیوں کی قسم جو (تیر کر چلنے والی ہیں چال میں)۔یعنی اُن فرشتوں کی بھی قسم جو روح کو لے کر ہوا میں تیرتے ہوئے جاتے ہیں (پھر آگے بڑھ بڑھ جانے والی ہیں جلد)۔یعنی قسم اُن فرشتوں کی بھی جو حکمِ الٰہی کے بجالانے میں سبقت کرتے ہیں۔ (پھر تدبیر کرنے والی ہیں کام کی)۔یعنی قسم اُن فرشتوں کی بھی جو بحکمِ الٰہی عالَم کی تدبیر میں لگے ہیں۔۔چنانچہ۔۔ حضرت جبرائیل ' علیہ السلام ' جو ہواؤں اور لشکروں پر موکل ہیں، اور اسرافیل ' علیہ السلام ' کہ امورِ قضا و قدر کے ساتھ نزول کرنے والے ہیں، اور میکائیل ' علیہ السلام ' کہ مینھ اور گھاس کی تقسیم اُن سے متعلق ہے، اور عزرائیل ' علیہ السلام ' کہ قابضِ ارواح ہیں۔۔الغرض۔۔اُن سب کی قسم۔

اور بعضوں نے کہا کہ قسم اُن تاروں کی جو دوڑتے ہیں مشرق سے مغرب تک، اور جانے والے ہیں ایک بُرج سے دوسرے بُرج میں، اور تیرتے ہیں آسمان میں اور ایک دوسرے پر پیشی لے جاتے ہیں سیر میں، اور تدبیر کرنے والے ہیں اُس امر کی جو اُن سے متعلق ہے اللہ کے حکم کے ساتھ، جیسے ہوا کا اختلاف اور فصلوں کا بدلنا۔۔یا۔۔غازیوں کے گھوڑوں کی قسم جو باگ کھینچے ہوئے جاتے ہیں دارِ اسلام سے، اور تسبیح کرتے ہیں چلنے میں، اور سبقت لے جاتے ہیں صفِ جہاد میں، اور اُن کے سبب سے خدا کے دشمنوں پر فتح وظفر پانے کا کام تدبیر پاتا ہے۔

۔۔یا۔۔ بزرگ نفسوں کی قسم جو چھوڑائے جاتے ہیں خواہشوں سے، اور خوشی کرتے ہوئے عالَمِ قدس میں جا کر بلندی کے مراتب میں پیرتے ہیں اور کمالات حاصل کرنے میں سبقت کرتے ہیں، یہاں تک کہ مکمل ہو کر ہدایت وارشاد کے امور کے متکفل اور مدبر ہوتے ہیں۔بہر تقدیر ہر قسم کا جواب یہ ہے کہ تم قبروں سے زندہ کر کے پھر اُٹھائے جاؤ گے اور تم سے حساب لیا جائے گا، تو یاد کرو وہ دن کہ۔۔۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ﴿٦﴾ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ﴿٧﴾ قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ ﴿٨﴾

جس دن تھرتھرادے گی تھرتھرانے والی ● اُس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی ● کتنے دِل اُس دن دھڑکنے والے ہیں ●

أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ﴿٩﴾

اُن کی آنکھیں جھکی ہیں --●--

(جس دن تھرتھرادے گی تھرتھرانے والی)، یعنی اُس دن کی ہیبت سے پہاڑ اور زمین سب تھرّائیں گے اور یہ حال نفخہء اولیٰ کے وقت ہوگا، یعنی جب پہلی بار صور پھونکا جائے گا تو سب تھرّائیں گے اور سارے زندے ہَول کے مارے مرجائیں گے۔ پھر (اُس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی) یعنی نفخہء ثانیہ، کہ اُس کے سبب سے خلق زندہ ہوگی۔ (کتنے دِل اُس دن دھڑکنے والے ہیں) کہ (اُن) دِل والوں (کی آنکھیں جھکی ہیں) یعنی نیچی بند ہوں گی۔

يَقُولُونَ أَإِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ ﴿١٠﴾ أَإِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ﴿١١﴾

یہ لوگ کہتے ہیں کہ "کیا ہم واقعی واپس کیے جائیں گے پہلی حالت میں ● کیا جب ہوگئے ہم ہڈیاں گلی ہوئی"●

قَالُوا تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿١٢﴾

بولے کہ "یہ تو ایسا پلٹنا بڑا نقصان ہے"--●--

جو لوگ آج دُنیا میں بعث وحشر کے منکر ہیں (یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا ہم واقعی واپس کیے جائیں گے پہلی حالت میں)، یعنی ہم کو کیا مرنے کے بعد اِسی حالت میں پھیریں گے جو ہم رکھتے ہیں۔ (کیا جب ہوگئے ہم ہڈیاں گلی ہوئی) پرانی خاک ہوجانے کے قریب، تو کیا ہم کو پھر زندہ کرکے اُٹھائیں گے؟ تو بطورِ استہزا (بولے کہ یہ تو ایسا پلٹنا بڑا نقصان ہے) یعنی اگر ہم کو حشر کی طرف رجوع ہوئی تو ہم نقصان اُٹھانے والے ہوں گے، اس واسطے کہ ہم نے تو ہمیشہ اُس کی تکذیب کی ہے---
حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم دشوار پکڑتے ہو امرِ قیامت کو۔--

فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ ﴿١٣﴾ فَإِذَا هُم بِالسَّاهِرَةِ ﴿١٤﴾

تو وہ بس ایک ڈانٹ ہے ● کہ اُسی وقت وہ لوگ میدان میں ہیں ●

(تو وہ بس ایک ڈانٹ ہے) یعنی پس سوا اِس کے نہیں کہ وہ ایک چیخ ہے، یعنی اسرافیل علیہ السلام

کی ایک پھونک ہے کہ سب خلائق اُس کے سبب سے زندہ ہو جائے گی۔ پھر ایسا ہوگا کہ صاف نظر آئے گا (کہ اُسی وقت وہ لوگ میدان میں ہیں)۔۔الحاصل۔۔اُس وقت روئے زمین میں ہوں گے اور وہ زمین سفید ہوگی۔

اور بعضوں نے کہا کہ سَاهِرَةِ ایک زمین کا نام ہے بیت المقدس کے قریب جبلِ اریحا کے گرد، کہ محشر اُس جگہ پر ہوگا۔ حق تعالیٰ جس قدر چاہے گا اُس کو کشادہ کردے گا۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ زمینِ سَاهِرَةِ کو خدا نے کچی چاندی سے پیدا کیا ہے اور اُس کا عرض وطول زمینِ دُنیا کی ایسی چالیس زمینوں کے برابر ہوگا۔۔۔اب اِس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ دو مقاصد کے پیشِ نظر بیان کیا گیا ہے۔ ایک مقصد تو 'انذار' ہے کہ نبی کی دعوت میں ہٹ دھرمی اور بغاوت سے کام نہ لو اِس کا انجام بڑا خطرناک ہے، فرعون کے انجام سے عبرت پکڑو۔ دوسرا مقصد نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو تسلی دینا ہے کہ کافر آج لاکھ قوت وشوکت رکھتے ہوں اور اِس گھمنڈ میں دینِ حق کو کچل دینا چاہتے ہوں، لیکن اُن کی تمام قوت وشوکت اُن کے لیے وبالِ عظیم بن جائے گی اور حق ہمیشہ بے بس نہیں رہ سکتا۔

تو اَے محبوب!۔۔۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿١٥﴾ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿١٦﴾

کیا آیا تمہارے پاس موسیٰ کا واقعہ ۔۔● جب کہ ندا دی اُن کو اُن کے رب نے وادیٔ مقدس طویٰ نام میں ●

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿١٧﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ﴿١٨﴾

کہ "جاؤ فرعون کی طرف، کہ بے شک وہ سرکش ہوگیا ہے"● پھر کہو کہ "کیا تُو چاہتا ہے کہ پاکیزہ ہو جائے؟●

وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿١٩﴾

اور میں ہدایت کروں تیری تیرے رب کی طرف کہ تُو ڈرنے لگے"●

(کیا آیا تمہارے پاس موسیٰ کا واقعہ) تا کہ اپنے دِل کو قوم کی تکذیب پر تسلی دے اور مؤمنوں کو وعدہ کی اور کافروں کو وعید کی خبر فرمادے۔ تو اَے محبوب! یاد کرو (جبکہ ندا دی اُن کو اُن کے رب نے وادیٔ مقدس طویٰ نام میں)۔ یعنی اُس مقدس پاکیزہ مقام میں جس کا نام 'طویٰ' ہے۔ (کہ جاؤ فرعون کی طرف کہ بے شک وہ سرکش ہوگیا ہے) اور تکبر میں حد سے گزر گیا ہے، (پھر کہو کہ) اَے تکبر وسرکش میں حد سے گزر جانے والے! (کیا تُو چاہتا ہے کہ پاکیزہ ہو جائے؟) یعنی کیا کفر اور

گناہ سے پاکیزہ ہونے کی تجھ کو میل اور رغبت ہے؟ (اور) کیا تو چاہتا ہے کہ (میں ہدایت کردوں تیری تیرے رب کی طرف کہ تُو ڈرنے لگے) اُس کے عذاب سے اور بچے سرکشی اور اُس کی نافرمانی سے؟۔۔۔موسیٰ علیہ السلام خدا کے حکم سے فرعون کے پاس گئے اور خدا کا پیغام پہنچایا، اُس نے معجزہ طلب کیا۔۔تو۔۔

فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿٢٠﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿٢١﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿٢٢﴾

پھر دکھائی اُسے بڑی نشانی● تو جھٹلا دیا اُس نے اور نافرمانی کی● پھر پیٹھ پھیر لیا، اپنی کوشش کررہا ہے●

فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿٢٣﴾

چنانچہ ہانک لایا سب کو●

(پھر دکھائی اُسے بڑی نشانی) اور عصا کو سانپ سے بدل دیا، (تو جھٹلا دیا اُس نے اور نافرمانی کی)۔یعنی فرعون نے جب دیکھا عصا اژدہا ہوگیا تو فرعون بولا کہ یہ خدا کے پاس سے نہیں ہے بلکہ موسیٰ کا جادو ہے، تو اُس نے حضرت موسیٰ کو جھٹلا دیا اور خدا کے حکم میں گنہگار ہوگیا۔ (پھر پیٹھ پھیر لیا) اِس حال میں کہ (اپنی کوشش کررہا ہے)۔یعنی حضرت موسیٰ کی طرف سے رخ موڑ لیا اور اِس کوشش میں لگ گیا کہ اُن کے امر کو باطل کردے۔۔۔اور بعضوں نے کہا کہ اژدہا دیکھ کر پیٹھ موڑی اور اُلٹا بھاگا اور بھاگنے میں دوڑتا تھا۔۔۔(چنانچہ ہانک لایا سب کو) یعنی اپنی ساری قوم کو اکٹھا کرلیا۔

فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿٢٤﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴿٢٥﴾

پھر پکارنے لگا، تو بولا کہ "میں ہوں تمہارا سب سے بلند و بالا رب"● تو گرفتار کیا اُس کو اللہ نے آخرت اور دُنیا کے عذاب میں●

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿٢٦﴾

بے شک اِس میں یقیناً سبق ہے اُس کے لیے جو ڈرے●

(پھر) ندا دی اُن کو خود ہی اور (پکارنے لگا، تو بولا کہ میں ہوں تمہارا سب سے بلند و بالا رب)۔

یعنی جو بت میری صورت پر ہیں سب خدا ہیں اور میں سب سے بڑا خدا ہوں۔

امام قشیری نے لطائف میں لکھا ہے کہ ابلیس یہ بات سنتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھ میں بھی یہ بات کہنے کی جرأت نہیں۔ میں نے آدم پر اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ کا دعویٰ کیا تھا مجھ پر یہ بلاء پہنچی، یہ

جوایسی ڈینگ ہانکتا ہے دیکھیے اِس کا کام کس خرابی کو پہنچے۔۔۔

(تو گرفتار کیا اُس کو اللہ) تعالیٰ (نے آخرت اور دُنیا کے عذاب میں)۔آخرت کا عذاب جلنا ہے اور دُنیا کا عذاب ڈوبنا ہے۔۔یا۔۔دوکلموں کے وبال میں اللہ تعالیٰ نے اُسے ماخوذ کیا۔ایک تویہی **اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى** ہے اور دوسرا کلمہ یہ ہے جو اُس نے کہا تھا کہ **مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِىْ**۔۔ یعنی میں نہیں جانتا تمہارے لیے کوئی خدا اپنے سوا۔۔۔اور اِن دونوں کلموں میں چالیس برس کا فرق تھا۔

شیخ رکن الدین علاء الدولہ قدس سرہ نے فرمایا کہ ایک وقت مجھ کو جوش ہوا،تو میں منصور حلاج کی زیارت کو گیا۔مراقبہ کیا تو اُن کی روح میں نے 'علیین' سے اعلیٰ مقام میں پائی،تو میں نے مناجات کی کہ خدایا یہ کیا حال ہے؟فرعون نے **اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى** کہا اور منصور نے **اَنَا الْحَقّ**۔دونوں نے ایک دعویٰ کیا،حسین حلاج کی روح 'علیین' میں ہے اور فرعون کی روح 'سجین' میں ہے،تو مجھ کو ندا پہنچی کہ فرعون خود بینی میں پڑا،بالکل اپنے ہی کو دیکھا مجھ کو گم کر دیا،اور حسین حلاج نے مجھی کو دیکھا اپنے کو گم کر دیا،تو اُن دونوں دعووں میں بہت فرق ہے۔

(بے شک اِس میں) یعنی فرعون کے پکڑنے میں **(یقیناً سبق ہے اُس کے لیے جو ڈرے)** اور نافرمانی سے پرہیز کر کے حکم مانے۔اے بعث وحشر کے منکرو!بتاؤ۔۔۔

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾

کیا تم لوگ زیادہ مضبوط ہو پیدائش میں،یا آسمان جسے گنبد بنایا اُس نے؟۔۔● ۔۔ بلند فرمایا اُس کی چھت کو،پھر سڈول کیا اُسے●

وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾

اور اندھیرا چھادیا اُس کی رات پر،اور برآمد کیا اُس کے روشن دن کو●

(کیا تم لوگ زیادہ مضبوط ہو پیدائش میں یا آسمان جسے گنبد بنایا اُس نے) تمہارے سر پر اور **(بلند فرمایا اُس کی چھت کو)**،یعنی اُس کی بلندی کی مقدار کو زمین سے بلند کیا۔**(پھر سڈول کیا اُسے)**،یعنی اُسے سیدھا اور برابر کر دیا بغیر کسی فتور اور قصور کے۔**(اور اندھیرا چھادیا اُس کی رات پر)**،یعنی اُس کی رات کو تاریک کر دیا **(اور برآمد کیا اُس کے روشن دن کو)**۔

رات دن کی اضافت آسمان کی طرف اِس جہت سے ہے کہ دن رات پیدا ہونے کا سبب آسمان کی گردش ہے۔ امام زاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ دُنیا میں رات دن آسمان کے سبب سے پیدا ہوتے ہیں اس وجہ سے کہ آسمان پر آفتاب اور ماہتاب پیدا ہیں۔

وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ﴿۳۱﴾

اور زمین کو اُس کے بعد بچھا دیا● برآمد کیا اس سے اِس کے پانی اور اِس کے چارے کو●

وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ﴿۳۲﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾

اور پہاڑوں کو گاڑ دیا● پونجی تمہارے لیے اور تمہارے چوپایوں کے لیے●

(اور زمین کو اُس کے بعد) یعنی آسمان پیدا کرنے کے بعد **(بچھا دیا)** اور پھیلا دیا۔

جمہور علماء اِس بات پر ہیں کہ زمین کی خلقت آسمان پیدا ہونے کے قبل ہے اور اِس کا بچھایا جانا آسمان پیدا ہونے کے بعد ہے۔

(برآمد کیا اُس سے) یعنی نکالا بچھائی ہوئی زمین سے **(اُس کے پانی)** کو چشمے اور نہریں جاری کر کے، **(اور اُس کے چارے کو)** زمین میں گھاس اُگنے کی جگہیں اور چراگاہ بنا کے۔ **(اور پہاڑوں کو گاڑ دیا)** زمین پر محکم اور پائدار کر دیا۔ اور یہ سب یعنی زمین کو بچھانا، پہاڑوں کا مضبوط جمانا اور چراگاہیں ظاہر کرنا، ہے **(پونجی تمہارے لیے اور تمہارے چوپایوں کے لیے)**۔۔ الغرض۔۔ یہ سب تمہارے ہی فائدہ کے واسطے ہیں۔

ان کے معاش کے بیان کے بعد اب ان کے معاد یعنی انجام آخرت کا ذکر شروع فرما دیا ہے۔۔ چنانچہ۔۔ ارشاد ہوتا ہے کہ۔۔۔

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾

تو جہاں آ گئی وہ بڑی مصیبت● جس دن یاد کرے گا انسان جس کی کوشش کرتا رہا●

وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ

اور ظاہر کر دی گئی دوزخ ہر اُس کے لیے جو دیکھے● تو جس نے سرکشی کی تھی● اور اختیار کیا تھا

الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۳۹﴾

دُنیاوی زندگی کو● تو بے شک جہنم ہی اُس کا ٹھکانہ ہے●

(تو جہاں آگئی وہ بڑی مصیبت) جو قیامت کی سب بَلاؤں سے زیادہ سخت ہوگی۔ اور وہ وہ
اعت ہے کہ دوزخیوں کو دوزخ کی طرف ہنکائیں گے اور جنتیوں کو جنت میں پہنچائیں گے۔ اُس
ت ہوگا جو کچھ ہوگا، (جس دن یاد کرے گا انسان جس کی کوشش کرتا رہا)، یعنی نامہ ءاعمال اُس کے
نھ میں دیں گے کہ پڑھے۔ (اور ظاہر کردی گئی دوزخ ہر اُس کے لیے جو دیکھے)، یعنی اس طرح
زخ ظاہر کی جائے گی کہ جو بینائی والا ہے وہ دیکھے۔ (تو جس نے سرکشی کی تھی اور اختیار کیا تھا دُنیاوی
ندگی کو)، یعنی جو حد سے گزر گیا اور ایمان نہیں لایا، اور دُنیا ہی میں الجھ کے رہ گیا اور راہِ آخرت پر چلنا
ول گیا، اور اپنی آخرت کے درست کرنے کا خیال بھی نہیں کیا، اسی لیے ایسے اعمال انجام ہی نہیں
یئے جو آخرت کی صلاح وفلاح کے باعث ہوں، (تو بے شک جہنم ہی اُس کا ٹھکانہ ہے) اور دوزخ
ں اُس کے رہنے کی جگہ ہے۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿٤٠﴾

لیکن جو ڈرا کیا اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کو اور روکا کیا نفس کو ہوائے نفس سے●

فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰى ﴿٤١﴾

تو بلاشبہ جنت ہی اُس کا ٹھکانہ ہے●

(لیکن جو ڈرا کیا اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کو) عتاب اور عرض کے موقف میں،
(اور روکا کیا نفس کو ہوائے نفس سے)، یعنی روکتا رہا اور منع کرتا رہا اپنے نفس کو اُس کی حرام اور ناشائستہ
تمناؤں اور آرزوؤں سے، (تو بلاشبہ جنت ہی اُس کا ٹھکانہ ہے) اور اُس کے آرام کی جگہ ہے۔

فصول میں ہے کہ یہ آیت اُس کی شان میں ہے جو خلوت میں گناہ کا قصد کرے اور اُس
پر قادر ہو اور نفس کے خلاف کر کے خدا سے ڈرے اور اُس کام سے باز رہے۔ اِس سے پہلی
آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقوع کے امکان پر دلائل قائم فرمائے تھے، پھر اللہ
تعالیٰ نے قیامت کے وقوع کی خبر دی، پھر قیامت کے دن رونما ہونے والے ہولناک اور
دہشت ناک مناظر بیان فرمائے، پھر قیامت کے دن مؤمنوں اور کافروں کے انجام کی
خبر دی اور اُس کے بعد اب 'النزعت' آیت ۴۲ میں فرمایا ہے کہ یہ لوگ آپ سے قیامت کے
متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟۔۔ چنانچہ۔۔ اُے محبوب!۔۔۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ﴿۴۲﴾ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴿۴۳﴾

پوچھتے ہیں تم سے قیامت کے بارے میں کہ "کب ہے اُس کا کھڑا ہونا؟" ● کیا غرض تمہیں اُس کے بتانے سے ●

اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴿۴۴﴾

تمہارے رب کی طرف اُس کا انجام کار ●

(پوچھتے ہیں تم سے قیامت کے بارے میں کہ "کب ہے اُس کا کھڑا ہونا؟" ● کیا غرض تمہیں اُس کے بتانے سے)۔ یعنی آپ کا اُس ذکر سے کیا تعلق ہے، آپ کے فریضۂ نبوت میں قیامت کا وقت بتانا نہیں ہے بلکہ اُن عقائد واعمال کو اپنانے کی دعوت دینا ہے جو قیامت کے عذاب سے بچانے والے ہیں۔ آپ کا یہ بھی منصب نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے پوچھ کر بتائیں کہ قیامت کب واقع ہوگی کیوں کہ ہے (تمہارے رب کی طرف اُس کا انجام کار)، یعنی قیامت کے وقوع کے علم کی انتہا اللہ تعالیٰ پر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے کسی کو اُس کے وقوع کا علم نہیں دیا۔

واضح رہے کہ ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو قیامت کے وقوع کی خبر نہیں دی تھی، پھر بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اُس کے وقوع کا علم عطا فرما دیا۔ مگر چونکہ اُس کی حکمتِ بالغہ یہی تھی کہ قیامت جس پر آئے اچانک آئے، تو اُس کے بتانے کو رسولِ کریم کے فریضۂ نبوت میں نہیں رکھا بلکہ کسی کو اُس کے وقوع کی خبر نہ دینا آپ پر لازم فرما دیا تا کہ قیامت حکمِ قرآنی کے مطابق جس پر آئے اچانک ہی آئے۔ نبی کریم قرآن کریم کی تصدیق فرمانے والے ہیں نہ کہ تکذیب کرنے والے۔ مذکورہ تفصیل کی روشنی میں آیتِ کریمہ کا مطلب یہ ہوا کہ قیامت کے وقوع کے علمِ ذاتی کی انتہا اللہ تعالیٰ پر ہے۔

تو اَے محبوب! آپ لوگوں کو قیامت کے وقوع کا وقت بتانے کے لیے نہیں مبعوث کیے گئے ہیں۔۔ بلکہ۔۔

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ﴿۴۵﴾ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا

تم ڈرسنا دینے والے ہی ہو، جو اُسے ڈرے ● گویا وہ لوگ جس دن دیکھیں گے اُسے،

اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴿۴۶﴾ ع

تو نہیں ٹھہرے تھے دُنیا میں مگر ایک شام، یا اُس کے دن چڑھے تک ●

(تم ڈر سنادینے والے ہی ہو جو اُسے ڈرے)، یعنی آپ کو اِس لیے بھیجا گیا ہے کہ آپ
لوں کو آخرت کے عذاب سے ڈرائیں اور آپ کا عذاب سے ڈرانا اس پر موقوف نہیں ہے کہ آپ کو
امت کے وقوع کا علم ہو۔ رہ گئی یہ بات کہ آپ ڈرنے والوں کو ڈرانے آئے ہیں تو اِس کا مقصد
رف یہ ظاہر کرنا ہے کہ اَے محبوب! اگرچہ آپ سارے عالَم کے لیے نذیر ہیں اور سبھی کو ڈرانے والے
ں، مگر آپ کے ڈرانے سے وہی لوگ خاطر خواہ فائدہ حاصل کر سکیں گے جو خشیتِ الٰہی اور خوفِ
راوندی والے ہیں۔

رہ گئے وہ لوگ جنہوں نے عذاب سے اِنکار کیا تھا، جب اُن کو اُس عذاب میں مبتلا کیا جائے
، تو اُن کو یوں محسوس ہوگا کہ وہ ہمیشہ اِسی عذاب میں رہے ہیں اور دُنیا میں تو اُنہوں نے صرف دن کا
وڑا سا وقت گزارا تھا۔ چنانچہ۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ (گویا وہ) مکہ کے (لوگ) جنہوں نے قیامت
کے آنے کا وقت پوچھا تھا (جس دن دیکھیں گے اُسے تو) محسوس کریں گے کہ (نہیں ٹھہرے تھے دُنیا
ں مگر ایک شام۔۔یا۔۔اُس کے دن چڑھے تک)، یعنی اُس روز کی ہَول سے اپنی زندگی کی مدت بھول
ئیں گے اور ایسا سمجھیں گے کہ دُنیا میں نہ رہے تھے مگر ایک شام۔۔یا۔۔صبح۔

اختتام سورہ النازعات ۔۔۔ ﴿ ۵/ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۲۲/اکتوبر ۲۰۱۲ء، بروز دوشنبہ ﴾ ۔۔

۔۔ ﴿ ۶/ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۲۳/اکتوبر ۲۰۱۲ء، بروز سہ شنبہ ﴾ ۔۔

سُوْرَۃُ عَبَسَ

سُوْرَۃُ عَبَسَ ۸۰ مَکِّیَّۃٌ ۲۴ — اٰیَاتُهَا ۴۲ رُکُوْعُهَا ۱

سورۂ عبس ۔۔۸۰ مکیہ ۲۴ — آیا تہا ۴۲ ۔۔رکوعہا ۱

روایت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم آنحضرت ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوئے،
اور آنحضرت ﷺ رؤسائے قریش کو دعوتِ اسلام کرنے میں مشغول تھے۔ عبداللہ ابن مکتوم
کو نابینا ہونے کے سبب سے یہ حال معلوم نہ ہوا کہ آپ کے پاس کوئی بیٹھا ہے اور آپ
اُس سے باتوں میں مشغول ہیں۔ آتے ہی بات کاٹ دی، آنحضرت ﷺ بات کاٹ دینے
سے رنجیدہ اور چیں بجبیں ہوئے اور عبداللہ کی طرف سے منہ پھیرلیا، تو حضرت جبرائیل
آیت لے کر حاضر ہو گئے۔ یہی اِس سورہ کی شانِ نزول ہے۔

اِس کا نام اِسی سورہ کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ اِس سے پہلی والی 'سورہ النازعات' کا مرکزی مضمون قیامت ہے، اور اِس سورہ کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ قرآن سراپا تذکرہ ہے، جس کا ایک کام اعمال کی جزا اور سزا اور قیامت کا تذکرہ بھی ہے۔ اور اِس تقریب سے قیامت کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے۔ اِن دونوں سورتوں کا یہ ربط ایک طرف بڑا گہرا ہے، دوسری طرف بڑے حقائق و معارف کا حاصل ہے۔ ایسی سورتِ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

عَبَسَ وَ تَوَلّٰۤی ﴿۱﴾ اَنۡ جَآءَہُ الۡاَعۡمٰی ﴿۲﴾

تیوری چڑھائی اور رخ پھیرلیا• کہ آگیا اِن کے پاس ایک نابینا•

(تیوری چڑھائی اور رخ پھیرلیا) اِس سبب سے (کہ آگیا اُن کے پاس ایک نابینا)، یعنی عبداللہ ابن ام مکتوم۔

اُن کے نابینا ہونے کا ذکر کرنا رسول اللہ ﷺ کی بات کاٹ دینے میں اُن کا عذر ظاہر فرماتا ہے۔ اِس ارشاد میں بظاہر 'عتاب' محسوس ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ زجر و توبیخ کے معنی میں 'عتاب' نہیں بلکہ بڑے پیار کے ساتھ 'ایک نصیحت' ہے، اس لیے کہ نبی کریم نے کوئی ایسا 'عمل' نہیں کیا تھا جو آپ کی 'شانِ نبوت' کے خلاف ہو۔ آپ رؤسائے قریش کو دعوت دینے میں اپنا فریضۂ نبوت ہی اَدا کر رہے تھے اور قریش کے ایسے سرداروں سے محوِ گفتگو تھے جن کی مخالفت سے اسلام کی اشاعت میں دشواری ہو رہی تھی، اس لیے آپ انہیں بار بار سمجھایا کرتے تھے۔

ایک دن اُنہیں سمجھا رہے تھے کہ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم حاضر ہوئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! مجھے تعلیم دیجیے۔ یہ بات انہوں نے کئی بار کہی۔ ظاہر ہے کہ یہ طریقہ آدابِ گفتگو کے خلاف ہے۔ تہذیبِ کلام یہ نہیں ہے کہ آدمی اپنی ہی کہے جائے اور مخاطب کے

احوال وظروف کا لحاظ نہ رکھے۔اور یہ تو نہایت نامناسب ہے کہ آدمی کسی سے بات کررہا ہے اور کوئی دوسرا شخص اثنائے کلام میں اپنی بات چھیڑ کر سلسلۂ کلام کاٹ دے۔

یہاں حضرت ابن ام مکتوم سے یہی غلطی ہوگئی ہے جس پر حضور ﷺ کی برہمی ایک قدرتی بات ہے، لیکن یہ آپ کا 'خلقِ عظیم' ہے کہ آپ نے اُن کو ایک حرف بھی نہیں کہا۔ پس چہرۂ مبارک پر برہمی کے آثار ظاہر ہوئے جس کا تذکرہ پہلی آیت میں ہے اور اس میں آپ کے اسی 'خلقِ عظیم' کی طرف اشارہ ہے۔اور جو اُن کی طرف ملتفت نہ ہوئے اور صنادیدِ قریش ہی کی طرف ملتفت رہے، اُس میں آپ کی مجبوری کو تیسری آیت میں بیان کردیا گیا ہے کہ آپ کو معلوم نہ تھا کہ اگر اُس صحابی کو اُس وقت تعلیم دی جائے گی تو سدھر کر نکھر جائے گا، ورنہ آپ ضرور ملتفت ہوتے۔

لیکن چونکہ مستقبل میں یہی ہوگا کہ صنادید قریش اپنی ضد اور کفر پر جمے رہیں گے اور جاں نثار صحابہ آپ کی تعلیم وارشاد سے نکھرتے جائیں گے، اس لیے اللہ پاک اِس پورے واقعہ کو بیان فرما کر بڑے پیار سے آپ کو نصیحت فرماتا ہے کہ دیکھئے اب ایسا نہ کیجیے گا کہ صنادیدِ قریش ہی کو سمجھانے میں رہ جائیں بلکہ جاں نثاروں پر زیادہ توجہ کیجیے۔

جہاں تک صنادیدِ قریش کو سمجھانے کا کام ہے وہ تو قرآن خود کررہا ہے کہ قرآن تو سراپا تذکرہ ہے۔ اب جس کا جی چاہے اُس کو ذہن نشین کرے اور یاد رکھے۔۔الحاصل۔۔اگر آپ کا کوئی جاں نثار تعلیم کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہو تو آپ اُس پر خاص توجہ فرمائیں۔۔۔

وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكَّىٰ ﴿٣﴾ أَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنفَعَهُ الذِّكْرَىٰ ﴿٤﴾ أَمَّا مَنِ اسْتَغْنَىٰ ﴿٥﴾

اور تمہیں کیا اٹکل کہ وہی پاکیزہ ہوجائے۔ یا نصیحت لے، تو فائدہ دے اُسے نصیحت۔ لیکن جس نے بے پرواہی برتی۔

فَأَنتَ لَهُ تَصَدَّىٰ ﴿٦﴾ وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا يَزَّكَّىٰ ﴿٧﴾ وَأَمَّا مَن جَاءَكَ

تو تم اُس کے لیے متوجہ ہوئے۔ حالانکہ تمہارا کوئی نقصان نہیں اِس میں کہ وہ پاکیزہ نہ بنے۔ لیکن جو آیا تمہارے پاس

يَسْعَىٰ ﴿٨﴾ وَهُوَ يَخْشَىٰ ﴿٩﴾ فَأَنتَ عَنْهُ تَلَهَّىٰ ﴿١٠﴾

دوڑتا ہوا۔ اور وہ ڈر رہا ہے۔ تو تم اُس کو ٹال کر اوروں سے مصروف رہے۔

(اور) یہ اس لیے کہ (تمہیں کیا اٹکل کہ وہی پاکیزہ ہوجائے) گناہوں سے (یا نصیحت لے تو

فائدہ دے اُسے) تیرا (نصیحت) کرنا، (لیکن جس نے بے پرواہی برتی) اور بار بار نصیحت کرنے کے باوجود ایمان نہیں لایا، (تو) اس کے باوجود (تم اُس کے لیے متوجہ ہوئے) اس کے ایمان کے حرص پر کہ شاید وہ ایمان لائے۔ (حالانکہ تمہارا کوئی نقصان نہیں اُس میں کہ وہ پاکیزہ نہ بنے)۔ یعنی نہیں ہے تم پر وبال اِس کا کہ وہ بے پروا پاک نہ ہوا اسلام قبول کر کے، اس واسطے کہ تم پر فقط حکم پہنچا دینا ہے بس۔ (لیکن جو آیا تمہارے پاس دوڑتا ہوا) تعلیم کی طلب میں، یعنی عبداللہ ابن ام مکتوم (اور وہ ڈر رہا ہے) خدا سے۔۔یا۔۔ تیرے پاس آنے کی وجہ سے کافروں کی ایذاء سے، (تو تم اُس کو ٹال کر اوروں سے مصروف رہے)۔اب آئندہ۔۔۔

كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿۱۱﴾

ایسا ہرگز نہ ہو، بے شک یہ آیتیں نصیحت ہیں●

(ایسا ہرگز نہ ہو) ورنہ جو مستفید ہوسکتا ہے وہ رہ جائے گا۔ لہٰذا تعلیم وتربیت میں اغنیاء اور فقراء، اور اپنے پرائے کے درمیان کوئی تفریق نہ کی جائے۔

اِس فرمان میں غرباءِ امت کے لیے بے حد تسلی اور حوصلہ افزائی ہے۔ روایت ہے کہ جب حضرت جبرائیل یہ آیتیں پڑھتے تھے تو آپ کا چہرۂ مبارکہ متغیر ہوتا تھا۔ لباب میں لکھا ہے کہ اس سرو جویبارِ رسالت کی نرگس ایک ساعت بے آب وتاب ہوگئی، یعنی جہان آپ کی نگاہ میں تیرہ وتار ہوگیا کہ آپ چلتے تھے اور راہ نظر نہ آتی تھی، اور قریب تھا کہ چہرۂ مبارک کا رنگ مکہ معظمہ کی دیواروں کو مشرف فرمائے۔

امام زاہد نے فرمایا کہ حضرت سید عالم ﷺ عبداللہ ابن ام مکتوم کے پیچھے گئے اور اُن کو پھیر کر مسجد میں پھر لائے اور اپنی چادرِ مبارک بچھادی اور اُن کا دل خوش کیا اور اُن کو اپنی چادر پر بٹھایا اور پھر جب کبھی آپ اُن کو دیکھتے تو اُن کا لحاظ کرتے اور فرماتے کہ "مرحبا اُس شخص کو کہ عتاب کیا مجھے اُس کے باب میں میرے رب نے۔" اور جہاد میں جاتے وقت دُو بار آپ نے مدینہ منورہ میں اُن کو اپنا خلیفہ کیا۔

اور جاننا چاہیے کہ یہ صورت جو واقع ہوئی آنحضرت ﷺ سے خطا نہ تھی، اس واسطے کہ حکم اجتہاد سے آپ نے یہ کام کیا تھا اور آپ کی کراہت ابن ام مکتوم کے سوءِ ادب سے تھی کہ اُنہوں نے آپ کی بات کاٹ دی، مگر نابینا ہونے کے سبب سے وہ معذور تھے۔

--الحاصل--اَے محبوب! حق یہ ہے کہ---(بے شک یہ) قرآنی (آیتیں) تو خود ہی تذکرہ اور (نصیحت ہیں)۔ان کے بعد آپ ان کفار کو اتنا سمجھانے کی کاوش نہ کیجیے۔اب---

فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿۱۲﴾ فِیْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿۱۳﴾ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿۱۴﴾

تو جس نے چاہا اُس نے نصیحت پائی--●-- صحیفوں میں جو باعزت● بلند رتبہ نہایت پاک ہیں●

بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ ﴿۱۵﴾ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ﴿۱۶﴾

ہاتھوں سے لکھے● بزرگ نیک لکھنے والوں کے●

(تو) یہی بات ہے کہ (جس نے چاہا اس سے نصیحت پائی)۔حکم ازلی میں اگر قرآن سے نصیحت پکڑنا اُن کے مقدر ہوگا تو یہ خود نصیحت حاصل کرلیں گے، آپ اُن کی ہدایت کے تعلق سے زیادہ فکرمند نہ ہوں۔ یہ نصیحتیں لکھی گئی ہیں اُن (صحیفوں میں جو باعزت) ہیں خدا کے نزدیک، اور (بلند رتبہ) اعلیٰ قدر اور سب عیبوں سے (نہایت پاک ہیں)، جو (ہاتھوں سے لکھے● بزرگ نیک لکھنے والوں کے)۔یعنی اُن صحیفوں کو 'لوح محفوظ' سے لکھنے والے فرشتے ہیں جو بزرگ ہیں خدا کے نزدیک --یا--وہ فرشتے کریم اور مہربان ہیں مؤمنوں پر کہ اُن کے واسطے استغفار کرتے ہیں۔

سابقہ آیات میں حضرت ابن ام مکتوم والا واقعہ بیان فرما کر آنحضرت ﷺ کو نصیحت فرمائی گئی تھی کہ صنادید قریش کو اتنا سمجھانے کی کاوش نہ کیجیے بلکہ اُن کے مقابل مخلص صحابی کی طرف التفات کیجیے۔اور اب اگلے ارشاد میں صنادید قریش کی کافرانہ روش دکھا کر انہیں دعوتِ فکر دی جارہی ہے کہ یہ کتنی بڑی احسان فراموشی ہے کہ انسان اپنے خالق و مالک کو بھول جائے--چنانچہ--ارشاد ہوتا ہے---

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَاۤ اَكْفَرَهٗ ﴿۱۷﴾ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ ﴿۱۸﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ

غارت ہوا ایسا آدمی، کتنا بڑا ناشکرا ہے● کس چیز سے پیدا فرمایا اُسے● ایک قطرہ سے پیدا فرمایا اُسے۔

خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَهٗ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿۲۱﴾

پھر اندازہ کے موافق بنایا● پھر راہ کو آسان کردیا اُسے● پھر موت دی اُس کو، پھر قبر پہنچایا اُسے●

(غارت ہوا ایسا آدمی) جو (کتنا بڑا ناشکرا ہے) کہ یہ بھی خیال نہیں کرتا کہ حق تعالیٰ نے (کس چیز سے پیدا فرمایا اُسے● ایک قطرہ) آبِ منی (سے)، تو پانی کی ایک بوند سے (پیدا فرمایا

اُسے۔ پھر) اُس کے وجود کی ہر چیز کو (اندازہ کے موافق بنایا) یعنی ہر چیز کو مناسب مقدار اور تناسب سے رکھا جو حالت اور ضرورت کے مطابق ہے۔ (پھر) بالیدگی، زندگی اور انسانیت کی (راہ کو آسان کر دیا اُسے) کہ پیدا ہوا اور نشو ونما پائی یہاں تک کہ اپنی عمر کو پہنچا۔ (پھر موت دی اُس کو) اُس کی انتہائے عمر میں۔ (پھر قبر پہنچایا اُسے) اور قبر میں رکھوا دیا اور اِس طرح عالَمِ برزخ میں پہنچا دیا۔

ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴿۲۲﴾ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾

پھر جب مشیت ہوئی، تو اٹھایا اُس کو● ہرگز نہ ہوا کہ پورا کر دے جس کا حکم ہوا اُسے●

(پھر جب مشیت ہوئی تو اُٹھایا اُس کو)۔ یعنی پھر جب چاہے گا زندہ کرے گا اُسے اور یہ زندہ کرنے کا وقت اُس کی مشیت سے متعلق ہے۔ (ہرگز نہ ہوا کہ پورا کر دے جس کا حکم ہوا اُسے)۔ یعنی اُس کافر انسان نے ہرگز سوچ سمجھ سے کام نہیں لیا، اللہ نے اُسے جو حکم دیا اب تک اس کی تعمیل نہ کی اور عہدِ میثاق وفا نہ کیا اور ایمان اور طاعت کا حکم نہ مانا۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ سب آدمی مراد ہیں اس واسطے کہ کسی آدمی نے احکام الٰہی کے حقوق کماحقہٗ نہیں ادا کیے اور نہ ادا کر سکتا ہے۔

ذرا سوچو جو ایسا خالق و مالک ہو کہ موت وحیات سب اُس کے ہاتھ میں ہے، اشارہ کیا تو انسان پیدا ہو گیا، اور اشارہ کیا تو موت طاری ہو گئی، اب اگر انسان اُس کے احکام سے سرتابی کرے تو کیسی کور بختی اور کفر نگاہی ہے؟ ۔۔۔ ارشادِ خداوندی ہے کہ اگر خدائی قدرت وحکمت کے جلوے دیکھنے ہیں۔۔۔

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا

تو انسان کو چاہیے کہ اپنی غذا کی طرف نظر کرے● کہ بے شک ہم نے ڈالا پانی کو خوب● پھر ہم نے شق کیا

الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿۲۸﴾ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿۲۹﴾

زمین کو اچھی طرح● پھر ہم نے اُگایا اس میں دانہ● اور انگور اور سبزیاں● اور زیتون اور کھجور●

وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿۳۱﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۲﴾

اور گنجان باغ● اور میوہ اور گھاس● فائدے کو تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے●

(توانسان کو چاہیے کہ اپنی غذا کی طرف) نگاہِ عبرت سے **(نظر کرے)** اور دیکھے تو، کہ کس طور پر کھانا پیدا کیا جاتا ہے۔ اُسے صاف نظر آئے گا **(کہ بے شک ہم نے ڈالا پانی کو خوب)**، یعنی خوب ہی پانی برسایا۔ **(پھر ہم نے شق کیا زمین کو اچھی طرح)** اور طرح طرح کی چیزیں اُس میں اُگائیں ۔۔الحاصل۔۔ **(پھر ہم نے اُگایا اُس میں دانہ)** گیہوں، جَو اور اُس کے مثل، **(اور انگور اور سبزیاں)** اور پھل سیب وغیرہ، **(اور زیتون اور کھجور)** کے درخت، **(اور گنجان باغ)** چہار دیواری کھنچے ہوئے بہت سے بڑے بڑے درختوں والے، **(اور میوہ)** تَر اور خشک **(اور گھاس)** یعنی چراگاہ۔ یہ سب ہم نے کیا **(فائدے کو تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے)**۔

سابقہ آیات میں معاش کا بیان تھا اور اب آگے معاد کا بیان ہے۔ قرآن کریم کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ معاش کے ساتھ معاد کا بھی ذکر کرتا ہے۔ کائناتی علوم معاش ہی تک رہ جاتے ہیں معاد کی طرف رہنمائی نہیں کرتے، جس کی وجہ سے تعلیم میں بڑا خلا رہ جاتا ہے۔

معاش کے مسائل انسان خود اپنی عقل وفکر سے حل کرسکتا ہے اور کرتا ہی رہتا ہے، اس لیے معاش کے باب میں قرآنِ مجید انسان کی عقل وفہم کو بیدار کر کے کام میں لگا دیتا ہے اور اُس کی فنی تفصیل خود انسانی عقل ودانش کے حوالے کر کے وہ ہدایات دیتا ہے جو انسان کو معاشی معاملات میں خداترس اور نیک کردار بنائے رکھیں، باقی تمام توجہ معاد کی طرف مبذول کرتا ہے کیونکہ انسان اپنی عقل وفہم سے اُس کی تفصیل کا علم حاصل کرنے کی کوئی روشنی رکھتا ہی نہیں، اِس کو تو صرف وحی الٰہی بیان کرتی ہے۔

قرآنِ مجید کا نزول بالخصوص انہیں امور کے بیان کے لیے اور انسانیت کی تعمیر کے لیے ہوا ہے، اصالۃً اُن باتوں کو بیان کرنے کے لیے نہیں ہوا ہے جن کو انسان کی دانش وفکر بحسن وخوبی سمجھتی ہے اور اپنے ریسرچ اور تحقیق سے اُس کے مستقل فن بنا سکتی ہے ۔۔الختصر۔۔ قرآنِ کریم کے نزول کا اولین مقصد یہ ہے کہ جن 'حقائقِ الٰہیہ' تک انسانی عقل وادراک کی رسائی نہیں اُن کا علم عطا فرمائے، اور اس کے ذریعہ انسان کو خداترس اور پاکباز بنائے ۔۔نیز۔۔ خداترس اور پاکبازی کی مکمل تعلیم دے کر انسانیت کو اعلیٰ ترین بلندی پر پہنچادے، یہی ہے قرآنِ مجید کا نصب العین۔ تو اگلی آیات میں معاد کا بیان ہے اور اسلوبِ بیان اتنا پیارا ہے کہ جو شخص معاصی اور خدا کی نافرمانی میں بالکل بے باک اور نڈر ہے، وہ بھی سوچ سمجھ کے پڑھے تو اس میں بھی اللہ کا ڈر پیدا ہوجائے، زندگی کے لیل ونہار بدلنے لگیں اور

خدا ترس اور پاکباز بن کر اعلیٰ ترین انسانوں کے مقام پر پہنچ جائے۔

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿۳۵﴾

تو جب آپہنچی کان پھوڑ دینے والی چنگھاڑ● جس دن کہ بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے● اور اپنی ماں سے، اور اپنے باپ سے●

وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿۳۶﴾

اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے●

(تو جب آپہنچی کان پھوڑ دینے والی چنگھاڑ) یعنی ایسی سخت آواز کہ جو سنے گا بہرا ہو جائے گا۔۔۔ اِس سے دوسری بار صور پھونکنا مراد ہے۔۔۔ جب یہ آواز آئے گی تو دیکھو گے بہت ہَولیں اور شدتیں۔ وہ دن **(جس دن کہ بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے)** باوجود موانست اور مہربانی کے، **(اور اپنی ماں سے)** باوصف اِس کے کہ اُس کے حق بہت ہیں، **(اور اپنے باپ سے)** باوصف اِس کے کہ اُس کی شفقت اور مہربانی کا جوش اپنے اوپر دیکھا ہے، **(اور اپنی بیوی سے)** باوجود اِس بات کے کہ وہ اُس کی مونس تھی، **(اور اپنے بیٹوں سے)** باوجود اِس خیال کے کہ یہ ہمارے معین اور مددگار ہیں۔

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿۳۷﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾

ہر ایک آدمی کو اُن میں سے اُس دن ایک حال ہے، جو بس ہے اُس کے لیے● کتنے چہرے اُس دن روشن●

ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾

ہنستے ہوئے خوش خوش ہیں● اور کچھ منہ اُس دن ہیں جن پر گرد وغبار ہے● چڑھ رہی ہے اُن پر سیاہی●

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾

وہی ہیں کافر بدکار●

(ہر ایک آدمی کو اُن) اہلِ قیامت **(میں سے اُس دن ایک حال ہے جو بس ہے اُس کے لیے)**، جو اُسے دوسروں کے کام سے باز رکھے گا۔ اُس وقت نفسی نفسی کا عالم ہوگا، ہر شخص اپنے حال میں ایسا مشغول ہوگا کہ اس میں دوسروں کا حال دیکھنے اور سمجھنے کی سُدھ ہی نہ رہے گی۔ سچے مؤمن میں تین باتیں ضروری ہوتی ہیں: ﴿۱﴾۔۔ایمان، ﴿۲﴾۔۔عبادت گزاری، ﴿۳﴾۔۔گناہ سے اجتناب۔

تو قیامت کا دن وہ دن ہوگا کہ (کتنے چہرے اُس دن روشن) ہوں گے، یہ ایمان کا اثر ہے۔ اور کتنے چہرے (ہنستے ہوئے) ہوں گے، یہ عبادت کا اثر ہے۔ اور صاف نظر آئے گا کہ وہ (خوش خوش ہیں)، یہ گناہوں سے اجتناب کا اثر ہے۔

کافر میں دو باتیں ضرور ہوتی ہیں: ﴿۱﴾۔۔عقیدہ میں کفر۔ ﴿۲﴾۔۔عمل میں فجور۔ قیامت میں اِن دونوں کا اثر کفار کے چہروں پر ظاہر ہو جائے گا، (اور) اِسی لیے (کچھ منہ اُس دن ہیں جن پر) ذلت وفسق وفجور کی (گرد وغبار ہے)۔ اور اُن کا حال یہ ہوگا کہ (چڑھ رہی ہے اُن پر) کفر کی (سیاہی)۔ اور ایسا کیوں نہ ہو؟ اس لیے کہ (وہی ہیں کافر بدکار)، جھوٹے زیاں کار، تباہ کار بدکردار۔

اختتام سورہ عبس ۔۔۔ ﴿ ۷/ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۲۴/اکتوبر ۲۰۱۲ء، بروز چہار شنبہ ﴾ ۔۔

۔۔ ﴿ ۱۳/ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۳۰/اکتوبر ۲۰۱۲ء، بروز سہ شنبہ ﴾ ۔۔
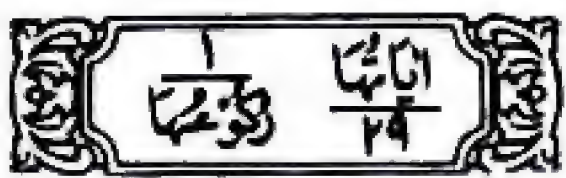
سُوْرَةُ التَّكْوِيْر

سورۃ التکویر۔۔۸۱ مکیہ ۷ — آیاتہا ۲۹۔۔رکوعہا ۱

تکویر **كُوِّرَتْ** کا مصدر ہے جو اِسی سورت کی پہلی آیت میں مذکور ہے، اِسی لیے اِس کو "سورہ تکویر" کہتے ہیں۔ اِس سے پہلے 'سورہ عبس' کے آخر میں قیامت اور احوالِ قیامت کا بیان ہے، اور اِس سورہ کی ابتداء بھی قیامت کے تذکرے سے ہو رہی ہے، اِس طرح دونوں سورتیں باہم خوب مربوط ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ اگر کسی کو خواہش ہو کہ روزِ قیامت کو یہیں سے دیکھ لے، یعنی اُس کے احوال وواقعات کا ایسا علم حاصل کر لے کہ گویا وہ اُس کو دیکھ رہا ہے، تو وہ **اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ**، **اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ** اور **اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ** کو پڑھ لے۔

یعنی اِن تین سورتوں میں قیامت کا ایسا منظر دکھایا گیا ہے کہ اُن کو بغور پڑھنے والے کی نگاہوں کے سامنے قیامت کا نقشہ آ جاتا ہے۔ ایسی چشم کشا اور بصیرت افروز سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ ۞ وَاِذَا النُّجُوۡمُ انْكَدَرَتۡ ۞ وَاِذَا الۡجِبَالُ
جب سورج لپیٹ دیا گیا● اور جب تارے جھڑ گئے● اور جب پہاڑ
سُيِّرَتۡ ۞ وَاِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ ۞
چلائے گئے● اور جب دس مہینہ کی گابھن اونٹنیاں آزاد چھوڑ دی گئیں●

(جب سورج لپیٹ دیا گیا)، یعنی بساطِ آفاق سے اُس کے نور کا انبساط، یعنی پھیلنا زائل ہو گیا۔ (اور جب تارے جھڑ گئے)، یعنی نیچے گر پڑے۔۔یا۔۔بے نور ہو گئے۔ (اور جب پہاڑ چلائے گئے)، یعنی زمین سے اکھڑ کر فضا میں اُڑنے لگے۔ (اور جب دس مہینہ کی گابھن اونٹنیاں آزاد چھوڑ دی گئیں)، یعنی عرب کے نزدیک اُن کا جو قیمتی اور محبوب مال ہے اُن کا بھی کوئی پرسانِ حال نہیں رہ گیا اور اُن کا بھی کوئی خیال کرنے والا نہ رہا۔ الغرض۔۔سب کے سب اپنے پسندیدہ، محبوب اور قیمتی مال کی طرف بھی توجہ دینے سے عاجز ہو گئے، اور کسی کو اُن کی بھی سدھ نہ رہی اور وہ بدحواسی میں اِدھر اُدھر بھاگنے لگیں۔ اور کوئی اُن کی خبر لینے والا نہ رہا۔

وَاِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ ۞ وَاِذَا الۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ ۞
اور جب کہ وحشی جانور اکٹھا کیے گئے● اور جب سمندر بھڑکایا گیا●
وَاِذَا النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ ۞
اور جب جانیں جوڑی گئیں●

(اور جب کہ وحشی جانور اکٹھا کیے گئے)۔ آج شیر بکری اکٹھا نہیں بیٹھتے لیکن قیامت شروع ہوتے ہی وہ بدحواسی ہوگی کہ دونوں اپنی فطرت بھول جائیں گے اور اس طرح یہ جنگلی جانور اکٹھا ہو جائیں گے۔ یہ شدید بدحواسی کا ظہور ہے۔ (اور جب سمندر بھڑکایا گیا)، یعنی اُن کا پانی آگ اور بھاپ

میں تبدیل کر دیا گیا۔ (اور جب جانیں جوڑی گئیں)، یعنی جب جسم و جان کا پیوند پھر لگا دیا گیا۔
اِس کا مفہوم یہ ہے کہ مُردوں کا جسم پھر بنا دیا جائے گا اور اُن میں جان ڈالی جائے گی
۔۔یا۔۔ ہر ایک کو اُس کے مثلوں کے ساتھ ملا دیا جائے گا، جیسے صالح کو صالح کے ساتھ۔۔
اور۔۔ بدکار کو بدکار کے ساتھ۔۔یا۔۔ مؤمنوں کو 'حور عین' کے ساتھ اور کافروں کو شیاطین کے ساتھ۔

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ﴿۸﴾ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ﴿۹﴾

اور جب زندہ درگور لڑکی پوچھی گئی ● "کہ کس گناہ میں قتل کی گئی ہے؟" ●

(اور جب زندہ درگور لڑکی پوچھی گئی ● کہ کس گناہ میں قتل کی گئی ہے؟) یعنی اُن کے قاتلوں سے اُن کا حال پوچھیں گے کہ کس گناہ میں مار ڈالی گئیں۔
زمانۂ جاہلیت میں اکثر عرب کی عادت یہ تھی کہ مفلسی کے خوف سے۔۔یا۔۔ ننگ و عار کے مارے لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے، تو حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اُن کے قاتلوں سے سوال کریں گے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ لڑکی سے پوچھیں گے کہ تُو کیوں قتل کی گئی، اور اس سوال سے فائدہ یہ ہے کہ لڑکی جواب دے کہ مجھ کو بے گناہ قتل کیا ہے تاکہ اُس کا قاتل شرمندہ اور لاجواب ہو جائے۔

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ﴿۱۰﴾ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ﴿۱۱﴾ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ﴿۱۲﴾

اور جب اعمال نامے کھول دیے گئے ● اور جب آسمان کی کھال کھینچی گئی ● اور جب جہنم بھڑکائی گئی ●

وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ﴿۱۳﴾

اور جب جنت نزدیک کی گئی ●

(اور جب اعمالنامے کھول دیے گئے)، جو بندوں کی موت کے وقت لپیٹے ہوں گے کھول دیئے جائیں گے کہ لو! اپنے اپنے اعمال نامے پڑھو، دیکھو دُنیا میں کیا کچھ کیا تھا؟ (اور جب آسمان کی کھال کھینچی گئی)، یعنی آسمانوں کی اوپری سطح اُتار لی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آسمانوں کے اوپر جو چیزیں ہیں صاف نظر آنے لگیں گی۔ (اور جب جہنم بھڑکائی گئی)۔ اگرچہ جہنم آج بھی دہک رہی ہے لیکن قیامت کے روز اور بھی دہکائی جائے گی، اور زیادہ سے زیادہ غضبِ الٰہی کو ظاہر فرمایا جائے گا۔ (اور

جب جنت نزدیک کی گئی) خدا کے دوستوں سے۔

یہ کل بارہ[۱۲] عظیم حادثات ہیں جن میں ابتدائی چھ[۶] حادثات پہلی بار صور پھونکنے سے ظہور میں آئیں گے۔اور باقی چھ[۶] حادثات دوسری بار صور پھونکنے سے ظہور میں آئیں گے،تو جب یہ بارہ[۱۲] حادثات ظہور پذیر ہوگئے۔۔۔

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ﴿۱۴﴾

تو جان لیا ہر ایک نے جو کچھ حاضر کر چکا ہے●

(تو جان لیا ہر ایک نے جو کچھ حاضر کر چکا ہے) از قسم نیکی۔۔یا۔۔بدی۔۔بارہ[۱۲] حال جو مذکور ہوئے اُن میں چھ[۶] زمینِ دُنیا پر چھ[۶] زمینِ محشر پر جب تک نہ دیکھ لے گا آدمی نہ جانے گا کہ کیا کیا ہے۔اور جب جانے گا تو دیکھے گا کہ ہر نیکی پر ایک بزرگی اور عطا ہے اور ہر بُرائی پر ایک ملامت اور عتاب ہے،تو نیکی پر حسرت کرے گا کہ کیوں زیادہ نہ کی اور بدی پر غم کھائے گا کہ میں نے کیوں کی، اور وہ حسرت اور غم کچھ فائدہ نہ دے گا۔

اب آگے حق تعالیٰ نے تین[۳] چیزوں کی قسم یاد فرمائی ہے اور وہ چیزیں ایسی ہیں جن کا عالَمِ بالا کے نظام سے تعلق ہے،جس نظام میں کسی شیطانی۔۔یا۔۔جناتی دَراندازی کا امکان نہیں۔تاروں کی مخصوص رفتار۔۔نیز۔۔شام وسحر کا ہونا یہ سب عالَمِ بالا کے نظام ہیں۔کیا اُن میں کوئی شیطان تصرف کر سکتا ہے؟ اور کیا اُن کو شیطانی کھیل تماشہ کہا جا سکتا ہے؟ یہ وہ حقیقت ہے جس کی طرف تارے اور شام وسحر رہنمائی کرتے ہیں،تو قرآن مجید اُن کی قسم ارشاد فرماتا ہے کہ۔۔۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَالَّيْلِ

تو نہیں کیا مجھے قسم ہے اُلٹے پھرنے والے● سیدھی چال والے،رک جانے والے ستاروں کی● اور قسم ہے رات کی

اِذَا عَسْعَسَ ﴿۱۷﴾ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾

جب رخصت ہو● اور قسم ہے صبح کی جب وہ سانس لے●

(تو نہیں کیا مجھے قسم ہے اُلٹے پھرنے والے● سیدھی چال والے رُک جانے والے ستاروں کی) جو دن کو چھپ جاتے ہیں، جانے والے ہیں اپنے غروب ہونے کی جگہوں میں اور چھپ جانے

والے ہیں شعاعِ آفتاب میں۔ (اور قسم ہے رات کی جب رخصت ہو)، یعنی جب پیچھے جائے اور اندھیرا جا تا رہے۔۔الحاصل۔۔رات کی قسم جب کہ جانے لگتی ہے۔ (اور قسم ہے صبح کی جب وہ سانس لے)، یعنی جبکہ وہ نمودار ہو اور طلوع کرے، اور اس کا دم لینا اس کے طلوع کی ابتداء ہے۔۔۔حق تعالیٰ یہ قسمیں فرما کر ارشاد فرماتا ہے۔۔۔

اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍۙ﴿۱۹﴾ ذِىۡ قُوَّةٍ عِنۡدَ ذِى الۡعَرۡشِ مَكِيۡنٍۙ﴿۲۰﴾

کہ بلا شبہ یہ یقیناً لایا ہوا پیغام ہے باعزت قاصد کا● قوت والا عرش والے کے یہاں، معزز●

مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيۡنٍؕ﴿۲۱﴾

اُس کا کہا مانا جائے ہے، وہاں امانتدار●

(**کہ بلا شبہ یہ یقیناً لایا ہوا پیغام ہے باعزت قاصد کا**) یعنی حضرت جبرائیل کا جو (**قوت والا**) ہے، ایسا کہ ایک سخت آواز سے قوم ثمود کو ہلاک کر دیا اور اپنی طاقت سے موتفکات کو اکھاڑ پھینکا، اور (**عرش والے کے یہاں معزز**) ہیں۔ اُن کی جاہ و منزلت کا عالم یہ ہے کہ (**اُس**) ذات (**کا کہا مانا جائے ہے**)، یعنی جو کچھ وہ حکم فرماتے ہیں سب آسمانوں کے فرشتے ان کا حکم مانتے ہیں۔ (**وہاں امانت دار**) وحی پہنچانے میں۔۔الحاصل۔۔یہ قرآن اُس فرشتے کی زبانی پیغامِ الٰہی ہے جو اللہ کا پیغام پہنچانے والا فرشتہ ہے، بڑا ہی معزز ہے، بڑی زبردست قوت والا ہے، مالک عرش کی جناب میں بڑا جاہ و مرتبہ رکھتا ہے، آسمان پر سردار ہے جس کی اطاعت کی جاتی ہے اور بہت بڑا امین ہے۔

یہ سب قرآن مجید لانے والے فرشتے یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اوصاف ہیں۔
پہلے تو قسم کی روشنی میں اچھی طرح وضاحت فرما دی گئی کہ جب عالمِ بالا کے نظام میں شیطانی دراندازی ممکن نہیں، تو یقینی بات ہے کہ قرآن مجید کی تنزیل میں جو عالمِ بالا سے ہوتی ہے اُس میں کسی شیطانی۔۔یا۔۔جناتی دراندازی کا امکان ہی نہیں۔ مزید وضاحت کے لیے قرآن مجید لانے والے فرشتے کے وہ اوصاف بیان کر دیئے جن میں ہر وصف ایک مستقل ثبوت ہے کہ وہ شخصیت جو اِس وصف کی حامل ہے اُس کے کام میں جناتی اور شیطانی مداخلت کا شائبہ بھی ناممکن ہے۔
غور فرمایئے کہ یہی حضرت جبرائیل امین اللہ کے نبیوں کے پاس پیغام لاتے رہے، اُن کا حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک طویل العہد منصبِ پیام رسانی ثبوت

ہے کہ یہ اپنے فریضے کو کس خوبی اور ذمہ داری سے انجام دیتے رہے ہیں۔ جب اُس طویل مدت میں شیطان کبھی اُن کی پیام رسانی میں دَراندازی نہ کرسکا، تو کیا اُن کے قرآن لانے میں دراندازی کرسکتا ہے؟ اور اس معزز پیغام رساں کی پیغام رسانی کیا درجہء اعزاز سے گرسکتی ہے؟ اور کیا اس میں شیطانی مداخلت کا کوئی بھی امکان ہوسکتا ہے؟ اور جب اُن کی قوت مخلوق کے لیے فوق الادراک ہو تو کیا اُس پر شیطان کا زور چل سکتا ہے؟

قوت کے بیان میں اِس کا بھی اشارہ ہے کہ اُن کی قوتِ حافظہ نا قابلِ ادراک حد تک قوی ہے۔۔لہٰذا۔۔جو وحی وہ لاتے ہیں اُس میں نسیان کا وہم وگمان بھی نہیں ہوسکتا۔ یقیناً وہ وحی الٰہی کی خدمت پوری ذمہ داری سے انجام دیتے ہیں اسی لیے تو بارگاہِ حق میں قدر ومنزلت والے ہیں، تو ایسی شخصیت کے کام میں کیا شیطان دَراندازی کی کچھ بھی جسارت کرسکتا ہے؟۔

اور پھر یہ عالَمِ ملکوت کے افسر اور مطاع ہیں۔ اُن کے تقدس اور برتری کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ معصوم فرشتوں کے افسر ہیں، تو یہ پیغام رسانی میں ہر جرم وخطا سے پاک ہیں۔ تو جس میں جرم وخطا کا امکان ہی نہیں کیا شیطان اُس پر دسترس پاسکتا ہے؟ اور پھر جب اُن کی معصومیت ہر طرح محفوظ ہے تو اُن کی امانتداری بھی شیطان کی دَراندازی سے سرتاپا محفوظ ہے۔۔الغرض۔۔اُن کے کاموں میں شیطان کی مداخلت بالکل ناممکن ممتنع اور محال ہے۔

ان تمام ذکر وبیان میں کفارِ عرب کے اس خیال کی اصلاح ہے جو کورفہمی سے یہ سمجھتے تھے کہ قرآن مجید میں جو غیبی حقائق ہیں وہ محمد بن عبداللہ "ﷺ" خود تو جان نہیں سکتے، پس یہ کسی جن۔۔یا۔۔شیطان کا الہام ہے۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۔ اُن کی اصلاحِ فکر ونظر کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائی ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ مذکورہ بالا ارشاد میں "رسول کریم" سے آنحضرت ﷺ مراد ہیں، تو وہ طاعت میں صاحب قوت ہیں، خدا کے نزدیک صاحب قدر ومنزلت ہیں، مطاع یعنی 'مستجاب الدعوات' ہیں، امین یعنی اسرارِ غیب کے امانت دار ہیں۔

وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴿۲۳﴾ وَمَا هُوَ عَلَى

اور نہیں ہیں تمہارے ساتھ رہنے والے مالک مجنون ● اور یقیناً بے شک دیکھ چکے ہیں انہیں صاف کنارہ پر ● اور نہیں ہیں وہ

الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ﴿۲۴﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۲۵﴾ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿۲۶﴾

غیب بتانے میں بخیل● اور نہیں ہے وہ بولی شیطان مردود کی● تو کہاں تم لوگ جارہے ہو؟●

(اور نہیں ہیں تمہارے ساتھ رہنے والے مالک مجنون) جیسا کہ تم گمان کرتے ہوا ے کافرو! **(اور یقیناً بے شک)** یہ تمہارے مالک **(دیکھ چکے ہیں انہیں)** یعنی حضرت جبرائیل کو اُن کی اصل شکل میں **(صاف کنارہ پر)**، یعنی آفتاب طلوع ہونے کی جگہ پر۔ **(اور نہیں ہیں وہ غیب بتانے میں بخیل)** کہ جو کچھ اُنہیں وحی پہنچے وہ تم کو تعلیم نہ دیں اور تم سے چھپائیں۔ **(اور نہیں ہے وہ)** یعنی قرآن **(بولی شیطان مردود کی)**۔

کفارِ مکہ یہ کہا کرتے تھے کہ شیطان آپ کے پاس اِس قرآن کو لے کر آتا ہے اور آپ کی زبان پر اِن کلمات کا اِلقاء کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اِس آیت میں اُن کے قول کا رد فرمایا ہے۔۔۔

(تو کہاں تم لوگ جارہے ہو)، یعنی اسلام کے اِس سیدھے اور واضح راستہ کو چھوڑ کر تم کہاں جارہے ہو؟ اور ذہن نشین کرلو کہ۔۔۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۷﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿۲۸﴾

وہ بس نصیحت ہے سارے جہان کے لیے● جس نے چاہا تم میں سے کہ سیدھی چال چلتا رہے●

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۹﴾

اور کیا چاہو گے تم، مگر یہ کہ چاہے اللہ، رب العٰلمین●

رکوع ۱

(وہ) یعنی قرآن **(بس نصیحت ہے سارے جہان کے لیے● جس نے چاہا تم میں سے کہ سیدھی چال چلتا رہے)**۔ یعنی اگرچہ قرآن مجید اپنی ذات میں تمام مخلوق کے لیے ہدایت ہے لیکن اُس سے فائدہ وہی لوگ اُٹھا سکتے ہیں جو خود بھی سیدھے راستہ پر چلنا چاہتے ہوں۔ **(اور کیا چاہو گے تم مگر یہ کہ چاہے اللہ)** تعالیٰ جو **(رب العالمین)** ہے۔

اِن دونوں آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ استقامت کا فعل استقامت کے ارادہ پر موقوف ہے، اور یہ ارادہ اُس پر موقوف ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ ارادہ عطا فرمائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بندوں کے افعال اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہیں۔ اِس باب میں تحقیق یہ ہے کہ بندہ جس فعل کو اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس میں وہ فعل پیدا فرما دیتا ہے۔ بندہ کے اختیار کو

'کسب' کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فعل کو 'خلق' کہتے ہیں۔ بندہ 'کاسب' ہے اور اللہ تعالیٰ 'خالق' ہے۔

اختتام سورہ التکویر --- ﴿ ۱۳ / ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۳۰ / اکتوبر ۲۰۱۲ء، بروز سہ شنبہ ﴾ --

-- ﴿ ۱۴ / ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ -- مطابق -- ۳۱ / اکتوبر ۲۰۱۲ء، بروز چہار شنبہ ﴾ --

سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ

سورۃ انفطار -- ۸۲ مکیہ ۸۲ — آیاتہا ۱۹ -- رکوعہا ۱

اِس سورہ کا نام 'انفطار' ہے کیونکہ اِس سورت کی پہلی آیت میں **انْفَطَرَتْ** کا لفظ ہے اور اِس کا مصدر انفطار ہے۔ یہ سورت اور اِس سے سابق سورت دونوں میں احوالِ قیامت اور مجازات کا بیان ہے، اس طرح دونوں باہم خوب مربوط ہیں۔ کفارِ مکہ ہر طرح کی بُرائیاں کیا کرتے اور جب کوئی نصیحت کرتا تو بے تامل کہہ دیتے کہ اللہ بڑا بخشنے والا ہے۔ اس فریبِ نفس نے فسق اور فجور میں اُن کو بڑا بے باک بنادیا تھا۔ یہ سورۂ پاک اُن کے فکر و ذہن کی اصلاح، بے لگام معصیتوں کے انسداد اور اعمال کے سدھار کے واسطے نازل ہوئی۔ شروع کی پانچ آیتوں میں قیامت کا ذکر ہے جس کا تصور انسان کو انسان بناتا ہے اور گناہوں کی بے باکی کی جڑ، بنیاد سے اکھڑ جاتی ہے، اور اِس بات پر تنبیہ ہو جاتی ہے کہ اللہ کا قانونِ مجازات اپنا کام کرے گا۔ ایسی مبارک اور حقائق افروز سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں ---

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ① وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ② وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ③

جب آسمان پھٹ پڑے ● اور جب تارے جھڑ گئے ● اور جب سارے دریا بہادیے گئے ●

وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝۴

اور جب قبریں اُکھیڑ دی گئیں●

(جب آسمان پھٹ پڑے● اور جب تارے جھڑ گئے)۔

'تبیان' میں ہے کہ تارے قندیلوں کی طرح طاقِ فلک کے سامنے سے نور کی زنجیروں میں لٹکتے ہیں، اور وہ زنجیریں فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ جب اہلِ آسمان مرجائیں گے تو زنجیریں اُن کے ہاتھوں سے گر پڑیں گی اور تارے زمین پر آپڑیں گے، اور اِس طرح نظامِ سماوی درہم برہم ہوجائے گا۔

(اور جب سب سارے دریا بہادیے گئے)، یعنی اُن کے حدود توڑ کر سب کو ایک کردیا گیا اور دو دریاؤں کے درمیان جو برزخ ہے اُس کو ختم کردیا گیا۔ **(اور جب قبریں اُکھیڑ دی گئیں)**، یعنی تلے اوپر کردی گئیں۔ جس سے قبروں کا بھی یہ عالَم ہوجائے گا کہ نیچے کی مٹی اوپر اور اوپر کی مٹی نیچے جائے گی اور اِس طرح نظامِ اَرضی بھی ٹوٹ جائے گا۔

۔۔المختصر۔۔ عالَمِ آخرت کی بنیاد چار انقلاب پر ہے۔ اُن میں دو آسمان کے انقلاب ہیں: ﴿۱﴾۔۔آسمان کا پھٹ جانا، ﴿۲﴾۔۔ستاروں کا ٹوٹ کر زمین پر گر پڑنا۔۔۔ اور دو زمین کے انقلاب ہیں: ﴿۱﴾۔۔سمندروں کا حدود توڑ کر بہنا اور ایک ہوجانا، ﴿۲﴾۔۔زمین کا تہ و بالا ہوجانا جس سے قبروں کا بھی یہ عالَم ہوجائے گا کہ نیچے کی مٹی اوپر اور اوپر کی مٹی نیچے آجائے گی۔ انہیں چاروں انقلاب سے جسمِ انسانی کی جدید تکوین ہوگی اور روحِ انسانی میں وہ پاور آجائے گا جو عالَمِ آخرت کی زندگی کے لیے ناگزیر ہے۔

۔۔الحاصل۔۔ آسمان کے پھٹ جانے اور ستاروں کے گر پڑنے سے ایسا ہوگا کہ یہاں کی روحیں یہاں سے نکل کر انسانی روحوں سے تعلق جوڑیں گے، اِس سے انسانی روحوں میں بڑی قوت آجائے گی، حتیٰ کہ اُن کا اشراق اِتنا بڑھ جائے گا کہ دُنیا میں جتنے کام کیے تھے اُن کا بھی علم ہوجائے گا اور جو کام چھوڑ دیئے تھے اُن کا بھی۔۔۔

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۝۵

تو جان لیا ہر ایک نے جو آگے بھیجا، اور جو پیچھے کیا●

(تو جان لیا ہر ایک نے جو آگے بھیجا اور جو پیچھے کیا) یعنی جو پیچھے چھوڑا عمل۔۔یا۔۔ توبہ کا

ترک کرنا۔

اور بعضوں نے کہا کہ جانے گا ہر شخص کہ اُس نے اوّل عمر میں کیا کیا اور آخر میں کیا کیا ۔۔قصہ مختصر۔۔تمام سمندروں کے ایک ہوکر جوش وطغیانی سے بہنے پر ایسا ہوگا کہ اُن کا کچھ پانی آتشی مادہ بن کر جہنم کو بھڑکائے گا، اور کچھ پانی زمین میں جذب ہوجائے گا جس سے زمین میں رطوبت اور نرمی پیدا ہوجائے گی کہ انسانی جسم بننے کی صلاحیت آجائے۔۔چنانچہ ۔۔اُس سے ہر شخص کا جسم بن کر تیار ہوجائے گا پھر اسرافیل علیہ السلام کے صور پھونکنے سے ہر روح اپنے جسم کے اندر آجائے گی، اس طرح 'نشأۃ ثانیہ' اور جدید تکوین ہوجائے گی، جس کا مقصد اچھے بُرے اعمال اور اُن کے نتائج کا انسان کے سامنے آجانا ہے۔ پھر اچھے لوگوں کے لیے جنت اور بُروں کے لیے جہنم ہے۔ یہی حقیقت ہے جس کی بنا پر آسمان اور زمین کے اِن چاروں انقلابات کے بعد اعمالِ انسانی کے انکشاف اور اُن کے نتائج کو بیان فرمایا گیا ہے۔۔تو۔۔

یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِۙ﴿۶﴾

اَے انسان! کس چیز نے دھوکہ دیا تجھے؟ اپنے کرم والے رب سے●

(اَے) دھوکہ میں پڑے ہوئے (انسان! کس چیز نے دھوکہ دیا تجھے اپنے کرم والے رب سے) کہ تُو کافر ہوگیا؟

آدمی گناہ میں کیوں منہمک ہے؟ اور معاصی میں بے باکی اور بے خوفی کیوں ہے؟ اُس کے اصلی اسباب دو ہی ہیں یا تو قیامت اور اس کے محاسبہ اور مواخذہ کا کوئی تصور ہی نہیں ۔۔یا۔۔انسان نے اللہ کی شانِ کریمی کو بہت ہی غلط طور پر سمجھا ہے اور اِس دھوکہ میں پڑا ہے کہ ربِّ کریم مواخذہ کے موقع پر بھی نوازش ہی فرمائے گا، حالانکہ یہ تصور عدلِ خداوندی کا اِنکار ہے اور روزمرہ کے مشاہدہ کی تکذیب ہے۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے۔ ظالم اور جرم شعار قومیں کیوں تباہ ہوئیں؟ اور آج بھی اُس تباہی کے نظارے نگاہوں کے سامنے کیوں آتے جاتے ہیں؟ بتاؤ یہ تباہیاں اللہ کی پکڑ ہیں ۔۔یا۔۔کرم فرمائی ہے؟ یہی حقیقت ہے جس کو قرآنی ارشاد میں یوں ظاہر کیا گیا ہے کہ اَے انسان! آخر کس چیز نے تجھے اپنے ربِّ کریم کے متعلق

دھوکہ میں رکھا ہے۔یعنی تُو نے یہ کیسے گمان کرلیا ہے کہ وہ مواخذہ کی جگہ پر بھی نوازش ہی فرمائے گا۔

شانِ کرم کا یہ مطلب ہی نہیں کہ کچھ بھی کرو اللہ کرم ہی فرمائے گا، بلکہ شانِ کرم یہ بھی ہے کہ مظلوم کی دادرسی کی جائے اور ظالم کو سزا دی جائے۔اگر اچھوں کو انعام واکرام سے نوازنا شانِ کرم ہے تو فاجروں کو اعمالِ بد کی سزا دینا بھی شانِ کرم ہے، تاکہ دُنیا کو عبرت ہو ،برائی نہ پھیلے اور عالَم تباہ وبرباد نہ ہو۔جس طرح دُنیا میں فاجروں کو سزا دینا شانِ کرم کی ایک نمود ہے اُسی طرح آخرت میں سزا دینا بھی شانِ کرم کا ایک ظہور ہے۔اگر تمہاری معصیت کا پردہ فاش نہیں ہوتا تو دھوکہ نہ کھاؤ کہ آئندہ بھی یہی معاملہ رہے گا۔

۔۔الحاصل۔۔اللہ کی کریمی کا تقاضہ یہی ہے کہ اطاعت گزاروں کو نوازا جائے، نافرمانوں اور اطاعت گزاروں کو ایک درجہ میں نہ رکھا جائے، مظلوم کی دادرسی کی جائے اور ظالم کو سزا دی جائے۔جب اللہ کی کریمی کا تقاضہ یہ ہے تو اُس کی کریمی پر کیوں بھولے ہو؟ اُس کی کریمی پر بھولے رہنا بہت بڑی بھول اور بہت بڑا دھوکہ ہے۔اُس کی کریمی ہم سے یہ چاہتی ہے کہ اُس لطف وکرم پر ہم حمد وشکر کریں اور فرمانبردار بنے رہیں اور نافرمانی سے بچیں۔یہی ہے انسان سے اللہ کی کریمی کا تقاضہ۔

۔۔الغرض۔۔یہ سمجھنا کہ ہم کچھ بھی کریں وہ کرم ہی فرمائے گا سمجھ کی بات نہیں ہے، کور فہمی ہے کج عقلی ہے، بدبختی ہے، شقاوت ہے، تباہی ہے، دُنیا اور آخرت کی رُوسیاہی ہے۔

تو لوگو! برائیوں سے بچو اور اللہ سے یہ دُعا مانگو:۔۔۔"یا اللہ! ہم تجھ سے اُن اعمال کی توفیق مانگتے ہیں جن کے کرنے سے تیری رحمت ضرور ہوتی ہے اور تیری مغفرت لازمی ہوجاتی ہے۔ہم تجھ سے دُعا مانگتے ہیں کہ ہر گناہ سے بچا، ہر طرح کی نیکی کے ثمرات عطا فرما، ہمیں جنت دے کر فائز المرام بنادے، اور جہنم سے نجات دے"۔۔۔اب آگے ربِّ کریم کی شانِ کرم کے چاؔر مظاہر کا ذکر فرمایا جارہا ہے کہ ربِّ کریم وہ ہے۔۔۔

الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۙ﴿۷﴾

جس نے پیدا فرمایا تجھے، تو سڈول بنایا تجھ کو، پھر اعتدال پر لایا تجھ کو●

(جس نے پیدا فرمایا تجھے)، اور پیدا کرنے کا نقطۂ آغاز یہ ہے کہ آفرینش کے مادّے عدم

سے وجود میں لائے جائیں اور تشکیل دی جائے، انسان کی تخلیق بھی ایسی ہی ہے۔

اس کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان جس کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے اُس کے لیے سراپا عمل بن جائے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی بندگی ہی کے لیے پیدا کیا ہے تو اس پر لازم ہے کہ بندگی سے باہر قدم نہ رکھے، اور کوئی کام ایسا نہ کرے جو بندگی کے خلاف ہو۔ جب ربِّ کریم ہمارا خالق ہے تو ہمارے وجود کی ہر چیز اُسی کی ہے --لہٰذا-- سب کو اُسی کی بندگی اور اطاعت میں لگانا چاہیے --الغرض-- خدا نے تجھے پیدا فرمایا---

(تو سڈول بنایا تجھ کو) یعنی جیسا چاہیے ٹھیک ویسا ہی بنایا، یعنی ویسے ہی اعضاء اور ویسے ہی قویٰ دیئے جیسے انسانی کمالات حاصل کرنے کے لیے درکار ہیں، تو اب لازمی ہے کہ انسان اپنے تمام اعضاء اور قویٰ کو صرف انہیں کاموں میں لگائے جن سے انسانی کمالات حاصل ہوں اور انسانیت ترقی کرتی جائے اور تمام بُرے کاموں سے بچے جن سے انسانیت، ایمان اور اخلاق تباہ ہوتے ہیں۔ **(پھر اعتدال پر لایا تجھ کو)**۔ اعتدال و تناسب کا آئین یہ ہے کہ تمام اعضا اور قویٰ میں ایسا توازن و تناسب رکھا گیا ہے کہ اعتدال کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔

تو اعتدال پر لانے کا معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تیری خلقت میں 'تعدیل' رکھی ہے کہ بہترین حالت 'عدل و اعتدال' پر تیری تخلیق فرمائی ہے۔

اُسی اعتدال کی بنا پر تجھے ایسا بنایا ہے کہ تجھ میں قدرتِ عمل، عقل اور قوتِ فکر کی صلاحیت آگئی ہے اور اُس کے ذریعہ تجھے حیوانات اور نباتات پر غالب اور متصرف بنا دیا، اور کمال کے اس درجے پر پہنچا دیا کہ عالَم عنصری کی کوئی مخلوق اِس درجہ پر نہ پہنچ سکی اور نہ پہنچ سکتی ہے۔ اسی کا نام ہے انسانی خلقت میں 'قانونِ تعدیل' اور 'آئین اعتدال و تناسب'۔ اِس کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان ہر کام میں اعتدال روی سے کام لے اور گناہوں میں مبتلا ہو کر اپنی معتدل فطرت کو مسخ نہ کرے --الحتصر-- حق تعالیٰ نے تجھے اعتدال میں لا کر پھر---

---

فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝۸

جس صورت میں چاہا تیری ترکیب فرمائی●

(جس صورت میں چاہا تیری ترکیب فرمائی)۔

ترکیب حسبِ مشیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو منظور ہوا کہ انسان کو اپنا خلیفہ بنائے۔ اُس مشیت کی روٗ سے انسان کے لیے ایسی شکل وصورت کی ضرورت تھی جو تمام انسانی قویٰ، ادراک، شعور، عقل اور ضمیرِ انسانی کے اندرونی تحریکات، انبعاث وجذبات اور انسانی قوتِ عمل کا محل بن سکے، تاکہ انسان خلافتِ الٰہی کے امور کو انجام دے سکے۔ اِس کے لیے مشیتِ حق نے انسان کی موجودہ شکل وصورت تجویز فرمائی اور اُس کے اجزاء، عناصر اور قویٰ کی اِس طرح ترکیب وتشکیل کردی کہ بہترین پیکر میں انسان کی آفرینش ہوگئی۔

انسان کی اِس ترکیب وتشکیل کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان اللہ کا خلیفہ بن کر خلافتِ الٰہی کے فرائض انجام دے اور اچھی طرح سمجھ لے کہ اِسے جو قوتیں بخشی گئی ہیں اُن سے صحیح کام لے اور بار بار اِس کا تصور کرتا رہے کہ جو کچھ وہ کررہا ہے اُس کی جواب دہی اس کے ذمہ ہے۔ کیونکہ وہ مالک نہیں خلیفہ اور نائب ہے، جسے مالک کے سامنے ایک ایک چیز کا حساب دینا ہوگا۔

غور کیجیے کہ قرآن مجید نے اللہ کی شانِ کریمی کے اِن چاؔر پہلوؤں یعنی تخلیق، تسویہ، تعدیل اور حسبِ مشیت ترکیب کو پیش فرما کر انسان کے سامنے کتنے بلند حقائق رکھے ہیں اور انسانیت کی کتنی بلند تعلیم دی ہے۔۔۔اب آگے یہ ارشاد فرمایا جارہا ہے کہ ان منکرین جزاء وسزا نے اللہ کی شانِ کریمی کا مفہوم غلط طور پر سمجھ لیا ہے، تو اَے منکرو!۔۔۔

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝۹ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝۱۰ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝۱۱

ہرگز نہ ہونا چاہیے تھا، بلکہ تم جھٹلاتے ہو انصاف ہونے کو● اور بے شک تم پر یقیناً نگراں ہیں● معزز لکھنے والے●

يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝۱۲

وہ جانتے ہیں جو کرتے ہو●

(ہرگز نہ ہونا چاہیے تھا) کہ تم ایسا سمجھو، اور صرف یہی نہیں (بلکہ تم جھٹلاتے ہو انصاف ہونے کو)، یعنی تم لوگ اَز راہِ عناد جزاء وسزا کو جھوٹ سمجھتے ہو۔ (اور) حقیقت یہ ہے کہ (بے شک تم پر یقیناً) فرشتے (نگراں ہیں) جو خدائے بزرگ کے نزدیک (معزز) ہیں اور روزانہ تمہارے اعمالنامے (لکھنے والے) ہیں۔ اور (وہ) بخوبی (جانتے ہیں) تم (جو کرتے ہو) نیک اور بد، تو وہ اپنے علم کی روٗ سے لکھتے ہیں۔۔تو۔۔

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿١٣﴾ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ﴿١٤﴾ يَصْلَوْنَهَا

بے شک ابرارلوگ راحت میں ہیں● اور بدکارلوگ یقیناً جہنم میں ہیں● جائیں گے اُس میں

يَوْمَ الدِّينِ ﴿١٥﴾ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ ﴿١٦﴾

روزِ جزا● اور نہیں ہیں وہ اُس سے غائب ہوسکنے والے●

(بے شک ابرار لوگ) یعنی فرمانبردار لوگ (راحت میں) یعنی بہشت میں (ہیں● اور) البتہ (بدکار لوگ) یعنی جھوٹے، حشر کے منکر (یقیناً جہنم میں ہیں)، یعنی (جائیں گے اُس میں روزِ جزاء● اور نہیں ہیں وہ اُس سے غائب ہوسکنے والے) یعنی ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے کبھی نہ نکلیں گے۔

وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ﴿١٧﴾ ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ﴿١٨﴾

اور کیا اٹکل تمہیں، کہ کیا ہے روزِ جزا؟● پھر کیا اٹکل تمہیں، کہ کیا ہے روزِ جزا؟●

يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا ۖ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ ﴿١٩﴾

جس دن کہ نہ اختیار رکھے گا کوئی ناکس کسی ناکس کا کچھ۔ اور حکم اُس دن اللہ کا ہے●

(اور کیا اٹکل تمہیں کہ کیا ہے روزِ جزاء؟● پھر کیا اٹکل تمہیں کہ کیا ہے روزِ جزاء)۔۔۔ یہ مبالغہ وتکرار اُس روز کی شان کی تعظیم کی جہت سے ہے۔ یعنی اُس کی کیفیت اپنے گمان سے کوئی نہیں دریافت کرسکتا۔۔۔ وہ دن ایسا دن ہوگا (جس دن کہ نہ اختیار رکھے گا کوئی ناکس) یعنی جسے اِذنِ شفاعت نہ ملے (کسی ناکس کا) یعنی اُس کا جس کے لیے اِذنِ شفاعت نہ ملے (کچھ)، یعنی کوئی یہ طاقت نہیں رکھے گا کہ اپنی ذاتی قوت۔۔۔یا۔۔۔قدرت سے کسی کو کچھ نفع۔۔۔یا۔۔۔ضرر پہنچاسکے۔ (اور حکم اُس دن اللہ) تعالیٰ (کا ہے)، جسے اور جس کے حق میں چاہے گا مرتبۂ شفاعت عطا کرے گا۔ جسے چاہے گا جنت میں داخل فرمائے گا اور جسے چاہے گا دوزخ میں بھجوائے گا۔

اختتام سورہ الانفطار ۔۔۔ ﴿ ۱۴رذی الحجہ ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۳۱راکتوبر ۲۰۱۲ء، بروز چہارشنبہ ﴾ ۔۔

۔۔ ﴿ ۱۵رذی الحجہ ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ یکم نومبر ۲۰۱۲ء، بروز پنجشنبہ ﴾ ۔۔

آیاتھا ۳۶۔۔رکوعہا ۱

سُوْرَةُ الْمُطَفِّفِيْن

سورۂ المطففین۔۔۸۳مکیہ ۸۶

اِس سورۂ مبارکہ کا نام اِسی سورہ کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔اس سورہ کی اپنے ماقبل کی سورت سے یہ مناسبت ہے کہ دونوں میں قیامت کا بیان ہے۔'انفطار' میں قیامت کے اُن احوال کا بیان ہے جو قیامت کے شروع میں پیش آئیں گے۔اُس کے بعد کیا ہوگا؟ اُس کا بیان 'سورہ المطففین' میں ہے کہ سب لوگ عدالتِ الٰہی میں کھڑے کیے جائیں گے اور اُن کے اعمال کے نتائج سامنے آئیں گے۔ اِس طرح دونوں سورتیں باہم بہت ہی مربوط ہیں۔

دونوں کا ایک بڑا ارتباط یہ بھی ہے کہ دونوں میں تحریر اعمال کی 'دو' مختلف نوعیّتوں کا بیان ہے۔۔چنانچہ۔۔'سورۂ انفطار' میں کراماً کاتبین کی تحریر کا ذکر ہے، اور 'سورۂ تطفیف' میں ابرار و فجار کے الگ الگ دفتروں میں اندراج کا بیان ہے۔اِس سورہ کے نمایاں مضامین حسب ذیل ہیں:

﴿۱﴾۔۔ناپ تول میں بددیانتی کرنے والوں کے لیے وعید۔

﴿۲﴾۔۔اُن کی تجارتی زندگی کے معائب۔

﴿۳﴾۔۔ناپ تول میں بددیانتی کی اصلی بنیاد یہ ہے کہ انہیں قیامت اور اُس کے مواخذہ کا خیال ہی نہیں آتا اور اُس کا تصور ہی نہیں ہوتا کہ اللہ کو منہ دکھانا ہے۔

﴿۴﴾۔۔'فجار' یعنی حدودِ الٰہی توڑنے والوں کا اندراج سجین کے دفتر میں ہے۔

﴿۵﴾۔۔'ابرار' یعنی جو لوگ مخلوق کو ایذاء نہیں دیتے۔۔مزید برآں۔۔اُن کی نیکیوں کا دائرہ بہت وسیع ہے۔اُن کا اندراج علیین کے دفتر میں ہے جس کا مشاہدہ مقربینِ الٰہی کو ہوا کرتا ہے۔

﴿۶﴾۔۔منکرین یوم جزا کے لیے ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔

﴿۷﴾۔۔قیامت کی تکذیب و اِنکار اُسی وقت ہوتا ہے جب کہ گناہ و معصیت کی کثرت سے دِل و دماغ کی ایمانی فطرت مسخ ہوجاتی ہے اور دِل پر غلط اَفکار اور معاصی کا زنگ چڑھ جاتا ہے کہ ایمانی صداقتیں اُن کے سامنے رکھا کرو

لیکن اُن کے دِل پر اُن کا عکس جمتا ہی نہیں۔

﴿۸﴾۔۔ایسے لوگ دیدارِ الٰہی سے محروم رہیں گے، کیونکہ جب دِل پر زنگ ہے تو آنکھوں میں نور کہاں؟

﴿۹﴾۔۔اُن کے لیے جہنم ہے کیونکہ ایمانی سچائیوں کے اِنکار وتکذیب کا لازمی نتیجہ یہی ہے۔

﴿۱۰﴾۔۔ابرار لوگ 'جنتِ نعیم' میں رہیں گے۔

﴿۱۱﴾۔۔جنت نعیم میں ابرار کی مسرت بھری زندگی کے کچھ مناظر۔

﴿۱۲﴾۔۔مقربینِ خاص کا کچھ تذکرہ اور اُن کے شادکامیوں کے کچھ حالات۔

﴿۱۳﴾۔۔اللہ کے باغی اور مجرم، ایمان داروں کا مضحکہ اُڑاتے ہیں کہ یہ کیسے احمق ہیں کہ آج کا عیش وآرام چھوڑ کر کل کے وعدہ پر پھولے ہوئے ہیں۔اور اپنے ایمان کے پیچھے بہت سی منفعتوں کو ناجائز کہہ کر چھوڑ دیا کرتے ہیں۔ یہ مضحکہ آج بھی اُڑایا جاتا ہے کہ سود وغیرہ سے بچنے والوں کو تاریک خیال کہا جاتا ہے، لیکن کل قیامت کے دن نقشہ اِس کے برعکس ہوگا۔

ایسی اصلاحِ معاشرہ کرنے والی اور خوفِ الٰہی کا درس دینے والی سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

روایت ہے کہ اہلِ مدینہ ناپ تول میں بڑی خیانت رکھتے تھے۔ جب آنحضرت ﷺ مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہوئے تو اثنائے راہ یہ سورت نازل ہوئی کہ۔۔۔

وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيۡنَ اِذَا اكۡتَالُوۡا عَلَى النَّاسِ يَسۡتَوۡفُوۡنَ ۖ﴿۲﴾

تباہی ہے کم تولنے والوں کی● کہ جب ناپ کر لیا اوروں سے، تو پورا لیں●

وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝٣ؕ

اور جب ناپا اُن کے لیے یا تولا اُن کے لیے، تو کمی کریں●

(تباہی ہے کم تولنے والوں کی) بروزِ قیامت۔

روایت ہے کہ مدینہ میں ابوجہینہ نام کا ایک مرد تھا وہ دوصاع رکھتا تھا: ایک بہت بڑا کہ اُس سے مول لیتا تھا، ایک بہت چھوٹا کہ اُس سے بیچتا تھا۔ علاوہ ازیں۔۔ وہاں کے تجارت میں خیانت کرنے والے تولتے وقت ڈنڈی مارنے کے خوگر تھے، تو اِس طرح کے لوگ جو دوطرح کا پیمانہ رکھتے تھے اُن کا حال یہ تھا۔۔۔

(کہ جب ناپ کرلیا اوروں سے) اپنے واسطے (تو پورا لیں) اور اس میں کچھ کمی نہ ہونے دیں، (اور) اِس کے برعکس (جب ناپا اُن کے لیے یا تولا اُن کے لیے تو کمی کریں)، یعنی ان لینے والوں کا حق گھٹادیں اور اُن کو نقصان پہنچائیں۔

اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝٤ۙ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝٥ۙ

کیانہیں مانتے یہ لوگ، کہ بے شک وہ اُٹھائے جانے والے ہیں● ایک بڑے دن کے لیے●

يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٦ؕ

جس دن کہ کھڑے ہوں گے لوگ رب العلمین کے لیے●

(کیانہیں مانتے) یعنی نہیں جانتے اور یقین نہیں رکھتے (یہ لوگ) جو بہت لیتے اور کم دیتے ہیں، (کہ بے شک وہ اُٹھائے جانے والے ہیں● ایک بڑے دن کے لیے● جس دن کہ کھڑے ہوں گے لوگ رب العالمین کے لیے)، یعنی جب تک حکم نہ پہنچے گا وہ کھڑے ہی رہیں گے۔

اور وہ ہیبت کا مقام ہوگا کہ اہلِ عرصات اُس میں سوّ برس کھڑے رہیں گے اور کسی کو بات کی مجال نہ ہوگی، یہاں تک کہ حضرت رحمۃ للعالمین ﷺ شفاعت کریں گے اور خلق کو مقامِ ہیبت سے محاسبہ کے موقف میں لائیں گے، اور یہ شفاعتِ کبریٰ ہوگی۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝٧ؕ

کیوں نہیں! بے شک بدکاروں کا نامۂ اعمال یقیناً سجین میں ہے●

(کیوں نہیں) یہ بالکل حق اور صحیح بات ہے کہ (بے شک بدکاروں کا نامۂ اعمال یقیناً سجین

میں ہے)۔ وہ ایک پتھر ہے اندر سے خالی دوزخ کے نیچے چھپا ہوا جو کافروں کی جگہ ہے اور کافروں کے نامہءاعمال وہاں ہوں گے۔

کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فاجروں کے اعمالنامے فرشتے آسمان پر لے جائیں گے، آسمان اُس کو قبول کرنے سے اِنکار کردے گا، تو وہاں سے اُسے زمین پر لائیں گے، زمین بھی اُس کو قبول نہ کرے گی، تو پھر اُس کو ساتویں زمین کے نیچے لے جائیں گے اور وہیں رکھ دیں گے اور یہی سجین ہے جو ابلیس اور اُس کے لشکر کی جگہ ہے۔

وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا سِجِّيۡنٌ ۝٨ كِتٰبٌ مَّرۡقُوۡمٌ ۝٩ وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ۝١٠

اور کیا اٹکل تمھیں کہ سجین کیسی ہے؟● وہ ایک نوشتہ درج کیا ہوا● ہلاکی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی●

الَّذِيۡنَ يُكَذِّبُوۡنَ بِيَوۡمِ الدِّيۡنِ ۝١١ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا كُلُّ مُعۡتَدٍ اَثِيۡمٍ ۝١٢

جو جھٹلائیں روزِ جزا کو● اور نہیں جھٹلاتا اُسے، مگر ہر سرکش گنہگار●

(اور کیا اٹکل تمھیں کہ سجین کیسی ہے) جو ہَول اور ہیبت اور کفار و فجار کے نامہءاعمال کی جگہ ہے۔ (وہ ایک نوشتہ درج کیا ہوا) مہر لگا ہوا اور نشان کیا ہوا ہے۔ ایسی نشانی کہ جو کوئی دیکھے گا جان لے گا کہ اس میں نیکی نہیں ہے۔ (ہلاکی ہے) یعنی عذاب، سختی، شدت اور محنت و مشقت ہے (اُس دن جھٹلانے والوں کی)۔ یعنی تکذیب کرنے والوں کے واسطے (جو جھٹلائیں روزِ جزا کو) اور اُسے باور نہ رکھیں (اور نہیں جھٹلاتا اُسے مگر ہر سرکش گنہگار)، حد سے گزرا ہوا ظالم و بے باک۔ اُس کی سرکشی، بے باکی اور گستاخی کا عالم یہ ہے کہ۔۔۔

اِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ۝١٣ كَلَّا بَلۡ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ

جب تلاوت کی گئیں اُس پر ہماری آیتیں، بولا کہ "اگلوں کی کہانیاں ہیں"● ہرگز نہیں بلکہ○ زنگ چڑھا دیا اُن کے دِلوں پر،

مَّا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ۝١٤ كَلَّاۤ اِنَّهُمۡ عَنۡ رَّبِّهِمۡ يَوۡمَئِذٍ لَّمَحۡجُوۡبُوۡنَ ۝١٥ ثُمَّ اِنَّهُمۡ

اُس نے جو کرتوت کماتے تھے● ہرگز نہیں! بلاشبہ وہ لوگ اپنے رب سے اُس دن محجوب رہنے والے ہیں● پھر بلاشبہ وہ یقیناً

لَصَالُوا الۡجَحِيۡمِ ۝١٦ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِىۡ كُنۡتُمۡ بِهٖ تُكَذِّبُوۡنَ ۝١٧

جہنم میں جانے والے ہیں● پھر کہا جائے گا کہ "یہ ہے وہ، جسے تم جھٹلاتے تھے"●

(جب تلاوت کی گئیں اُس پر ہماری آیتیں) تو (بولا کہ) یہ (اگلوں کی کہانیاں ہیں) اور

اِس طرح اُس نے اپنے جہل اور حق سے انکار کی شدت کا مظاہرہ کیا۔ (ہرگز نہیں) ایسا جو وہ کہتے ہیں (بلکہ ○ زنگ چڑھا دیا اُن کے دِلوں پر اُس نے جو کرتوت کماتے تھے)، یعنی اُن کی بداعمالیوں نے اُن کے دِلوں کو زنگ آلود کر دیا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نقطہ اُس کے دِل پر پڑتا ہے یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ اُس کا تمام دِل سیاہ ہو جاتا ہے۔

تو اب اُس کے سوا کوئی حق (ہرگز نہیں) بلکہ حق و صحیح یہی ہے کہ (بلاشبہ وہ لوگ اپنے رب کے دیدار (سے اُس دن محجوب رہنے والے ہیں)۔۔نیز۔۔کرامت و رحمت سے دُور رہنے والے ہیں۔ (پھر بلاشبہ وہ یقیناً جہنم میں جانے والے ہیں ● پھر کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ جسے تم جھٹلاتے تھے) یہ بات دوزخ کے فرشتے اُن سے کہیں گے۔

حضرت امام مالک سے **لَّمَحْجُوْبُوْنَ** کا معنی پوچھا گیا، آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ اپنے دشمنوں کو آڑ میں رکھے گا تاکہ اُس کا دیدار نہ کر سکیں اور اپنے دوستوں پر تجلی فرمائے گا تاکہ وہ دولتِ دیدار سے مالا مال ہوں۔ امام شافعی نے فرمایا ہے کہ **لَّمَحْجُوْبُوْنَ** کفار کی شان میں وارد ہونا اِس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مؤمنوں کو دولتِ دیدار حاصل ہوگی اور دوست محجوب نہ ہوں گے۔ اُس وقت دوست اور دشمن کے درمیان فرق ظاہر ہوگا۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿۱۹﴾

کیوں نہیں! بے شک، نیکوں کے نامہ اعمال یقیناً علّیین میں ہیں ● اور کیا اٹکل تمہیں کہ کیا ہے علّیین؟

كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۱﴾

ایک نوشتہ درج کیا ہوا ● جس کو دیکھا کرتے ہیں اللہ کے نزدیکی لوگ ●

(کیوں نہیں) ایسا تو ہے ہی کہ (بے شک نیکوں کے نامہ اعمال یقیناً علیین میں ہیں) ساتویں آسمان پر عرش کے نیچے۔۔۔اور بعضے کہتے ہیں کہ وہ عرش کا داہنا پایہ ہے، اور بعضوں نے کہا کہ سدرۃ المنتہیٰ۔۔۔(اور کیا اٹکل تمہیں کہ کیا ہے علیین)۔ یعنی ایک بلند مقام۔۔یا۔۔مکان ہے۔۔ یا۔ نیکوں کی کتاب (ایک نوشتہ درج کیا ہوا) اور نشانی کی ہوئی، ایسی نشانی کہ جو کوئی دیکھے وہ جان لے کہ اس میں بالکل نیکیاں ہیں (جس کو دیکھا کرتے ہیں اللہ) تعالیٰ (کے نزدیکی لوگ)، یعنی ملائکہ

مقربین جو علیین میں رہتے ہیں، یعنی اس کے استقبال کو جاتے ہیں اور اس کی حفاظت کرتے ہیں اور قیامت کے روز اُس پر گواہی دیں گے۔۔اوپر' کتاب الابرار' میں جن نکوکاروں کا ذکر کیا گیا ہے۔۔۔

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿٢٢﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ ﴿٢٣﴾ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ

بے شک نیکوکار یقیناً راحت میں ہیں● تختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہیں● پہچان لوگے اُن کے چہروں میں،

نَضْرَةَ النَّعِيمِ ﴿٢٤﴾ يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ﴿٢٥﴾ خِتَامُهُ مِسْكٌ ۚ وَفِي

راحت کی شادابی● پلائے جائیں گے خالص شراب، مہر کی ہوئی● اُس کی مہر اُس کی مُشک ہے۔اور اُسی کے

ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ﴿٢٦﴾ وَمِزَاجُهُ مِن تَسْنِيمٍ ﴿٢٧﴾

بارے میں للچائیں، للچانے والے● اور اُس کی آمیزش تسنیم سے ہے●

عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ﴿٢٨﴾

ایک چشمہ جس سے پیتے ہیں اللہ کے نزدیکی والے●

(**بے شک**) وہ (**نیکوکار یقیناً راحت میں ہیں**) یعنی بہشت میں ہیں۔آراستہ (**تختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہیں**) ایسی چیز کو کہ اُس سے خوش ہوتے ہیں۔۔یا۔۔کافروں کو دوزخ میں دیکھتے ہیں اور ان کا عذاب مشاہدہ کرتے ہیں۔(**پہچان لوگے**) اَے دیکھنے والو! (**اُن کے چہروں میں راحت کی شادابی**)، یعنی بہشت کی نعمتوں کی تازگی اور اُس کی لذتوں کی طراوت۔(**پلائے جائیں گے خالص شراب**) سفید خوشبودار (**مہر کی ہوئی● اُس کی مہر اُس کی مشک ہے**) یعنی مہر اُس کی لاکھ کی جگہ پر مشک ہے۔

اور بعضوں نے کہا کہ اُس کے پینے کا ختم مشک کی خوشبو پر ہے اور مہر اِس جہت سے کریں گے تاکہ کسی کا ہاتھ اُس پر نہ پہنچے اور ابرار لوگ خود اُس کی مہر توڑیں۔

(**اور اُسی کے بارے میں للچائیں للچانے والے**)، یعنی چاہیے کہ رغبت کریں رغبت کرنے والے، یعنی ایسا عمل کریں کہ اُس کے سبب سے اُس کے پینے کے مستحق ہو جائیں۔(**اور اُس کی آمیزش**) چشمہء (**تسنیم**) کے پانی (**سے ہے**) جو (**ایک**) ایسا (**چشمہ**) ہے (**جس سے پیتے ہیں اللہ**) تعالیٰ (**کے نزدیکی والے**)، یعنی خالص اُس چشمہ کا پانی بارگاہِ عنایتِ الٰہی کے مقرب لوگ ہی پئیں گے، اور ملا ہوا ابرار لوگوں کو دیا جائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ تسنیم اُس پانی کا نام ہے جو عرش کے نیچے سے

بہشت میں بہتا ہے اور جنت میں جنتی پینے کی چیزیں ہیں یہ پانی اُن سب میں اشرف اور بہتر ہے۔ یہ پانی بغیر کسی چیز کی ملاوٹ کے صرف مقربین کے لیے مخصوص ہوگا۔اس میں راز یہ ہے کہ چونکہ مقرب لوگ ماسوا کی طرف مشغول نہیں ہوئے ،یعنی غیر کی محبت کو خدا کی محبت کے ساتھ نہیں ملایا ہے اس لیے اُن کے پینے کی چیز خالص بے ملاوٹ ہے۔اور وہ جن کی محبت ملی ہوئی ہے اُن کے پینے کی شراب میں بھی دوسری چیز ملی ہوگی۔

کافر و فاجر لوگ اُن مقربین و ابرار کی شانِ عالی کو کیا سمجھیں جو اُن کا تمسخر اُڑاتے ہیں۔۔

چنانچہ۔۔روایت ہے کہ رؤسائے قریش جب حضرت عمار، حضرت صہیب ، اور حضرت بلال اور اُن کے مثل رضی اللہ عنہم کو دیکھتے تو اُن سے ہنسی اور مسخرا پن کرتے ،تو یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿۲۹﴾

بے شک جنہوں نے جُرم کیا، وہ مسلمانوں سے ہنسا کرتے تھے●

وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ﴿۳۰﴾

اور جب وہ مسلمان گزرتے اِن کے پاس، تو آنکھ مارتے تھے●

(بے شک جنہوں نے جرم کیا وہ مسلمانوں سے ہنسا کرتے تھے● اور جب وہ مسلمان گزرتے اُن کے پاس تو آنکھ مارتے تھے)، یعنی ہنسی کے واسطے اشارے کرتے تھے۔

کشاف میں ہے کہ ایک دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ایک مسلمان کے ساتھ جاتے تھے، منافقوں کا ایک گروہ ہنسا اور چشم و اَبرو سے اشارہ کر کے ہنسی اور مسخرا پن کیا، اور اپنے یاروں کے پاس جا کر بولے کہ ہمارا سردار ہمارا رئیس آج 'اصلع' تھا۔'اصلع' کہتے ہیں اُس کو جس کے سر پر سامنے بال نہ ہوں۔اُس سے اُن کی مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات تھی، اور اس بات پر وہ منافقین خوب ہنسے۔ ہنوز حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں نہ پہنچے تھے کہ آیتیں نازل ہوگئیں کہ یہ منافقین لوگ جب مسلمانوں کے آگے سے گزرتے ہیں تو چشم و اَبرو سے اشارے کرتے ہیں۔

وَاِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْۤا اِنَّ

اور جب لَوٹتے اپنوں کی طرف، تو لَوٹتے کھلکھلاتے● اور جب دیکھتے اِن مسلمانوں کو، تو کہتے کہ "یہ لوگ یقیناً

هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴿٣٢﴾ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَیْهِمْ حٰفِظِیْنَ ﴿٣٣﴾

گمراہ ہیں" ● حالانکہ وہ نہیں بھیجے گئے ان پر نگراں ●

(اور جب لوٹتے) ہیں (اپنوں کی طرف، تو لوٹتے) ہیں (کھلکھلاتے) ہوئے خوش وخرم اُس بات پر جو کی ہے۔ (اور) صرف یہی نہیں بلکہ (جب دیکھتے اُن مسلمانوں کو) یہ کافر اور منافق لوگ (تو کہتے) ہیں آپس میں ایک دوسرے سے (کہ یہ لوگ) جو محمد ﷺ کی متابعت کرتے ہیں (یقیناً گمراہ ہیں ● حالانکہ وہ نہیں بھیجے گئے ان پر نگراں) کہ مؤمنوں پر نگہبانی کریں اور ان کی ضلالت اور ہدایت پر گواہی دیں۔ دُنیا میں تو منافق اور کافر ہنستے رہے۔۔۔

فَالْیَوْمَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ یَضْحَكُوْنَ ﴿٣٤﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ یَنْظُرُوْنَ ﴿٣٥﴾

تو آج کے دن مسلمان کافروں سے ہنس رہے ہیں ● اپنے تختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہیں ●

هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿٣٦﴾

کیوں کچھ بدلہ دیا گیا کافروں کو، جو کچھ وہ کیا کرتے تھے ●

(تو آج) قیامت (کے دن مسلمان کافروں سے ہنس رہے ہیں) اور جواہر کے جڑاؤ (اپنے تختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہیں) کہ دوزخ میں کس طرح اُن پر عذاب ہو رہا ہے اور زنجیروں طوقوں میں کیونکر جکڑے ہوئے ہیں۔

صحابہ کا قول ہے کہ بہشت کا ایک دروازہ کھول کر دوزخیوں سے کہیں گے کہ جنت میں چلے آؤ۔ وہ جلدی جنت کی طرف دوڑیں گے جب اُس کے دروازے پر پہنچیں گے تو جنت کے دربان دروازہ بند کر دیں گے اور وہ کافر رنجیدہ اور غمگین دوزخ کی طرف پھریں گے۔ مؤمن لوگ اس حال سے ہنسیں گے۔۔۔

(کیوں کچھ بدلہ دیا گیا کافروں کو جو کچھ وہ کیا کرتے تھے)، یعنی مؤمنوں کے دِلوں کی تسلی کے واسطے ہم نے اُن کے دشمنوں کو جزا دی کہ دُنیا میں کافر جو مؤمنوں پر ہنستے تھے، آج قیامت کے دن مؤمن کافروں کے حال پر ہنستے ہیں۔

اختتام سورہ المطففین ۔۔۔ ﴿ ١٥ / ذی الحجہ ١٤٣٣ھ ۔۔ مطابق ۔۔ یکم نومبر ٢٠١٢ء، بروز پنجشنبہ ﴾ ۔۔

-- ﴿ ۱۶؍ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ --مطابق-- ۲؍نومبر ۲۰۱۲ء، بروز جمعہ ﴾ --

سورۃ الانشقاق ۸۴ — ۸۳

سُوْرَۃُ الْاِنْشِقَاقِ

آیاتہا ۲۵ -- رکوعہا ۱

سورۃ الانشقاق --۸۴ مکیہ ۸۳

'سورہ الانشقاق' اپنے ماقبل کی 'سورہ المطفّفین' سے بخوبی مربوط ہے اس لیے کہ ان دونوں سورتوں میں قیامت کا ذکر ہے۔علاوہ ازیں 'سورہ المطفّفین' میں فجار اور ابرار کے انجام کا زیادہ تذکرہ ہے،اور 'سورہ الانشقاق' میں قیامت کے ہولناک امور کا ذکر ہے،اور نیکوکاروں کے حساب میں آسانی اور بدکاروں کے حساب میں سختی کا ذکر ہے--نیز-- 'سورہ المطفّفین' میں صحیفہء اعمال لکھنے والے فرشتوں کا ذکر ہے۔اور 'سورہ الانشقاق' میں صحیفہء اعمال کے پیش کرنے کا ذکر ہے۔ایسی حقائق پر مشتمل اور بصیرت افروز سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں---

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝۱ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝۲ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۝۳

جب آسمان پھٹ گیا● اور اپنے رب کے حکم کی تعمیل کی، اور اُسے یہی زیبا ہے● اور جب زمین بڑھائی گئی●

وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۝۴ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝۵ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ

اور ڈال دیا جو کچھ اس میں ہے، اور خالی ہوگئی● اور اپنے رب کے حکم کی تعمیل کی ہے، اور اسے یہی چاہیے● اے انسان!

اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۝۶

بے شک تُو بھی جانے والا ہے اپنے رب کی طرف دوڑ کر، پھر ملنے والا ہے اُس سے●

اُس وقت کا تصور کرو (جب آسمان پھٹ گیا● اور اپنے رب کے حکم کی تعمیل کی، اور اُسے یہی زیبا ہے) کہ حکمِ الٰہی کی اطاعت کرے۔ (اور) اُس وقت کا بھی تصور کرو (جب زمین بڑھائی

گئی)، یعنی اُس کے دریاؤں اور پہاڑوں کو بیچ سے اُٹھالیا گیا (اور ڈال دیا) یعنی باہر نکال دیا زمین نے (جو کچھ اس میں ہے) خزانے اور مُردے وغیرہ (اور) سب سے (خالی ہوگئی ● اور اپنے رب کے حکم کی تعمیل کی ہے اور اُسے یہی چاہیے) کہ حکمِ ربانی سنے۔ تو جب ایسا ہوگا تو اپنا ثواب اور عذاب دیکھنے کے لیے۔۔۔ (اے انسان! بے شک تُو بھی جانے والا ہے اپنے رب کی) جزا کی (طرف دوڑ کر، پھر ملنے والا ہے) اپنے عمل کی (اس) جزاء (سے)۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۝٧ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ۝٨ وَّیَنْقَلِبُ

تو جسے دیا گیا اُس کا نامہء اعمال اُس کے داہنے ہاتھ میں ● تو جلد حساب کیا جائے گا، برائے نام حساب ● اور لَوٹے گا

اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝٩ وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝١٠

اپنے یگانوں کی طرف خوش ● اور رہا وہ، جسے دیا گیا اُس کا نامہ اعمال اُس کے پیٹھ کے پیچھے سے ●

فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝١١ وَّیَصْلٰى سَعِیْرًا ۝١٢

تو جلد مانگے گا موت کو ● اور جائے گا دہکتی آگ میں ●

(تو جسے دیا گیا اُس کا نامہء اعمال اُس کے داہنے ہاتھ میں)، یہ وہ لوگ ہوں گے جو ایمان کے سچے اور راست باز ہوں گے، (تو) اُن کا (جلد حساب کیا جائے گا، برائے نام حساب) نہ اُس میں تنگی رہے گی اور نہ ہی کسی طرح کی سختی۔ (اور لَوٹے گا اپنے یگانوں) یعنی اپنے جنتی شریکِ زندگی (کی طرف خوش)۔ (اور رہا وہ، جسے دیا گیا اُس کا نامہء اعمال اُس کے پیٹھ کے پیچھے سے) کیونکہ وہ ہمیشہ ایمان و توحید اور اطاعتِ پیغمبر کو پسِ پشت ڈالتا رہا۔ (تو جلد مانگے گا موت کو) یعنی تمنا کرے گا ہلاکت کی۔۔۔ یا۔۔۔ 'یا ثبورا'! 'یا ثبورا'! کے نعرہ لگائے گا۔ یہ کلمہ بھی طلبِ ہلاکت کا ہے (اور) نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ (جائے گا دہکتی آگ میں)۔

اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝١٣ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ ۝١٤ بَلٰۤى

بے شک یہ تھا اپنے والوں میں خوش ● بے شک اُس نے سمجھا تھا کہ ہرگز واپس نہ ہوگا ● کیوں نہیں!

اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیْرًا ۝١٥

بے شک اُس کا رب اُس کا نگراں رہتا تھا ●

(بے شک یہ) شخص (تھا اپنے والوں میں) اپنے مالِ فانی اور جاہِ ناپائدار پر (خوش) اور نازاں۔ (بے شک اُس نے سمجھا تھا کہ ہرگز واپس نہ ہوگا) یعنی اُس کا بعث وحشر نہ ہوگا۔ (کیوں نہیں)! ہاں اُس کا بعث وحشر ہوگا کیونکہ (بے شک اُس کا رب اس کا نگراں رہتا تھا) جو اس کے احوال اعمال کو دیکھنے والا ہے۔ پس اُسے نہ چھوڑے گا بلکہ محشر میں لائے گا اور اس کے اعمال کی جزا اور سزا سے پہنچائے گا۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿۱۶﴾ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿۱۷﴾ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿۱۸﴾

نہیں کیا مجھے قسم ہے شام کی روشنی کی ● اور قسم ہے رات کی، اور جو وہ اکٹھا کرے ● اور قسم ہے چاندکی، جب وہ پورا ہو چکا ●

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾

کہ ضرور چڑھو گے ایک مقام سے دوسرے مقام کو ●

(تو نہیں کیا مجھے قسم ہے شام کی روشنی کی) یعنی شفق کی اور وہ ایک سرخی ہے کہ غروب آفتاب کے بعد مغرب کے کنارے میں دیکھی جاتی ہے۔۔۔

اور اُس کا غائب ہونا امام مالک، امام شافعی، اور صاحبین رضی اللہ عنہم کے مذہب میں وقتِ عشاء کی علامت ہے اور امام اعظم کے نزدیک اُس سرخی کے غائب ہونے کے بعد جو سفیدی دکھائی دیتی ہے وہ شفق ہے۔ پہلی کو 'شفقِ احمر' اور دوسری کو 'شفق ابیض' بھی کہتے ہیں۔

(اور قسم ہے رات کی، اور) اُس کی (جو وہ اکٹھا کرے)، یعنی جسے رات اپنی تاریکی میں چھپالیتی ہے۔ (اور قسم ہے چاندکی جب وہ پورا ہو چکا) یعنی بدرِ کامل کی قسم (کہ ضرور چڑھو گے ایک مقام سے دوسرے مقام کو)، یعنی البتہ پہنچو گے اور ملو گے تم ایک حال کو بعد ایک حال کے اُس کے مطابق شدت میں بہت سخت۔

اِس سے موت اور روزِ قیامت کی شدتیں اور اُس کے ہَولوں کے مقامات مراد ہیں کہ ایک کے بعد ایک دیکھے جائیں گے۔ تفسیرِ زاہدی میں ہے کہ بنی آدم کا ایک حال سے دوسرے حال کی طرف پھرنا مراد ہے، یعنی نطفہ سے تھکے کی طرف پھر لوتھڑا اور ہڈی اور دوسری خلقت اور پیٹ کے اندر کا بچہ اور پیدا ہوا بچہ اور دودھ پیتا بچہ اور پیروں چلتا بچہ اور جوانی کے قریب پہنچا ہوا لڑکا اور جوان، ادھیڑ اور بوڑھا ہو جاتا ہے، آخر احوال تک۔۔ المختصر۔۔ یہ سب شاہد عدل ہیں کہ تم کو ایک منزل کے بعد دوسری منزل پر پہنچنا ہے۔

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٢٠﴾ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ﴿٢١﴾

تو کیا ہوا اُنہیں کہ نہیں مانتے ؟● اور جب پڑھا جائے اُن پر قرآن، تو سجدہ نہیں کرتے ●

بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ ﴿٢٢﴾

بلکہ جنہوں نے کفر کیا وہ جھٹلاتے رہتے ہیں●

(تو کیا ہوا انہیں کہ) باوجود اِس حال کے (نہیں مانتے) اور خدا اور رسول اور روز جزا پر ایمان نہیں لاتے ،(اور جب پڑھا جائے اُن پر قرآن تو سجدہ نہیں کرتے) اور اللہ کے سامنے سر نہیں جھکاتے۔

قرآنی سجدوں میں یہ تیرھواں سجدہ ہے۔ صاحبِ فتوحات نے اِس سجدہ کو 'سجدہ جمع' کہا ہے کہ قرآن سننے کے بعد ہے اور قرآن جامع ہے تنزیہہ اور تقدیر کی صفتوں کو۔

اِتنا ہی نہیں کہ کفار سجدہ نہیں کرتے (بلکہ جنہوں نے کفر کیا وہ جھٹلاتے رہتے ہیں) قرآن کریم کے بتائے ہوئے عقائد کو۔ یہ جھٹلانا دلیل کی کمی اور انقطاعِ حجت کے سبب سے نہیں ہے بلکہ اِس سبب سے ہے کہ قرآنی آیتوں میں غور وفکر نہیں کرتے۔

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ ﴿٢٣﴾ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٤﴾ إِلَّا الَّذِينَ

اور اللہ خوب جانتا ہے جو دِل میں رکھتے ہیں● تو خبر دے دو اُنہیں دکھ والے عذاب کی● مگر جو مان گئے

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ﴿٢٥﴾

اور لیاقت مندی کی، اُنہیں کے لیے بے حد ثواب ہے●

(اور اللہ) تعالیٰ (خوب جانتا ہے جو دِل میں رکھتے ہیں) یعنی کفر اور مؤمنوں کے ساتھ کینہ۔ اِسی کفر وحسد کی وجہ سے ایمان نہیں لا رہے ہیں، (تو) اب یہی بات رہ گئی ہے کہ آپ (خبر دے دو انہیں دکھ والے عذاب کی)۔ (مگر) وہ لوگ اس عذاب سے مستثنیٰ ہیں (جو مان گئے اور لیاقت مندی کی)، یعنی ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ انجام دیتے رہے۔ (انہیں کے لیے بے حد ثواب ہے) نہ گھٹا ہوا، نہ کٹا ہوا اور نہ احسان رکھا ہوا۔

اختتام سورہ الانشقاق --- ﴿ ۱۶/ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ --- مطابق --- ۲/ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز جمعہ ﴾ ---

-- ﴿۱۷رذی الحجہ ۱۴۳۳ھ﴾ --مطابق-- ۳رنومبر ۲۰۱۲ء، بروز شنبہ ﴿ --

سورۃ البروج ۸۵ مکیۃ ۲۷ — آیاتہا ۲۲ — رکوعہا ۱

سُوْرَۃُ الْبُرُوْجِ

سورۃ البروج --۸۵ مکیہ ۲۷ آیاتہا ۲۲ --رکوعہا ۱

اِس سورۂ مبارکہ کا نام اِسی کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے اور اپنے ماقبل کی 'سورہ انشقاق' سے اِس کا ربط یہ ہے کہ دونوں میں افتتاحی کلمات کے بعد جنتیوں اور دوزخیوں کے حالات بیان فرمائے گئے ہیں اور دونوں کے آخر میں اس کا ذکر ہے کہ کفار تکذیب میں مبتلا ہیں --علاوہ ازیں-- اِس سے پہلے سورت میں یہ بتایا تھا کہ مشرکین کے اپنے سینوں میں نبی ﷺ اور مؤمنین کے خلاف جو بغض اور عناد چھپا ہوا ہے اللہ تعالیٰ کو اُس کا علم ہے اور اِس سورت میں یہ بتایا کہ اِس سے پہلی امتوں کے کافروں کا بھی یہی طریقہ تھا۔ اِس میں مشرکین کے لیے نصیحت ہے اور مؤمنوں کے دِلوں کو مطمئن اور مضبوط رکھنا ہے، تو ایسی ہدایت سے وابستہ اور حقائق سے ہم رشتہ سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں---

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝۱ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝۲ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝۳

قسم ہے بُرجوں والے آسمان کی ● اور وعدہ دیے ہوئے دن کی ● اور اُس دن کی، جو گواہی دینے والا اور عام حاضری کا ہے ●

(قسم ہے بُرجوں والے آسمان کی)۔ اِس سے بارہ[۱۲] بُروج مراد ہیں --یا-- قمر کی منزلیں --یا-- آسمانوں کے دروازے مراد ہیں۔ (اور) قسم ہے (وعدہ دیئے ہوئے دن کی) یعنی روزِ قیامت کی (اور اُس دِن کی جو گواہی دینے والا اور عام حاضری کا ہے)۔

شَاهِدٌ و مَشْهُوْد اِن دونوں الفاظ کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں:

﴿۱﴾-- **شَاهِدٌ** سے مراد 'جمعہ' ہے اور **مَشْهُوْد** سے مراد 'یوم عرفہ' ہے۔ یہ قول متعدد اکابر کا ہے۔

﴿۲﴾-- **شَاهِدٌ** سے مراد 'یوم جمعہ' ہے اور **مَشْهُوْد** سے مراد 'روز قیامت' ہے۔

﴿۳﴾۔۔ **شَاهِدٌ** سے مراد اللہ ہے اور **مَشْهُوْد** سے مراد توحید۔۔یا۔۔نبوت۔۔یا۔۔خلائق۔

﴿۴﴾۔۔ **شَاهِدٌ** سے مراد آنحضرت ﷺ اور **مَشْهُوْد** سے مراد دیگر انبیاءِ کرام علیہم السلام۔

﴿۵﴾۔۔ **شَاهِدٌ** سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں اور **مَشْهُوْد** سے مراد اُن کی امتیں۔

﴿۶﴾۔۔ **شَاهِدٌ** سے مراد اُمت محمدیہ ہے اور **مَشْهُوْد** سے مراد دیگر امتیں۔

﴿۷﴾۔۔ **شَاهِدٌ** سے مراد 'یوم عرفہ۔۔یا۔۔'یوم نحر' ہے اور **مَشْهُوْد** سے مراد حجاج۔

﴿۸﴾۔۔ **شَاهِدٌ** سے مراد ہر ایک دن ہے اور **مَشْهُوْد** سے مراد ہر ایک دن میں جو مخلوق ہے۔

حقیقت میں یہ اقوال تخصیص نہیں بلکہ تمثیل ہیں، یعنی **شَاهِدٌ** اور **مَشْهُوْد** دو الگ الگ مستقل حقائق ہیں جن کے امثال ونظائر بیان ہورہے ہیں۔۔۔یہ حقائق ہیں کیا؟ وہی جو اِن دو الفاظ سے عصرِ نبوی کے مخاطبین کلام بے تکلف سمجھتے تھے، یعنی **شَاهِدٌ** سے مراد ہے 'حاضر وناظر' اور **مَشْهُوْد** سے مراد ہے وہ چیز جو نگاہوں کے سامنے ہے۔۔یا۔۔سامنے آئے گی۔ بس یہی معنی ہے جو ان الفاظ کو سنتے ہی اہلِ زبان سمجھتے ہیں کیونکہ ان کے متبادر معانی یہی ہیں۔

یوں تو **شَاهِدٌ** کے متبادر معنی 'گواہ' اور **مَشْهُوْد** کے متبادر معنی وہ چیز بھی ہے 'جس کے متعلق گواہی دی جائے' لیکن اِس صورت میں **مَشْهُوْد** کی بجائے **مَشْهُوْد** علیہ بولتے ہیں۔ اِسی لیے یہ لکھا گیا ہے کہ **شَاهِدٌ** کے متبادر معنی ہیں 'حاضر وناظر' اور **مَشْهُوْد** کے متبادر معنی ہیں 'وہ چیز جو نگاہوں کے سامنے ہے۔۔یا۔۔سامنے آئے گی'۔

اِس سورہ میں قسم تو ہے مگر جوابِ قسم اکثر مفسرین کے نزدیک محذوف ہے۔ ان بزرگوں نے اپنے اپنے نقطۂ نگاہ سے اُس کو متعین کیا ہے۔ زیادہ تر رجحان اِس طرف ہے کہ جوابِ قسم اُس قسم کا محذوف جملہ ہے "اَنَّهُمْ مَلْعُوْنُوْن، يَعْنِي كُفَّارَ مَكَّةَ كَمَا لُعِنَ اَصْحَابُ الْاُخْدُوْد"، یعنی ظالم قریشیوں پر اللہ کی مار جو بے بس مسلمانوں کو طرح طرح سے ستاتے ہیں، جیسا کہ آگ کی خندق والوں پر اللہ کی مار پڑی ہے۔ **قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ** کا فقرہ جوابِ قسم کے محذوف ہونے پر دلالت کرتا ہے۔۔الختصر۔۔ان تمام چیزوں کی قسم ارشاد فرما کر فرمایا۔۔۔

قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ﴿۵﴾ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ﴿۶﴾

کہ غارت کردیے گئے کھائیوں والے ● ایندھنوں والی آگ والے ● جب کہ وہ لوگ اُس پر بیٹھے ہوئے تھے ●

وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ؕ

اور وہ، جو اس کام پر جو کرتے مسلمانوں کے ساتھ، گواہ تھے●

(کہ غارت کردیئے گئے کھائیوں والے)۔

کھائیوں والوں کے تعلق سے مختصر تفصیل یہ ہے کہ یہ بت پرست تھے جو ذونواس یمنی کے لوگ تھے۔ ذونواس بادشاہ تھا، اُس کے زمانے میں ایک ساحر تھا کاھن، شعبدہ باز۔ بادشاہ کی سلطنت کا مدار اُسی ساحر پر تھا۔ جب وہ بوڑھا ہوا تو بادشاہ سے عرض کی کہ اب میں بوڑھا ہوا، میرے قویٰ میں بالکل ضعف آ گیا، صلاح اِسی میں ہے کہ ایک جوان اصیل عاقل، تیز فہم میرے سپرد کیجیے کہ جو کچھ میں جانتا ہوں اُسے سکھادوں اور میرے بعد وہ میرا خلیفہ ہو کہ سلطنت کے امور اُس کے سبب سے منتظم رہ سکیں۔ بادشاہ کو یہ بات پسند آئی، اُس کے مقصود کے مطابق ایک لڑکا اُس کے سپرد کیا۔ ساحر بڑے اہتمام کے ساتھ اُس کی تعلیم میں مشغول ہوا۔

ایک دن وہ لڑکا ایک راہب کے عبادت خانے میں گیا، اُس کے احوال سے مطلع ہو کر رہبانیت کا طریقہ پسند کیا اور راہب کے دین پر متدین ہو گیا اور خدا پرستی اختیار کی۔ ہر روز بہانہ کرتا کہ میں ساحر کے پاس تعلیم لینے جاتا ہوں اور راہب کے پاس آ کر اُس سے صحبت رکھتا، یہاں تک کہ مرد عاقل، کامل عامل، مستجاب الدعوات ہو گیا۔ قضائے کار ایک دن راہب کے پاس سے باہر نکلا، اپنے گھر جاتا تھا کہ اژدہے نے سرِ راہ آ کر لوگوں پر راستہ بند کر دیا تھا، خلق ہر طرف سے حیران تھی۔ جب وہ جوان آگے آیا تو 'اسمِ اعظم' پڑھ کر اژدہے کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور بولا کہ اَے اژدہے! راہ چھوڑ دے اپنے ٹھکانے پھر جا۔ پس اژدہا چلا گیا۔

اُس جوان کی خبر شہر میں مشہور ہوئی۔ پھر ایک اور وقت ایک شیر راہ پر آیا، جوان نے ایک بات اُس کے کان میں کہہ دی، وہ بھی راستے سے دُور چلا گیا۔ اب حاجت مند لوگ اُس جوان کے پاس آنے لگے اور اُس کی دُعا سے سب اپنی مراد پانے لگے، یہاں تک کہ بادشاہ کا دربان جو اندھا ہو گیا تھا وہ بھی اُس جوان کے پاس آیا اور دُعا کی استدعا کی۔ جوان نے کہا اگر تُو میری متابعت کر اور میرا بھید چھپا، تو تیری آنکھیں روشن کر دوں۔

دربان نے بسر و چشم قبول کر لیا اور عہد کیا، جوان نے اُسے کلمۂ شہادت تلقین کیا اور اُس

کے حق میں دُعا کی اُس کی آنکھیں روشن ہوگئیں۔ دربان روشن چشم پادشاہ کے پاس آیا، ذونواس بادشاہ نے ازراہِ تعجب اُس سے پوچھا کہ تیری آنکھ کیوں کر اچھی ہوگئی؟ وہ بولا کہ خدا نے مجھے صحت بخشی۔ پادشاہ نے کہا کہ تیرا خدا کون ہے؟ دربان نے جواب دیا اَللّٰہُ الَّذِی لَآاِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔ یعنی میرا خدا اللہ تعالیٰ ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔

بادشاہ نے حیلے کی راہ سے کہا کہ تُو نے یہ تعلیم و تلقین کس سے پائی کہ میں بھی اُس کا گرویدہ ہوں۔ دربان کو بادشاہ کے اسلام قبول کرنے پر جو خوشی ہوئی، تو خوشی کے مارے جوان کا سارا قصہ کہہ دیا۔ بادشاہ نے جوان کو بلایا اور اُس کے عقیدے پر مطلع ہوا۔ ہر چند لوگوں نے کوشش کی مگر وہ جوان اپنے عقیدے سے نہ پھرا۔ حکم ہوا کہ اُسے دریا میں ڈبو دو۔ لوگوں کی ایک جماعت اُسے دریا کے کنارے لے گئی اُس نے جو دُعا کی تو یہ سب لوگ ڈوب گئے اور وہ صحیح سلامت دریا کے کنارے سے پھرا۔

بادشاہ کو یہ خبر پہنچی، ایک گروہ کو خاص کیا کہ اُسے پہاڑ پر لے جائے اور نیچے ڈھکیل دیں۔ جب پہاڑ پر پہنچے تو جوان نے دُعا کی ایک ہَوا اٹھی اور اُس نے اُن لوگوں کو پہاڑ سے نیچے گرا دیا اور وہ جوان صحیح سالم رہا۔ پھر بادشاہ نے حکم دیا اُسے آگ میں ڈال دو۔۔ غرضیکہ۔۔ بادشاہ کے لوگ جلے اور اُس جوان پر آنچ نہ آئی۔ پھر اُسے سولی پر لٹکایا اور تیر مارے، کوئی تیر اُس پر کارگر نہ ہوا۔ جوان بولا کہ اَے بادشاہ! خدا پر ایمان لا کہ یہ سب قدرت کے آثار تُو دیکھ چکا۔

بادشاہ نے عداوت اور عناد اختیار کر کے کہا کہ میں تجھ کو قتل ہی کرنا چاہتا ہوں۔ جوان بولا کہ اگر تیری یہی مراد ہے تو ایک تیر کمان پر رکھ اور کہہ کہ اِس غلام کے خدا کے نام کے ساتھ میں یہ تیر مارتا ہوں، یہ کہہ کر مجھ کو تیر مار۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا تیر اُس کے مقتل پر پہنچا، جوان نے شربتِ شہادت پیا۔ جتنے آدمی وہاں حاضر تھے سب کے سب ایک ساتھ بولے کہ ہم اِس غلام کے رب پر ایمان لائے۔

پس بادشاہ غصہ میں آیا اور حکم دیا کہ اُس کے حکم سے زمین میں کئی جگہ گڑھے کھودے اور اُس میں آگ جلائی، اور پہاڑوں کے کناروں پر لوگ بیٹھے اور لوگوں کو گرفتار کرنا شروع کیا۔ جسے لاتے وہ لوگ اُس سے پوچھتے، اگر وہ خدا پر ایمان رکھتا تو اُسے گڑھوں میں ڈال کر جلا دیتے۔ تو خدائے تعالیٰ نے اُن ظالموں کو گڑھوں والا اور پہاڑوں والا فرمایا ہے اور انہیں کو۔۔۔

(ایندھنوں والی آگ والے) فرمایا گیا (جبکہ وہ لوگ اُس پر بیٹھے ہوئے تھے)، یعنی آگ کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے (اور وہ جو اس کام پر جو کرتے مسلمانوں کے ساتھ، گواہ تھے)، یعنی وہ سب اپنی وہ حرکتیں دیکھ رہے تھے جو مؤمنوں کے ساتھ کیے جا رہے تھے۔ تو وہ اپنے اُس ظلم وستم پر خود ہی گواہ تھے۔

وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴿۸﴾ الَّذِيْ لَهٗ

اور نہیں اُنہیں ناگواری تھی اُن سے، مگر یہ کہ مان گئے تھے عزت والے حمد والے اللہ کو● وہ جس کی

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۹﴾ۭ

شاہی ہے آسمانوں اور زمین میں۔ اور اللہ ہر ایک کا گواہ ہے●

(اور نہیں انہیں ناگواری تھی اُن) ایمان والوں (سے مگر یہ کہ) یہ ایمان والے (مان گئے تھے عزت والے حمد والے اللہ) تعالیٰ (کو)، یعنی اُس اللہ کو جو غالب ہے، تو اُس کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔ اور وہ تعریف کیا ہوا ہے، تو اُس کی رحمت سے امیدوار ہونا چاہیے۔ اور (وہ) خدا (جس کی شاہی ہے آسمانوں اور زمین میں۔ اور اللہ) تعالیٰ (ہر ایک کا گواہ ہے) خواہ مؤمن ہو۔۔یا۔۔کافر، اللہ تعالیٰ ہر ایک کے افعال واقوال کا مشاہدہ فرمانے والا ہے اور اُن پر گواہ ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ

بے شک جنہوں نے دُکھ دیا مسلمان مَردوں اور عورتوں کو، پھر توبہ نہ کی، تو اُن کے لیے

عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ﴿۱۰﴾ۭ

جہنم کا عذاب ہے، اور اُن کے لیے آگ کا دکھ ہے●

(بے شک جنہوں نے دکھ دیا مسلمان مردوں اور عورتوں کو) یعنی اُن پر آگ کا عذاب کیا، (پھر توبہ نہ کی)، اور خدا کی طرف نہ پھرے، (تو اُن کے لیے) آخرت میں (جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے) حسب مشیت دُنیا میں (آگ کا) بھی (دکھ ہے)۔

۔۔چنانچہ۔۔ایک روایت ہے کہ وہی آگ جو انہوں نے موحدوں کے واسطے گڑھوں میں جلائی تھی وہی بھڑکی اور چالیس[۴۰] گز اونچی ہوگئی اور اُسی نے سب کو گھیر کر جلا دیا۔ اُن کے برعکس۔۔۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ

بے شک جو ایمان لائے اور نیکیاں کیں، اُن کے لیے باغ ہیں، بہتی ہیں جن کے نیچے نہریں۔۔

ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ﴿١١﴾ إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ﴿١٢﴾

یہی بڑی کامیابی ہے● بے شک تمہارے رب کی پکڑ یقیناً سخت ہے●

(بے شک جو ایمان لائے اور نیکیاں کیں، اُن کے لیے باغ ہیں، بہتی ہیں جن کے) مکانوں اور درختوں کے (نیچے نہریں۔۔ یہی بڑی کامیابی ہے) کہ دُنیا و ما فیہا اُس کے مقابلے میں کم اور حقیر ہے۔(بے شک تمہارے رب کی پکڑ یقیناً سخت ہے) اس واسطے کہ کفر کے سبب سے اُس نے جس کو عذاب میں پکڑا اُسے ہرگز نجات نہیں۔

إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ ﴿١٣﴾ وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ﴿١٤﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ﴿١٥﴾

بے شک وہ پہلے پیدا کرے اور وہی دوبارہ کرے● اور وہی مغفرت فرمانے والا بڑا پیار والا● عرشِ مجید والا ہے●

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ﴿١٦﴾

کرگزرنے والا جو چاہے●

(بے شک وہ پہلے پیدا کرے اور وہی دوبارہ کرے)، یعنی یقیناً وہی پہلی بار بھی یعنی دُنیا میں بھی پکڑتا ہے اور وہی دوسری بار بھی یعنی آخرت میں بھی پکڑے گا اور یہ عدل کی نشانی ہے۔(اور وہی مغفرت فرمانے والا) ہے اُس کی جو توبہ کرے، اور (بڑا پیار والا) ہے۔اور دوست رکھنے والا ہے اُسے جو حکم مانے اور یہ فضل کی علامت ہے۔عدل کے سبب سے چھوڑتا ہے اور نابود کر دیتا ہے اور فضل کے سبب سے نوازتا ہے اور بلند کرتا ہے۔(عرشِ مجید والا ہے)، یعنی عرش کا خداوند۔۔یا۔۔ملک کا مالک اور اپنی ذات وصفات میں بزرگ، (کرگزرنے والا جو چاہے)۔

یعنی اُس کے کام میں کوئی بھی دخل نہیں دے سکتا۔وہ اطاعت گزاروں کو پیار کرتا ہے اور پوری طرح پیار کرتا ہے، کون ہے جو اُس میں دخل دے سکے؟ اِسی طرح نافرمانوں کو سزا دیتا ہے اور پوری طرح دیتا ہے، کون ہے جو زبان ہلا سکے؟ اِس کے علاوہ اور بھی کچھ کرنا چاہتا ہے کرتا ہے، کوئی بھی دم نہیں مار سکتا۔۔۔

یہ تصور کہ اللہ جو چاہتا ہے پورا کرتا ہے، اُس کے کام میں کوئی دخل نہیں دے سکتا، قرآنِ

کریم کی بہت اہم تعلیم ہے۔ مشرکانہ تصورات کی جڑیں جو شرک پسند دِلوں میں جم گئی ہیں، ان کو یہ تعلیم اس طرح اکھاڑ پھینکتی ہے کہ اب نہ کوئی دیوی ہے نہ دیوتا، اور نہ ہی اللہ کے سوا کوئی اور معبودِ برحق۔۔۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ پہلے یہ بتایا جاچکا ہے کہ "اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے،" اب آگے اُس کے نظائر میں فرعون وثمود کے واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔۔ چنانچہ۔۔ ارشاد ہے کہ۔۔۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ﴿۱۷﴾ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ﴿۱۸﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ﴿۱۹﴾

کیا آئی تمہارے پاس لشکروں کی بات؟● فرعون وثمود کی● بلکہ کافرلوگ جھٹلانے میں ہیں●

(کیا آئی تمہارے پاس لشکروں کی بات) یعنی (فرعون وثمود کی) باتیں اور اُن کے واقعات۔

اِس سے بتانا یہ ہے کہ اَے محبوب! آپ کے پاس گزشتہ جماعتوں کے واقعات کا بیان آچکا اور فرعون وثمود کے واقعات بھی بیان کیے جاچکے، جن کو سن کر کفار بھی اچھی طرح واقف ہوچکے، لیکن اُس پر بھی یہ ظالم عبرت نہیں پکڑتے۔۔۔

(بلکہ) یہ کفر کا شیوہ اختیار کرنے والے (کافرلوگ جھٹلانے میں) ہی (ہیں)۔

وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ﴿۲۰﴾ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿۲۱﴾ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾

اور اللہ اُنہیں اُن کے اِدھر اُدھر سے گھیرے میں رکھنے والا ہے● بلکہ وہ قرآن مجید ہے● لوحِ محفوظ میں●

(اور) حال یہ ہے کہ (اللہ) تعالیٰ (اُنہیں اُن کے اِدھر اُدھر سے گھیرے میں رکھنے والا ہے)، یعنی اُن کو ہر طرف سے گھیر رکھا ہے تو انکار وتکذیب کرنے والو! غور سے سنو کہ اللہ کے رسول ﷺ جو وحی الٰہی پیش فرماتے ہیں وہ شعر وشاعری نہیں، **(بلکہ وہ قرآنِ مجید ہے)** یعنی بڑی ہی عظمت والا قرآن ہے، جو **(لوحِ محفوظ میں)** لکھا ہوا ہے، اور ہر طرح کی تغییر اور تحریف سے محفوظ ہے۔ کفر کا مزاج کچھ ایسا واقع ہوا ہے کہ لاکھ سمجھاؤ مگر ایمان کی بات ماننے کے لیے تیار ہی نہیں، بس وہی اِنکار و تکذیب ہے۔ قرآن جیسی کتاب کا بھی اِنکار ہے، حالانکہ یہ بہت بڑی عظمت والی کتاب ہے جس کا اعتراف ہر منصف مزاج آدمی ہمیشہ کرتا رہا ہے۔ اور یہ **لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ** کی خاص کتاب ہے۔

اختتام سورہ البروج۔۔۔ ﴿ ۱۷رذی الحجہ ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۳رنومبر ۲۰۱۲ء، بروز شنبہ ﴾ ۔۔

-- ﴿ ۱۹؍ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ --مطابق-- ۵؍نومبر ۲۰۱۲ء، بروز دوشنبہ ﴾ --
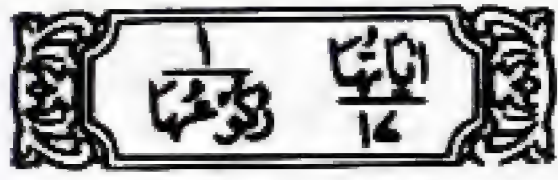
سُوْرَةُ الطَّارِق

سورۃ الطارق--۸۶ مکیہ ۳۶ آیاتہا ۱۷--رکوعہا ۱

اِس سورہ کا نام اِسی کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ اِس سے پہلے والی سورت اور اس میں یہ مناسبت ہے کہ دونوں میں آسمان اور تاروں کا ذکر ہے اور دونوں میں 'مبدء و معاد' کا بیان ہے۔ 'سورہ بروج' میں اللہ کی صفت 'محیط' کا تذکرہ ہے اور اس سورت میں اللہ کی صفت 'حفیظ' کا۔ اور اِس میں بھی یک گونہ 'احاطہ' کا مفہوم ہے۔ قدرتِ الٰہی اور حکمتِ خداوندی کو ظاہر کرنے والی اِس سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں---

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

وَالسَّمَاۗءِ وَالطَّارِقِ ۝۱ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝۲ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝۳

قسم ہے آسمان کی اور رات کو آنے والے کی • اور کیا اٹکل تمہیں کہ کیا ہے، رات کو آنے والا؟ • ستارہ ہے چمکدار •

اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝۴

کوئی جان نہیں، مگر اُس پر ایک نگہبان ہے •

(قسم ہے آسمان کی اور رات کو آنے والے کی)، یعنی رات کو ظاہر ہونے والے تارے کی۔ (اور کیا اٹکل تمہیں کہ کیا ہے رات کو آنے والا)، یعنی ہم تمہیں بتا رہے ہیں ہمارے سوا تمہیں کون بتا سکتا ہے کہ رات کو نمودار ہونے والے تارے کی حقیقت کیا ہے؟ تو یہ رات کا آنے والا (ستارہ ہے چمکدار) جو اپنی شعاعوں سے ظلمتوں کو چاک کرتا ہے۔ تو یہ آسمان اور یہ ستارہ اپنی زبانِ حال سے شاہد ہے کہ جس طرح اِن کا کوئی محافظ ہے اُسی طرح (کوئی جان نہیں مگر اُس پر ایک نگہبان ہے)، جو اُس کے قول و عمل پر نگاہ رکھتا ہے اور شمار کرتا ہے۔

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ﴿٥﴾ خُلِقَ مِنْ مَاءٍ دَافِقٍ ﴿٦﴾ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ

تو چاہیے کہ انسان نظر کرے، کہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟● پیدا کیا گیا ہے اچھلتے پانی سے● جو نکلتا ہے

الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ﴿٧﴾ إِنَّهُ عَلَىٰ رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ﴿٨﴾

پیٹھ سے اور سینوں سے● بے شک وہ اُس کے واپس لانے پر یقیناً قادر ہے●

(تو) اب انجام کار کو سمجھنے کے لیے (چاہیے کہ انسان نظر کرے کہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے)۔ خاص کر کے جو کوئی بعث ونشر کا منکر ہوا سے چاہیے کہ اصل ایجاد کو دیکھے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ وہ (پیدا کیا گیا ہے اچھلتے پانی سے) جو گرایا گیا ہے رحم میں، اور (جو نکلتا ہے) مَردوں کی (پیٹھ) کے درمیان (سے اور) عورتوں کے (سینوں) کی ہڈی (سے)۔ اور حق تعالیٰ کی شانِ قدرت یہ ہے کہ (بے شک وہ اُس کے واپس لانے پر یقیناً قادر ہے)۔ یعنی جس نے انسان کو ایک قطرۂ آب سے پیدا کیا یقیناً وہ اس کو دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ اُس دن کا تصور کرو۔۔۔

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ﴿٩﴾ فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ ﴿١٠﴾ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ﴿١١﴾

جس دن کہ جانچے جائیں گے سارے چھپے ڈھکے● تو نہیں اُسے کوئی زور اور نہ مددگار● قسم ہے بارش والے آسمان کی●

وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴿١٢﴾ إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿١٣﴾ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿١٤﴾

اور پھٹنے والی زمین کی● بے شک یقیناً یہ قول فیصل ہے● اور نہیں ہے ہنسی کی بات●

(جس دن کہ جانچے جائیں گے سارے چھپے ڈھکے)، یعنی سب چھپی ہوئی حقیقتیں کھل جائیں گی، (تو) اُس وقت (نہیں اُسے کوئی زور) اپنی ذات پر کہ اپنے سے عذاب کو روک سکے۔ (اور نہ ہی کوئی (مددگار) کہ اُس کی مددگاری سے بَلا رفع دفع ہو جائے۔ (قسم ہے بارش والے آسمان کی● اور پھٹنے والی) یعنی نباتات والی (زمین کی) کہ (بے شک) انسان کا دوبارہ زندہ ہونا (یقیناً یہ قولِ فیصل) اور قولِ برحق (ہے● اور نہیں ہے ہنسی کی بات) اور کوئی باطل بات۔

إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ﴿١٥﴾ وَأَكِيدُ كَيْدًا ﴿١٦﴾ فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ

بے شک وہ داؤں کرتے ہیں خوب● اور میں جواب دیتا ہوں داؤں کا● تو ڈھیل دے دو ابھی کافروں کو،

أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿١٧﴾

اور مہلت دے دو تھوڑی سی●

ع ۱۷ / ۱

(بے شک وہ) یعنی کفارِ مکہ اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے لیے (داؤں کرتے ہیں خوب) اور بڑی بڑی تدبیریں کرر ہے ہیں، (اور میں جواب دیتا ہوں داؤں کا) یعنی اسلام کے تحفظ کا بڑا انتظام کرر ہا ہوں، (تو) اَے محبوب! (ڈھیل دے دو ابھی کافروں کو اور مہلت دے دو تھوڑی سی)۔ یعنی اُنہیں کچھ دنوں یوں ہی رہنے دیجیے اور اُن کے لیے دُعائے ہلاکت کرنے میں جلدی نہ کیجیے، وہ خود ہی عنقریب ہلاک ہو جائیں گے۔

اختتام سورہ الطارق ـ ـ ـ ﴿ ١٩ / ذی الحجہ ١٤٣٣ھ ـ ـ مطابق ـ ـ ٥ / نومبر ٢٠١٢ء، بروز دوشنبہ ﴾ ـ ـ

ـ ـ ﴿ ١٩ / ذی الحجہ ١٤٣٣ھ ـ ـ مطابق ـ ـ ٥ / نومبر ٢٠١٢ء، بروز دوشنبہ ﴾ ـ ـ

سُوْرَۃُ الاَعْلیٰ

سورۂ الاعلیٰ ـ ـ ٨٧ مکیہ ٨ | آیاتہا ١٩ ـ ـ رکوعہا ١

اِس سورہ کا نام اِسی کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ سابق سورہ سے اُس کی مناسبت یہ ہے کہ 'سورہ طارق' میں اِس طرف توجہ دلائی گئی تھی کہ انسان اپنے مادّۂ تخلیق پر نظر ڈالے، اور اُس راہ سے سبق دیا گیا تھا کہ دیکھو اللہ بڑا قدیر ہے کہ ایک قطرۂ آب سے تم کو پیدا کیا اور اُس ایک معمولی قطرہ میں تمہارے تمام اعضاء اور خصائص ظاہری و باطنی اس طرح رکھ دیئے کہ اپنے اپنے زمانہ میں سب ظہور میں آتے گئے۔ کیا ایسا قادرِ مطلق اِس پر قادر نہیں کہ تم کو دوبارہ پیدا کر دے؟

اور اب 'سورۂ اعلیٰ' میں اللہ کے قدیر مطلق ہونے کے اور حقائق پیش کیے جا رہے ہیں۔ یہ حقائق خَلق، تسویہ، تقدیر، اور ہدایت ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو یہ سورت بہت محبوب تھی، اِسی لیے آپ وتر نماز میں اکثر سورۂ اعلیٰ، سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص پڑھا کرتے، اور عیدین و جمعہ میں 'سورۂ اعلیٰ' اور 'سورۂ غاشیہ' کی تلاوت فرماتے۔

اگر اتفاق سے ایک ہی دن عید اور جمعہ دونوں پڑ گئے، تو اُن دونوں میں اِن سورتوں کو پڑھتے۔ حضور ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب **سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى** پڑھتے، تو اُس کے بعد سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّیَ الْاَعْلٰی ضرور پڑھ لیتے۔ اور حضرت علی نے بھی ایسا کیا ہے اور دیگر صحابہ سے بھی ایسا ثابت ہے۔ ایسی محبوب اور عزیز وجمیل سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں

میں۔۔۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى ۝١ الَّذِىۡ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝٢ وَالَّذِىۡ قَدَّرَ فَهَدٰى ۝٣

پاکی بولو اپنے بلند و بالا رب کے نام کی● جس نے پیدا فرمایا تو درست فرمایا● اور جس نے اندازہ پر رکھا، پھر راہ دی●

(پاکی بولو اپنے بلند و بالا رب کے نام کی)، یعنی اپنے رب کے نام کی تسبیح و تقدیس کرو جو نہایت بلند و برتر ہے، تو انہیں صفات سے اُس کی تعریف کرو جو اُس کی شایانِ شان ہیں۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسولِ مقبول ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے سجدوں میں یہی کہا کرو۔

وہ ربِ اعلیٰ (جس نے پیدا فرمایا) سب کو (تو درست فرمایا)، یعنی جیسا چاہیے ٹھیک ویسا ہی بنایا۔ (اور) وہی ہے (جس نے اندازہ پر رکھا)، یعنی ہر شے کی ساخت میں اُس کی تمام چیزوں کو مقدار و تناسب سے رکھا۔ (پھر) سب کے لیے مقصدِ تخلیق پورا کرنے کی (راہ) بھی کھول (دی) اور رہنمائی فرمائی۔۔۔

وَالَّذِىۡۤ اَخۡرَجَ الۡمَرۡعٰى ۝٤ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحۡوٰى ۝٥

اور جس نے نکالا چارا● پھر کر دیا اُسے خشک کالا●

(اور) وہی ہے (جس نے) سبزے اُگائے اور (نکالا چارا) کہ چار پائے چریں، (پھر کر دیا) اُس کے سبز ہونے کے بعد (اُسے خشک کالا) پژمردہ میلا۔

بعض محققین نے اِس آیت کے مضمون سے یہ سمجھا ہے کہ فائدہ لینے والوں کی چراگاہ دُنیا ہے، اگرچہ پہلے تو تازہ اور ہری اور اچھی معلوم ہوتی ہے مگر تھوڑی مدت میں حادثوں کی بادِ خزاں چلنے سے اندھیر اور بے طراوت ہو جاتی ہے۔ اِس سورۂ مبارکہ میں اولاً اللہ کی تسبیح و تقدیس کا حکم دیا گیا تھا اور اللہ کے کچھ صفات بیان فرمائے گئے تھے، اب یہ ارشاد ہوتا ہے کہ اَے محبوب! مصائب کے ہجوم میں اور کثرتِ مشاغل میں حفظِ قرآن کی فکر نہ کیجیے،

کیونکہ۔۔۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰىٓ ۙ﴿۶﴾ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ؕ﴿۷﴾

اب پڑھایا کریں گے ہم، تو نہ بھولو گے ● 'الا ماشاء اللہ'۔ بے شک وہ جانتا ہے ہر ظاہر کو، اور جو چھپے اُس کو ●

(اب پڑھایا کریں گے ہم) خود ہی، (تو) تم کچھ بھی (نہ بھولو گے ● الا ماشاء اللہ)، یعنی بس اُتنی ہی دیر جتنی اللہ کو منظور ہو۔ تو حضرت جبرائیل حکم الٰہی سے قرآنِ کریم کا دَور کراتے رہیں گے ۔۔۔آپ کا کام ہے تسبیح کرنا، اور قرآن مجید اور تمام علوم پڑھا دینا ہمارا کام ہے ہم پڑھا دیں گے، تو آپ کچھ بھی نہ بھولیں گے الا ماشاء اللہ۔۔۔ لہٰذا آپ تبلیغ رسالت کیجیے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے رہیے۔ (بے شک وہ) یعنی اللہ تعالیٰ (جانتا ہے ہر ظاہر کو)، یعنی آپ کے ظاہری احوال کو (اور جو چھپے اُس کو)، یعنی جو آپ کے پوشیدہ اطوار ہیں اُن کو بھی جانتا ہے۔

ظاہر سے مراد ہے نبی کریم ﷺ حضرت جبرائیل کے ساتھ جو قرآن مجید پڑھتے تھے، اور پوشیدہ سے مراد نبی ﷺ تنہائی میں جو اپنے طور پر قرآن مجید پڑھتے رہتے تھے۔ اس آیت کا دوسرا محمل یہ ہے کہ۔۔۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مصلحتوں سے واقف ہے، جس حکم پر عمل کرنا اُس کے لیے دشوار ہوگا وہ اُس حکم کو منسوخ کر دے گا، اور اُس آیت کی قرأت آپ سے بھلا دے گا کیونکہ وہ ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے۔

وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۚ﴿۸﴾

اور آسان کر دیں گے ہم تم پر اس آسانی کو ●

(اور آسان کر دیں گے ہم تم پر اس آسانی کو)، یعنی ہم آپ کو قرآن مجید کے حفظ کرنے کے آسان اور سہل طریقے کی توفیق دیں گے۔

۔۔یا۔۔

ہم آپ کو ایسے اعمال کی توفیق دیں گے جس سے آپ کے لیے جنت کا راستہ آسان اور سہل ہو جائے۔

۔۔یا۔۔

ہم آپ پر نزولِ وحی کو آسان کر دیں گے تا کہ آپ سہولت سے وحی کو حفظ کر سکیں، جان سکیں، اور اُس پر عمل کر سکیں۔

--یا--

ہم آپ پر ایسے شرعی احکام نازل کریں گے جن پر عمل کرنا آسان ہوگا، اور لوگوں کے لیے شرعی احکام پر عمل کرنا مشکل اور دشوار نہیں ہوگا۔

اِس سے پہلی آیت میں یہ بتایا تھا کہ ہم نے آپ کے لیے اور آپ کی امت کے لیے دین آسان کر دیا ہے۔ اب اُس پر یہ متفرع کیا ہے کہ جب دین آسان ہے۔۔۔

فَذَكِّرْ إِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ﴿٩﴾ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ﴿١٠﴾ وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى ﴿١١﴾

تو نصیحت کرتے رہو اگر نفع دے نصیحت ● عنقریب نصیحت حاصل کرے گا جو ڈرتا ہے ● اور بھاگے گا اِس سے بڑا بد بخت ●

الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ﴿١٢﴾ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿١٣﴾

جو جائے گا بڑی آگ میں ● پھر نہ مرے گا اُس میں اور نہ جیے گا ●

(**تو نصیحت کرتے رہو اگر نفع دے نصیحت**) یعنی اگر نصیحت مفید ہو رہی ہو تو اُس کا سلسلہ جاری رکھو کیونکہ (**عنقریب نصیحت حاصل کرے گا**) وہ (**جو ڈرتا ہے**) اللہ تعالیٰ سے۔ اور جو اُس سے کترائے گا (**اور بھاگے گا اُس سے بڑا بد بخت**) وہ شخص (**جو جائے گا بڑی**) خطرناک (**آگ میں** ● **پھر نہ مرے گا اُس میں اور نہ**) ہی جینے کی طرح (**جیے گا**)۔

بڑی آگ سے مراد اُس درکہ جہنم کی آگ ہے جو بہت تیز اور بڑی جلانے والی ہے۔ یہ دُنیا میں تمہاری جو آگ ہے وہ اُس کے ستر حصوں کا ایک حصہ ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ 'نارِ کبریٰ' جہنم کے نیچے والے طبقہ میں ہے، جو جگہ ہے آلِ فرعون اور منافقین کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جو مائدہ اُترا تھا اُس کے منکروں کی۔ اور 'نارِ صغریٰ' اوپر والے طبقہ میں ہے جو امتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے گنہگاروں کی جگہ ہے۔۔۔ المختصر۔۔۔ وہ بد بخت نہ مرے گا اُس بڑی آگ میں کہ آسائش پا جائے، اور نہ زندہ رہے گا ایسی زندگی جس سے راحت پائے۔

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿١٤﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿١٥﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ

بے شک کامیاب ہوا جو پاکیزہ ہوا ● اور یاد کیا اپنے رب کے نام کو، پھر نماز پڑھی ● بلکہ اختیار کرتے ہو تم

الدُّنْيَا ﴿١٦﴾ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿١٧﴾

دُنیاوی زندگی کو● حالانکہ آخرت بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے●

(بے شک کامیاب ہوا جو پاکیزہ ہوا) اور کفر و معصیت سے بچا رہا۔ (اور یاد کیا اپنے رب کے نام کو) دل اور زبان سے، (پھر نماز پڑھی) جو اسلام کی علامت ہے۔۔یا۔۔کامیاب ہوا وہ شخص جس نے طہارت کی اور احرام کی تکبیر کہی اور پانچوں وقت کی نماز اَدا کی۔۔یا۔۔صدقۂ فطر دیا اور تکبیرِ عید کہی اور نمازِ عید پڑھی۔ مگر اَے منکرو! اور بدبختو! تمہارا تو یہ حال ہے کہ آخرت کی بھلائی کا خیال نہیں کرتے (بلکہ اختیار کرتے ہو تم دُنیاوی زندگی) کی راحت (کو● حالانکہ) دُنیاوی زندگی اور اُس کی راحتوں سے (آخرت) کی بھلائی (بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے) جس کو زوال نہیں۔

اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿١٨﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿١٩﴾

ع ١٢

بے شک یہ یقیناً اگلے صحیفوں میں ہے● ابراہیم و موسیٰ کے صحیفوں میں●

(بے شک یہ) بات (یقیناً اگلے صحیفوں میں ہے)، یعنی حضرت (ابراہیم و موسیٰ) علیہما السلام (کے صحیفوں میں)۔۔الحاصل۔۔یہ وہ حقیقت ہے جس کا ذکر حضرت ابراہیم 'علیہ السلام' کے صحیفوں میں اور حضرت موسیٰ 'علیہ السلام' کی تختیوں میں ہے۔

اختتام سورۂ اعلیٰ ۔۔۔ ﴿ ١٩ رذی الحجہ ١٤٣٣ھ ۔۔مطابق۔۔ ٥ رنومبر ٢٠١٢ء، بروز دوشنبہ ﴾ ۔۔

۔۔ ﴿ ٢٠ رذی الحجہ ١٤٣٣ھ ۔۔مطابق۔۔ ٦ رنومبر ٢٠١٢ء، بروز سہ شنبہ ﴾ ۔۔
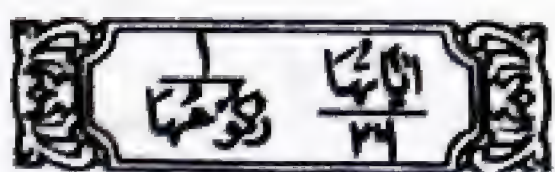
سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ

سورۃ الغاشیہ۔۔٨٨ مکیہ ٦٨ — آیاتہا ٢٦۔۔رکوعہا ١

اِس سورہ کا نام اِسی سورہ کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ اِس سورہ کا اپنی سابق سورہ سے

ربط یہ ہے کہ 'سورہ اعلیٰ' کا اختتام اِس مضمون پر ہوا کہ دُنیاوی زندگی کو ترجیح دینا بُرا ہے اور آخرت بہر صورت بہتر ہے۔ اور 'سورۂ غاشیہ' میں اُن لوگوں کے حالات کی تفصیل ہے جو دُنیا کی لذتوں میں منہمک ہیں اور آخرت کو بھول بیٹھے ہیں۔ اور اُن لوگوں کے حالات کی بھی تفصیل ہے جو آخرت کی زندگی بنانے کے لیے کوشاں ہیں۔ اس طرح دونوں سورتیں ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔

اِس کے سوا اور وجوہ ربط بھی ہیں۔۔ مثلاً: دونوں سورتوں میں 'تذکیر' کا حکم ہے۔ 'سورۂ اعلیٰ' میں ہے **فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى**۔ اِس سورہ میں ہے **فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ**۔ دونوں میں بدنصیبوں کا انجام بتایا گیا ہے اور اسلوب ایک ہے 'سورۂ اعلیٰ' میں ہے **يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى**، یعنی یہ شخص بہت بڑی سوزش والی آگ میں جلے گا۔ اور اِس سورہ میں ہے **تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً**، یہ لوگ نہایت شدید حرارت والی آگ میں جلیں گے۔

اِس سورہ کا تاریخی پس منظر یہ ہے کہ 'منکرینِ قیامت' اور 'منکرین جنت وجہنم' اُن حقائق کا بیان سن کر کہا کرتے تھے یہ سب عجیب وغریب باتیں ہیں، بھلا ایسا ہوگا؟ آنحضرت ﷺ انہیں سمجھاتے اور غیر متعصب روحیں اثر لیتیں۔ قرآن مجید شروع ہی سے ان باتوں کو سمجھاتا ہے، یہ سورۂ پاک بھی اُسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

اِس کا نزول اس لیے ہوا ہے کہ قیامت اور جنت وجہنم کے حالات بیان کیے جائیں ۔۔ نیز ۔۔ جو لوگ اُن حقائق کے متعلق کہہ دیا کرتے تھے کہ یہ عجیب وغریب باتیں ہیں، بھلا ایسا ہوگا؟ اُن کے سامنے یہ حقیقت کھول دی جائے کہ خود اپنے گردوپیش کی چیزوں پر نظر ڈالو جنہیں تم رات دن دیکھا کرتے ہو، اُنہیں کو اپنی نگاہوں میں رکھ لو۔ یہ تمہارے اونٹ، یہ آسمان، یہ پہاڑ، یہ زمین، بتاؤ کہ اِن میں سے کون سی چیز عجیب وغریب نہیں؟ کیا اِن کے وجود کا اِنکار کر سکتے ہو؟ پھر قیامت اور جنت وجہنم عجیب وغریب ہیں، تو انکار کی کیا وجہ ہے؟

ایسی چشم کشا اور بصیرت افروز سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں ۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین

کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

هَلْ أَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝١ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝٢ عَامِلَةٌ

کیا آئی تمہارے پاس چھا جانے والی آفت کی بات؟ ● کتنے چہرے اُس دن سرنگوں ہیں ● جھیلنے والے

نَّاصِبَةٌ ۝٣ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝٤ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝٥

مشقت میں پڑے ● جائیں گے وہ جلتی آگ میں ● پلائے جائیں گے کھولتے چشمہ سے ●

(**کیا آئی تمہارے پاس چھا جانے والی آفت**)، یعنی قیامت (**کی بات**) جس کی ہیبت سب کو گھیرے گی؟ (**کتنے چہرے اُس دن سرنگوں ہیں**)، ذلت و رسوائی کے سبب بے وقار و بے مقدار ہوں گے (**جھیلنے والے مشقت میں پڑے**)، یعنی دوزخی وہ کام کریں گے جن سے اُن کو رنج اور محنت پہنچے گی، جیسے آگ کی زنجیریں کھینچنا، عذابِ دوزخ میں اوپر آنا نیچے جانا، یعنی غوطے کھانا۔۔الغرض۔۔ (**جائیں گے وہ جلتی آگ میں**) جو گرمی کے نہایت درجہ پر پہنچی ہے۔ جب اُن پر پیاس غالب ہوگی تو وہ (**پلائے جائیں گے کھولتے چشمہ سے**) جس کا پانی نہایت گرم ہے۔۔۔جس کی گرمی کا عالم بعض لوگوں کے قول کے مطابق یہ ہے کہ جس دن سے آگ پیدا کی ہے اُس پانی کو جوش دے رہے ہیں۔

لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝٦ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝٧

نہیں ہے اُن کی کوئی غذا، مگر ضریع نام کا کانٹا ● جو نہ فربہی دے، اور نہ کام آئے بھوک کے ●

(**نہیں ہے اُن کی کوئی غذا مگر ضریع نام کا کانٹا**) جو ایک خاردار گھاس ہے۔ جب تک تر رہتی ہے، عرب اُس کو شِبرِق کہتے ہیں اور چار پائے اُسے چرتے ہیں۔ اور جب خشک ہو جاتی ہے تو اس کو 'ضریع' کہتے ہیں اور چرنے والا جانور بھی اُس کے سامنے نہیں پھٹکتا۔ آخرت میں اُس کی صورت پر آگ کا درخت ہوگا۔

ابو جہل نے جب یہ آیت سنی تو بولا کہ کیا **ضَرِيْع** ہم کو فربہ کر دے گی جس طرح ہمارے اونٹوں کو فربہ کر دیتی ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

(**جو نہ فربہی دے اور نہ کام آئے بھوک کے**)، یعنی دوزخ کی ضریع کسی کو فربہ نہیں کرتی اور نہ ہی کسی کی بھوک دفع کرتی ہے۔ کھانے کے یہی دو مقاصد ہوتے ہیں کہ کھانے والا فربہ ہو۔۔یا۔۔ اُس کی بھوک مٹ جائے، مگر دوزخ کی ضریع سے اِن دونوں میں سے کوئی بات حاصل نہ ہوگی۔

مذکورہ بالا چہروں کے برعکس۔۔۔

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ﴿٨﴾ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ﴿٩﴾ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿١٠﴾

کتنے چہرے اُس دن راحت والے● اپنی کوشش سے خوش● اونچے باغ میں ہیں●

لَّا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً ﴿١١﴾

کہ نہ سنیں گے اُس میں کوئی بے ہودہ بات●

(کتنے چہرے ہیں اُس دن راحت والے)، وہ تروتازہ ہوں گے اور نعمت کا اثر ان سے ظاہر ہوگا۔ وہ (اپنی کوشش سے خوش) ہوں گے، یعنی جو کام اُنہوں نے کیا ہے اُسے پسند کریں گے اور چونکہ اُس کا ثواب دیکھیں گے تو اُس سے راضی ہوں گے۔ وہ دیکھیں گے کہ وہ (اونچے باغ میں ہیں) جو بہت بلند قدر ہیں، (کہ نہ سنیں گے) وہ بلند مرتبہ چہرے والے (اُس میں کوئی بے ہودہ بات)۔۔یا۔۔اَے مخاطب تُو نہ سنے گا اُس بہشتِ عالی میں بیہودہ بات، اس لیے کہ جنتیوں کا کلام سب ذکر اور حکمت ہوگا۔ جنت کا کیا کہنا۔۔۔

فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ﴿١٢﴾ فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ﴿١٣﴾ وَأَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ ﴿١٤﴾

اُس میں بہتی نہر ہے۔۔●۔۔ اُس میں اونچے اونچے تخت ہیں● اور باقاعدہ رکھے ہوئے کوزے●

وَنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ﴿١٥﴾ وَزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ﴿١٦﴾

اور لگے ہوئے گدّے● اور بچھائی ہوئی چاندنیاں●

(اُس میں بہتی نہر ہے) کہ اُس کا پانی منقطع نہ ہوگا، اور (اُس میں اونچے اونچے تخت ہیں)، اُن کی اصل سونے کی زمرد یاقوت موتی سے جڑاؤ۔

معالم میں ہے کہ وہ تخت ہَوا میں بلند ہوں گے۔ جب صاحبِ تخت چاہے گا کہ اُس پر بیٹھے تو وہ تخت زمین پر اُتر آئیں گے۔ اور جب اُس پر بیٹھے گا تو وہ تخت پھر بلند ہوکر اپنی جگہ چلے جائیں گے۔

(اور) اُس جنت میں ہوں گے (باقاعدہ رکھے ہوئے کوزے) جنتیوں کے سامنے۔ (اور لگے ہوئے گدّے) تکیے برابر رکھے ہوئے، (اور بچھائی ہوئی چاندنیاں)۔ یہ سب قدرتِ خداوندی

اور مشیتِ الٰہی کی نشانیاں ہیں، یہ تعجب وحیرت کا محل نہیں۔ اور یہ بھی قابلِ غور بات ہے کہ صرف کسی چیز کے حیرتناک اور تعجب خیز ہونے کی وجہ سے اُس کے وجود کا اِنکار کر دینا دانشمندی نہیں۔

اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ کَیۡفَ خُلِقَتۡ ﴿۱۷﴾

تو کیا نہیں دیکھتے یہ لوگ اونٹ کی طرف، کہ کس طرح پیدا کیا گیا ہے --●--

(تو کیا نہیں دیکھتے یہ لوگ اونٹ کی طرف کہ کس طرح پیدا کیا گیا ہے)، یعنی باوصف اِتنے اونچے اور اِتنے بڑے ہونے کے، ایک ڈورے سے لڑکے کا مسخر اور تابع ہو جاتا ہے کہ لڑکا اُس پر چڑھتا ہے اور اُترتا ہے، پھر جنت میں تخت اگر جنتی کا مسخر اور مطیع ہو تو اُس سے یہ کافر کیوں تعجب کرتے ہیں۔

اہلِ نظر کے نزدیک اونٹ کی خلقت خالقِ کائنات کے کمالِ قدرت اور حسنِ تدبیر اور علم وحکمت پر دلالت کرتی ہے، اس واسطے کہ بڑا ہے، بھاری بوجھ اُٹھاتا ہے، مطیع ہے، سب کا حکم بجالاتا ہے، قانع ہے سب گھاس پات چرتا ہے، متحمل ہے پیاس کی حالت میں بے صبری نہیں کرتا، اِسی جہت سے بے پانی کا میدان طے کر جاتا ہے۔ اور جو کچھ حیوان سے چاہیے۔ مثلاً: نسل، بوجھ اُٹھانا، دودھ، گوشت، سواری یہ سب اُس سے حاصل ہے۔ تبیان میں ہے کہ مخاطب عرب ہیں، اُن میں اکثر بدو جنگلی ہوتے ہیں اور اُن کا مال اونٹ ہے، اور جدھر دیکھتے ہیں آسمان زمین پہاڑ کے سوا کچھ نہیں دیکھتے، تو اونٹ کے ذکر بعد فرماتا ہے کہ---

وَاِلَی السَّمَآءِ کَیۡفَ رُفِعَتۡ ﴿۱۸﴾ وَاِلَی الۡجِبَالِ کَیۡفَ نُصِبَتۡ ﴿۱۹﴾

اور آسمان کی طرف، کہ کیسا بلند کیا گیا --●-- اور پہاڑوں کی طرف، کہ کیسے گاڑ دیے گئے --●--

وَاِلَی الۡاَرۡضِ کَیۡفَ سُطِحَتۡ ﴿۲۰﴾

اور زمین کی طرف، کہ کیسی بچھادی گئی ہے --●--

(اور) کیا نہیں دیکھتے (آسمان کی طرف کہ کیسا بلند کیا گیا) ہے بے ستون۔ (اور پہاڑوں کی طرف کہ کیسے گاڑ دیئے گئے) زمین پر مستحکم۔ (اور زمین کی طرف کہ کیسی بچھادی گئی ہے) چوڑی تاکہ خَلق کے آرام کی جگہ ہو۔ تو کیا یہ سب تعجب خیز باتیں نہیں ہیں؟

فَذَكِّرْ ۟ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿۲۱﴾ؕ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿۲۲﴾ۙ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى

نصیحت سنایا کرو کہ تم بس نصیحت سنانے کے ذمہ دار ہو● ابھی نہیں ہو تم اِن پر جواب دہ، داروغہ● مگر جس نے بے رخی کی

وَكَفَرَ ﴿۲۳﴾ۙ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ﴿۲۴﴾ؕ اِنَّ اِلَيْنَاۤ اِيَابَهُمْ ﴿۲۵﴾ۙ

اور کفر کیا● تو دے گا اُسے اللہ بڑا عذاب● بے شک ہمارے طرف اُن کی واپسی ہے●

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿۲۶﴾ ع

پھر بے شک ہمیں پر اُن کا حساب لینا ہے●

(تو) اَے محبوب! تم انہیں (نصیحت سنایا کرو) اور سمجھاتے رہو کیوں (کہ تم بس نصیحت سنانے کے ذمہ دار ہو)۔ تمہارا کام یہی سمجھانا ہے۔ (ابھی نہیں ہو تم ان پر جواب دہ داروغہ)، یعنی تم انہیں مجبور کرنے کے لیے نہیں ہو (مگر) یہ ضرور ہے کہ (جس نے بے رخی کی اور کفر کیا● تو دے گا اُسے اللہ) تعالیٰ (بڑا عذاب) جس سے وہ بچ نہیں سکتا۔۔ چنانچہ۔۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ بالآخر۔۔۔ (بے شک ہمارے طرف اُن کی واپسی ہے● پھر بے شک ہمیں پر اُن کا حساب لینا ہے) محشر میں۔

اختتام سورہ الغاشیہ ۔۔۔ ﴿ ۲۰رذی الحجہ ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۶رنومبر ۲۰۱۲ء، بروز سہ شنبہ ﴾ ۔۔

۔۔ ﴿ ۲۱رذی الحجہ ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۷رنومبر ۲۰۱۲ء، بروز چہار شنبہ ﴾ ۔۔

سُوْرَةُ الْفَجْرِ

سورۃ الفجر۔۔ ۸۹ مکیہ ۱۰ — آیاتہا ۳۰۔۔ رکوعہا ۱

اِس کا نام اِسی کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ اپنے سے سابق سورہ سے اِس کا ربط یہ ہے کہ دونوں میں جنت اور دوزخ کا بیان ہے مگر ہر ایک کا اُسلوب اپنی اپنی جگہ الگ ہے اور بے حد دلکش اور موثر ہے۔ اِس کے علاوہ اور بھی وجوہ ربط ہیں۔۔ مثلاً: 'سورۂ غاشیہ' میں 'اربابِ مجاہدہ' کے متعلق ارشاد ہے کہ یہ لوگ آخرت میں اپنی کوششِ عمل کی وجہ سے خوش وخرم رہیں گے۔ اور اِس سورہ میں اُن کے متعلق نَفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ فرما کر رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فرمایا، یعنی یہ لوگ اللہ کے پاس اِس طرح لَوٹ کر آئیں گے کہ یہ اللہ سے راضی، اللہ اُن

سے راضی 'سورۂ غاشیہ' میں کافروں کے متعلق ارشاد ہے کہ اللہ اُن کو سب سے بڑا عذاب دے گا اور اِس سورہ میں اُس کی کچھ اور تفصیل فرمادی ہے۔۔ چنانچہ۔۔ ارشاد ہے کہ قیامت کے روز اللہ اِتنی سخت سزا دے گا نہ کسی نے ایسی سزا دی ہے نہ کوئی دے سکتا ہے، اور اس طرح جہنم میں مقید کر دے گا کہ نہ کسی نے اِس طور پر مقید کیا ہے نہ کر سکتا ہے۔ اِس سورہ کے مرکزی مضامین میں یہ پانچ حقائق ہیں۔

﴿۱﴾۔۔ زندگی کے لیل ونہار شاہد ہیں کہ ظالمو! تم پر اللہ کا عذاب آ کے رہے گا، اب اُس کے وقت کا انتظار کرو۔ یہ حقیقت خاص خاص لیل ونہار کی قَسم وشہادت سے پیش فرمائی گئی ہے۔ آیت ۱، آیت ۱۴۔

﴿۲﴾۔۔ علمِ الٰہی کی نگاہ ہر انسان کی ایک ایک حرکت وسکون کو دیکھ رہی ہے اور اُس کی پکڑ اور مفسدوں کی تاک میں ہے۔ یہ حقیقت آیت ۱۴ میں بیان ہوئی ہے۔

﴿۳﴾۔۔ اللہ کی پکڑ دُنیا میں بھی ہے آخرت میں بھی۔ بعض گناہ، مثلاً: ظلم وتعدی اور فتنہ و فساد کی سزا دُنیا میں بھی دی جاتی ہے اور آخرت میں بھی۔ دُنیا میں سزا کے نمونے عاد، ثمود اور فرعون وغیرہ کے واقعات ہیں۔ یہ حقیقت سلسلہ وار سات آیتوں میں مذکور ہے۔ آیات ۶۔ تا۔ ۱۳۔

﴿۴﴾۔۔ پوری سزا کی جگہ آخرت ہے۔ وہاں کی سزا کا اجمالی بیان آیت ۲۵ اور آیت ۲۶ میں ہے۔

﴿۵﴾۔۔ جن نفوس کو یادِ الٰہی سے سکون ملا کرتا ہے وہ بندگانِ خاص میں ہیں اور مقامِ رضوان پر فائز ہیں۔ اُن کا خاص مقام قربِ الٰہی اور فردوسِ اعلیٰ ہے جسے اللہ نے اپنی جنت فرمایا ہے۔ آیات ۲۷۔ تا۔ ۳۰۔

مذکورہ بالا ایسے عظیم حقائق پر مشتمل اِس سورۂ مبارکہ کو میں شروع کرتا ہوں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

وَالْفَجْرِ ① وَلَيَالٍ عَشْرٍ ② وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ③ وَاللَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ④

قسم ہے وقت فجر کی ● اور دسوں رات کی ● اور جفت وطاق کی ● اور رات کی جب وہ چلے ●

(قسم ہے وقتِ فجر کی) جو دوستوں کی مناجات کا وقت اور ساعت ہے۔

یہاں **الْفَجْرِ** سے مراد کے تعلق سے دوسرے بھی اقوال ہیں، مثلاً: قسم ہے نمازِ فجر کی جس کے سبب سے سعادتمندوں کی جان کو آرام اور راحت ہے۔ اور ایک قول کے موافق فجر سے محرم کا روز مراد ہے کہ سال اُس سے شروع ہوتا ہے۔۔یا۔۔ ذی الحجہ کا پہلا روز مراد ہے کہ لیالی عشر اُس سے ملی ہوئی ہیں۔۔یا۔۔ جمعہ کی فجر مراد ہے۔۔یا۔۔ روزِ عرفہ کی صبح مراد ہے کہ اُس میں حاجیوں کی دُعا قبول ہوتی ہے۔۔یا۔۔ عید اضحیٰ کی فجر جو کہ قربانی کا روز ہے مراد ہے، وغیرہ وغیرہ۔

(اور) قسم ہے ذی الحج کے پہلے عشرہ کی (دسوں رات کی) کہ عرفہ اُسی میں ہے۔۔یا۔۔ محرم کے پہلے عشرہ کی کہ اُس میں عاشورہ ہے۔۔یا۔۔ رمضان کے اخیر عشرہ کی کہ اُس میں شبِ قدر ہے۔۔یا۔۔ شعبان کے درمیانی عشرہ کہ اُس میں شبِ قدر ہے۔ (اور) قسم ہے (جفت وطاق کی)، یعنی یوم نحر اور یوم عرفہ کی۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ جفت سے وہ تضاد اور مخالفت مراد ہے جو مخلوق کے اوصاف میں ہوتی ہے، جیسے عزت و ذلت، قدرت و عاجزی، علم و جہل، قوت وضعف، اور موت و زندگی۔ اور **وَتْرِ** سے صفاتِ الٰہی کا انفراد مقصود ہے، عزت بے ذلت، قدرت بے عجز، علم بے جہل، قوت بے ضعف، اور حیات بے موت۔۔یا۔۔ **شَفْعِ** خلق ہے کہ **مِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ**۔ اور **فَرْد** سے خالق مراد ہے کہ **قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ**۔۔یا۔۔ **شَفْعِ** نمازِ فجر ہے اور **وَتْرِ** نمازِ مغرب۔۔یا۔۔ **شَفْعِ** مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی دُو مسجدیں ہیں اور **وَتْرِ** مسجدِ اقصیٰ ہے۔۔یا۔۔ **شَفْعِ** صفا اور مروہ دُو پہاڑ ہیں اور **وَتْرِ** بیت الحرام ہے۔

(اور) قسم ہے (رات کی جب وہ چلے)، یعنی قسم ہے پچھلی رات کی جب مسافر راستہ چلتا ہے، یعنی یہ لیل ونہار شاہد حق ہیں کہ جیسے اُن کا تمہیں انتظار رہا کرتا ہے اور اپنے وقت پر یہ ضرور آتے ہیں اسی طرح تمہارے ظلم وستم کا نتیجہ بھی اپنے وقت پر ضرور ظہور میں آئے گا، اس کا بھی انتظار کرو تمہیں اس کی سزا مل کے رہے گی۔

هَلْ فِي ذَٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ ۝٥ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝٦

کیا اِس میں مناسب قَسم ہوگئی عقل والوں کے لیے؟● کیا تم دیکھ نہیں چکے، کہ کیسا کیا تمہارے رب نے عاد کے ساتھ؟●

إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝٧ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝٨

ارم نام والے ستون جیسے لمبے قد کے● کہ نہیں پیدا کیا گیا اس طرح کوئی شہروں میں●

وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝٩

اور ثمود کے ساتھ جنہوں نے کاٹا چٹانوں کو وادی میں●

(کیا اِس میں مناسب قَسم ہوگئی عقل والوں کے لیے) جن کی سمجھ بُرائی سے روکتی اور بچاتی ہے تاکہ وہ عبرت حاصل کریں اور جانیں کہ قَسم ہے تحقیق اور تاکید کی ہوئی۔ اور قَسم کا جواب یہ ہے کہ ہم تکذیب کرنے والوں کو عذاب کریں گے۔ اَے نبی! (کیا تم دیکھ نہیں چکے) اور جان نہیں چکے (کہ کیسا کیا تمہارے رب نے عاد کے ساتھ) جو (ارم نام والے ستون جیسے لمبے قد کے) تھے۔ (کہ نہیں پیدا کیا گیا اس طرح کوئی) عرب کے (شہروں میں● اور ثمود کے ساتھ) کیا معاملہ کیا؟ (جنہوں نے کاٹا چٹانوں کو) پہاڑوں کی (وادی میں) اور اُسے کاٹ کر پہاڑوں کے دامن میں سنگین مکانات بنائے۔

وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ۝١٠ الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝١١ فَأَكْثَرُوا فِيهَا

اور فرعون کے ساتھ، چومیخا کرنے والا● جنہوں نے سرکشی کی تھی شہروں میں● تو بہت زیادہ فساد مچایا

الْفَسَادَ ۝١٢ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝١٣

اُن میں● تو نازل کیا اُن پر تمہارے رب نے عذاب کا کوڑا●

(اور) یوں ہی (فرعون کے ساتھ) کیا معاملہ کیا؟ جو قوی بادشاہی اور بہت لاؤ لشکر والا اور (چومیخا کرنے والا) تھا، یعنی لوگوں کو چومیخا کر کے سزا دیتا تھا۔ (جنہوں نے سرکشی کی تھی) اُن (شہروں میں) جہاں کے وہ حاکم تھے۔ یہ لوگ جہالت اور شرارت میں بندگی کی حد سے گزر گئے تھے، (تو بہت فساد مچایا اُن میں) اور حق کی مخالفت اور خَلق پر ظلم کرتے رہے، (تو نازل کیا اُن پر تمہارے رب نے عذاب کا کوڑا)، یعنی سخت عذاب۔

چونکہ عرب کوڑے کی مار کو سب عذابوں میں سخت جانتے تھے، تو ہر طرح کے عذاب کو **سَوْطَ** یعنی کوڑا کہتے تھے۔ حق تعالیٰ نے اُن کے اسلوبِ کلام کی رعایت فرماتے ہوئے اپنے عذاب کو **سَوْطَ** فرمایا۔ اور بعضوں نے کہا کہ اِس کلمہ میں اُس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کو دُنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے بہ نسبت کوڑے کی ضرب کی طرح ہے تلوار کی ضرب کے بہ نسبت، اِس واسطے کہ آخرت کا عذاب بہت سخت اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ

بے شک تمہارا رب یقیناً اُن کی نگرانی کرتا رہتا ہے● لیکن انسان، تو جب آزمائش کی اُس کی اُس کے رب نے

فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّآ

کہ عزت دی اُسے اور نعمت سے نوازا اُسے۔۔تو کہتا ہے کہ "میرے رب نے مجھے باعزت کیا"● لیکن جب

اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ﴿۱۶﴾

آزمائش میں ڈالا کہ تنگ کردی اُس پر اُس کی روزی کو۔۔تو کہتا ہے کہ "میرے رب نے مجھے ذلت دی"●

(بے شک تمہارا رب یقیناً اُن کی نگرانی کرتا رہتا ہے)، یعنی جو شخص گزرگاہ میں گھات لگا کر بیٹھتا ہے اور راہ چلتوں کی گھات میں رہتا ہے۔ جس طرح اُس سے راہ چلنے والے نہیں بچتے وہ سب کو دیکھتا ہے، بلاتمثیل صرف تقریبِ فہم کے لیے اُسی طرح حق تعالیٰ بھی سب بندوں کو دیکھتا ہے اور سب کے کلام سنتا ہے، اور اس پر کچھ پوشیدہ نہیں۔

فریب خوردہ اور کم ظرف انسان دولت اور جاہ وعزت پا کر اِترانے لگتا ہے اور سمجھتا ہے کہ قدرت نے ہمیں معزز ہی بنایا ہے۔ اور اگر تنگ دستی آگئی تو قسمت کا رونا روتا ہے، حالانکہ دولت اور جاہ ومنزلت میں اترانا کم ظرفی ہے اور تنگ دستی میں قسمت کا رونا کم ہمتی اور کج روی ہے۔

یہ ہو۔۔یا۔۔وہ، دونوں حالتوں میں انسان کے ظرف کا امتحان ہے کہ آدمی دولت اور جاہ و منزلت میں اِتراتا ہے۔۔یا۔۔اللہ کا شکر اور مخلوق کی مدد کرتا ہے، اور تنگدستی میں قسمت کا شکوہ کرتا ہے یا صبر سے کام لے کر تسلیم ورضا کے اوپر چلتا ہے۔

(لیکن) ابی ابن خلف جیسا **(انسان)** عجیب خصلت کا مظاہرہ کرتا ہے، **(تو جب آزمائش کی**

اُس کی اُس کے رب نے کہ عزت دی اُسے اور نعمت سے نوازا اُسے) اور معیشت اُس پر کشادہ کردیا اور اُس کا کام آسانی سے بنادیا، (تو کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے باعزت کیا) اور مجھ پر عنایتیں اور کرامتیں فرمائیں، (لیکن جب آزمائش میں ڈالا کہ تنگ کردی اُس پر اُس کی روزی کو) اور اُس کو مفلسی میں مبتلا کردیا، (تو کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلت دی)۔۔ایسا۔۔

كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ﴿١٧﴾

ہرگز نہیں! بلکہ تم لوگ خود ہی نہیں عزت کرتے یتیم کی ●

(ہرگز نہیں) ہے جیسا کہ کافروں نے گمان کیا ہے۔ حق یہ ہے کہ عزت و بزرگی طاعت سے ہے اور ذلت وخواری معصیت سے ہے۔ اور تم جان لو کہ حق تعالیٰ تم کو فقیری اور تنگدستی کے سبب سے ذلیل وخوار نہیں کرتا، (بلکہ) تمہاری ذلت اور اہانت اِس سبب سے ہے کہ (تم لوگ خود ہی نہیں عزت کرتے یتیم کی) اور اُس کی حرمت کا خیال نہیں کرتے اور اُسے خرچ نہیں دیتے۔

وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ﴿١٨﴾ وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا ﴿١٩﴾

اور نہ شوق دلاؤ مسکین کو کھلانے کا ● اور نگل جاتے ہو ترکوں کو ہڑپ کر ●

وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿٢٠﴾

اور محبت کرتے ہو مال کی، بے حد محبت ●

(اور نہ) ہی (شوق دلاؤ) اور نہ جذبہ پیدا کرو ایک دوسرے کو (مسکین کو کھلانے کا ● اور نگل جاتے ہو ترکوں کو ہڑپ کر)، یعنی عورتوں اور لڑکوں کو میراث نہیں دیتے اور اُن کے حصے خود کھا جاتے ہو۔ (اور محبت کرتے ہو مال کی بے حد محبت)۔ کمزوروں اور غریبوں کی خبر نہ لینا، لوگوں کا حق مارنا، اور مال سے بہت زیادہ محبت کرنا، بس یہی باتیں ہیں جو انسانی معاشرہ کی تمام بُرائیوں کا سرچشمہ ہیں۔ اِن مفاسد کا علاج یہ ہے کہ قیامت کا موثر تصور کیا جائے اور اللہ کے محاسبہ اور مواخذہ کے موثر تصور میں رہا جائے۔

كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿٢١﴾ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿٢٢﴾

کیوں نہیں! جب کردی جائے گی زمین ریزہ ریزہ ● اور آگیا تمہارے رب کا حکم، اور فرشتے صف بہ صف ●

وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۝۲۳

اور لائی گئی اُس دن جہنم ۔۔ اُس دن سمجھے گا انسان، اور اب کہاں کا سمجھنا●

(کیوں نہیں) بے شک (جب) پاش پاش کر کے (کردی جائے گی زمین ریزہ ریزہ●اور آ گیا تمہارے رب کا حکم اور فرشتے صف بہ صف)، یعنی تمہارے رب کی قدرت اور ہیبت کی نشانیاں ظاہر ہوگئیں، اور آئیں گے فرشتے میدانِ حشر میں صف صف اپنی منزلت اور مرتبے کے موافق ایک کے پیچھے ایک۔۔۔ ایک قول یہ ہے کہ ہر آسمان کے فرشتوں کی صف علیحدہ ہوگی۔۔۔ (اور لائی گئی اُس دن جہنم) کہ ستر ہزار لگام میں جہنم پر چڑھی ہوں گی اور ستر ستر ہزار فرشتے ہر لگام کو پکڑے ہوئے کھینچتے ہوں گے۔

اور دوزخ کافروں پر غصہ میں جوش خروش کرتی ہوگی، یہاں تک کہ میدانِ حشر میں لائیں گے اور عرش کے بائیں پر رکھیں گے۔ اور اُس وقت سب کہیں گے 'یارب! نفسی نفسی'، اور ہمارے رسول ﷺ عرض کرتے ہوں گے 'یارب! امتی امتی'۔ اور جہنم کہے گی "مَالِي وَمَالَكَ يَامحمد" ﷺ 'یعنی آپ کو مجھ سے اور مجھ کو آپ سے کیا کام، اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے مجھے آپ پر حرام کردیا ہے۔

(اُس دن) یاد کرے گا اور (سمجھے گا انسان) اپنے گناہ۔۔ یا۔۔ نصیحت پکڑے گا اور اپنے اعمال کی قباحت اور خرابی سے آگاہ ہوجائے گا۔ (اور اب کہاں کا سمجھنا)، یعنی اب یاد کرنے اور نصیحت پکڑنے کا فائدہ اُسے کہاں ملنے والا ہے۔ اس لیے کہ یاد کرنے کا محل دُنیا ہے، نہ کہ عقبیٰ۔ جب بندہ دیکھے گا کہ اب نصیحت ماننا کچھ فائدہ نہیں دیتا تو حسرت کی رُو سے۔۔۔

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ۝۲۴ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ۝۲۵

کہے گا کہ "اَے کاش! میں نے بھیج دیا ہوتا کچھ اپنی اِس زندگی کے لیے● تو اِس دن نہ عذاب دے سکتا اِس کی طرح سے کوئی●

وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ۝۲۶

اور نہ جکڑ سکتا اِس کی طرح کوئی"●

(کہے گا کہ اَے کاش! میں نے بھیج دیا ہوتا کچھ اپنی اِس زندگی کے لیے)، یعنی آگے بھیجتا میں نیک کام اپنی زندگی کے واسطے اِس عالَم میں، (تو اِس دن نہ عذاب دے سکتا اِس کی طرح سے کوئی) لوگوں میں سے۔ (اور نہ جکڑ سکتا اِس کی طرح کوئی)۔۔ الغرض۔۔ نہ اِس کی طرح کوئی عذاب

دے سکتا ہے اور نہ ہی اِس کی طرح کوئی قید میں جکڑ سکتا ہے۔۔ہاں۔۔حق تعالیٰ کی رحمتِ خاصہ اُس وقت بھی مؤمنین کے سروں پر سایہ گستر رہے گی۔۔چنانچہ۔۔حق تعالیٰ موت کے قریب مؤمن سے فرمائے گا۔۔۔

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾

اَے اطمینان والی جان!● واپس جا اپنے رب کی طرف، خوش پسندیدہ●

فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿٣٠﴾

تو داخل ہو جا میرے بندوں میں● اور چلی جا جنت میں●

(**اَے اطمینان والی جان**) جو میرے ذکر سے سکون حاصل کرتی تھی اور میری نعمت میں شاکر تھی اور محنت میں صابر تھی، (**واپس جا اپنے رب**) کی وعدہ گاہ (**کی طرف**) اِس حال میں کہ تُو (**خوش**) ہو اپنے رب کی عطا سے اور اُن نعمتوں سے جسے تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لیے (**پسندیدہ**) قرار دیا گیا ہے۔۔تو جب قیامت کا دن ہوگا تو حق تعالیٰ فرمائے گا کہ۔۔اَے **نَفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ**! تیرے سر پر میری خاص نوازشات کا سایہ ہے، (**تو داخل ہو جا میرے**) نیک (**بندوں میں● اور چلی جا**) میری (**جنت میں**)، یعنی جنتوں میں میرے مقرب اور خاص لوگوں کے ساتھ داخل ہو۔

اِس مقام پر یہ بات فائدہ سے خالی نہیں کہ نفس انسانی کی تین۳ حالتیں ہیں: ﴿۱﴾۔۔یا تو بُرائی کی تحریک کرتا ہے، ایسی حالت میں اس کا نام 'نفسِ امارہ' ہے۔﴿۲﴾۔۔اتنا برا تو نہیں بلکہ بُرائی ہو جانے پر نادم ہوتا ہے، ایسی صورت میں اُس کو 'نفسِ لوامہ' کہتے ہیں۔﴿۳﴾۔۔ یا اتنا پاکیزہ ہے کہ اللہ ہی سے لگن ہے اور اللہ ہی کی یاد سے اُس کو سکون ملتا ہے۔ایسی صورت میں اُسے 'نفسِ مطمئنہ' کہا جاتا ہے۔

اختتام سورۃ الفجر ۔۔۔ ﴿ ۲۱ رذی الحجہ ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۷ رنومبر ۲۰۱۲ء، بروز چہار شنبہ ﴾ ۔۔

۔۔ ﴿ ۲۱ رذی الحجہ ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۷ رنومبر ۲۰۱۲ء، بروز چہار شنبہ ﴾ ۔۔

سُوْرَةُ الْبَلَدِ

سورۃ البلد۔۔۹۰ مکیہ ۳۵ | آیاتہا ۲۰۔۔رکوعہا ۱

اِس سورہ کا نام اِسی سورہ کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ اپنی سابقہ سورہ سے اِس کا ربط یہ ہے کہ 'سورہ الفجر' میں بتایا گیا ہے کہ انسان کو خوش حالی اور زبوں حالی پیش آتی ہے۔ اگر دولت ملی تو غافل انسان مگن ہے کہ بڑی عزت ملی، اور اگر ناداری سے دوچار ہوا تو سمجھا کہ کیسی ذلت کی زندگی ہے؟ غرض خدا فراموش انسان کی نگاہ میں جو کچھ ہے دولت ہے، انسانیت کے مکارم وفضائل کی اہمیت نگاہ میں نہیں۔ اِس کی بنا پر اُس میں اتنی بے رحمی اور سنگ دِلی آجاتی ہے کہ یتیم اور مسکین کے فقر و فاقہ پر بھی ترس نہیں آتا بلکہ مال و دولت کی اتنی محبت ہے کہ وارثوں کا حق بھی ہتھیا لیتا ہے۔

اور اِس سورہ میں تعلیم دی گئی ہے کہ انسانیت کے کوہِ رفعت وعظمت کی چڑھائی کے راستے کو وہی مردِ مؤمن طے کرے گا اور اوپر پہنچے گا جو مال و دولت کو اچھے راستہ میں خرچ کرے، اور اُس سے اللہ کے بندوں کو وہ فائدہ پہنچائے جس سے اُن کی پریشانی، زبوں حالی اور مصیبت دُور ہوجائے، گردنیں آزاد ہوجائیں، یتیموں اور مسکینوں کو فاقہ کی نوبت نہ آئے۔ اِس میں اپنے عزیز وقریب کا بھی لحاظ رکھا جائے اور دوسروں کا بھی۔ اِن خوبیوں کے ساتھ یہ مردِ مؤمن ایمان کے اور تقاضوں پر بھی عمل کرتا ہے۔۔ چنانچہ۔۔ اہلِ ایمان کے زمرہ میں رہتا ہے جو صبر اور ضبطِ نفس اور رحم دِلی کی تاکید کرتے رہتے ہیں۔ یہ سورہ پاک حسبِ ذیل مقاصد پر مشتمل ہے۔

﴿۱﴾۔۔ مشقت جھیلنا انسان کی فطرت ہے۔۔ لہٰذا۔۔ مشقت تو جھیلنی ہی پڑے گی۔ اگر راہِ حق میں صعوبتیں پیش آئیں، تو اُن کو خندہ پیشانی سے جھیلو۔

﴿۲﴾۔۔ فریب خوردہ انسان اپنی قوت اور دولت پر ناز کرتا ہے۔ یہ عرفانِ الٰہی سے محرومی کا ہی نتیجہ ہے۔

﴿۳﴾۔۔ اللہ نے انسان کو دو آنکھیں دیں، ایک زبان اور دو لب عطا کیے، حق و باطل کی تمیز بخشی، انسان سوچے کہ اِن نعمتوں کا تقاضہ کیا ہے؟

﴿۴﴾۔۔ اعلیٰ انسانیت کا راستہ محتاجوں کی خبر گیری ہے۔ لیکن اُس کے ساتھ ایمان ضروری ہے۔ اور ایمان میں ثابت قدمی اور نفس پر کنٹرول کی تاکید کرنا اور رحم وشفقت کی تاکید کرنا بھی ضروری ہے۔

﴿۵﴾۔۔ انہیں کاموں کے کرنے کا نام فلاح وسعادت ہے، جو اِن کو عمل میں لائے وہی خوش نصیب ہے۔

﴿۶﴾۔۔تعلیماتِ الٰہی اور آیاتِ ربانی کو نہ ماننا کفر اور بد نصیبی ہے، اور ایسا ہی شخص کافر اور بد نصیب ہے۔ یہ آج کفر کے گھیرے میں بند ہے کل جہنم کی آگ میں بند رہے گا۔

ایسے عظیم مقاصد پر مشتمل ہونے والی اِس سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

لَاۤ اُقۡسِمُ بِہٰذَا الۡبَلَدِ ۙ﴿۱﴾ وَ اَنۡتَ حِلٌّۢ بِہٰذَا الۡبَلَدِ ۙ﴿۲﴾

نہیں کیا مجھے قسم ہے اُس شہر کی ● کہ تم چلنے پھرنے والے ہو اُس شہر میں ●

(نہیں کیا مجھے قسم ہے اس شہر) مکہ (کی) کیوں (کہ تم چلنے پھرنے والے ہو اس شہر میں) باوصف اس کے کہ مکہ معظّمہ امن کی جگہ، خلق کے ثواب حاصل کرنے کا مقام، حج کا محل اور بیت الحرام کا مکان ہے، لیکن میں جو اِس کی قسم یاد فرماتا ہوں اُس کی وجہ ہے کہ تم اس میں چلتے پھرتے ہو۔۔۔ قسم کو آپ ﷺ کے نزول کے ساتھ مقید کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ مکان کا شرف مکین سے ہے۔

۔۔یا۔۔

قسم ہے اس شہرِ مکہ کی جبکہ اس شہر میں آپ جیسے شخص کو مار ڈالنا حلال ٹھہرالیا گیا ہے اور اس بلدِ حرام کی حرمت کو پامال کرنے کی اسکیم بنالی گئی ہے۔

۔۔یا۔۔

قسم ہے اِس شہرِ مکہ کی کہ مستقبل میں بعض لوگوں کا اس میں قتل کر دینا آپ کے لیے حلال قرار دے دیا گیا ہے، اور مکہ معظّمہ کے فتح ہونے اور اس میں بعض کے قتل کر دینے کا آپ سے وعدہ فرمالیا گیا ہے۔۔۔اور یہ فعل کے پہلے حکم کا نازل ہونا ہے۔۔۔

وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ ۙ﴿۳﴾ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡ کَبَدٍ ؕ﴿۴﴾

اور قسم ہے باپ کی اور اُس کی اولاد کی ● یقیناً بلاشبہ پیدا فرمایا ہم نے انسان کو مشقت میں رہنے کو ●

(اور قسم ہے باپ کی اور اُس کی اولاد کی)۔۔۔باپ سے مراد حضرت آدم۔۔یا۔۔حضرت ابراہیم علیہما السلام ہیں، اور اولاد سے اُن کی ذریت مراد ہے۔۔یا۔۔باپ سے آنحضرت ﷺ مراد ہیں، اولاد سے آپ کی امت مراد ہے۔۔۔تو حق تعالیٰ اپنے حبیب اور اُن کی امت کی قسم ارشاد فرما کر فرماتا ہے کہ۔۔۔(یقیناً بلاشبہ پیدا فرمایا ہم نے انسان کو مشقت میں رہنے کو)، تو کوئی انسان ایسا نہ ہوا اور نہ ہوگا جس نے کسی نہ کسی نوع کی مشقت نہ جھیلی ہو۔۔الغرض۔۔مشقت جھیلنا انسان کی فطرت ہے۔

اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ۝ يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝

کیا وہ سمجھتا ہے کہ نہ قدرت رکھے گا اس پر کوئی۔۔● ۔۔کہتا ہے کہ میں نے خرچ کر ڈالا مال ڈھیر کا ڈھیر●

اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ ۝

کیا وہ سمجھتا ہے کہ نہیں دیکھا اُسے کسی نے●

(کیا وہ) یعنی ظالم انسان یہ (سمجھتا ہے کہ نہ قدرت رکھے گا اُس پر کوئی)، یعنی اُسے کوئی زیر نہ کر سکے گا، اور اُس سے ہمارے پیغمبر کا بدلہ نہ لے سکے گا۔۔چنانچہ۔۔(کہتا ہے کہ میں نے خرچ کر ڈالا مال ڈھیر کا ڈھیر) پیغمبر کی عداوت میں، اس واسطے کہ لوگوں کو رشوت دیتا کہ پیغمبر ﷺ کو ایذا دیں۔(کیا وہ سمجھتا ہے کہ نہیں دیکھا اُسے کسی نے) خرچ کرتے وقت، تاکہ اُس سے سوال کرے کہ کیوں ایسا کرتا ہے؟ اُسے بخوبی سمجھ لینا چاہیے کہ خدا نے اُسے دیکھا اور اُس بے جا خرچ کرنے پر اُسے بدلہ دے گا۔

مذکورہ بالا آیات میں بہت سخت 'انذار' ہے اور اُس کا اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے اور ظالموں کی حرکتوں کو دیکھ رہا ہے اور اُن کو ضرور سزا دے گا۔آگے حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ان ناشکروں اور ظالموں نے غور نہیں کیا کہ ہم نے کیسی کیسی نعمتوں سے اپنے فضل و کرم سے انہیں نوازا ہے۔۔۔

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۝ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۝ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝

کیا نہیں بنایا ہم نے اُس کی دو آنکھیں● اور زبان، اور دو ہونٹ● اور بتا دی ہم نے اُسے دو اُبھری راہیں●

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝

تو نہ کود پڑا اُس گھاٹی میں●

(کیا نہیں بنایا ہم نے اُس کی دو آنکھیں) کہ اُن سے دیکھتا ہے، (اور زبان) کہ اُس سے بات کہتا ہے، (اور دو ہونٹ) کہ اُس کے دہن کو چھپاتے ہیں اور کھانے پینے پر اُس کی معاونت اور مدد کرتے ہیں۔ (اور بتادی ہم نے اُسے دو اُبھری راہیں) حق و باطل اور خیر و شر کی کتابیں نازل کر کے اور پیغمبروں کو مبعوث فرما کے۔ (تو نہ کود پڑا اُس گھاٹی میں) یعنی اُس نے جو مال پیغمبر ﷺ کی عداوت میں صرف کیا، وہ یہ گھاٹی طے کرنے میں کیوں نہ صرف کیا؟ اور نفس اور خواہش کی مخالفت میں اُس نے رنج کیوں نہ کھینچا؟

عقبہ یعنی گھاٹی ایک مثال ہے جو شخص نفس اور شیطان کے ساتھ جہاد کرتا ہے اُسے اس شخص کے چلنے سے مثال دیتے ہیں جو رنج و تکلیف کے ساتھ گھاٹی کے اوپر چڑھتا ہے۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾

اور تمہیں کیا اٹکل کہ گھاٹی کیا ہے؟● گردن کو آزاد کرانا● اور کھانا کھلانا فاقہ والے دن میں●

يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿۱۶﴾

کسی یتیم رشتہ دار کو● یا مسکین خاک نشین کو●

(اور تمہیں کیا اٹکل کہ گھاٹی کیا ہے)، یعنی اُس پر گزر جانے کا سبب کیا ہے۔ تو اُس کے اسباب یہ ہیں (گردن کو آزاد کرانا) بندگی کی قید سے، یعنی مکاتب کے ثمن میں مدد کرنا، (اور کھانا کھلانا فاقہ والے دن میں)، اُس دن میں جو کہ بھوک کا ہو، یعنی جن دنوں میں خدا کے بندے دشواری کے ساتھ کھانا پاتے ہوں، تو وہ کھلائے (کسی یتیم رشتہ دار کو) جو اُس سے قرابت رکھتا ہو (یا مسکین خاک نشین کو)، یعنی فقیری اور مفلسی کے سبب سے خاک پر لیٹا ہو۔

اور یہ محتاجی اور تنگدستی اور عاجری سے کنایہ ہے۔ اور ایسا آدمی صاحبِ عیال ہے -- یا -- قرضدار -- یا -- بیمار -- یا -- مفلس -- یا -- مسافر ہے -- الحاصل -- "مسکین خاک نشین" سے اُن تمام کی طرف اشارہ ہے۔

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿۱۷﴾

پھر وہ ہو اُن میں سے، جو ایمان لائے اور وصیت کرتے رہے صبر کی، اور وصیت کرتے رہے رحم کھانے کی●

(پھر وہ) یعنی یہ آزاد کرنے والا۔۔یا۔۔کھانا کھلانے والا (ہواُن میں سے جو ایمان لائے)، اس لیے کہ سب خیرات اور نیکیاں قبول ہونے میں ایمان شرط ہے۔(اور وصیت کرتے رہے صبر کی) یعنی نصیحت کی انہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی طاعت پر۔۔یا۔۔معصیت سے۔۔یا۔۔دینِ الٰہی کی نصرت میں انواع واقسام کی مشقت پر۔(اور وصیت کرتے رہے رحم کھانے کی)، یعنی نصیحت کی انہوں نے باہم مرحمت اور مہربانی کرنے کی خدا کے بندوں پر۔

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿۱۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿۱۹﴾

وہی ہیں داہنے والے ● اور جنہوں نے اِنکار کردیا ہماری آیتوں کا، وہ بائیں والے ہیں ●

عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴿۲۰﴾

اُن پر آگ ہے بند کی ہوئی ●

ع ۱/۲۰ ۱۵

(وہی ہیں داہنے والے) جو عرش کی داہنی طرف سے جنت میں جائیں گے۔۔یا۔۔برکت والے لوگ ہیں۔(اور جنہوں نے اِنکار کردیا ہماری آیتوں کا)، یعنی حق پر جو نشانیاں ہم نے قائم کی ہیں کتاب اور دلیلیں، اُس پر جو لوگ ایمان نہ لائے (وہ بائیں والے ہیں) کہ اُن کو عرش کی بائیں جانب سے دوزخ میں لے جائیں گے۔۔یا۔۔وہ لوگ شامت والے ہیں۔(اُن پر آگ ہے بند کی ہوئی)، یعنی جس درکہ میں اُن پر عذاب ہوگا اُس کا سر سرپوش سے بند کر کے مضبوط کر دیں گے۔حاصلِ کلام یہ ہے اُن پر جہنم کی آگ ہر طرف سے محیط ہوگی اور یہ اُس میں موند دیئے جائیں گے۔

اختتام سورہ البلد ۔۔۔ ﴿ ۲۱رذی الحجہ ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۷رنومبر ۲۰۱۲ء، بروز چہارشنبہ ﴾ ۔۔

۔۔ ﴿ ۲۲رذی الحجہ ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۸رنومبر ۲۰۱۲ء، بروز پنجشنبہ ﴾ ۔۔

سُوْرَةُ الشَّمْسِ

سورۃ الشمس ۔۔۹۱ مکیہ ۲۶ آیاتہا ۱۵۔۔رکوعہا ۱

اِس سورۂ مبارکہ کو اپنے ماقبل کی سورہ سے یہ مناسبت ہے کہ اُس کے ماقبل کی 'سورہ البلد' میں 'اصحابِ یمین' اور 'اصحابِ شمال' کا ذکر ہے، اور اِس سورہ میں اُس کے مصداق کی

طرف واضح رہنمائی ہے، کہ 'اصحاب یمین' وہ فلاح یافتہ ہیں جنہوں نے اپنے نفس کا تزکیہ کرلیا ہے، اور 'اصحاب شمال' وہ ہیں جنہوں نے اپنے نفس کو گناہوں میں دبادیا ہے۔ اِس سورہ کے نمایاں مضامین حسبِ ذیل ہیں:

﴿۱﴾۔۔شروع میں نفس کی سعادت وشقاوت کے حقائق جن کا بیان قسم کے اسلوب میں ہوا ہے۔

﴿۲﴾۔۔تکذیبِ نبوت اور طغیان وعصیان کا نتیجہ ہلاکت وبربادی ہے۔ مثال کے لیے قومِ ثمود اور اُس کی تکذیب وطغیان کی مختصر سرگذشت اور اُس کا انجام بیان فرمادیا۔

اِس بیان کا حاصل یہ ہے کہ نفس کی تطہیر وتکمیل میں لگ جاؤ کہ فلاح وسعادت کا راستہ یہی ہے، اور اُن کاموں سے بچو جن سے نفس میں دنائت اور خدا فراموشی پیدا ہوتی ہے، اور کمال کی بالیدگی مرجاتی ہے۔ ایسے بُرے کاموں سے شقاوت اور حرماں نصیبی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ حقائق سمجھو اچھے کام کرو، دُنیا سنوارو آخرت بناؤ، یہی ہے 'سورہ والشمس' کی قسموں کا حاصل۔

ایسی حکیمانہ طرزِ اسلوب پر مشتمل سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

وَالشَّمۡسِ وَضُحٰهَا ۝۱ وَالۡقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝۲ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝۳

قسم ہے سورج کی اور اُس کی روشنی کی● اور چاند کی جب پیچھے نکلے اُس کے● اور دن کی جب نمایاں کردے اُس کو●

وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰهَا ۝۴ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝۵ وَالۡاَرۡضِ وَمَا طَحٰهَا ۝۶

اور رات کی جب ڈھانپ لے اُس کو● اور آسمان کی، اور اُس کی جس نے بنایا اُسے● اور زمین کی، اور اُس کی جس نے اُسے پھیلادیا●

(قسم ہے سورج کی اور اُس کی روشنی کی) جب وہ بلند ہوتا ہے اور چاشت کے مقام پر پہنچتا ہے۔ (اور چاند کی جب پیچھے نکلے اُس کے)، یعنی چاند رات کو جب آفتاب کے پیچھے ماہتاب غروب کرتا ہے۔۔یا۔۔جس رات کو چاند پورا ہوتا ہے، تو اُس کا طلوع سورج کے غروب سے ملا ہوا ہوتا ہے۔

(اور دن کی، جب نمایاں کردے اُس کو) اور روشن کردے اُسے۔ (اور رات کی، جب ڈھانپ لے اُس کو)، یعنی آفتاب کی روشنی کو۔ (اور آسمان کی اور اُس کی جس نے بنایا اُسے ● اور زمین کی، اور اُس کی جس نے اُسے پھیلا دیا)، یعنی بچھا دیا۔

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ

اور جان کی، اور جس نے اُسے درست فرمایا ● تو جی میں ڈال دی اِس کی بدکاری اور پرہیزگاری کو ● کہ بے شک کامیابی

مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝

حاصل کرلی جس نے اِس کو پاک کرلیا ● اور بے شک ناکام رہا جس نے گناہوں میں دبا دیا اِسے ●

(اور جان کی، اور جس نے اُسے درست فرمایا)، یعنی اس کے اعضاء درست کیے۔ (تو جی میں ڈال دی اُس کی بدکاری اور پرہیزگاری کو)، یعنی جھوٹ، ناپاکی اور بے باکی اور۔۔یوں ہی۔۔ پرہیزگاری، نکوکاری اور فرمانبرداری، اِن تمام باتوں کو اُس پر واضح کردیا اور اُسے تعلیم کردی۔۔۔حق تعالیٰ یہ قسمیں ارشاد فرما کر فرماتا ہے۔۔۔(کہ بے شک کامیابی حاصل کرلی جس نے اس کو پاک کرلیا) بُرائیوں کے میلوں سے۔۔یا۔۔اُس کو نشو ونما دی بزرگیوں کے انواع و اقسام کے ساتھ۔ (اور بے شک ناکام رہا) اور بے بہرہ رہا (جس نے گناہوں میں دبا دیا اُسے) فسق و جہالت کے سبب سے۔۔یا۔۔اُس کی قدر و منزلت گم کی معصیت اور ضلالت کے سبب سے۔

محققین کا کہنا ہے کہ نفس کو پاک کرنا دِل صاف ہونے کا سبب ہے۔ جس وقت نفس خواہش کے شائبوں سے پاک ہوجاتا ہے، تو دِل بھی تعلق ماسویٰ کے لَوث سے صاف ہوجاتا ہے، اور اس طرح کی سرکشی سے محفوظ و مامون ہوجاتا ہے جس کا مظاہرہ قوم ثمود جیسوں نے کیا۔۔چنانچہ۔۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ۝ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۝ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

جھٹلایا تھا ثمود نے اپنی سرکشی سے ● جب کہ اُٹھ پڑا تھا اُن کا نہایت بدبخت ● تو بتایا اُنہیں اللہ کے رسول نے

نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ۝

کہ "خیال رکھو اللہ کی اونٹنی اور اِس کے پینے کی باری کو" ●

(جھٹلایا تھا) قوم (ثمود نے اپنی سرکشی سے) اپنے نبی حضرت صالح علیہ السلام کو (جبکہ اُٹھ

پڑا تھا اُن) کے قبیلے (کا) ایک (نہایت بد بخت) قدار بن سالف ایک گروہ کے ساتھ اونٹنی کی کونچیں کاٹنے اور اُسے ہلاک کرنے کو، (تو بتایا انہیں اللہ) تعالیٰ (کے رسول) حضرت صالح علیہ السلام '(نے، کہ خیال رکھو اللہ) تعالیٰ (کی اونٹنی اور اُس کے پینے کی باری کو)، یعنی اپنی باری کے دن جو وہ پانی پیتی ہے اُس کے پاس نہ جاؤ تاکہ تم پر عذاب نازل نہ ہو۔۔تو۔۔

فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا ۙ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُم

جھٹلایا تھا اُن سب نے اُنہیں، چنانچہ کوچیں کاٹ ڈالیں اُس کی۔۔تو بربادی ڈال دی اُن پر اُن کے رب نے

بِذَنبِهِمْ فَسَوَّاهَا ﴿١٤﴾ وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا ﴿١٥﴾

اُن کے گناہوں کے سبب، تو زمین برابر کر دیا اُسے ● اور نہیں خوف اُسے اُس کے پیچھا کرنے کا ●

(جھٹلایا تھا اُن سب نے انہیں) عذاب نازل ہونے کے باب میں۔ (چنانچہ کوچیں کاٹ ڈالیں اُس کی۔۔تو بربادی ڈال دی اُن پر اُن کے رب نے) یعنی یکبارگی ہلاکت بھیج دی اُن پر اُن کے رب نے (اُن کے گناہوں کے سبب تو زمین برابر کر دیا اُسے)، یعنی پھر یکساں کر دیا اُس عذاب کو سب پر کہ اُن کے چھوٹے بڑے سب مر گئے۔ (اور نہیں خوف اُسے اُس کے پیچھا کرنے کا)، یعنی حق تعالیٰ نے سب کو غارت کر کے برباد کر دیا اور اُسے اُن کے انجام کی کوئی پرواہ نہیں، کیونکہ کسی کو اُس پر قابو نہیں اور بدانجاموں کی اُس تک رسائی نہیں۔

اختتام سورۃ الشمس ۔۔۔ ﴿ ۲۲ر ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۸ر نومبر ۲۰۱۲ء، بروز پنجشنبہ ﴾ ۔۔

۔۔ ﴿ ۲۲ر ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۸ر نومبر ۲۰۱۲ء، بروز پنجشنبہ ﴾ ۔۔
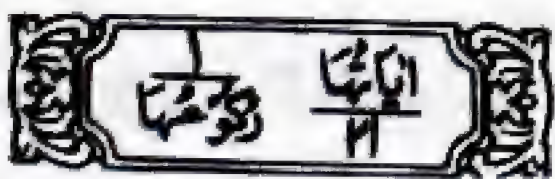
سُورَةُ اللَّيْل

سورۃ اللیل ۔۔ ۹۲ مکیہ ۹ — آیاتہا ۲۱ ۔۔ رکوعہا ۱
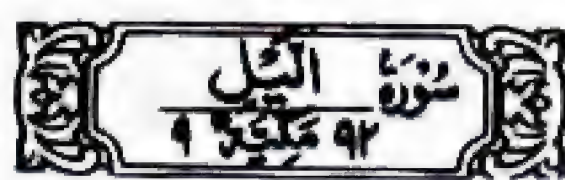
اِس سورہ کا نام اِسی سورہ کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ اِس کو اپنی سابق 'سورہ والشمس' سے بڑی گہری مناسبت ہے۔۔چنانچہ۔۔ دونوں کی ابتداء قسم سے ہوئی ہے۔ 'سورہ والشمس' میں متقابل چیزوں کی قسم ہے اور اِس سورہ میں متضاد اشیاء کی۔ 'سورہ والشمس' میں بتایا گیا

ہے کہ فلاح وسعادت کی دولت کیسے ملتی ہے؟ اور ناکامی وشقاوت کیسے ہاتھ آتی ہے۔ اور اِس سورہ میں فلاح وسعادت کی بنیادِ کار کو بتایا گیا ہے کہ یہ نیکی کی توفیق ہے۔ اور بدبختی اور شقاوت کی بنیاد کو بھی بتایا گیا ہے کہ یہ بُرائی کی سہل کاری ہے۔ پھر اُس کی وضاحت کی گئی ہے کہ یہ توفیق اور یہ سہل کاری کن افعال سے نصیب ہوتی ہے؟

دونوں سورتوں میں ایک بڑی مناسبت یہ بھی ہے کہ 'سورہ والشمس' میں ثمود کے سب سے بڑے بدنصیب کا ذکر، اُس کی بدنصیبی کی روداد، اور دُنیا میں اُس کے بدترین انجام کا بیان تھا، اور اِس سورت میں وضاحت کی گئی ہے کہ سب سے بڑے بدنصیب کی علامت کیا ہے؟ اور آخرت میں اُس کا کیا انجام ہوگا؟ اِس سورہ کے نمایاں مضامین حسب ذیل ہیں:

﴿۱﴾۔۔اِس حقیقت کا بیان کہ کوششیں مختلف اور متضاد ہیں۔ اور اُن کے نتائج بھی باہم مختلف اور متضاد ہیں۔ اِس کی وضاحت کے لے چاؔر متضاد چیزوں کی قسم ارشاد فرمائی گئی ہے، یعنی یہ چاروں متضاد چیزیں شاہد حق ہیں کہ تمہاری کوششیں مختلف نوع کی ہیں۔

﴿۲﴾۔۔اُن میں کچھ کوششیں ایسی ہیں جن کا نفس وضمیر پر ایسا اثر پڑتا ہے کہ نیکی طبیعتِ ثانیہ بن جاتی ہے، پھر اچھے کام بآسانی ہونے لگتے ہیں۔ اُن کے متوازی وہ کوششیں ہیں جو ضمیر ونفس پر ایسا اثر ڈالتی ہیں کہ بدی طبیعتِ ثانیہ بن جاتی ہے، پھر تو ایسا ہو جاتا ہے کہ جن بُرے کاموں کا کرنا آسان نہیں انسان انہیں بھی آسان سمجھ لیتا ہے اور کر بیٹھتا ہے۔

﴿۳﴾۔۔فلاح وسعادت کی راہ کھولنا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے۔

﴿۴﴾۔۔دُنیا اور آخرت دونوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

﴿۵﴾۔۔اللہ تعالیٰ اُس آگ سے متنبہ کر چکا ہے جو بہت پاور سے بھڑک رہی ہے۔

﴿۶﴾۔۔اُس میں وہی بدبخت جائے گا جس نے دعوتِ حق کو صحیح نہیں مانا اور سرتابی کی۔

﴿۷﴾۔۔وہ شخص اُس سے دُور ہی رکھا جائے گا جو تزکیۂ نفس کے لیے اپنا مال راہِ حق میں صرف کرتا ہے، اور مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی ہے۔

ایسے اعلیٰ وارفع مضامین پر مشتمل اِس سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی ﴿۱﴾ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰی ﴿۲﴾ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰٓی ﴿۳﴾

قسم ہے رات کی جب کہ ڈھانپ لے ● اور دن کی جب روشن ہو ● اور اُس کی جس نے پیدا فرمایا نر و مادہ کو ●

اِنَّ سَعْیَكُمْ لَشَتّٰی ﴿۴﴾

کہ بلاشبہ تم لوگوں کی کوشش مختلف ہے ●

(قسم ہے رات کی جب کہ ڈھانپ لے)، یعنی اُس کی تاریکی زمین کی چیزوں کو چھپا لے، (اور دن کی، جب روشن ہو) سورج کی درخشانی سے، (اور اُس کی جس نے پیدا فرمایا نر و مادہ کو)، یعنی حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کو۔۔یا۔۔سب حیوانوں میں سے نر اور مادہ کو، (کہ بلاشبہ تم لوگوں کی کوشش مختلف ہے) آثار میں بھی اور نتائج میں بھی۔۔چنانچہ۔۔کام کے مناسب بعض کو ثواب اور کرامت ہے اور بعض کو عذاب اور ملامت ہے۔۔۔پھر مختلف کاموں اور اُس کی مختلف جزاؤں کو بیان فرماتا ہے۔۔۔

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ﴿۵﴾ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ﴿۶﴾ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی ﴿۷﴾

تو جس نے بخشش کی اور اللہ سے ڈرتا رہا ● اور تصدیق کر دی بڑی اچھی تعلیم کی ● تو جلد ہم سامان کر دیں گے اُس کی آسانی کا ●

(تو جس نے بخشش کی)، اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیا (اور اللہ) تعالیٰ (سے ڈرتا رہا)، یعنی شرک اور کبیرہ گناہوں سے اپنے کو بچاتا رہا اور اُن سے پرہیز کرتا رہا، (اور تصدیق کر دی بڑی اچھی تعلیم کی)، یعنی کلمۂ حق لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کو دِل سے سچ مانتا رہا (تو جلد ہم سامان کر دیں گے اُس کی آسانی کا)، یعنی اُس کے لیے اچھا طریقہ ضرور آسان کر دیں گے۔

اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ اِس سورۂ مبارکہ کا کچھ حصہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خصلت کی شان میں ہے اور کچھ حصہ امیہ بن خلف۔۔یا۔۔ابوجہل کی کیفیت میں۔ کشف الاسرار میں ہے کہ دو آدمیوں کے باب میں یہ سورت نازل فرمائی گئی: ایک اَلْاَتْقٰی یعنی بڑا

متقی کہ صدیقوں کا امام ہے اِس امت میں، یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں اور ایک **اَشْقٰی** یعنی بڑا شقی کہ زندیقوں کا پیشوا ہے اہلِ ضلالت میں، یعنی ابوجہل۔

اور سورت کے شروع میں جو رات دن کی قسم ارشاد فرمائی، یہ ایک کی ظلمت اور دوسرے کی نورانیت کی طرف اشارہ ہے، یعنی شب ضلالت میں کسی کو وہ گمراہی نہ تھی جو ابوجہل کذاب شقی کو تھی، اور روزِ دعوت میں کسی کو وہ نورِ ہدایت ظاہر نہ ہوا جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہوا۔

روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ امیہ بن خلف کے غلام تھے وہ کافر ان کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتا تا کہ دینِ اسلام سے پھر جائیں۔ اور اُن کے دِل میں ہر وقت محبتِ الٰہی کی آگ اور زیادہ بھڑکتی تھی۔ ایک دن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اُمیہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جلتی ہوئی ریگ پر ڈال دیا ہے اور تپتے ہوئے پتھر اُن کے سینے پر رکھے ہیں، اور وہ اس حال میں اَحَدٌ اَحَدٌ کہہ رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دِل اُن پر جلا، فرمایا اَے امیہ! وائے تجھ پر، اِس خدا کے دوست پر تُو کتنا عذاب کرتا ہے۔ اُمیہ بولا کہ اَے ابوبکر! اگر تیرا دِل اِس پر جلتا ہے تو اِسے مجھ سے مول لے لے۔ پوچھا کہ کتنے کو بیچتا ہے؟ بولا کہ اُسے نسطاس رومی سے بدلتا ہوں۔

اور نسطاس رومی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا غلام تھا اُس سے ہزار دینار قیمت مل سکتی تھی، اور حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اُس سے کہہ دیا تھا کہ اگر تُو ایمان لائے تو جو مال تیرے پاس ہے اور جو تجارت کرتا ہے سب تجھ کو بخش دوں۔ نسطاس ایمان نہ لایا اور حضرت صدیقِ اکبر کا دِل اُس سے رنجیدہ تھا۔ جب اُمیہ سے یہ بات سنی تو غنیمت جان کر نسطاس کو تمام استعداد اور مقدرت سمیت اُمیہ کے حوالے کیا۔ اور حضرت بلال کو لے لیا، اور اُسی وقت ثوابِ آخرت حاصل کرنے کی امید پر حضرت بلال کو آزاد کر دیا۔

حق تعالیٰ نے یہ سورت بھیجی اور حضرت صدیق کی سیرت سے خبر دی اور فرمایا کہ جس نے اپنا مال خرچ کیا اور اُس کا بدلا اور ثواب ملنے کی تصدیق کی، تو قریب ہے کہ آسانی دیں ہم اُس کو نیک طریقے کے واسطے کہ آسانی اور راحت کا سبب ہو، یعنی اُس کام میں جو اُسے جنت میں پہنچادے کہ آسانی اور راحت وہیں ہے۔

وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ﴿۸﴾ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ﴿۹﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ﴿۱۰﴾

اور رہے وہ جنہوں نے کنجوسی کی، اور بے پرواہی برتی ● اور جھٹلایا نہایت اچھی تعلیم کو ● تو ہم سامان کر دیں گے اُس کی دشواری کا ●

وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ﴿۱۱﴾

اور نہ کام آئے گا اُس کے اُس کا مال جب ہلاکت میں پڑ چکا ●

(اور رہے وہ، جنہوں نے کنجوسی کی اور بے پرواہی برتی) اپنے مال میں۔۔یا۔۔کلمہء توحید کہنے میں اور اپنے کو ثوابِ الٰہی سے بے نیاز دیکھا، اور اس سبب سے جو کام ثواب حاصل کرنے کے موجب ہیں اُن کی طرف رغبت نہ کی، (اور جھٹلایا نہایت اچھی تعلیم کو) اور دینِ اسلام کے ساتھ متدین نہ ہوا۔۔یا۔۔حق تعالیٰ کے وعدہ کو باور نہ رکھا، (تو ہم سامان کر دیں گے اُس کی دشواری کا)۔ یعنی ہم مہیا کر دیں گے اُس کو اس صفت کے واسطے جو اُسے دشواری اور محنت میں ڈال دے، یعنی وہ کام جو اُسے دوزخ میں لے جائے۔

(اور نہ کام آئے گا اُس کے اُس کا مال جب ہلاکت میں پڑ چکا)، یعنی دفع نہ کرے گا اُس عذاب کو اُس کا مال جس میں اُس نے بخل کیا ہے جب کہ وہ مر جائے گا۔۔یا۔۔جب سر کے بل آئے گا یعنی قبر میں گرے گا۔۔یا۔۔دوزخ کے گڑھے میں۔۔المختصر۔۔جب یہ شخص برباد ہوگا اور تباہی کے غار میں گر جائے گا تو اُس کا مال کچھ کام نہ آئے گا۔

اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ﴿۱۲﴾ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ﴿۱۳﴾ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ﴿۱۴﴾

بے شک ہم پر یقیناً ہے ہدایت فرمانا ● اور بے شک ہماری ہی یقیناً ہے آخرت اور دُنیا ● تو میں ڈرا چکا تمہیں اُس آگ سے

لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ﴿۱۵﴾ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۶﴾

جو بھڑک چکی ● نہ رہے گا اُس میں مگر نہایت بد بخت ● جس نے جھٹلایا اور پیٹھ پھیری ●

(بے شک ہم پر یقیناً ہے ہدایت فرمانا)، یعنی حق و باطل اور وعدہ اور وعید کو بیان فرما دینا، (اور بے شک ہماری ہی یقیناً ہے آخرت اور دُنیا)، یعنی دونوں جہان کے مالک ہم ہی ہیں تو ہم جو کچھ چاہیں جس کو چاہیں اور جتنا چاہیں عطا کریں۔ (تو میں) اَے اہلِ مکہ (ڈرا چکا تمہیں اُس آگ سے جو بھڑک چکی) اور شعلے مارتی ہے۔ (نہ رہے گا اُس میں مگر نہایت بد بخت) اُمیہ اور ابوجہل جیسا، (جس نے جھٹلایا) پیغمبر کو (اور پیٹھ پھیری) ایمان اور طاعت سے۔

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿۱۷﴾ الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ

اور جلد ہی دور رکھا جائے گا اُس سے سب سے بڑا التقویٰ والا ● جو دیتا ہے اپنا مال کہ خود پاکیزہ ہو جائے ● اور نہیں ہے کسی کا

مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ﴿۱۹﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿۲۰﴾ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ﴿۲۱﴾

اس کے پاس کوئی احسان، کہ بدلہ دیا جائے ● مگر اپنے بلند و بالا رب کی مرضی کو چاہنا ● اور یقیناً عنقریب وہ خوش ہو جائے گا ●

(اور جلد ہی دُور رکھا جائے گا اُس سے سب سے بڑا التقویٰ والا)، یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ **(جو دیتا ہے اپنا مال)** اِس نیت سے **(کہ خود پاکیزہ ہو جائے ● اور نہیں ہے کسی کا اُس کے پاس کوئی احسان کہ بدلہ دیا جائے)**۔ یعنی وہ جو کسی کے ساتھ کوئی کارِ خیر کرتا ہے وہ اُس پر اُس کے کسی احسان کا بدلہ نہیں ہے، بلکہ اُس کا عملِ خیر خالصاً لوجہ اللہ ہے۔

۔۔الختصر۔۔وہ جس کے ساتھ حسنِ سلوک کرتا ہے اُس سے کچھ نہیں چاہتا۔ ہاں **(مگر اپنے بلند و بالا رب کی مرضی کو چاہنا)** ہے، اور خدا کی رضا سے بڑھ کر اور اُس سے برتر و بالا کوئی چیز نہیں۔ **(اور یقیناً عنقریب وہ خوش ہو جائے گا)**۔ اس لیے کہ اُس سے جس ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے وہ اُسے حاصل ہو جائے گا۔

اختتام سورہ الیل ۔۔۔ ﴿ ۲۲/ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۸/نومبر ۲۰۱۲ء، بروز پنجشنبہ ﴾ ۔۔

۔۔ ﴿ ۲۷/ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۱۳/نومبر ۲۰۱۲ء، بروز سہ شنبہ ﴾ ۔۔

سُوْرَةُ الضُّحٰى

سورۃ الضحیٰ ۔۔۹۳ مکیہ ۱۱ — آیاتہا ۱۱ ۔۔ رکوعہا ۱

اِس سورۂ مبارکہ کا نام اِسی کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ اِس سورت اور اِس سے پہلی والی سورت میں بڑی گہری مناسبت ہے۔ چنانچہ دونوں کی ابتداء قسم سے ہوئی، 'سورۂ والیل' میں بھی دن رات کی قسم و شہادت ارشاد فرمائی گئی ہے، اور 'سورہ والضحیٰ' میں بھی دن رات کی قسم و شہادت ہے، بس ذرا سی نوعیت بدلی ہوئی ہے۔ 'سورہ والیل' میں **وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى** کا بیان ہے اور 'سورہ والضحیٰ' میں **وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى** کا۔

دونوں بیان باہم عجیب مناسبت رکھتے ہیں، پہلے میں اللہ کی شانِ یکتائی ہے اور دوسرے

میں حضور ﷺ کی شانِ مصطفائی ہے۔ دونوں سورتوں میں رضوانِ الٰہی کا ذکر ہے۔ 'سورہ واللیل' میں اُس مقامِ رضوان کا بیان ہے جو امت کو ملتا ہے اور بتایا گیا کہ اُس کا حصول تین ۳ باتوں کی بدولت ہوتا ہے۔

﴿۱﴾۔۔اللہ سے ڈرنا۔

﴿۲﴾۔۔گناہوں سے بچنا۔

﴿۳﴾۔۔اللہ کی راہ میں مال صَرف کرنا اور صرف اللہ کی طلب ہونا۔

اور 'سورہ الضحیٰ' میں آنحضرت ﷺ کے مقامِ رضوان کا بیان ہے جس کا حصول کسی فعل پر موقوف نہیں، محض فضلِ الٰہی ہے۔

ایسی سورۂ مبارکہ کو جو اوّل سے لے کر آخر تک نعتِ مصطفیٰ ﷺ کا ایک گلدستہ ہے، شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

وَالضُّحٰى ۙ۝۱ وَالَّيۡلِ اِذَا سَجٰى ۙ۝۲ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ؕ۝۳

قسم ہے اُس چمکیلے کی ● اور اُس سیاہی والی کی جب ڈھانپ لے ● کہ نہ چھوڑا تمہیں تمہارے رب نے، اور نہ ناپسند فرمایا ●

وَلَلۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لَّكَ مِنَ الۡاُوۡلٰى ؕ۝۴

اور یقیناً پچھلی بہتر ہے تمہارے لیے پہلی سے ●

روایت ہے کہ جب حضرت جبرائیل کئی روز حضرت رسولِ اکرم ﷺ کے پاس نہیں آئے اور وحی نازل نہ ہوئی تو کافروں نے طعن کرنا شروع کیا کہ 'محمد ﷺ' کے خدا نے انہیں چھوڑ دیا اور دشمن کرلیا، تو حق تعالیٰ نے اُن کا قول رَد کرنے کو یہ سورت بھیجی اور ارشاد فرمایا کہ۔۔۔

(قسم ہے اُس چمکیلے کی ● اور اُس سیاہی والی کی جب ڈھانپ لے)۔۔۔

یہاں چمکیلے سے محبوبِ خدا ﷺ کے چہرۂ انور کی طرف اشارہ ہے، اور سیاہی والی سے

آپ کے موئے مبارک کی سیاہی سے کنایہ ہے جب وہ بکھر جائے، یعنی زلفیں سنور جائیں تو چہرۂ محبوب کی قسم اور بکھر جائیں تو زلفوں کی قسم۔ اِس قسم میں دشمنوں کو یہ جواب بھی ملتا ہے کہ ایسے چہرے والے اور ایسی زلفوں والے کو اس لیے نہیں بنایا گیا ہے کہ اُن کو چھوڑ دیا جائے اور اُن سے دشمنی کی جائے۔

والضحیٰ کی تفسیر کے تعلق سے دوسرے اقوال بھی ہیں: ﴿۱﴾۔۔قسم ہے چاشت کے وقت کی کہ آفتاب اُس وقت بلند ہوتا ہے اور روشنی زیادہ ہوتی ہے۔اور بعضے کہتے ہیں **ضُحٰی** وہ وقت تھا جس وقت حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا اور فرعون کے ساحروں نے اُسی وقت خدا کا سجدہ کیا۔اور بعض کے قول پر **ضُحٰی** سے 'ربِّ ضحیٰ' یعنی وقت چاشت کے رب۔۔یا۔۔نمازِ چاشت مراد ہے۔

ایسے ہی **وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی** کا معنی یہ کیا گیا ہے کہ قسم ہے رات کی جس وقت وہ تاریک ہو اور تاریکی چیزوں کو چھپالے۔امام قشیری فرماتے ہیں کہ شبِ معراج کی قسم ہے۔ صاحبِ کشف الاسرار نے فرمایا کہ دن رات سے کشف اور حجاب مراد ہے، کہ لطف اور قہر کی نشانی ہے۔۔یا۔۔انوارِ جمال اور آثارِ جلال کی علامت ہے۔۔الختصر۔۔حق اُن کی قسمیں یاد فرما کر فرماتا ہے۔۔۔

(کہ نہ چھوڑا تمہیں تمہارے رب نے اور نہ ناپسند فرمایا)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے رسولِ مقبول ﷺ کو خوشخبری دی اُس فتح کی جو آپ کی امت کو دُنیا میں ہوگی اور اکثر شہر اُن کی حکومت میں آئیں گے اور مسخر ہو جائیں گے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ۔۔۔

(اور یقیناً پچھلی بہتر ہے تمہارے لیے پہلی سے)، یعنی تمہاری ہر آنے والی گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہے اس لیے کہ آپ دمبدم بلندی کے درجے پر بلند ہونے والے ہیں اور رتبۂ کمال پر ترقی کرنے والے ہیں۔

۔۔یا۔۔

آپ کی آخرت جہاں آپ کو مقامِ محمود عطا ہوگا اور آپ شفاعتِ کبریٰ کے درجے پر فائز ہوں گے، اُس وقت ساری مخلوق، اپنے پرائے، دوست دشمن، سب کے سب آپ کی تعریف و توصیف کریں گے۔کوئی آپ کے مقامِ محبوبیت کا منکر نہ ہوگا اور سبھی آپ کا وسیلہ چاہیں گے ۔۔الغرض۔۔وہ

بہتر ہے آپ کے لیے دُنیا سے۔ کچھ لوگ آپ کی شانِ اقدس میں گستاخیاں کرتے ہیں آپ سے حرب وضرب کے لیے آمادہ ہوتے ہیں۔ رہ گیا آخرت کا معاملہ تو وہاں تو صرف آپ کی محبوبیت کی شان دکھائی جائے گی۔۔۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ﴿٥﴾

اور یقیناً عنقریب دے گا تمہیں تمہارا رب، کہ تم راضی ہو جاؤ گے●

(اور یقیناً عنقریب دے گا تمہیں تمہارا رب، کہ تم راضی ہو جاؤ گے)، یعنی قریب ہے کہ عطا فرمائے تم کو تمہارا رب گناہ گاروں کے باب میں شفاعت کا مرتبہ، اور اس قدر عطا فرمائے گا کہ تم کہو کہ بس میں راضی ہو گیا۔۔۔ اور یہ اُس وقت فرمائیں گے جب ہر اُس امتی کو بخشوالیں گے جس کے دِل میں ایمان کا کچھ بھی حصہ ہے۔۔۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اَے اہلِ عراق تم کہتے ہو کہ قرآن کی سب آیتوں میں بڑی امید کی آیت یہ ہے کہ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اور ہم اہلِ بیت اِس بات پر ہیں کہ آیہ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ میں اس کی بہ نسبت امید بہت زیادہ ہے اس واسطے کہ جب تک آپ کی امت میں سے ایک شخص بھی دوزخ میں رہے گا ہرگز آپ راضی نہ ہوں گے۔

حق تعالیٰ یہ واضح کرنے کے بعد کہ آپ پر آخرت میں یہ انعاماتِ خداوندی ہوں گے، دراصل ان انعامات کا سلسلہ انہیں نعمتوں سے جڑا ہوا ہے جو آپ پر ابتداء ہی سے ہوتی رہیں ہیں۔ اَے محبوب! سوچو کہ۔۔۔

أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ ﴿٦﴾ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ ﴿٧﴾

کیا نہیں پایا تمہیں دُرِ یتیم، تو خود ٹھکانہ دیا؟● اور پایا تمہیں متوالا، تو اپنی راہ دے دی●

(کیا نہیں پایا تمہیں دُرِّ یتیم تو خود ٹھکانہ دیا)، یعنی ختمِ نبوت کی صدف میں تم کو جگہ دی۔ یہاں "دُرِ یتیم" کا ترجمہ بحر الحقائق سے منقول ہے۔ اِس آیت کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ کیا یہ بات نہیں؟ کہ اللہ نے آپ کو یتیم پایا تو اپنے فضل وکرم سے حفظ و پناہ کی جگہ میں رکھا اور تاحیات دشمنوں کے قاتلانہ حملوں سے محفوظ رکھا۔

(اور) اَے محبوب! اپنے رب کا یہ بھی کرم دیکھو کہ (پایا تمہیں) اپنی محبت اور تلاش میں (متوالا، تو اپنی راہ دے دی) 'ضال' کے مفہوم میں مفسرین نے جو لکھا ہے اُن میں اہم معانی یہ ہے:

﴿۱﴾۔۔تلاش کرنے والا: اس بنا پر ترجمہ یہ ہوگا کہ ہم نے آپ کو حق کا متلاشی پایا، تو اُس کا راستہ کھول دیا۔

﴿۲﴾۔۔محبّ ۔۔یا۔۔محبت میں وارفتہ: اب ترجمہ ہوگا آپ کو محبّ خدا پایا۔۔یا۔۔محبتِ الٰہی میں خودرفتہ پایا، تو خصوصی راہ کھول دی۔

﴿۳﴾۔۔متحیر: اِس بنا پر آیت کا ترجمہ ہوگا کہ آپ کو اُس باب میں متحیر پایا کہ لوگوں کو کیسے راہِ راست پر لایا جائے؟ تو اس کا راستہ بتا دیا۔۔یا۔۔بقولِ سیدنا جنید بغدادی قدس سرہ آپ کو متحیر پایا کہ مفہومِ قرآنی کی تشریح کیسے کی جائے؟ تو اللہ نے اُس کی رہنمائی کر دی۔

﴿۴﴾۔۔ناواقف: یعنی اللہ کو اَزل سے آپ کی جو محبت ہے آپ اُس سے ناواقف تھے، اللہ نے اُس کی اطلاع اور واقفیت بخشی۔۔یا۔۔آپ کو اپنی شان و منزلت کی واقفیت نہ تھی، تو اللہ نے اُس کی واقفیت کا راستہ کھول دیا۔

﴿۵﴾۔۔عربی میں 'ضال' اور 'ضالّة' اُس درخت کو بھی کہتے ہیں جو دشت و بیابان میں محض ایک ہی ہے اور راہ رو اُس کو نشانِ راہ بنا کر بھٹکنے سے محفوظ رہتا ہے: اِس بنا پر ترجمہ یہ ہوگا کہ ''اللہ نے آپ کو ہدایت میں یکتا اور نشانِ ہدایت پایا، تو آپ کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت بخشی۔

﴿۶﴾۔۔ضال کھوئی ہوئی چیز کو بھی کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بچپن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھو گئے تھے، ابوجہل کہیں سے لُوٹ کا مال لیے آ رہا تھا اُس نے آپ کو دیکھ لیا اور اپنے ساتھ لے کر حضرت عبدالمطلب کے پاس آیا۔ کہا گیا ہے کہ اس آیت میں اُس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ اِس بنا پر آیت کا ترجمہ یہ ہوگا ''ہم نے آپ کو کھویا ہوا پایا کہ بچپن میں کھو گئے تھے، تو گھر پہنچانے کا انتظام کر دیا''۔۔۔

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت حلیمہ آپ کو لے کر مکہ آ رہی تھیں اُس وقت آپ بہت کمسن تھے، راہ میں ایک جگہ بٹھا کر اپنی ضرورت سے گئیں، واپس آئیں تو آپ کو نہیں

پایا۔ بہت پریشان ہوئیں بڑی تلاش کے بعد ملے۔ کہا گیا ہے کہ آیت میں اُس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ اِس بنا پر آیت کا ترجمہ یہ ہوگا "ہم نے آپ کو کھویا ہوا پایا کہ بچپن میں کھو گئے تھے، تو لوگوں کو راہ دکھادی کہ فلاں جگہ ہیں۔۔۔

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَأَغْنٰى ؕ﴿۸﴾

اور پایا تمہیں عیال والا، پھر غنی کر دیا●

(اور پایا تمہیں عیال والا) یعنی حاجت مند، **(پھر غنی کر دیا)** تم کو خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مال کی وجہ سے کہ تم نے تجارت کی۔۔ یا۔۔ غنیمتوں کے سبب سے جو کافروں سے تم نے حاصل کیں۔

بعض عارفین نے یہ فرمایا ہے کہ۔۔۔

"اَے ہمارے حبیب! تُو فقیر تھا خلق کے مشاہدہ کی وجہ سے، تو تم کو غنی کر دیا اپنے انوارِ جمال کے مکاشفہ سے۔

۔۔ یا یہ کہ۔۔

اَے محبوب! آپ فقر و فاقہ اور حاجت مندی کی حالت میں تھے، تو آپ کو مستغنی بنا دیا۔

اِسی لیے آپ فقر و فاقہ میں بھی سب سے بے نیاز رہے ہیں، اور غنا کی اصل حقیقت یہی ہے۔ کیونکہ غنا دُنیا کے بکثرت ساز و سامان سے نہیں ہوتا۔ البتہ غنا دِل کا غنا ہے۔

ایک صورت یہ بھی ہے کہ **یَتِیْمًا**، **ضَآلًّا** اور **عَآئِلًا** کو اپنے بعد والے افعال کا مفعول مقدم قرار دے دیا جائے، اور اُن کی تقدیم کو رعایۂ سجع پر محمول کیا جائے، تو پھر ان تینوں آیتوں کے معنی یہ ہوں گے کہ۔۔۔

اَے محبوب! کیا نہیں پایا ہم نے تمہیں، تو تمہارے ذریعہ یتیموں کو ٹھکانہ دے دیا۔ اور پایا ہم نے تمہیں، تو تمہارے ذریعہ گمراہوں کو ہدایت دے دی۔ اور پایا ہم نے تم کو، تو تمہارے ذریعہ محتاجوں کو غنی کر دیا۔

اِس مقام پر یہ نکتہ بھی ذہن نشین رہے کہ عموماً صحابہ اور تابعین۔۔ یا۔۔ دیگر مفسرین سے جو تفسیریں مروی و منقول ہوتی ہیں اُن کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ بس یہی مراد ہے، وہ تو ایک کلی حقیقت کی کوئی تمثیل ہوتی ہے تخصیص نہیں۔۔ چنانچہ۔۔ مفسرین کہیں کہیں تصریح کر دیتے ہیں کہ "یہ تمثیل ہے تخصیص نہیں" یہ نکتہ علم تفسیر کا بہت قیمتی نکتہ ہے۔ اِس کو ملحوظ رکھنے

سے بہت سی گتھیاں سلجھ جاتی ہیں۔اور جہاں ایک آیت کی مختلف تفسیریں ملتی ہیں وہاں اُس کی روشنی میں بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ یہ سب اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں کہ سب ایک حقیقتِ کلیہ کے مختلف جزئیات ہیں۔

اِس زیرِ تفسیر سورۂ مبارکہ کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اِس میں کل گیارہ۱۱ آیتیں ہیں دو۲ تو قَسم ہیں، باقی نو۹ آیات میں، تین۳ دعویٰ ہے اور تین۳ دلیل ہے اور تین۳ اُس کے مناسب نصیحت۔

پہلا دعویٰ یہ تھا کہ تمہارے رب نے تم کو نہیں چھوڑا اور نہ ہی تمہیں ناپسند فرمایا، اِس کی دلیل ہے کہ اُس نے تمہاری ہر حال میں حفاظت فرمائی، اور آپ جیسے دُرِّ یتیم کو خود ٹھکانہ دیا۔دوسرا دعویٰ یہ تھا کہ یقیناً پچھلی بہتر ہے تمہارے لیے پہلی سے، اُس کی دلیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو اپنی محبت میں متوالا پایا تو اپنے قرب کی راہ دے دی۔اور ظاہر ہے کہ قرب سے پہلے والی گھڑی سے قرب کی گھڑی بہتر ہی ہے۔۔اور۔۔تیسرا دعویٰ یہ تھا کہ عنقریب تمہیں تمہارا رب اِتنا دے گا کہ تم راضی ہوجاؤ گے، اُس کی دلیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے پایا تمہیں عیال والا حاجت مند، تو غنی کردیا۔

مذکورہ بالا تینوں دعووں کو تین۳ دلیلوں سے ثابت فرما کر اُس کی مناسبت سے رب تین۳ نصیحتیں ارشاد فرمارہا ہے۔۔۔

اَے محبوب اوپر کے ارشاد میں تم پر حق تعالیٰ کی تین۳ نوازشوں کا ذکر ہے۔۔۔

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ؕ۝۹ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ؕ۝۱۰

تو یتیم پر تو دباؤ نہ ڈالو ● اور رہے بھکاری، تو اُنہیں جھڑکو نہیں ●

(تو) پہلی نوازش کا تقاضہ یہ ہے کہ (یتیم پر تو دباؤ نہ ڈالو) اور کسی حال میں بھی اُن پر سختی نہ کرو۔کیا یہ بات نہیں کہ اللہ نے آپ کو یتیم پایا تو اپنے فضل وکرم سے حفظ و پناہ کی جگہ میں رکھا۔۔۔ حضور ﷺ نے اِس تقاضے کو جس طرح پورا کیا تاریخ انسانیت میں اُس کی نظیر نہیں۔۔۔(اور) دوسری نوازش کا تقاضہ یہ ہے کہ جو (رہے بھکاری، تو اُنہیں جھڑکو نہیں) اور اپنے اوپر حق تعالیٰ کی اُس نوازش کو یاد رکھو کہ اُس نے تمہیں عیال والا پایا تو مستغنی کردیا۔

حضور ﷺ نے اِس تقاضے کو بھی جس طرح ادا کیا اُس کی بھی نظیر نہیں، یہاں تک کہ

آپ نے تمام عمر کسی کے سوال پر 'نہیں' کا لفظ فرمایا ہی نہیں۔ دُنیا کا سائل ہو۔۔یا۔۔آخرت کا سائل ہو۔ ہدایت کا سائل ہو۔۔یا۔۔مغفرت کا سائل ہو۔ دُنیا کی نعمتوں کا سائل ہو۔۔یا۔۔آخرت کی نجات کا سائل ہو۔۔الختصر۔۔آپ نے کسی سائل کو اپنے در سے محروم نہیں پلٹایا۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾

اور رہی اپنے رب کی نعمت، تو اُس کا خوب چرچا کرو●

(اور) اَے محبوب! اب (رہی اپنے رب کی نعمت) والی نوازش، (تو اُس کا خوب چرچا کرو)۔یعنی آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت ورسالت کی جو دولت بخشی ہے اُس کا خوب چرچا کرو اور اُس کی دعوت دیتے رہو۔ یہ تحدیثِ نعمت شکرِ الٰہی کا ایک نمونہ ہے۔ مگر اس میں نام ونمود اور نخوت وخود پسندی نہ ہو۔

اور ظاہر ہے کہ نبی سے اِن ناپسندیدہ اُمور کا اِمکان نہیں، لیکن غیر نبی کو چوکنا اور محتاط رہنا چاہیے اور نعمتِ الٰہی کے ذکر واظہار میں فخر ونمود اور ریاکاری سے اپنے کو بچا کے رکھنا چاہیے اور اگر اِس کا اندیشہ ہو تو بہتر یہی ہے کہ خاموش رہے۔

یہ بھی ضروری ہے کہ نعمت کے ذکر و بیان کے ساتھ نعمت دینے والے کا استحضار رکھا جائے، اس لیے کہ یہ یاد رکھنا ذکر بھی ہے اور شکر بھی۔ مبارک ہیں وہ ہستیاں جو نعمت پا کر فخر ورعونت کے بجائے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتی ہیں کہ کیسا بندہ نواز اور چارہ ساز ہے ہمارا رب جس نے ہم پر کرم فرمایا اور یہ نعمتیں بخشیں۔ کتنے بلند پایہ ہیں وہ حضرات جو نعمت کے پردہ میں نعمت دینے والے کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اُس کی نعمت پر اُس کی نوازش کے ذکر و بیان میں رطب اللسان رہتے ہیں۔

اختتام سورہ الضحیٰ ۔۔ ﴿ ۲۷ر ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۱۳ر نومبر ۲۰۱۲ء، بروز سہ شنبہ ﴾ ۔۔

۔۔ ﴿ ۲۸ر ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۱۴ر نومبر ۲۰۱۲ء، بروز چہار شنبہ ﴾ ۔۔

سُوْرَةُ اَلَمْ نَشْرَحْ

سورۂ الم نشرح ۔۔۹۴ مکیہ ۱۲ — آیاتہا ۸ ۔۔رکوعہا ۱

اِس سورۂ مبارکہ کے تین[۳] نام ہیں: ﴿۱﴾۔۔سورہ الم نشرح۔ ﴿۲﴾۔۔سورہ الشراح۔ ﴿۳﴾۔۔سورہ شرح۔ اور یہ تینوں نام اِسی کی پہلی آیت سے ماخوذ ہیں۔ اِس کی اِس کے ماقبل 'سورہ والضحیٰ' سے مناسبت یہ ہے کہ دونوں سورتوں میں اللہ کی اُن نعمتوں کا بیان ہے جو آنحضرت ﷺ کو عطا ہوئیں۔ 'سورہ والضحیٰ' میں اُن نعمتوں کا تذکرہ ہے جو سب کی نگاہوں کے سامنے ہیں اور 'سورہ الم نشرح' میں اُن نعمتوں کا بیان ہے جو عام نگاہوں سے پوشیدہ ہیں، کیوں کہ وہ آپ کی خصوصیاتِ باطنی ہیں۔۔مثلاً: 'شرح صدر' اور اُس کے بعد کی مذکور نعمتیں۔ 'شرحِ صدر' کے لیے 'شقِ صدر' کا واقعہ متعدد بار ہوا ہے۔

محدثین کا بیان ہے کہ ایک تو 'عہدِ طفلی' کا واقعہ ہے جب آپ چار[۴] سال کے تھے۔ دوسرا واقعہ جب عمر شریف دس[۱۰] سال کی تھی، تیسرا واقعہ جب آپ بیس[۲۰] سال کے ہوئے۔ چوتھا واقعہ جب کہ آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی۔ پانچواں واقعہ جبکہ معراج ہوتی ہے۔ لیکن محققین کے نزدیک ۲۰ سال کا واقعہ قطعاً غیر ثابت ہے۔

امام سہیلی صرف دو[۲] مواقع کی روایت کو صحیح سمجھتے ہیں: ایک صغر سنی میں، دوسرے معراج کے موقع پر۔ صغر سنی میں اس لیے شقِ صدر ہوا ہے کہ بچپن ہی سے قبولِ وسوسہ کا مادّہ جو عموماً چار[۴] برس میں کسی قابل ہوتا ہے قلبِ اقدس سے نکال دیا جائے۔۔ چنانچہ۔۔ چار[۴] سال کی عمرِ شریف میں جو شقِ صدر ہوا ہے اُس میں حضرت جبرائیل نے قلبِ اطہر سے جمے ہوئے خون کی ایک پھٹکی نکال کر الگ کر دی اور کہا "ھٰذا حظُّ الشیطانِ منکَ اِس جملہ کا ماحصل یہ ہے کہ اگر یہ رہ جاتا تو شیطان کو آپ کے اندر دَر اندازی کی ہمت ہوتی۔

اور معراج کے موقع پر اس لیے شقِ صدر ہوا ہے کہ اب 'مشاہدۂ حق' کے ساتھ 'مکالمہ ربانی' بھی ہے، اور 'مکالمہء ربانی' کے ساتھ 'مشاہدۂ حق' بھی۔ یہاں انوار و تجلیات کی وہ فراوانی اور صدائے سرمدی کی وہ ہوش ربائی ہے کہ عالم ملکوت کی بڑی سی بڑی روحانیت بھی اُس کی ابتدائی نمود کا تحمل نہیں کر سکتی۔ اُس کے برداشت کرنے کی قوت صرف ایک قلبِ منور میں رکھی گئی ہے، وہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قلبِ انور۔ یہ مقدس قوت ابتداء ہی سے قلبِ اطہر میں ودیعت تھی، شبِ معراج میں اُس کے اندر اضافہ کیا گیا۔ اُس نورانی رات میں حضور کا جو شقِ صدر ہوا ہے وہ خاص اِسی مقصد کے لیے ہوا ہے۔

انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شرح صدر کی حقیقت

کا عرفان وادراک تو یقیناً دائرۂ امکان سے باہر ہے، لیکن خاصانِ امت کو فیضان محمدی کے توسل سے جو شرح صدر ہوتا ہے اُس کی حقیقت یہ ہے کہ اُن کے ایمان میں بے حد توانائی آجاتی ہے۔ دینی معاملہ میں اُن کی عزیمت واستقامت کا یہ عالَم ہوتا ہے کہ خطروں اور ہولناکیوں کے بڑے سے بڑے طوفان بھی اُن کو اپنی جگہ سے ہٹا نہیں سکتے۔ اُن کی بصیرتوں کا یہ عالَم ہے کہ فریب کدہ ہستی کی پوری حقیقت اُن پر آئینہ ہے، اِسی لیے وہ اِسے فریب کدہ ہی سمجھتے ہیں اور اس پر مفتوں نہیں ہوتے، اور اپنے قلب وروح کو عالَمِ فانی سے ہٹا کر عالَمِ جاودانی کی طرف پھیر لیتے ہیں۔۔ الغرض۔۔ اُن کی سیرت میں بڑی بلندی آجاتی ہے۔

اوپر جو مذکور ہوا یہ تو شرح صدر کی علامات ہیں اور اُس کے اسباب بکثرت، جن میں چند بنیادی اور عمودی ہیں جو حسبِ ذیل ہیں:

﴿۱﴾۔۔شرح صدر کا سب سے بڑا سبب توحید اور ایمان ہے۔ اُن میں جس قدر کمال، قوت اور فراوانی ہوتی ہے اُسی قدر شرح صدر میں کمال، زیادتی اور توانائی ہوا کرتی ہے، حتیٰ کہ سینہ نور سے لبریز ہو جاتا ہے۔

﴿۲﴾۔۔شرح صدر کا اہم ترین سبب نورِ حق ہے۔۔ چنانچہ۔۔ سینہ جب اُس سے منور ہو جاتا ہے تو سینہ میں انشراح اور قبولِ حق کے لیے بڑی وسعت پیدا ہو جاتی ہے، جس کی علامت یہ ہے کہ دِل فریب کدۂ دُنیا سے برگشتہ ہو جاتا ہے اور حیاتِ ابدی کے گھر کی طرف توجہ رہا کرتی ہے اور موت کے آنے سے پہلے موت کی تیاری کی جاتی ہے۔

﴿۳﴾۔۔شرح صدر کا ایک سبب علم نبوت کا حصول بھی ہے۔ اِس سے دِل میں بڑا انشراح اور وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔۔ چنانچہ۔۔ اُس علم کے حاملین کے اندر اتنی فراخ دلی اور وسعتِ اخلاقی ہوتی ہے جتنی کسی اور میں ہوتی ہی نہیں۔ یہی ہے وہ علم جس سے انابت اور محبتِ حق پیدا ہوتی ہے۔ اور محبتِ حق جتنی پُر زور ہوتی ہے اُسی قدر شرح صدر میں قوت اور کمال ہوتا ہے۔ یہی ہے وہ محبتِ الٰہی جو دُنیا کی تمام اُلجھنوں اور پریشانیوں کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ اِسی میں ہے نشاطِ روح، سرورِ قلب اور ابدی شادمانی، کہ اِس عالَم میں جو غم واندوہ ہوتا ہے اُس میں بھی حلاوت آجاتی ہے، اور دُنیا کا تلخابہ آبِ شیریں بن جاتا ہے۔

﴿۴﴾۔۔شرح صدر کا ایک سبب دوامِ ذکر ہے کہ دِل ہمہ وقت اللہ کی یاد میں رہے، اُس کے اثر سے فضول اَفکار کا ہجوم رہتا ہی نہیں۔ یہ ایک عام حقیقت ہے کہ دِل میں جب فکرِ دُنیا چھائی رہتی ہے تو دِل میں ایمان وانسانیت کی جگہ رہتی ہی نہیں، یہی دِل کی تنگی ہے جو صرف ذکرِ الٰہی سے دُور ہوتی ہے اور اُس کے دُور ہوتے ہی دِل میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر ایمان وانسانیت کی ایک ایک بات کے لیے سینہ کشادہ ہوتا جاتا ہے۔ اتنا کشادہ کہ ایک ایک ایمانی واخلاقی جوہر کے لیے خود بخود جگہ نکلتی آتی ہے۔

﴿۵﴾۔۔شرح صدر کا ایک سبب مخلوقات کے ساتھ حتی الامکان اچھا سلوک کرنا ہے کہ اپنے مال ودولت سے بھی اور اپنی جاہ ومنزلت سے بھی لوگوں کی امداد کرتے رہو۔

﴿۶﴾۔۔شرح صدر کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ دینی امور میں اِس عزم وعزیمت اور ہمت وشجاعت سے کام لو کہ کسی معاملہ میں سستی، کاہلی، عافیت پسندی اور بزدلی راہ نہ پائے۔

﴿۷﴾۔۔اُس کا ایک سبب دِل کی تطہیر اور اخلاق کا تزکیہ بھی ہے کہ قلب وضمیر کو بُرے جذبات وخیالات سے، نفس کو بُری خواہشات سے، اور سیرت وکردار کو بُرے افعال سے پاک ومطہر بنایا جائے۔ انسان میں جب یہ خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں تو اُس کی زندگی معیاری اور انسانیت کا شہکار بن جاتی ہے۔

یہ سب ہیں شرح صدر کے اسباب، ان سے اندازہ لگائیے کہ شرح صدر کا حامل کیسی اعلیٰ سیرت وکردار اور کیسی پاکیزہ زندگی کا انسان ہوتا ہے۔ تو ایسی سورتِ مبارکہ کو جس کا آغاز سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب فرما کر آپ کے شرح صدر کے بیان سے فرمایا گیا ہے، شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَے محبوب!۔۔۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴿۱﴾ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ﴿۲﴾ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ﴿۳﴾

کیا نہیں کھول دیا ہم نے تمہارے لیے تمہارا سینہ؟● اور اُتار رکھا تم سے تمہارا بوجھ● جس نے توڑ رکھی تھی تمہاری پشت کو●

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿۴﴾

اور بلند فرمادیا ہم نے تمہارے لیے تمہارے ذکر کو●

(کیا نہیں کھول دیا ہم نے تمہارے لیے تمہارا سینہ) تاکہ حق کی مناجات اور خلق کی دعوت اور امت کا غم اُس میں سمائے۔

--یا-- یہ معنی ہیں کہ--- کیا تیرے دل کو ہم نے گنجائش نہیں دی کہ وحی کے اسرار جو تجھ پر وارد ہوں اُنہیں قبول کر سکے۔

اور بعض نے کہا کہ سینہ کا کشادہ کر دینا اُس طرف اشارہ ہے جو حدیثوں میں آپ کا سینہ چاک ہونا آیا ہے جس کا ذکر مختصراً کیا جا چکا ہے۔ اِس مقام پر معراج کی رات والے شق صدر کے تعلق سے ایک مختصر سی وضاحت مطلوب ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ معراج کی رات جبرائیل علیہ السلام نے مجھ کو تکیہ لگا دیا اور میرے سینے کے اوپر سے ناف تک چاک کر دیا۔ اور میکائیل علیہ السلام ایک طشت میں آبِ زمزم لائے میرے سینے کا اندر اور میری رگیں اور میرا حلق اُس پانی سے دھویا۔ اور جبرائیل علیہ السلام نے میرا دِل نکال کر چاک کیا، آخر کو ایک سونے کا طشت حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا لائے، اور میرے دِل کو اُس سے بھرا، پھر اپنی جگہ پر اُسے رکھ دیا۔ منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے دل پر نور کی ایک انگوٹھی سے مہر کر دی-- چنانچہ-- اُس کی راحت اور لذت کا اثر اب تک اپنی رگوں اور جوڑوں میں میں پاتا ہوں-- قصہ مختصر-- حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اَے محبوب! میں نے تمہارا شرح صدر کیا---

(اور اُتار رکھا تم سے تمہارا بوجھ)۔ وہ بارِ گراں **(جس نے توڑ رکھی تھی تمہاری پشت کو)**۔ وہ کافروں کا غم تھا اور کفر پر اُن کا اصرار اور آنحضرت ﷺ کا تعرض۔

اور بعضوں نے کہا کہ امت کے گناہ کا غم ہے کہ---

اَے ہمارے حبیب! تُو اُس سے گرانبار تھا، وہ بوجھ تجھ پر سے ہم نے اُٹھا لیا اور تیری شفاعت اُن کے باب میں ہم نے قبول فرمائی۔ **(اور بلند فرمادیا ہم نے تمہارے لیے)**، تمہاری قدر و منزلت

کو ظاہر کرنے کے لیے (تمہارے ذکر کو) نبوت، رسالت اور خاتم ہونے کے ساتھ۔

--یا--اِس طور پر کہ---

اذان، اقامت، تشہد، خطبہ میں تیرا نام اپنے نام سے ہم نے ملا رکھا تاکہ بندے جب مجھ کو یاد کریں تو تجھ کو بھی یاد کریں۔

--یا--

خود میں نے تجھ پر سلام بھیجا اور اوروں کو بھی تجھ پر درود بھیجنے کا حکم دیا۔

حضرت ذوالنون مصری قدس سرہ نے فرمایا کہ 'رفعت ذکر' اس طرف اشارہ ہے کہ سب انبیاء علیہم السلام عرش کے گرد پھرتے تھے اور آپ کی ہمتِ عالی عرش کے اوپر تھی۔

فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿٥﴾ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿٦﴾ فَإِذَا فَرَغْتَ

تو بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے● بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے● تو جب نماز سے فراغت پالی تم نے،

فَانْصَبْ ﴿٧﴾ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ﴿٨﴾

تو دُعا کے لیے محنت کرو● اور اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھو●

(تو) اَے محبوب! صبر کر۔ (بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے)، یعنی اگر دُنیا میں دشواری ہے تو آخرت میں آسانی ہے۔ (بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے)، یعنی اُس دشواری کے ساتھ جو مکہ میں تجھ پر ہے مدینہ میں تیرے واسطے آسانی ہے۔ اور جو سختی اور کلفت مدینہ میں تجھ پر ہوتی ہے، اُس کے بعد آسانی اور راحت جنت میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بات کہ "مشکل کے ساتھ آسانی ہے" اِس لیے مکرر فرمائی ہے تاکہ وعدہ کو موکد اور امید کو قوی تر بنا دیا جائے۔ اُس ارشاد میں **الْعُسْرِ** جو معرفہ ہے اور **يُسْرًا** جو نکرہ ہے، دونوں مکرر آئے ہیں۔ تو یہاں مفسرینِ کرام یہ بھی لکھتے ہیں کہ مشکل تو ایک ہے کہ کفار دعوتِ اسلامی کی راہ میں رکاوٹ ڈال رہے ہیں، لیکن آسانی دو طرح کی ملے گی: ایک تو دُنیا میں فتح و کامرانی ہے اور دوسری عاقبت میں فلاح و شادمانی ہے۔۔۔

(تو جب نماز سے فراغت پالی تم نے تو دُعا کے لیے محنت کرو)، یعنی دُعا میں کوشش کرو۔

--یا--

جب تم فارغ ہو چکے تبلیغِ احکام سے تو مشقت اُٹھا عبادت میں۔

--یا--

جب پہنچا چکا تُو احکام، تو امت کے گناہوں کی مغفرت چاہنے میں مشغول ہو۔

--یا--

بقولِ حضرت شیخ ابو مدین مغربی قدس سرہ:

جب تُو فارغ ہوا مشاہدۂ اکوان سے تو اپنا دِل جما مشاہدۂ جمالِ رحمٰن کے واسطے۔ (اور) اَے محبوب! (اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھو) اور اپنے رب کو ہر وقت پکارنے میں رغبت رکھو، اور جو کچھ تُو چاہتا ہے اُسی سے چاہ، اِس واسطے کہ حقیقی حاجت روا اور مراد پوری فرمانے والا وہی ہے۔ اور اَے محبوب! تیری بات درگاہِ قرب میں مقبول ہے اور تیری پاکیزہ دُعائیں محلِ قبول میں ہیں۔

اختتام سورہ الم نشرح -- ﴿ ۲۸/ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ --مطابق-- ۱۴/ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز چہار شنبہ ﴾ --

---

-- ﴿ ۲۸/ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ --مطابق-- ۱۴/ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز چہار شنبہ ﴾ --
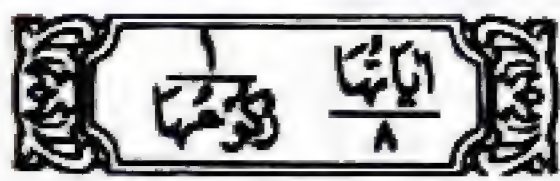
سُوْرَۃُ التِّیْن

سورۃ التین -- ۹۵ مکیہ ۲۸ | آیاتہا ۸ -- رکوعہا ۱

اِس سورہ کا نام اِسی سورہ کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ سابق 'سورہ الم نشرح' سے اس کا ربط یہ ہے کہ 'سورہ الم نشرح' میں کارِ خیر کی مسلسل جدو جہد کا حکم دیا گیا ہے، اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اپنے رب ہی سے رغبت کی لَو لگاؤ۔ انسان سے یہ مطالبہ کیوں ہے؟ اِس کے لیے 'سورہ والتین' پڑھو، جس میں بتایا گیا ہے کہ انسان کی تخلیق اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ پر ہوئی ہے، یعنی بہترین حالتِ عدل و اعتدال پر، کہ اُس میں جسمانی ساخت یعنی مخصوص شکل و صورت اور نقشہ، اور معنوی ساخت یعنی قلب و ذہن کی قوتوں اور بہترین صفات کی تعدیل آگئی ہے جس سے انسان میں وہ تمام باتیں اکٹھا ہوگئی ہیں جو خلافتِ الٰہی کے لیے ناگزیر ہیں۔ اِس طرح اس منصبِ عظیم کے لائق یہی ہے۔ انسان کی ایسی تخلیق کا نام ہے احسن تقویم جو 'سورہ والتین' کا موضوع ہے۔

اِس بیان سے ظاہر ہے کہ 'سورۂ الم نشرح' میں جن باتوں کا حکم دیا گیا ہے 'سورہ التین' بتا رہی ہے کہ انسان کی ساخت ایسی ہوئی ہے کہ وہی اِن کاموں کو انجام دے سکتا ہے۔ اس مقام سے دیکھو تو اِن دونوں سورتوں میں کتنا حکیمانہ ارتباط ہے۔ سنن ترمذی میں حضرت

ابو ہریرہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ جب کوئی شخص سُوْرَۃُ وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ پڑھے اور اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ پڑھے، تو یہ کہے بلٰی، یعنی یہ کہے کہ اَے رب! بے شک تُو اَحْکَمُ الْحٰکِمِیْنَ ہے۔۔ایسی حقائق افروز سورۂ مبارکہ کوشروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پراور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ① وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ ② وَھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ③

قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی● اور مقام سینا کے طور کی● اور اُس امان والے شہر کی●

(قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی)۔

اِن دونوں میووں کی تخصیص اِس جہت سے ہے کہ انجیر پاک میوہ ہے اور بے فُضلہ، لطیف غذا، جلد ہضم ہوجانے والی ہے، اور شریف دوا بہت فائدہ والی، طبیعت کو نرم کرتی ہے بلغم کو تحلیل، گردوں کو پاک، ریگِ مثانہ کو دُور کردیتی ہے۔ جگر اور تلی کے مدوں کو کھول دیتی ہے۔ گردہ کو اور تمام بدن کو فربہ کرتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ انجیر بواسیر کو قطع کرتا ہے اور نفوس کو فائدہ دیتا ہے۔ اور زیتون میوہ بھی ہے اور روٹی کے ساتھ کھانے کی چیز بھی اور دوا بھی۔ اِس میں روغن ہوتا ہے بہت فائدہ والا۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ انجیر اور زیتون سے اُن کے اُگنے کی جگہ مراد ہے، اور زمینِ مقدس میں وہ دُو پہاڑ ہیں: ایک 'طورِ زیتا' دوسرا 'طورتینا'، کہ ہر ایک اُن میں سے انبیاء علیہم السلام میں سے ایک ایک کی عبادت گاہ تھی۔۔یا۔۔ دُو مسجدیں مراد ہیں: ایک دمشق کی، ایک بیت المقدس کی۔ معالم میں فرمایا ہے کہ 'تین' اصحاب کہف کی مسجد ہے، اور 'زیتون' مسجدِ ایلیا ہے۔ تبیان میں ہے کہ جبل جودی اور جبلِ بیت المقدس ہے۔

(اور) قسم ہے (مقام سینا کے طور کی)، یعنی اُس زمین کی جو حضرت کلیم اللہ کی مناجات کا مقام ہے۔ (اور) قسم ہے (اُس امان والے شہر کی)، یعنی مکہ معظمہ کی کہ حضرت سید عالم ﷺ کا مولدِ مبارک ہے، یعنی آپ وہاں پیدا ہوئے ہیں۔ اور قسم کا جواب یہ ہے۔۔۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝٤ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۝٥

کہ یقیناً بے شک پیدا فرمایا ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ● پھر پھیر دیا ہم نے اُسے نیچے سے زیادہ نیچے حال میں ●

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝٦

مگر جو ایمان لائے، اور نیکیاں کیں، تو اُن کے لیے بے حد ثواب ہے ●

(**کہ یقیناً بے شک پیدا فرمایا ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں**)، یعنی اچھی تصویر اور ترکیب میں، یعنی حیوانات میں سے قد مناسب، صورت اچھی، مزاج معتدل، خواصِ مخلوقات کو جمع کر لینے کے ساتھ اُسے ہم نے مخصوص کیا۔۔یا۔۔پیدا کیا ہم نے اُسے مظہرِ اتم واکمل، تجلی گاہِ اعم واشمل، تاکہ حاملِ امانتِ الٰہی اور منبع فیضِ نامتناہی ہو سکے۔ (**پھر پھیر دیا ہم نے اُسے نیچے سے زیادہ نیچے حال میں**)۔

بعضوں نے کہا کہ آیت کا معنی یہ ہیں کہ ہم نے آدمی کو بہت اچھی صورت پر پیدا کیا، پھر لے گئے ہم اس کو بڑھاپے کی وجہ سے 'فاسد العقل' ہو جانے والی سِن پر کہ ارذلِ عمر ہے۔ **أَسْفَلَ سَافِلِينَ** سے اُسی طرف اشارہ ہے اور ظاہر ہے کہ وہ اُس وقت کچھ کام نہیں کر سکتے اور کسی کو اُس میں کچھ اجر نہیں ہوتا۔

(**مگر**) وہ لوگ (**جو ایمان لائے اور نیکیاں کیں، تو اُن کے لیے بے حد ثواب ہے**) جو غیر منقطع ہوگا اور کبھی نہ کم کیا جائے گا۔ یعنی جس طرح جوانی اور تندرستی میں اُن کی عبادت کا اجر لکھتے تھے، بڑھاپے اور ضعیفی میں بھی باوصف اِس کے کہ وہ عمل نہیں کرتے ہیں اُسی طرح اُن کا اجر ثابت ہے۔

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّينِ ۝٧ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ ۝٨

ع ۲۰/۸

تو اب کیا چیز اُبھارتی ہے تجھے جھٹلانے پر دین کو ● کیا نہیں ہے اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم؟ ●

(**تو**) اَے بعث وحشر کے منکر! (**اب کیا چیز اُبھارتی ہے تجھے جھٹلانے پر دین کو**)، یعنی جب دلیلیں ظاہر ہو گئیں تو تُو روزِ جزا اور روزِ حساب کا مقر کیوں نہیں ہوتا؟ تو (**کیا نہیں ہے اللہ**) تعالیٰ (**سب حاکموں سے بڑا حاکم؟**) اِس کا جواب یہی ہے کہ کہا جائے کہ "بَلٰی! وَاَنَا عَلٰی ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِیْنَ"۔ کیوں نہیں! ہم اس پر گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ **أَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ** ہے۔

اختتام سورہ التین ۔۔ ﴿ ۲۸ر ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۱۴ر نومبر ۲۰۱۲ء، بروز چہار شنبہ ﴾ ۔۔

-- ﴿ ۲۹ رذی الحجہ ۱۴۳۳ھ --مطابق-- ۱۵ رنومبر ۲۰۱۲ء، بروز پنج شنبہ ﴾ --

سورۃ العلق ۹۶ — رکوعہا ۱ — آیاتہا ۱۹

سُوْرَةُ الْعَلَقِ

سورۃ العلق --۹۶ مکیۃ ا — آیاتہا ۱۹ -- رکوعہا ا

اِس سورہ کا نام 'العلق' ہے، کیونکہ اِس سورت کی دوسری آیت میں 'العلق' کا لفظ ہے۔ اِس کو سُوْرَۃُ اِقْرَاْ بھی کہتے ہیں جو اِسی سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ یہ سب سے پہلی سورت ہے جو سیدنا محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں قرآن کریم کی سب سے پہلی آیت جو مکہ میں نازل، ہوئی اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ہے۔ اِس سے پہلی صورت میں انسان کی تخلیق کی صورت بیان کی گئی تھی کہ اُس کو سب سے عمدہ ساخت میں پیدا فرمایا۔ اور اِس سورت میں انسان کی تخلیق کا مادہ بتایا ہے کہ اُس کو جمے ہوئے خون سے پیدا فرمایا۔ جمہور علماء اِس بات پر ہیں کہ قرآن میں پہلے جو خبر نازل ہوئی وہ اِس سورت کے ابتداء کی پانچ آیتیں ہیں۔ تو قرآنِ کریم کی سب سے ابتدائی آیات سے جس سورۂ مبارکہ کا آغاز ہوا اُس کو میں شروع کرتا ہوں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سب بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۝١ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝٢ اِقْرَاْ

پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا فرمایا● اُس نے پیدا کیا انسان کو لوتھڑے سے● پڑھو،

وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝٣ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝٤ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝٥

اور تمہارا رب بڑا کریم ہے● جس نے تعلیم دی قلم سے● سکھایا اُس انسان کو جو کچھ وہ نہیں جانتا تھا●

مذکورہ بالا آیات کے نزول کے حال کا بیان مجملاً یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ غارِ حرا میں ٹیک لگائے ہوئے تھے --یا-- پہاڑ پر کھڑے ہوئے تھے کہ ناگاہ حضرت جبرائیل امین

آپ پر ظاہر ہوئے اور کہا کہ اِقْرَاْ یعنی پڑھیے، آپ نے فرمایا مَا اَنَا بِقَارِئٍ یعنی میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ پس حضرت جبرائیل نے آپ سے لپٹ کر زور سے معانقہ کیا اور پوری طاقت سے دبایا پھر آپ کو چھوڑ دیا، اور کہا کہ پڑھیے۔ آپ نے وہی جواب دیا پھر حضرت جبرائیل آپ سے ملے اور زور کیا اور چھوڑ دیا اور کہا: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۔۔۔ کہ اگر آپ پڑھے ہوئے نہیں ہیں تو کیا ہوا؟ وحی الٰہی کا پڑھنا آپ کے لیے آسان ہو جائے گا، ذرا اپنے رب کا نام تو ساتھ لے کر پڑھیے۔ جب حضور نے رب کا نام ساتھ لے کر پڑھا تو اسم 'رب' کی محبت و استحضار سے یہ عالَم ہو گیا کہ وحی الٰہی پڑھنے کی تمام سہولتیں پیدا ہو گئیں۔ حتیٰ کہ یہ بات بھی میسر ہو گئی کہ آپ وحی الٰہی کے یاد کرنے کا بھی اہتمام نہ کیجیے اللہ سب کچھ کر دے گا۔ ارشادِ الٰہی ہے کہ "قرآن کو جلدی لینے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دو، حقیقت تو یہ ہے کہ قرآن کا تمہارے سینہ میں جمع کر دینا اور اُس کو مُدَوَّن کرنا سب ہمارے ذمہء کرم میں ہے۔"

ایک قول یہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے اپنے پر کے نیچے سے ایک نامہء حریرِ بہشت میں لکھا ہوا کہ اُس میں یاقوت اور موتی لگے ہوئے تھے نکالا، اور حضرت سرورِ عالم ﷺ کے سامنے رکھ دیا اور کہا کہ پڑھیے، آپ نے فرمایا میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ پس حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کو اپنے سے ملایا اور زور کیا۔ یہاں تک کہ دبانے میں اپنی پوری طاقت صرف کر دی پھر آپ کو چھوڑ دیا، اور یہ قرآن کی آیتیں پڑھیں کہ۔۔۔

(**پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا فرمایا**) سب چیزیں کو۔۔یا۔۔آدم علیہ السلام کو خاک سے پیدا کیا۔ اور (**اُس نے پیدا کیا انسان کو لوتھڑے سے**)، یعنی جمے ہوئے خون سے۔ (**پڑھو**)۔۔۔ تکرار مبالغہ کے واسطے ہے۔۔۔ (**اور تمہارا رب بڑا کریم ہے**)، یعنی سب بزرگوں سے بزرگ ہے اور اُس کا کرم سب کریموں کے کرم سے بڑھ کر ہے (**جس نے تعلیم دی قلم سے**) بھی۔ یعنی جس نے قلم کے ذریعہ لکھنا سکھایا تا کہ علم کو خط میں مقید کر لیں اور دُور رہنے والوں کو خط کے ذریعہ آگاہی دیں۔

تبیان میں ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو لکھنا تعلیم فرمایا اور بہت مشہور یہ بات ہے کہ پہلے جس نے لکھا وہ ادریس علیہ السلام تھے۔

اور حق تعالیٰ نے (**سکھایا اُس انسان کو جو کچھ وہ نہیں جانتا تھا**)۔ یعنی خدا نے علم دیا آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا۔۔یا۔۔محمد ﷺ کو احکام شریعت تعلیم فرمائے جو آپ نہ جانتے تھے۔

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۙ﴿۶﴾ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ؕ﴿۷﴾ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ؕ﴿۸﴾

کیوں نہیں بے شک، انسان یقیناً سرکشی کرتا ہے● اس پر کہ سمجھ لیا اپنے کو کہ سرمایہ دار ہو گیا ہے● بے شک تمہارے رب ہی کی طرف واپسی ہے●

(کیوں نہیں بے شک) ابوجہل اور اُس خصلت کا **(انسان یقیناً سرکشی کرتا ہے● اِس پر کہ سمجھ لیا اپنے کو کہ سرمایہ دار ہو گیا ہے)** اور دوسروں سے بے نیاز ہو گیا ہے۔۔۔ مال اور تونگری کے سبب سے کیوں کوئی حد سے بڑھے اور حق تعالیٰ کی عبادت میں سرکشی کرے، اس لیے کہ۔۔۔ **(بے شک تمہارے رب ہی کی طرف واپسی ہے)** سب کی آخرت میں۔ اور وہاں اعمال کام آئیں گے اموال نہیں۔

روایت ہے کہ ابوجہل نے یہ بات کہی کہ اگر میں محمد ﷺ کو سجدہ میں دیکھوں گا تو اُن کی گردن پر لات ماروں گا۔ ایک دن آنحضرت ﷺ نماز پڑھتے تھے، اُس کو خبر کی۔ جلدی سے حضرت ﷺ کی طرف چلا۔ آپ تک نہ گیا، بیچ سے پھرا، چہرے کا رنگ اُڑا ہوا، اعضاء پر لرزہ چڑھا ہوا، لوگوں نے پوچھا تجھ کو کیا ہوا؟ بولا کہ میں نے اپنے اور محمد ﷺ کے درمیان آگ کی ایک خندق دیکھی اور ایک اژدہا منہ پھیلائے ہوئے اور پرند جانور پر سے پر ملائے ہوئے۔ یہ خبر حضرت ﷺ کو پہنچی، فرمایا کہ اگر وہ میرے پاس آتا تو فرشتے اُس کا ایک ایک عضو اُڑا لے جاتے اور یہ آیت نازل ہوئی۔۔۔

اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يَنْهٰى ۙ﴿۹﴾ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ؕ﴿۱۰﴾ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ۙ﴿۱۱﴾ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ؕ﴿۱۲﴾

ذرا بتانا تو، کہ جو روکتا ہے● بندہ کو جب اُس نے نماز ادا کی● ذرا بتانا، کہ اگر وہ ہوتا ہدایت پر● یا حکم دیتا پرہیزگاری کا●

(ذرا بتانا تو کہ جو روکتا ہے● بندہ کو) یعنی بندۂ کامل محمد ﷺ کو باز رکھنا چاہتا ہے نماز سے۔ **(جب اُس نے نماز اَدا کی)** تو وہ سرکش انسان اُس بندۂ کامل کے ساتھ جبکہ وہ نماز پڑھ رہا ہو خفیف الحرکاتی کا مظاہرہ کرنا چاہتا ہے۔ **(ذرا بتانا کہ اگر وہ)** سرکش انسان **(ہوتا ہدایت پر)** اور خدا ترسی کی تاکید کرتا، **(یا حکم دیتا پرہیزگاری کا)** تو کیا اچھی بات ہوتی۔

أَرَءَيْتَ إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿١٣﴾ أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ ﴿١٤﴾

ذرا بتانا، کہ اگر جھٹلایا اور رُوگردانی کی● تو کیا نہیں جانا اُس نے کہ بلاشبہ اللہ دیکھ رہا ہے●

(ذرا بتانا کہ اگر جھٹلایا) مطلقاً حق بات کو (اور رُوگردانی کی) ایمان اور اطاعتِ پیغمبر سے، تو وہ کس قسم کے عذاب کا مستحق ہوگا۔ (تو کیا نہیں جانا اُس نے)، یعنی کیا ابوجہل کو خبر نہیں (کہ بلاشبہ اللہ) تعالیٰ (دیکھ رہا ہے) تو وہ نبی کی شان کے خلاف جو کچھ سوچ رہا ہے ہرگز ہرگز اُس کی جرأت نہ کرے۔

كَلَّا لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ﴿١٥﴾ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿١٦﴾

کیوں نہیں! یقیناً، اگر وہ نہ رکا، یقیناً کھینچیں گے ہم پیشانی کا بال پکڑ کر● جھوٹی خطا کار پیشانی●

فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ﴿١٧﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿١٨﴾

تو مچائے دُہائی اپنی جمعیت کی● ہم بھی جلد طلب کرتے ہیں اپنے پیاروں کو●

(کیوں نہیں یقیناً، اگر وہ نہ رکا) اور اِس سے باز نہ رہا۔۔تو۔۔(یقیناً کھینچیں گے ہم پیشانی کا بال پکڑ کر● جھوٹی خطا کار پیشانی) والے ابوجہل کو اور اُسے گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیں گے۔ (تو مچائے دُہائی اپنی جمعیت کی)، یعنی ابوجہل اپنے ہم نشینوں کو بُلائے کہ وہ اگر آ کر بچا سکیں تو بچائیں۔ (ہم بھی جلد طلب کرتے ہیں اپنے پیاروں کو)، یعنی دوزخ کے سخت گیر فرشتوں کو کہ آ کے اُس کو دوزخ میں لے جائیں۔اَے محبوب! وہ سرکش لوگ آپ سے جو یہ کہتے ہیں۔۔۔

كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿١٩﴾

کہ ہرگز ہرگز، نہ کہا سنو اُن کا، اور سجدہ کرو اور نزدیکی ہو جاؤ●

(کہ) نماز نہ پڑھو، تو (ہرگز ہرگز نہ کہا سنو اُن کا، اور سجدہ کرو) ہمیشہ خدا کو (اور) حضرتِ احدیت کے (نزدیکی ہو جاؤ)، کیونکہ بندہ جس وقت سجدہ میں ہوتا ہے اُس وقت خدا سے بہت قریب ہوتا ہے۔ یہ قرآنی سجدوں میں چودھواں سجدہ ہے جس کو فتوحات میں 'طلبِ قربت' کا سجدہ کہا ہے۔

اختتام سورۃ العلق ۔۔ ﴿ ۲۹ رذی الحجہ ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۱۵ رنومبر ۲۰۱۲ء، بروز پنج شنبہ ﴾ ۔۔

۔۔ ﴿ ۲۹؍ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ ۔۔مطابق۔۔ ۱۵؍نومبر ۲۰۱۲ء، بروز پنج شنبہ ﴾ ۔۔

سورۃ القدر ۹۷ مکیۃ ۲۵ — آیاتہا ۵ رکوعہا ۱

سُوْرَةُ الْقَدْرِ

سورۂ القدر۔۔۹۷ مکیہ ۲۵ — آیاتہا ۵۔۔رکوعہا ۱

اِس کا نام اِسی سورہ کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ 'سورۂ اِقرا' اور 'سورۃ قدر' کا ربط بہت نمایاں ہے کہ اِقرا آغازِ نزول ہے اور 'سورۂ قدر' میں اس کا بیان ہے کہ نزولِ قرآن شبِ قدر میں ہوا۔ اور یہ سورت مکی ہی ہے۔ کسی خاص حکمت اور مصلحت کے پیش نظر مدینہ منورہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے، اور اِس سورہ کو تلاوت کیا۔ اسی دوبارہ تلاوتِ جبرائیل کو کہیں کہیں دوبارہ نزول کے لفظ سے تعبیر کردیا گیا ہے، اِس سے یہ سورت مدنی نہیں ہوجاتی بلکہ مکی ہی رہتی ہے۔ بعض محققین اِسی کے قائل ہیں کہ کسی سورہ کے مکرّر نازل ہونے کا مطلب ہے کہ پہلی بار تو نزول ہوا اور اُس کے بعد صرف تلاوتِ جبرائیلی کا کسی مصلحت کے پیش نظر ظہور ہوا۔ اِس سورہ کی ایک شانِ نزول یہ بیان کی گئی ہے کہ حضور ﷺ نے صحابہ کو خبر دی کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص ہزار مہینے تک ہتھیار باندھے رہا اور خدا کی راہ میں جہاد کیا۔ اصحاب متعجب ہوکر بولے کہ ہم ایسی چھوٹی عمر میں اِتنی بڑی دولت کیونکر حاصل کرسکتے ہیں، تو یہ سورت نازل فرمائی گئی اور اس میں بتایا گیا کہ امتِ محمدی کے لیے سال میں ایک شب ایسی ہے جو ہزار مہینہ سے بہتر ہے۔

۔۔۔ایسی سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ①

بے شک نازل فرمایا ہم نے اِس قرآن کو شبِ قدر میں●

(بے شک نازل فرمایا ہم نے اِس قرآن کو شبِ قدر میں)، یعنی اُس کے اُترنے کی ابتداء

اُس شب میں تھی۔۔یا۔۔تمام قرآن لوحِ محفوظ سے آسمانِ دُنیا پر اُسی شب میں اُترا،اور حضرت جبرائیل علیہ السلام تیئیس[۲۳] برس میں آیت آیت اور سورت سورت وقت کی مصلحت کے موافق دُنیا میں لائے۔

آیتِ کریمہ میں صراحتاً قرآن کا ذکر نہیں ہے، اِس سے قرآنِ کریم کی عظمت، قدر اور شہرت پر دلالت ہوتی ہے کہ وہ اپنی بزرگی اور شرف کے سبب سے اپنی تصریح سے مستغنی ہے۔اور مزید برآں اِس کی عظمت و بزرگی کو ظاہر کرنے کے لیے حق تعالیٰ نے اُسے اُتارنے کی نسبت اپنی طرف کی اور فرمایا کہ اُسے ہم نے اُتارا متبرک وقت میں۔۔۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝٢ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝٣

اور کیا اٹکل تمہیں، کہ کیا ہے شب قدر؟● شب قدر۔۔بہتر ہے، ہزار مہینہ سے۔۔●۔۔

(اور کیا اٹکل تمہیں کہ کیا ہے شبِ قدر؟) ۔یہ بات تو تمہیں ہم ہی بتا سکتے ہیں۔تو سنو!(شبِ قدر۔۔۔بہتر ہے ہزار مہینے سے)،یعنی یہ ایسی عزت اور شرافت والی رات ہے کہ اِس میں جو عبادت کرتا ہے، وہ معزز و مشرف ہو جاتا ہے۔۔یا۔۔اِس رات کو جو نیک کام وقوع میں آتا ہے وہ خدا کے نزدیک قدر والا ہے۔

اور بعضوں نے کہا کہ **قَدْرِ** حکم کے معنی میں ہے،یعنی اِس رات میں ہر ایک کام کو تقسیم کرتے ہیں حکمت کے ساتھ کہ اس میں نقص راہ نہیں پاتا۔۔یا۔۔ **قَدْرِ** تنگی کے معنی میں ہے، اس واسطے کہ اُس رات فرشتے اِس کثرت سے اُترتے ہیں کہ اُن پر زمین تنگ ہو جاتی ہے۔ یہ اُن کی کثرت کی طرف اشارہ ہے،تو یہ شب اس شخص کے لیے بہتر ہے جو اس شب کو پائے اور عبادت میں فجر کردے۔۔۔حضرت امام اعظم کے قول پر شبِ قدر تمام سال میں دورہ کرتی رہتی ہے۔اور حضرت شیخ قدس سرہ نے فتوحات میں فرمایا کہ میں نے اس رات کو شعبان اور ربیع الاوّل میں دیکھا ہے،اور اکثر رمضان میں پایا ہے۔

اور اکثر علماء اِس بات پر ہیں کہ شبِ قدر ماہِ رمضان میں ہے،اخیر عشرہ میں غالباً طاق شبوں میں۔اصحابِ شافعی اکیسویں[۲۱] اور تیئیسویں[۲۳] شب کو اختیار کرتے ہیں،اور حنفی ستائیسویں[۲۷] شب کو۔شب قدر کو پوشیدہ رکھنے میں حکمت یہ ہے کہ سب شبوں کی تعظیم کی جائے اور اُن میں بندے عبادت کرتے رہیں۔

آنحضرت ﷺ کو خواب میں دکھایا گیا تھا کہ شبِ قدر فلاں رات ہے،آپ نے خوشخبری

کے طور پر اصحاب کو سنانا بھی چاہا، مگر اُسی وقت مسجد کے دروازے پر دو آدمی آپس میں سخت کلامی کررہے تھے، آپ اُن کو سمجھانے میں لگ گئے تو شبِ قدر آپ کے ذہن سے نکل گئی۔ تو آپ نے صرف یہ ہدایت فرمادی کہ شبِ قدر کو رمضان شریف کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

کچھ دنوں کے بعد آپ ﷺ کو اِس کا علم عطا فرمادیا گیا لیکن امت سے پوشیدہ رکھنے ہی میں آپ کو امت کے حق میں بہتری نظر آئی، اور یہ کوئی ایسی چیز بھی نہیں تھی کہ جس کا بتانا فریضہءِ نبوت میں داخل ہو۔ شب قدر کی پہلی خوبی تو یہ ہے کہ وہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اور دوسری عظیم القدری یہ ہے کہ۔۔۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۛ﴿۴﴾

اُترا کرتے ہیں فرشتے اور روح الامین اِس میں، اپنے رب کے حکم سے۔ ہر کام کے لیے●

(اُترا کرتے ہیں فرشتے اور روح الامین) سیدنا جبرائیل (اس میں)۔

اِس آیتِ کریمہ کو ایک سوال مقدر کا جواب قرار دے کر اُس کو مستقل ایک کلام قرار دیا جاسکتا ہے۔ سوال یہ ہوگا کہ شبِ قدر ہزار راتوں سے بہتر کیوں ہے؟ جواب یہ ہوگا کہ اس میں فرشتوں اور روح الامین کا نزول ہوتا ہے۔۔ چنانچہ۔۔ بصائر میں فرمایا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام اُن فرشتوں کے ساتھ زمین پر آتے ہیں جن کو اہلِ زمین کے ساتھ علاقہ اور آشنائی ہے اور مؤمنوں کے گھر میں جاتے ہیں، اور جبرائیل امین مؤمنوں سے مصافحہ کرتے ہیں۔ اور اُن کے مصافحہ کی علامت یہ ہے کہ جھجک اُٹھنا، بدن پر روئیں کھڑے ہوجانا، قلب کی رقت آنکھوں سے آنسو۔

اور اس رات کے شرف کے واسطے ہے کہ ملائکہ روح الامین سمیت زمین پر آتے ہیں (اپنے رب کے حکم سے) ایسے (ہر) بڑے (کام کے لیے) جس کا خدا نے حکم فرمایا تھا۔۔یا۔۔ ہر کام کے لیے جو خیر وبرکت والے ہیں۔

سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ﴿۵﴾

سلامتی ہے۔۔ یہ صبح نکلنے تک●

(سلامتی ہے) سب آفتوں سے شب قدر کو۔ (یہ صبح نکلنے تک) یعنی سپیدہ صبح نمودار ہونے

تک۔۔الختصر۔۔یہ رات سلامتی ورحمت کی رات ہے طلوعِ فجر تک۔انوار وتجلیات کی بارش، ملائکہ کا نزول، اُن کا مؤمنین کو سلام کرنا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی اور رحمتوں اور برکتوں کا نزول، اِن تمام باتوں کا سلسلہ طلوعِ فجر تک جاری رہتا ہے۔

اختتام سورہ القدر۔۔ ﴿۲۹ر ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ۔۔مطابق۔۔ ۱۵ر نومبر ۲۰۱۲ء، بروز پنج شنبہ﴾۔۔

۔۔﴿یکم محرم الحرام ۱۴۳۴ھ۔۔مطابق۔۔ ۱۶ر نومبر ۲۰۱۲ء، بروز جمعہ﴾۔۔

سُوْرَۃُ الْبَیِّنَۃِ

سورۃ البینۃ۔۔۹۸ مدنیۃ ۱۰۰ — آیاتہا ۸۔۔رکوعہا ۱

اِس سورہ کو 'سورہ البینۃ' کے ساتھ ساتھ 'سورہ لم یکن' اور 'سورہ منفکین' بھی کہتے ہیں۔ تینوں نام اِسی کی پہلی آیت سے ماخوذ ہیں۔ اِس میں اور اِس سے سابق 'سورہ القدر' میں علت ومعلول کا رابطہ ہے۔۔چنانچہ۔۔'سورہ القدر' میں نزولِ قرآن کا ذکر ہے اور 'سورت البینۃ' میں ضرورتِ نزول کا، کیونکہ اس میں بتایا گیا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو 'بینہ' اور 'سراپا معجزہ' بن کر آنے اور لوگوں کو قرآنِ مجید سنانے کی ضرورت یہ ہوئی کہ منکرینِ حق، خواہ اہل کتاب ہوں۔۔یا۔۔دیگر مشرک اقوام، سب کے سب اپنی باطل روش میں اتنے اٹل ہو چکے تھے کہ راہِ ہدایت پر آ ہی نہیں سکتے تھے۔۔

۔۔لہٰذا۔۔اُن کی ہدایت کے لیے آپ سراپا معجزہ بن کر تشریف لائے اور قرآنی ہدایتیں عطا فرمائیں جس کی بدولت انہیں لوگوں میں سے ایک جماعت بہترین جماعت بن گئی جن کو دیکھ کر ہمیشہ یہی کہا گیا جو قرآنِ حمید نے فرمایا کہ "یہ لوگ بہترین خلائق ہیں۔" ورنہ منکرینِ حق تو اپنی ذہنیت اور کردار کے لحاظ سے بدترین انسان ہیں، انہیں کو قرآن نے کہا کہ "یہ لوگ بدترین خلائق ہیں۔"

دُنیا میں بہتر مخلوق کون ہے؟ اور بدتر مخلوق کون ہے؟ اُن کا تعارف کرانے والی اور آخرت میں اُن دونوں کے انجام کو واضح فرما دینے والی اِس سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مومنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنفَكِّينَ حَتَّىٰ

نہ تھے اہلِ کتاب کا فر لوگ اور بت پرست باز آنے والے اپنے دین سے، یہاں تک کہ

تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴿١﴾ رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ﴿٢﴾

آجائے اُن کے پاس روشن دلیل● اللہ کا رسول، تلاوت کرے پاکیزہ صحیفے●

فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ﴿٣﴾

جس میں لکھی ہیں سیدھی باتیں●

(نہ تھے اہلِ کتاب کا فر لوگ اور بت پرست باز آنے والے اپنے دین سے)، یعنی اپنی باطل روش سے ہٹنے والے نہ تھے، (یہاں تک کہ آجائے اُن کے پاس روشن دلیل) یعنی (اللہ) تعالیٰ (کا) عظیم (رسول) محمد ﷺ جو (تلاوت کرے) اپنی امت پر (پاکیزہ صحیفے) جو جھوٹ اور بہتان سے پاک ہوں۔۔۔ صحیفے سے مراد قرآن ہے اور اُسے تعظیم کے واسطے صحیفے جمع کے صیغہ کے ساتھ فرمایا اِس لیے کہ سب صحیفوں کے اسرار اِس میں جمع ہیں۔۔۔ (جس میں لکھی ہیں سیدھی باتیں) یعنی صحیح اور درست احکام اور نصیحتیں۔ جو ہر طرح کی کجی سے پاک ہیں۔

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴿٤﴾

اور نہ پھوٹے یہ اہلِ کتاب، مگر بعد اس کے آگئی ان کے پاس وہ روشن دلیل●

(اور نہ پھوٹے یہ اہلِ کتاب مگر بعد اِس کے) کہ (آگئی اُن کے پاس وہ روشن دلیل)، یعنی اہلِ کتاب نے اِس سچائی کو نہ مان کر جو تفرقہ پیدا کیا ہے، وہ **اَلْبَيِّنَةُ** کے آنے کے بعد ہی کیا ہے۔ یعنی آپ کے مبعوث ہونے کے قبل سب آپ کی تصدیق میں متفق تھے، جب آپ مبعوث ہوگئے تو مختلف ہوگئے۔۔ چنانچہ۔۔ بعضے ایمان لائے اور بعضے اپنے کفر ہی پر رہے حالانکہ وہ نہیں ہدایت دیئے گئے۔۔۔

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ

اور نہیں حکم دیے گئے مگر اس کا، کہ "پوجیں اللہ کو مخلصانہ عقیدہ کے ساتھ۔۔ یکسو ہو کر،

وَ يُقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝۵

اور پابندی کریں نماز کی، اور دیتے رہیں زکوٰۃ کو، اور یہ ہے سیدھا دستور"●

(اور نہیں حکم دیئے گئے مگر اس کا کہ پوجیں اللہ) تعالیٰ (کو مخلصانہ عقیدہ کے ساتھ) جو شک سے پاک ہو اور اُن کی اپنی خود ساختہ ایجاد نہ ہو، یعنی دین کو ملاوٹ سے خالص رکھتے ہوئے (یکسو ہو کر)، یعنی باطل سے کنارہ کش ہو کر۔ (اور پابندی کریں نماز کی) یعنی فرض نمازیں اُن کے اوقات میں کما حقہ ادا کرتے رہیں۔ (اور دیتے رہیں) واجب (زکوٰۃ کو) اُس کے محل پر۔ (اور یہ ہے سیدھا دستور) جس پر وہ مامور ہیں۔ یہی دین وملت صحیح اور درست ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ

بے شک کفار، اہلِ کتاب، و بت پرست لوگ، جہنم کی آگ میں ہیں، ہمیشہ رہنے والے

فِيْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ؕ ۝۶ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ

اُس میں۔ وہی بدتر مخلوق ہیں● بے شک جو ایمان لائے اور نیکیاں کیں۔

اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ؕ ۝۷

وہی بہتر مخلوق ہیں●

(بے شک کفار، اہلِ کتاب، و بت پرست لوگ) قیامت کے دن (جہنم کی آگ میں) جانے والے (ہیں، ہمیشہ رہنے والے اُس میں، وہی بدتر مخلوق ہیں)۔ اُن کے برعکس (بے شک جو ایمان لائے اور نیکیاں کیں)، یعنی اچھے اور پاک کام کیے (وہی بہتر مخلوق ہیں) سب مخلوقات میں۔

جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

ان کا ثواب اُن کے رب کے پاس، بسے رہنے والے باغ ہیں، کہ بہتی ہیں اُن کے نیچے نہریں، ہمیشہ ہمیشہ

فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝۸ ع

رہنے والے اُس میں۔ راضی ہوا اللہ اُن سے، اور وہ راضی اُس سے۔ یہ اُس کے لیے جو ڈرا اپنے رب کو●

(اُن کا ثواب اُن کے رب کے پاس بسے رہنے والے باغ ہیں، کہ بہتی ہیں اُن) کے مکانوں اور درختوں (کے نیچے نہریں) جن سے باغ کی شان وشوکت اور دلکشی میں اضافہ ہوتا ہے۔

(ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے اُس میں)۔اور سب سے بڑی دولت تو یہ ہے کہ (راضی ہوا اللہ) تعالیٰ (اُن سے) اور اُن کے نیک اعمال سے، (اور وہ راضی) ہوئے (اُس سے) یعنی خدا سے بے حساب ثواب پانے کے سبب سے، اور 'منتہائے مرادات' اور 'غایت غایات'، یعنی 'دولتِ دیدار' کہ 'مطلبِ اعلیٰ' اور 'مقصدِ اقصیٰ' ہے، وہ اُن کو عطا فرمائیں گے۔

(یہ) جو ابھی مذکور ہوا، یعنی بہشت اور خدا کی رضامندی، (اُس کے لیے) ہے (جو ڈرا اپنے رب کو)، یعنی خدا کے غضب اور عذاب سے ڈرا اور جو کام ثواب کے موجب ہیں اُس میں مشغول رہا۔

اختتام سورہ البینہ -- ﴿ یکم محرم الحرام ۱۴۳۴ھ --مطابق-- ۱۶/نومبر ۲۰۱۲ء، بروز جمعہ مبارکہ ﴾ --

---

-- ﴿ یکم محرم الحرام ۱۴۳۴ھ --مطابق-- ۱۶/نومبر ۲۰۱۲ء، بروز جمعہ ﴾ --

سُوْرَةُ الزِّلْزَال

سورۂ الزلزال -- ۹۹ مدنیہ ۹۳ — آیاتہا ۸ -- رکوعہا ۱

'سورہ البینۃ' میں منکرینِ حق کی سزا اور اہلِ ایمان کی جزا بیان کی گئی تھی، اور اِس سورہ میں قانونِ مجازات یعنی جزا اور سزا کے قانون کا جامع اصول بیان فرمایا گیا ہے، کہ نیکی اور بدی ذرّہ برابر بھی ہو جب بھی نظر انداز نہ کی جائے گی اور انسان کی آنکھوں کے سامنے لائی جائے گی --لہٰذا-- یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ کھجور کی خیرات ایسی چیز نہیں جس پر ثواب ملے، اور معمولی خطا کوئی ایسی بات نہیں جس پر باز پرس ہو۔ چونکہ اِس خیال کے بُرے نتائج بہت دُوررس ہیں لہٰذا اصلاح ضروری تھی۔ بعض مسلمانوں کو مذکورہ بالا خیال ہوا تھا، اُسی کی اصلاح کے لیے اِس سورۂ پاک کا نزول ہوا۔

تو اِس دہلا دینے والی اور چوکنا کر دینے والی سورۂ مبارکہ کو میں شروع کرتا ہوں---

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ﴿١﴾ وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ﴿٢﴾

جب زلزلہ ڈال دیا گیا زمین میں، سخت زلزلہ ● اور نکال دیا زمین نے اپنے گراں خزانوں کو ●

وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا ﴿٣﴾

اور کہنے لگا انسان کہ "کیا ہوا اُسے" ●

(جب زلزلہ ڈال دیا گیا زمین میں، سخت زلزلہ) اور یہ نفخہ ءاولیٰ ۔۔یا۔۔نفخہ ءثانیہ کے قریب ہونے والا ہے کہ اُس کے سبب سے زمین ٹوٹ پھوٹ جائے گی اور زبردست ہچکولے کھائے گی۔تو جب زلزلہ آ گیا (اور نکال دیا زمین نے اپنے گراں خزانوں کو)، یعنی زمین نے دفینوں اور خزانوں کو اپنے اندر سے نکال کر باہر ڈال دیا۔ (اور) یہ منظر دیکھ کر (کہنے لگا انسان، کہ کیا ہوا اُسے؟) کہ اس میں جو کچھ پوشیدہ ہے اُسے باہر کیے دیتی ہے۔اِس منظر کو دیکھنے والا ہر انسان یہی کہے گا۔

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ﴿٤﴾ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ﴿٥﴾ يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ

اُس دن بتادے گی وہ اپنی خبریں ● کیونکہ تمہارے رب نے حکم بھیجا اُسے ● اُس دن واپس ہوں گے لوگ

أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ ﴿٦﴾

الگ الگ طرح سے۔۔تاکہ دکھادیے جائیں اپنے اپنے کیے کو ●

(اُس دن بتادے گی وہ اپنی خبریں ● کیونکہ تمہارے رب نے حکم بھیجا اُسے)۔۔المختصر۔۔ اللہ تعالیٰ زمین کو گویائی عطا فرمائے گا اور وہ خبریں بیان کرے گی، اپنا ہلنا اور مدفون چیزوں کا باہر پھینک دینا۔۔یا۔۔جو عمل اُس پر بندگانِ خدا نے کیے ہیں وہ بیان کردے گی۔ (اُس دن واپس ہوں گے لوگ الگ الگ طرح سے)، یعنی اُس دن انسانی افراد حسبِ اعمال مختلف حالتوں میں محشر میں آئیں گے، اور حساب کے بعد وہاں سے واپس ہوں گے۔یہ اس لیے ہوگا (تاکہ دکھادیئے جائیں اپنے اپنے کیے کو)۔

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ﴿٧﴾ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ

تو جو کرے ذرّہ بھر بھلائی، تو دیکھے گا اُسے ● اور جو کرے ذرّہ بھر بُرائی،

شَرًّا يَرَهُ ﴿٨﴾

تو دیکھے گا اُس کو ●

(تو) اب خوب سمجھ لو کہ (جو کرے ذرّہ بھر بھلائی، تو) قیامت میں (دیکھے گا اُسے ● اور جو کرے ذرّہ بھر بُرائی تو دیکھے گا اُس کو)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کوئی مؤمن اور کافر نہیں جو دُنیا میں کچھ نیکی۔۔یا ۔۔بدی کرتا ہے مگر حق تعالیٰ اُس کا عمل قیامت کے دن اُسے دکھائے گا، مگر مؤمن کے بُرے کام بخش دے گا اور اُس کے نیک کاموں کی جزا عطا فرمائے گا۔ اور کافر کی صورتاً نیکیاں رَد کر دے گا اور بدیوں پر اُس کو عذاب میں مبتلا کرے گا۔

اربابِ بصیرت اور صاحبانِ فراست جب اِس ارشاد کو بہ نظر غائر دیکھیں گے، تو پکار اُٹھیں گے کہ بس سب کی ہدایت کے لیے یہی کافی ہے، کیونکہ جب کسی نے یہ بات جان لی کہ اُس میدانِ عظیم الشان میں ذرّہ ذرّہ پوچھیں گے، اور پوچھنے کو کسی طرح کچھ نہ چھوڑیں گے، تو وہ ضرور آج ہی سے اپنے حساب میں مشغول ہو جائے گا۔ اور "اپنا حساب خود ہی کرلو اِس سے پہلے کہ تمہارا حساب کیا جائے" کا نکتہ ہر وقت پیشِ نظر رکھے گا۔

اختتام سورۃ الزلزال ۔۔ ﴿ یکم محرم الحرام ۱۴۳۴ھ ۔۔مطابق۔۔ ۱۶ر نومبر ۲۰۱۲ء، بروز جمعہ مبارکہ ﴾ ۔۔

۔۔ ﴿ ۲ر محرم الحرام ۱۴۳۴ھ ۔۔مطابق۔۔ ۱۷ر نومبر ۲۰۱۲ء، بروز شنبہ ﴾ ۔۔

سُوْرَۃُ الْعٰدِیٰت ۱۰۰ مَکِّیَّۃٌ ۱۴ | ایاتہا ۱۱ رکوعہا ۱

سُوْرَۃُ الْعٰدِیٰت

سورۂ العادیات ۔۔ ۱۰۰ مکیہ ۱۴ — آیاتہا ۱۱ ۔۔ رکوعہا ۱

اِس سورہ کا نام اسی سورت کی آیت ۱ سے ماخوذ ہے۔ اس سے پہلی سورت یعنی سورۂ زلزلہ میں نیکی و بدی کی جزا سے متنبہ فرمایا گیا تھا، اور اِس سورہ میں یہ شعور بیدار کیا جار ہا ہے کہ ایک ایسا دن بھی آئے گا جب ہر مردہ زندہ کیا جائے گا اور سینے کی چھپی بات بھی کھل جائے گی۔ اِس سورۂ مبارکہ کی شانِ نزول کے تعلق سے مروی ہے کہ بنو کنانہ کے لوگوں کی طرف لشکر بھیجا، اُس پر امیر لشکر منذر بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا، اور یہ نقباء میں سے تھے۔ اُن کی ایک ماہ تک کوئی خبر نہ آئی۔

منافقین نے خبر اُڑا دی کہ وہ سب کے سب مارے گئے۔ اُن کے رَد میں یہ سورت نازل ہوئی جس میں حضور سرورِ عالم ﷺ کو خبر دی گئی کہ وہ بہ سلامت زندہ ہیں اور بشارت ہے کہ اُنہوں نے کفار سے کافی مالِ غنیمت پایا ہے اور حد سے تجاوز کرنے والے منافقین پر

تعریض ہے کہ یہ ناشکرے ہیں۔۔۔فتح ونصرت کی خوشخبری دینے والی اِس سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کے گناہوں کا (بخشنے والا) ہے۔

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۙ﴿۱﴾ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۙ﴿۲﴾ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۙ﴿۳﴾

قسم ہے دوڑنے والوں کی ہانپتے● پھر پتھر سے آگ نکالنے والے ٹاپ مار کر● پھر تاراج کرنے والے صبح کو●

فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ﴿۴﴾ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ﴿۵﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ﴿۶﴾

پھر اُڑایا وہاں غبار کو● پھر گھس پڑے وسط لشکر میں● کہ بلاشبہ انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے●

(قسم ہے دوڑنے والوں کی ہانپتے)، یعنی قسم ہے مجاہدین کے اُن گھوڑوں کی جو اپنے مالک کی اطاعت میں دوڑ رہے ہیں اور دوڑتے دوڑتے ہانپ جاتے ہیں۔ (پھر پتھر سے آگ نکالنے والے ٹاپ مار کر)، یعنی پھر ایسا بھی ہے کہ ٹاپ مار کر چنگاریاں بھی نکال رہے ہیں۔ (پھر تاراج کرنے والے صبح کو)، یعنی پھر یہ بات بھی ہے کہ صبح کو دشمنوں پر دھاوا بھی کر رہے ہیں۔ (پھر اُڑایا وہاں غبار کو) یعنی پھر اُس وقت گرد وغبار بھی اُڑا رہے ہیں۔ (پھر گھس پڑے وسط لشکر میں)، یعنی پھر اِس گرد وغبار کے ساتھ ساتھ دشمنوں کے غول کے اندر گھس بھی جاتے ہیں۔ ایسے فرمانبردار اور اطاعت شعار گھوڑوں کی قسم ہے، یعنی مجاہدین کے گھوڑوں کی اطاعت شعاری اور خدمت گزاری کی صورتِ حال اشارہ کرتی ہے کہ انسان اپنے مالک کا ناشکرا ہے۔ یعنی اُن کی دلالتِ حال شہادت دیتی ہے (کہ بلاشبہ انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے) اور بڑا ہی احسان فراموش ہے کہ اُس کی بات نہیں مانتا۔

وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۚ﴿۷﴾ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ﴿۸﴾ اَفَلَا يَعْلَمُ

اور بے شک وہ اُس پر یقیناً خود ہی گواہ ہے● اور بے شک وہ مال کی محبت میں اکھڑ ہے● تو کیا نہیں جانتا،

اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۙ﴿۹﴾

کہ جب اُٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں●

(اور بے شک وہ اُس پر یقیناً خود ہی گواہ ہے)، یعنی اُس پر تو خود اُس کی ذات بھی گواہ ہے اس لیے کہ ناشکرے ہونے کا اثر اُس سے ظاہر ہے۔ (اور) یہ بھی حقیقت ہے کہ (بے شک وہ مال کی محبت میں اکھڑ ہے)، یعنی انتہائی درجہ کا بخیل ہے۔ (تو کیا نہیں جانتا) اُس وقت کو (کہ جب اُٹھائے جائیں گے) وہ (جو قبروں میں ہیں) یعنی جو مدفون ہیں اُن کو اُٹھا کر قبروں سے باہر کر دیا جائے گا۔

وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ ﴿١٠﴾ إِنَّ رَبَّهُم بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ ﴿١١﴾

اور ظاہر کر دی جائے گی سینوں کی چیز● تو بے شک اُن کا رب اُنہیں اُس دن یقیناً بتا دینے والا ہے●

(اور ظاہر کر دی جائے گی سینوں کی) مخفی (چیز)، یعنی سینوں کی مخفی چیزوں کو بھی برآمد کیا جائے گا۔ ظاہری اعمال کے پیچھے جو نیتیں اور اغراض و مقاصد چھپے ہیں وہ سب کھول دیئے جائیں گے، اور اچھے اور بُرے کو الگ الگ کر کے جانچا جائے گا۔۔ الغرض۔۔ اُس روز پوشیدہ اسرار کی جانچ ہوگی کہ یہ کیسے ہیں؟ اور کیسے اعمال کے محرک ہیں؟ (تو بے شک اُن کا رب انہیں اُس دن یقیناً بتا دینے والا ہے) اور اُن کے اقوال و افعال کی جزا دینے والا ہے۔

اختتام سورۃ العٰدیٰت ۔۔۔ ﴿ ٢ رمحرم الحرام ١٤٣٤ھ ۔۔مطابق۔۔ ١٧ رنومبر ٢٠١٢ء، بروز شنبہ ﴾ ۔۔

۔۔ ﴿ ٢ رمحرم الحرام ١٤٣٤ھ ۔۔مطابق۔۔ ١٧ رنومبر ٢٠١٢ء، بروز شنبہ ﴾ ۔۔

سُوْرَةُ اَلْقَارِعَة

سورۃ القارعہ۔۔١٠١ مکیہ ٣٠ — آیاتہا ١١۔۔رکوعہا ١

اِس سورہ کا نام اِسی کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ یہ سورہ اور اِس سے پہلی سورہ دونوں میں بہت گہرا ارتباط ہے کہ دونوں آخرت کا ڈر پیدا کرتی ہیں۔ دونوں کی ترتیب مضامین کی ترتیب کے عین موافق ہے، کہ 'سورۂ عادیات' میں قیامت کا ایک عالم یہ بتایا گیا ہے کہ سینوں میں جو جو باتیں چھپائی گئی ہیں، وہ سب اُس روز الگ الگ کر کے آشکارا کر دی جائیں گی۔ اب اُس کے بعد کیا ہوگا؟ اعمال وزن کیے جائیں گے۔ اِس حقیقت کو اُس کے بعد والی سورہ یعنی 'قارعہ' میں بیان فرمایا گیا ہے۔

اِس میں قیامت کے دِل دہلانے والے بیان کے ضمن میں یہ تصور بھی ہے کہ یہ حادثہ 'اجرامِ سماوی' اور 'اجرامِ ارضی' کے عظیم ترین ٹکراؤ کا حادثہ ہے جس سے آسمان کے تارے ٹکرا کے زمین پر گر پڑیں گے اور پہاڑ اس طرح ریزہ ریزہ ہوکر دُھن جائیں گے کہ فضا میں دُھنی ہوئی اون کی طرح اُڑیں گے۔ اُس ٹکراؤ کی وہ ہولناک آواز ہوگی جس کے سنتے ہی تمام مخلوق چیخ مار کر مرجائے گی۔ دہشت اور ہولناکی کا وہ عالم ہوگا کہ الامان الحفیظ۔

جس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہے اُسی کو آخر میں دِل پسند عیش وراحت نصیب ہوگی، اور جس کی نیکیوں کا پلہ ہلکا ہے اُس کے لیے جہنم کا 'غارِ عمیق' ہے جو نیچے سے اوپر تک آگ ہی آگے ہے، حددرجہ گرم آگ۔۔۔ خوفِ آخرت پیدا کرنے والی اِس سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

اَلْقَارِعَةُ ۙ﴿۱﴾ مَا الْقَارِعَةُ ۚ﴿۲﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ؕ﴿۳﴾ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ

دِہلا دینے والی● کیا ہے دِہلا دینے والی؟● اور کیا اٹکل تمہیں، کہ کیا ہے دِہلا دینے والی؟● جس دن ہوں گے لوگ،

كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۙ﴿۴﴾ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ؕ﴿۵﴾

جیسے پریشان پتنگے● اور ہوں گے پہاڑ، جیسے دُھنی ہوئی اُون●

(دِہلا دینے والی● کیا ہے دِہلا دینے والی؟● اور کیا اٹکل تمہیں کہ کیا ہے دہلا دینے والی؟)، یعنی ہمارے سوا کون بتائے گا کہ یہ حادثہ کیا ہے؟ یہ حادثہ اُس روز ہوگا (جس دن ہوں گے لوگ) سراسیمہ (جیسے پریشان پتنگے)۔۔۔یا۔۔ٹڈیوں کی طرح جو اکٹھا نکلتی ہیں اور پامال اور پریشاں حال ہو جاتی ہیں۔ (اور ہوں گے پہاڑ، جیسے دھنی ہوئی اون)، یعنی اُس دن کے ہَول سے پہاڑ اجزا سے متفرق ہوکر ہَوا پر اُڑ جانے میں رنگین دھنی ہوئی اون کے مثل ہوں گے، اس واسطے کہ رنگنے سے اون نرم اور سست ہوجاتی ہے اور پھر دُھنکنے سے جلد متفرق اور منتشر ہوجاتی ہے۔

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۟ۙ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۟ؕ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ

تواب جس کی بھاری ہوئیں تولیں● تو وہ اپنے پسند کے عیش میں ہے● اور رہے وہ، جن کی ہلکی

مَوَازِيْنُهٗ ۟ۙ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۟ؕ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۟ؕ نَارٌ حَامِيَةٌ ۟ ع

ہوئیں تولیں● تو اُس کی گود ہاویہ ہے● اور کیا اٹکل تمھیں، کہ وہ کیا ہے● آگ ہے، نہایت تیز گرم●

(تواب جس کی بھاری ہوئیں تولیں) یعنی اُس کی نیکیوں کا پلہ جھک گیا، (تو وہ اپنے پسند کے عیش میں) رہنے والا (ہے● اور) اُن کے برعکس (رہے وہ، جن کی ہلکی ہوئی تولیں)، خواہ اِس وجہ سے کہ وہ نیکیاں رکھتا ہی نہ ہو۔۔یا۔۔اُس کی برائیاں اُس کی نیکیوں پر غالب ہوں، (تو اُس کی گود) یعنی رہنے کی جگہ (ہاویہ ہے) جو دوزخ کے سب درکوں کے نیچے والا درکہ ہے۔ (اور کیا اٹکل تمھیں کہ وہ کیا ہے؟) اُس کو میرے سوا تم کو کون بتائے گا؟ تو وہ (آگ ہے نہایت تیز گرم) یعنی سوزش میں انتہا ہے۔

اختتام سورہ القارعہ ۔۔۔ ﴿ ۲ رمحرم الحرام ۱۴۳۴ھ ۔۔مطابق۔۔ ۱۷ رنومبر ۲۰۱۲ء، بروز شنبہ ﴾ ۔۔

۔۔ ﴿ ۲ رمحرم الحرام ۱۴۳۴ھ ۔۔مطابق۔۔ ۱۷ رنومبر ۲۰۱۲ء، بروز شنبہ ﴾ ۔۔

سُوْرَةُ التَّكَاثُرِ

سورۃ التکاثر ۱۰۲ مکیۃ ۱۶ | آیاتہا ۸ رکوعہا ۱

سورۃ التکاثر۔۔۱۰۲ مکیہ ۱۶ آیاتہا ۸۔۔رکوعہا ۱

اِس سورت کا نام اِسی کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ یہ بھی اپنے ماقبل کی 'سورۃ قارعہ' سے مربوط ہے اِس حیثیت سے کہ دونوں میں امورِ آخرت یاد دِلائے گئے ہیں۔۔نیز۔۔ 'سورۂ قارعہ' میں جو فرمایا گیا ہے کہ جس کی نیکیوں کا پلہ ہلکا ہے وہ **هَاوِيَةٌ** میں جائے گا، جو نیچے سے اوپر تک آگ ہی آگ ہے اور انتہا درجہ کی حرارت والی ہے۔ اُس کو پڑھ کر ایمان پکارتا ہے کہ اُس سے بچنے کی سبیل کیا ہے؟ اِس کا جواب ہے 'سورہ تکاثر' کہ اللہ سے غافل نہ بنو اور ضرورت سے زیادہ کی طلب اور ہوس میں نہ پڑو کہ ایسی طلب حجاب ہے اور حجاب کے پیچھے عذاب ہے۔

یہی حرص وہوس ہے، جس سے آدمی برائیوں میں سَن جاتا ہے اور اُس کی نیکیوں کا پلہ ہلکا ہوجاتا ہے۔ یہ ایسی مبارک سورت ہے کہ جو اِس کو توجہ سے پڑھے اُسے ہزار آیتوں کی

تلاوت کا ثواب ملتا ہے۔ خطیب بغدادی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ
'سورہَ تکاثر' ہزار آیتوں کے برابر ہے۔۔۔ ایسی باعظمت سورہ کو میں شروع کرتا ہوں۔۔۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

اَلۡہٰکُمُ التَّکَاثُرُ ۙ﴿۱﴾ حَتّٰی زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ؕ﴿۲﴾

غافل کر دیا تم کو مال بڑھانے کے حرص وفخر نے ● یہاں تک کہ تم نے اپنی اپنی قبر دیکھی ●

(غافل کر دیا تم کو مال بڑھانے کے حرص وفخر نے) اور بہتات کی طلب نے اللہ اور اُس کی اطاعت سے (یہاں تک کہ تم نے اپنی اپنی قبر دیکھی)، یعنی تم مال اور اولاد کی زیادتی میں غافل اور مشغول ہوئے اور اُمورِ معیشت میں مستغرق ہوئے یہاں تک کہ مر کر قبرستان میں آئے۔ اور قبروں میں آنا بھی ہمیشہ کے لیے نہیں بلکہ کچھ وقت کے لیے جیسے کوئی زیارت کے لیے کہیں جاتا پھر اُس جگہ کو چھوڑ کر واپس ہو جاتا ہے، تو تمہیں بھی آخرت کے لیے قبر سے نکلنا ہوگا۔۔۔ اس سے مر کر اُٹھنے کے عقیدے کی طرف بھی اشارہ ہو گیا۔۔۔ الحاصل۔۔۔ ایسا نہ چاہیے کہ عاقل کی ہمت دُنیا میں مصروف ہو اور آخرت کو بھول جائے، کہ ناگاہ اجل آپہنچے اور پھر ندامت سے کچھ فائدہ نہ ہو۔ اس میں۔۔۔

کَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۙ﴿۳﴾ ثُمَّ کَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ؕ﴿۴﴾ کَلَّا لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عِلۡمَ الۡیَقِیۡنِ ؕ﴿۵﴾

شک ہرگز نہیں، جلد ہی جان لوگے ● پھر نہیں کیا، جلد ہی جان لوگے ● نہیں کیا، کاش جانتے تم لوگ، یقین کا جاننا ●

لَتَرَوُنَّ الۡجَحِیۡمَ ۙ﴿۶﴾ ثُمَّ لَتَرَوُنَّہَا عَیۡنَ الۡیَقِیۡنِ ۙ﴿۷﴾

یقیناً تم لوگ دیکھو گے جہنم کو ● پھر یقیناً تم لوگ دیکھو گے اُسے، یقین کا دیکھنا ●

(شک ہرگز نہیں) کہ یقیناً (جلد ہی جان لوگے) کہ اس تفاخر و تکاثر کا انجام کیسا ہے۔ (پھر) سن لو! (نہیں کیا) یقیناً (جلد ہی جان لوگے)، یعنی تمہیں جلد معلوم ہو جائے گا کہ اُس کا انجام کیسا ہے۔ پہلے تو مرتے وقت ہی انجام کا پتا چل جائے گا، اور دوسری بار قبروں سے اُٹھ کر منتشر ہوتے وقت اپنے اپنے انجام سے باخبری ہو جائے گی۔ (نہیں کیا) حقیقت تو یہ ہے کہ (کاش جانتے تم

لوگ یقین کا جاننا)، یعنی مرنے کے بعد کے حالات کو علم الیقین کے درجے پر جانتے تو تم سے غفلت نہ ہوتی۔

عِلْمَ الْیَقِیْنِ وہ علم ہے جو صحیح دلیل سے حاصل ہو اور یقین ہو جائے۔۔نیز۔۔کسی چیز کے علم الیقین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اُسے اِس طرح جان لیا جائے جیسے اپنی یقینی باتوں کو جانا جاتا ہے۔

۔۔الحاصل۔۔علم الیقین جاننا یقین کا کہ کچھ شک وشبہ نہ رہے تو البتہ مفاخرت اور مکاثرت سے تم کو باز رکھے، تو (**یقیناً تم لوگ دیکھو گے جہنم کو**) اوّل دُور سے جس وقت اُسے میدانِ حشر میں لائیں گے، (**پھر یقیناً تم لوگ دیکھو گے اُسے یقین کا دیکھنا**) یعنی یقین کی آنکھ سے دیکھنا جب کہ اُس میں دوزخیوں کو داخل کیا جائے گا۔

ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ یَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِیْمِ ﴿۸﴾

ع ۱ / ۸ / ۲۷

پھر یقیناً پوچھے جاؤ گے اُس دن نعمتوں کے بارے میں ●

(**پھر یقیناً پوچھے جاؤ گے اُس دن نعمتوں کے بارے میں**) جن میں مشغول ہو کر عبادتوں سے باز رہے۔

اِس صورت میں یہ خطاب خاص اُس دُنیادار کی طرف ہے جس کو دُنیا نے دین سے باز رکھا۔ بعضوں نے کہا کہ کافر مخاطب ہیں۔ اور بہت صحیح بات یہ ہے کہ عام رکھیں، اس واسطے کہ جسے جو نعمت حاصل ہے اُس سے اُس کے شکر کا سوال ہوگا۔ اور بعض نے نعمت کو ٹھنڈے پانی کے ساتھ خاص کیا ہے اور تر خرمے۔۔یا۔۔ٹھنڈے سایے۔۔یا۔۔نیند کے مزے۔۔یا۔۔اعتدالِ خلق۔۔یا۔۔اسلام۔۔یا۔۔تخفیفِ شرائع۔۔یا۔۔قرآن کے ساتھ۔ اور بہت مشہور بات یہ ہے کہ وہ نعمت، صحت اور فراغت ہے۔ 'عین المعانی' میں ہے کہ نعمت 'محمد ﷺ' ہیں، اور سب سے اُن کی ملت اور اتباعِ سنت کا سوال کیا جائے گا۔

اختتام سورۃ التکاثر ۔۔۔ ﴿ ۲؍محرم الحرام ۱۴۳۴ھ ۔۔مطابق۔۔ ۱۷؍نومبر ۲۰۱۲ء، بروز شنبہ ﴾ ۔۔

۔۔ ﴿ ۳؍محرم الحرام ۱۴۳۴ھ ۔۔مطابق۔۔ ۱۸؍نومبر ۲۰۱۲ء، بروز یکشنبہ ﴾ ۔۔

سورۃ العصر ۱۰۳ مکیۃ ۳ — آیاتہا ۳ رکوعہا ۱

سُوْرَۃُ العَصْرِ

سورۃ العصر۔۔۱۰۳ مکیہ ۳ — آیاتہا ۳۔۔رکوعہا ۱

اِس سورت کا نام اِسی سورہ کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ اِس سے پہلی 'سورہ التکاثر' میں یہ بیان فرمایا تھا کہ دُنیاوی امور میں زیادہ مشغول ہونا مذموم ہے، اور اِس سورت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ مؤمنین کو اعمالِ صالحہ اور ایک دوسرے کی خیر خواہی میں مشغول رہنا چاہیے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اگر سوائے اِس 'سورہ العصر' کے اور قرآن نازل نہ ہوتا، تب بھی یہ سورت کافی تھی۔

ایک دوسرے بزرگ نے فرمایا 'سورہ والعصر' قرآن کے جمیع علوم پر مشتمل ہے۔ اِس قول کا مقصد بھی یہی ہے جو امام شافعی نے فرمایا۔ اس سورت کی ظاہری اور باطنی خوبیوں کا عالَم یہ ہے کہ صحابہ میں دُو شخص ایسے بھی تھے کہ جب اُن کی ملاقات ہوتی تو ایک صاحب دوسرے کو 'سورہ العصر' ضرور سناتے، اُس کے بغیر یہ جدا ہی نہ ہوتے، کبھی یہ سناتے کبھی وہ ۔۔۔ایسی جامع پیغامِ الٰہی والی سورۂ مبارکہ کو میں شروع کرتا ہوں۔۔۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

وَالۡعَصۡرِۙ ①

قسم ہے اِس عصر و زمانہ کی●

(قسم ہے اِس عصر و زمانہ کی) اَے محبوب! جو تمہارا عصر و زمانہ ہے، یعنی تمہاری نبوت، تمہارے ظہور، اور تمہارے فیض کا زمانہ ہے۔

۔۔یا۔۔ایسا زمانہ ہے جو بہت عجیب و غریب چیزوں پر مشتمل ہے اِس میں خوشی اور غم، صحت اور بیماری، خوشحالی اور تنگدستی کا ظہور ہوتا ہے۔ زمانہ سال، مہینہ، ہفتہ، دن، اور گھنٹوں پر مشتمل ہوتا ہے۔۔نیز۔۔کم اور زیادہ ہوتا ہے تو اُسے معدوم بھی نہیں کہہ سکتے۔ اور زمانہ۔۔یا۔۔ماضی ہے۔۔یا۔۔مستقبل۔ ماضی گزر چکا ہے وہ موجود نہیں، اور مستقبل

ابھی آیا نہیں تو وہ بھی موجود نہیں۔

اور رہا حال، تو وہ نا قابلِ تقسیم ہے تو اُس کو موجود کہنے کی کوئی صاف اور واضح صورت نظر نہیں آتی۔ زمانہ گزر گیا، ظاہر ہے کہ جو گزرا وہ ضرور آیا، لیکن یہ آنا اور گزرنا ایسا لمعاتی ہے کہ اِس کو کم زیادہ۔۔یا۔۔چھوٹا بڑا کہنے میں مفروضات کا سہارا لینا ہی پڑتا ہے۔۔الختصر۔۔ زمانہ عجائبِ قدرت کا ایک عجوبہ ہے۔ حضرت مترجم قدس سرہ نے **وَالْعَصْرِ** کی جس توجیہہ کو راجح قرار دیا ہے وہ یہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔ **وَالْعَصْرِ** کی تفسیر میں دوسرے اقوال بھی ہیں: ﴿۱﴾۔۔اِس سے مراد ربِّ عصر کی قسم۔﴿۲﴾۔۔اِس سے مراد دن اور رات ہے۔ ﴿۳﴾۔۔اِس سے مراد زوالِ شمس سے لے کر غروبِ شمس تک کا وقت ہے۔﴿۴﴾۔۔اِس سے مراد دن کی ساعات میں سے آخری ساعت ہے۔﴿۵﴾۔۔اِس سے مراد عصر کی نماز ہے جو 'صلوٰۃ وسطیٰ' ہے۔۔الحاصل۔۔حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔۔۔

قسم ہے عصر و زمانہ کی، گردشِ لیل و نہار شاہد ہے کہ۔۔۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝۲ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

بے شک انسان یقیناً گھاٹے میں ہیں ● مگر جو ایمان لائے، اور نیکیاں کیں،

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝۳

اور باہم وصیت کی حق کی۔۔اور باہم وصیت کی صبر کی ●

(**بے شک انسان یقیناً گھاٹے میں ہیں ● مگر جو ایمان لائے اور نیکیاں کیں اور باہم وصیت کی حق کی**) یعنی حق پر قائم رہنے کی۔۔یا۔۔قرآن پر ثابت قدم رہنے کی۔ (**اور باہم وصیت کی صبر کی**)، یعنی طاعت پر صبر کرنے کی۔۔یا۔۔معصیت سے اجتناب پر ثابت رہنے کی۔

بعض کافروں نے جو یہ سمجھ رکھا تھا کہ مسلمانوں نے جو اپنے اجداد کا دین چھوڑ دیا ہے اور بتوں کی عبادت سے ہاتھ کھینچ لیا ہے یہ انہوں نے اپنے لیے بہت نقصان کیا ہے۔۔ چنانچہ۔۔ایک کافر نے صدیقِ اکبر سے یہی بات کہی تو آپ نے اُس کو جواب دیا کہ وہ زیاں کار نہیں جو خدا اور رسول کی بات سنے اور نیک کام کرے بلکہ بڑا زیاں کار وہ ہے جو بت پوجے اور شیطان کی متابعت کرے، تو حق تعالیٰ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے جوابِ باصواب کے موافق یہ سورت بھیجی۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ ایسی بکواس کرنے والے شرک وکفر میں ملوث لوگ سب کے سب عمر ضائع کرنے والے زیاں کار ہیں، مگر وہ لوگ جو ایمان لائے، نیک عمل انجام دیے اور حق وصبر کی وصیت کرتے رہے۔ بعض مفسر کہتے ہیں کہ **لَفِيْ خُسْرٍ** ابوجہل کے حال سے کنایہ ہے، اور **اٰمَنُوْا** حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی صفت کی طرف ایماء ہے، اور **عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ** حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے فعل کی طرف اشارہ، اور **وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ** حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی بات سے خبر دینا ہے، اور **تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ** حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی عادت سے حکایت کرنا ہے۔

اِس مقام پر یہ نکتہ بھی قابل لحاظ ہے کہ آج ہم جو انسانوں کو ترقی یافتہ اور کامیاب سمجھ رہے ہیں یہ ایک بہت بڑا دھوکا اور فریب ہے، اس لیے کہ یہ جو ترقی ہے انسانیت کی ترقی نہیں بلکہ حیوانیت کی ترقی ہے۔ اِس کو یوں سمجھا جائے کہ حق تعالیٰ نے انسانوں کو دو۲ صفتیں عطا فرمائی ہیں: ایک ہے حیوانیت اور دوسری ہے انسانیت۔ کچھ حیوانیت کے تقاضے ہیں اور کچھ انسانیت کے۔

حیوانیت کے تقاضے وہی ہیں جو دوسرے حیوانوں میں بھی ہیں؛ چلنا، پھرنا، کھانا، پینا، تیرنا، اُڑنا، سونا، جاگنا، رہنا، سہنا، لڑنا، بھڑنا، وغیرہ وغیرہ۔ تو جہاں تک حیوان اور اُس کے حیوانی تقاضوں کی بات ہے اُس میں حیوانوں نے بڑی ترقی کی۔ حیوان فضاؤں میں اُڑ رہا ہے، دریاؤں کا کلیجہ چیر رہا ہے، اپنے دشمنوں کو نیست و نابود کرنے کے لیے نت نئی ایجادات کر رہا ہے، کھانے پینے، رہنے سہنے کا معیار بہت بلند کرلیا ہے، چاند پر دستک دے رہا ہے، مریخ پر کمندیں ڈال رہا ہے، سورج کی شعاعوں کی تسخیر کر رہا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب حیوانی تقاضے ہیں جس میں انسان کے اندر کا حیوان دوسرے حیوانوں سے آگے بڑھ گیا ہے۔ لیکن انسانیت کراہ رہی ہے۔ ظلم وستم کا دَور دَورہ ہے لُوٹ کھسوٹ کا عالم ہے، عدل وانصاف، شرم وحیا، عفوودرگزر، شرافت ومروت، یہ سب عنقاء ہیں۔

انسانیت وحیوانیت کا فرق ایک مثال سے سمجھا جاسکتا ہے کہ کسی کی منہ کی بوٹی اور ہاتھ کی روٹی کو جبراً چھین کر کھانا یہ حیوانیت ہے، اور کسی بھوکے کو اپنے آگے کی روٹی کھلا دینا اور بھوکا رہ جانا یہ انسانیت ہے۔ حیوانیت کے نمونے تو بہت مل رہے ہیں، کہیں ایسی انسانیت کی مثال بھی نظر آرہی ہے؟ اِسی لیے قرآن یہ نہیں کہتا کہ 'حیوان' گھاٹے میں ہے، بلکہ وہ یہ فرماتا ہے کہ 'انسان' گھاٹے میں ہے۔ حیوان تو ترقی کر رہا ہے مگر انسانیت سسک رہی ہے۔

آج لوگوں نے انسانوں کی ترقی کے لیے جو مفروضہ راستے نکال رکھے ہیں وہ حیوانیت کی ترقی کی راہیں ہیں۔ انسان کی کامیابی تو صرف ایمان وعملِ صالح ہی سے ہوسکتی ہے۔ یہی اسلام کا پیغام ہے اور یہی قرآنِ کریم کی ہدایت ہے۔ اور مؤمنین پر باہم اِسی حق کی وصیت کرنے کی ذمہ داری ہے۔

اختتام سورۃ العصر --- ﴿ ۳؍محرم الحرام ۱۴۳۴ھ --مطابق-- ۱۸؍نومبر ۲۰۱۲ء، بروز یکشنبہ ﴾ --

-- ﴿ ۴؍محرم الحرام ۱۴۳۴ھ --مطابق-- ۱۹؍نومبر ۲۰۱۲ء، بروز دوشنبہ ﴾ --

سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ

سورۃُ الھمزہ-- ۱۰۴ مکیہ ۳۲ | آیاتہا ۹-- رکوعہا ۱

اِس سورہ کا نام اِسی کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ یہ سورہ 'سورہ القیامہ' کے بعد نازل ہوئی۔ 'سورۂ عصر' میں فرمایا گیا تھا کہ انسان خسارہ میں گھرا ہوا ہے، اب اِس سورۂ مبارک میں شدید خسارہ والوں کے چار اوصاف بیان کیے جارہے ہیں: ۱۔-غیبت کرنا، ۲۔-نیک لوگوں پر طعن وتعریض کرنا، ۳۔- مال کی شدید محبت جس سے بخل وحرص پیدا ہوگئی کہ بس مال جمع کرنے کی دُھن ہے اور ذخیرہ اندوزی سے کام ہے، ۴۔-طولِ اَمَل کا جنجال، کہ حصولِ دُنیا کے لیے خوب خوب منصوبے بن رہے ہیں اور سمجھا جارہا ہے کہ مال ہی ہر آفت سے بچائے گا۔ اس لیے ایمانی اور اخلاقی خوبیوں کے حاصل کرنے کی بجائے تمام تر کوشش حصولِ زر کی ہے--- یہ بڑی بدبختی اور بہت بڑا خسارہ ہے۔

اِس سورۂ پاک میں ایسے ہی خسارہ کا اور اس خسارہ میں مبتلا لوگوں کا حال اور انجام بتایا گیا ہے کہ ایسا شخص جہنم کی آگ میں پھینک دیا جائے گا جو حد درجہ مہلک ہے کہ جوڑ جوڑ اور ہڈی ہڈی کو توڑ دے گی مگر پھر بھی موت نہ آئے گی، کہ جہنم میں موت نہیں۔ پھر اُس کو آگ کے لمبے لمبے شعلوں کے بیچ میں رکھ کر جکڑ دیا جائے گا--- ایسی کردار ساز، چشم کشا اور درسِ عبرت دینے والی سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں---

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۙ﴿۱﴾ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهُ ۙ﴿۲﴾

ہلاکی ہے ہر غیبت کرنے والے، طعنہ دینے والے کی● جس نے جمع کیا مال، اور گنتار ہا اُسے●

(ہلاکی ہے) اخنس بن شریق اور ولید بن مغیرہ جیسے (ہر غیبت کرنے والے طعنہ دینے والے کی) جو بطورِ طعن ہاتھ اور آنکھ سے اشارہ کرنے والا ہے۔ اور کسی کے جسم کی قدرتی ساخت کی نقل اُتارتا ہے، اور آواز کی ایسی محاکات کرتا ہے کہ لوگ ہنس پڑیں۔۔ الغرض۔۔ پیٹھ پیچھے بدگوئی اور غیبت کرتا ہے اور منہ پر طعنہ زنی اور تذلیل کرتا ہے۔ (جس نے) نیکیوں کو جمع کرنے کی بجائے (جمع کیا مال) جسے سینت کر رکھا ہے (اور گنتار ہا اُسے)، اور ہمیشہ اُس کے شمار کو نگاہ میں رکھا اور گاہے بگاہے شمار کرتا رہا۔۔۔

يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهُ اَخْلَدَهُ ۚ﴿۳﴾ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۖ﴿۴﴾

سمجھتا ہے کہ اُس کا مال ہمیشہ رکھ لے گا اُسے● ہرگز نہیں! یقیناً وہ جھونکا جائے گا حطمہ میں●

(سمجھتا ہے کہ اُس کا مال ہمیشہ رکھ لے گا اُسے) یعنی ہمیشہ اُس کو زندہ رکھے گا دُنیا میں۔ یہ (ہرگز نہیں) ہوگا بلکہ یہ بھی مرے گا اور یہ اتنا بُرا ہے کہ (یقیناً وہ جھونکا جائے گا حطمہ میں) جو جوڑ جوڑ اور ہڈی ہڈی کو توڑ دینے والی آگ ہے۔ اُس میں جو کچھ پڑتا ہے فوراً شکست اور سوخت ہو جاتا ہے۔

وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۗ﴿۵﴾ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۙ﴿۶﴾ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۗ﴿۷﴾

اور کیا اٹکل تمہیں کہ کیا ہے حطمہ؟● اللہ کی بھڑکائی آگ ہے● جو چڑھ جائے گی دِلوں پر●

(اور کیا اٹکل تمہیں کہ کیا ہے حطمہ؟) اِس کا علم تو میرے ہی بتانے سے تم کو ہوگا۔ تو سنو! حُطَمَۃُ (اللہ) تعالیٰ (کی بھڑکائی آگ ہے) اور خدا جس کو اپنی قدرت سے جَلائے اُسے کوئی بجھانے والا نہیں۔ یہ آگ وہ ہے (جو چڑھ جائے گی دِلوں پر) یعنی جسم کو جَلاتے ہوئے دِلوں پر غالب ہو جائے گی اور دِلوں کے اندر سما جائے گی۔ اور کافروں کے دِل کے ساتھ اُس آگ کا خاص ہونا اِس جہت سے ہے کہ کافروں کے دِل عقائدِ نابائستہ اور اخلاقِ ناشائستہ کی جگہ ہیں۔

إِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ﴿٨﴾ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴿٩﴾

بلاشبہ وہ اُن پر بند کردی گئی ہے● لمبے لمبے کھمبوں میں●

(بلاشبہ وہ اُن پر بند کردی گئی ہے ● لمبے لمبے کھمبوں میں)۔یعنی اُس آگ کا مکان کا فروں پر بند کیا گیا ہے لمبے ستونوں سے، یعنی اُس درکہ کا دروازہ بند کیا ہے اور ستون اَڑا کر مضبوط کردیا ہے کہ ہر ایک نہ کھول سکے۔اور یہ اشارہ ہے آگ میں اُن کے ہمیشہ رہنے کا۔۔الخضر۔۔یہ لوگ آگ کے لمبے لمبے ستونوں میں رکھ کر جکڑ دیئے جائیں گے۔

۔۔الحاصل۔۔اِس سورۂ مبارکہ نے واضح فرمادیا کہ غیبت، طعن وتعریض، حرص اور بخل، اجتماعی زندگی کے چاؔر مہلک امراض ہیں اور اجتماعی زندگی کی حلاوت دُو باتوں میں ہے:

﴿۱﴾۔۔آپس میں خلوص ومحبت ہو، بغض وعداوت نہ ہو۔

﴿۲﴾۔۔ضرورت کے وقت ایک دوسرے کا تعاون کیا جائے۔

اگر خلوص ومحبت کے بجائے غیبت اور طعن وتعریض ہونے لگتی ہے تو بغض وعداوت کا بیج پڑ جاتا ہے۔اگر باہمی تعاون کے بجائے مطلب پرستی اور خودغرضی آجاتی ہے جس کی سب سے بڑی وجہ حرص اور بخل ہے، تو آدمی سماج کی نظر سے گر جاتا ہے، لوگ نفرت کرنے لگتے ہیں اور معاشرہ میں بدنام ہوجاتا ہے۔اچھے بُرے سب اُس کو بُرا سمجھنے لگتے ہیں کہ بڑا خودغرض اور مطلبی ہے۔اس طرح غیبت اور طعن وتعریض کرنے والوں کی اجتماعی زندگی کانٹوں سے بھری ہے اور نفرتوں اور عداوتوں سے گھری ہے اور یہ لوگ اجتماعی زندگی کی حلاوتوں سے محروم ہیں۔

اختتام سورۃ الھمزۃ ۔۔۔ ﴿ ۴رمحرم الحرام ۱۴۳۴ھ ۔۔مطابق۔۔ ۱۹رنومبر ۲۰۱۲ء، بروز دوشنبہ ﴾ ۔۔

۔۔ ﴿ ۴رمحرم الحرام ۱۴۳۴ھ ۔۔مطابق۔۔ ۱۹رنومبر ۲۰۱۲ء، بروز دوشنبہ ﴾ ۔۔

سُوْرَةُ الْفِيْلِ

سورۃ الفیل ۱۰۵ مکیۃ ۱۹ — آیاتہا ۵ رکوعہا ۱

سورۃ الفیل۔۔۱۰۵ مکیۃ ۱۹ — آیاتہا ۵۔۔رکوعہا ۱

جولوگ غیبت اور طعنہ زنی کی راہ سے آنحضرت ﷺ کے خلاف سازش کرتے تھے 'سورۂ ہمزہ' میں بتایا کہ اُن کا انجام بہت ہی بڑی خرابی اور جہنم ہے۔اور 'سورۂ فیل' میں ہاتھی

والوں کی سازش کا انجام بتایا جارہا ہے۔ اس میں یہ تعلیم ہے کہ جب آپ کی نبوت کے شرف وعظمت کے اہتمام میں ہاتھی والوں کی سازش اتنی ناکام ہوئی، تو آپ کے خلاف کرنے والوں کی سازش کتنی ناکام ہوگی؟ ان کا کیا حشر ہوگا؟ فکر ونظر کے اس مقام سے دیکھو تو اُن دونوں سورتوں میں عجیب عرفان آفریں ربط ہے جس سے بڑی بصیرت ملتی ہے۔

اس سورہ مبارکہ میں رَبُّكَ آپ کا رب بڑا اہم پرزہ ہے اس میں اشارہ ہے کہ اللہ نے ہاتھی والوں کے ساتھ جو کچھ کیا ہے وہ آپ کی ربوبیت کے سلسلے میں کیا ہے۔ یہ عظیم حادثہ آپ کی نبوت کا ارہاص ہے یعنی ایک علامت ہے کہ یہ سب آپ کی نبوت کے شرف وعظمت کے اہتمام کے لیے ہے کیونکہ اسی سال آپ عالم قدس سے عالم شہود میں جلوہ افروز ہوئے ہیں گویا یہ سب آپ کی ولادت پاک کی برکت ہی سے ہوا ہے۔ حادثہ فیل حضور انور ﷺ کا ارہاص بھی ہے اور اس میں بیت اللہ شریف کی حرمت وشرف کا بھی اظہار ہے۔

اصحابِ فیل کا مختصراً قصہ یہ ہے کہ ابرھہ جو نجاشی کی طرف سے یمن کا والی تھا اُس نے حج کے موسم میں دیکھا کہ لوگ اطراف وجوانب سے مکہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور معلوم کیا کہ اُن کا مقصد خانہ کعبہ کی زیارت ہے۔ نخوت اور تکبر کی ہَوا اُس کے دماغ میں سمائی، داعیہ کیا کہ خانۂ خدا کے مقابلہ میں ایک گھر بنائے اور حاجیوں کو اُس کی طرف متوجہ کرے۔

صنعا میں سنگِ مرمر سے ایک کلیسا منقش بنایا اور 'قلیس' نام رکھا، اور اُس کے دَر و دیوار زَر و جواہر سے مرصع اور مزین کیے اور ملک یمن میں لوگوں کے گروہ کو اُس کے طواف کی تکلیف دی۔ یہ صورت اگرچہ قریش کو شاق تھی مگر صبر کے سوا اُن کو چارہ نہ تھا۔ بنی کنانہ میں سے ایک شخص اُس گھر کی خدمت میں مشغول ہو کر وہاں کا مجاور بنا اور ایک شب موقع پا کر اُس نئے بنائے ہوئے گھر کو غلاظت سے آلودہ کر کے بھاگا۔ یہ خبر شہرہ آفاق ہوئی اور لوگوں کی طبیعت اُس گھر کے طواف سے متنفر ہوئی۔

ابرھہ یہ حال سن کر بہت غصے میں آیا اور لشکر بڑے بڑے قوی اور مہیب ہاتھیوں سمیت جمع کیا اور حرم محترم کو خراب کرنے کے قصد سے مکہ معظمہ کی طرف چلا۔ اُس کے لشکر میں ایک ہاتھی اتنا بڑا تھا جیسے پہاڑ کی چٹان جس کو 'محمود' کہتے تھے۔ اُس ہاتھی کو ابرھہ نے اپنے ساتھ لیا اور اپنا رعب جمانے اور اپنی دہشت پھیلانے کی غرض سے مکہ معظمہ کے گرداگرد قریش کے مواشی لوٹ لیے۔

مکہ معظمہ کے بڑے آدمی اور بزرگ لوگوں نے پہاڑوں پر آڑ پکڑی۔ ابرھہ نے صبح

سویرے سے لشکر مہیا کیا اور ہاتھیوں کو اُبھارا اور سب کو لے کر مکہ معظّمہ کی طرف چلا۔ پس محمود ہاتھی نے شہر مکہ کے دیوار کی طرف سے منہ پھیرا اور لشکر گاہ کی طرف منہ کیا۔ یہ ہاتھی بڑا خوش نصیب تھا کہ جب اصحابِ فیل کعبہ ڈھانے کے لیے حدودِ حرم میں داخل ہوئے، تو یہ ہاتھی اَڑ گیا اور کسی طرح قدم نہ اُٹھایا۔ کسی اور طرف لے جاتے تو چلنے لگتا، حدودِ حرم میں لے جانا چاہتے تو زمین تھام لیتا۔ فیلبان نے مار مار کر زخمی بھی کیا مگر اُس نے قدم تک نہ اٹھایا۔

اس میں اللہ کی طرف سے بصیرت دی جا رہی تھی کہ جانور بھی کعبہ کا ادب واحترام کر رہا ہے، پھر انسان ہو کر کعبہ ڈھانے کو چلے تو کتنی بڑی بدبختی ہے؟ لیکن اُن بدبختوں نے کوئی سبق نہیں لیا اور اُس ہاتھی کو چھوڑ کر اپنے ملعون ارادے سے حدودِ حرم میں داخل ہوئے اور فوراً عذابِ الٰہی برسنے لگا۔

اُس کی تفصیل یہ ہے کہ اُن بدنصیبوں نے مکہ معظّمہ کے قریب پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ ابرھہ نے قریش کے پاس خباطہ نامی ایک شخص کو بھیجا کہ قریش کے سردار کو لیتے آؤ اور سنا دو کہ ہمارے بادشاہ کا مقصد کعبہ ڈھانا ہے، اہلِ مکہ سے لڑنا نہیں ہے۔ اگر تم لوگوں نے مداخلت نہ کی تو تمہاری جان و مال کو امان ہے۔ اگر مداخلت کی تو نتیجہ دیکھو گے۔

خباطہ قریش کے پاس گیا، معلوم ہوا کہ سردارِ قریش عبد المطلب ہیں، اُس نے حضرت عبد المطلب کو ابرھہ کا پیغام سنایا اور ساتھ چلنے کو کہا۔ حضرت عبد المطلب بے کھٹک ساتھ ہو لیے۔ ابرھہ کے پاس پہنچے تو آپ کے بلند و بالا قد و قامت اور چہرہ کی وجاہت کا اُس پر بڑا اثر پڑا۔۔ چنانچہ۔۔ آپ کو اپنے برابر بیٹھایا، عزت کی اور کہا آپ کو کچھ کہنا ہو تو کہیے۔

حضرت عبد المطلب نے فرمایا کہ "بادشاہ کی فوج نے میرے سَو اونٹ پکڑ لیے ہیں وہ مجھے واپس دیئے جائیں۔" ابرھہ نے کہا کہ تعجب ہے آپ کو اپنے اونٹوں کی فکر ہے لیکن اپنے کعبہ کی فکر نہیں۔ آپ نے فرمایا میں اپنے اونٹوں کا مالک ہوں اور کعبہ کا جو مالک ہے وہ خود اُس کی حفاظت کرے گا۔ ابرھہ نے اونٹ آپ کے حوالے کر دیے۔

آپ نے واپس آ کر قریش سے فرمایا کہ تم لوگوں کو اُس فوج سے مقابلہ کی طاقت نہیں، بہتر ہے کہ بال بچوں کو لے کر پہاڑ پر چڑھ جاؤ۔ کعبہ کا مالک کعبہ کی خود حفاظت کرے گا۔ یہ فرما کر کعبہ شریف کے دروازے پر آئے اور اُس کا حلقہ تھام کر کچھ دُعائیں کیں۔ ایک دُعا یہ ہے کہ "الٰہی تیرے بندے اپنے اہل و عیال کو اغیار سے بچاتے ہیں تو اپنے حرم کے مکینوں کی حفاظت فرما۔ صلیب والوں کی صلیب اور اُن کی چالبازی جو ظلم و عدوان ہے

تیری تدبیر پر غالب ہو ہی نہیں سکتی۔" قریش بال بچوں کو لے کر حرا پہاڑ پر چڑھ گئے اور وہاں سے دیکھنے لگے کہ ابرھہ کی فوج کیا کرتی ہے؟ اور کیا ہوتا ہے؟

ہوا یہ کہ جوں ہی فوج آگے بڑھنے لگی آناً فاناً فضا میں چڑیوں کے غول جھنڈ کے جھنڈ نظر آنے لگے۔ چڑیاں کبوتر سے کچھ چھوٹی تھیں۔ سب کے دونوں پنجوں میں اور چونچ میں چنے کے برابر ایک ایک پتھری تھی۔ یہ غول ابرھہ کی فوج پر اُمڈ پڑا اور پنجوں اور چونچ سے فوجیوں پر کنکریاں گرانی شروع کردیں، جس پر ایک کنکری پڑی بدن توڑ کر باہر ہوگئی۔

بھگڈر مچ گئی، بظاہر تو یہ چھوٹی چھوٹی پتھریاں تھیں لیکن حقیقت میں عذابِ الٰہی کی مشین گن کی گولیاں تھیں جو فضا سے برس رہی تھیں، اور قدرتِ خداوندی چڑیوں کے پنجوں سے اور چونچ سے برسا رہی تھی، پوری فوج آناً فاناً غارت ہوگئی اور سب تہس نہس ہوگئے۔ صرف وہی لوگ بچے جو محمود ہاتھی کے اَڑ جانے سے سہم گئے اور فوج سے کنارہ کش ہوگئے تھے۔ لیکن چونکہ اپنے ساتھیوں کو سمجھایا نہیں اس لیے اُن کی زندگی مجسم عبرت بن گئی تھی۔ اندھے لنگڑے، لولے ہوگئے تھے۔

اور ابرھہ کا ایک روایت کے مطابق یہ حشر ہوا کہ کنکریوں کے عذاب سے جو بھگڈر ہوئی اور کعبہءالٰہی کے دشمن بھگڈر کی بدحواسی میں پہاڑوں کی چٹانوں سے ٹکرا ٹکرا کر گرنے لگے اور غاروں میں بھی گر گر پڑے، تو ابرھہ جان بچانے کے لیے بھاگ نکلا اور یمن کی راہ لی۔ یمن پہنچتے پہنچتے سارا بدن مسموم ہو چکا تھا، سڑ کر مر گیا اور تمام یمن والوں کے لیے عبرتِ عظیم بن گیا۔

اور دوسری روایت کے مطابق ابرھہ شکست کھا کے تنہا بھاگا اور نجاشی کے سامنے جا کر گر پڑا۔ چونکہ چڑیوں کی کنکریوں پر ایک ایک کا نام تھا جنہوں نے کعبہ شریف کو خراب کرنے کا ارادہ کیا تھا، تو ابرھہ کو ہلاک کرنے والی اُس کے نام کی کنکری جس چڑیا کے پاس تھی وہ اُسے مارنے کو مکہ سے حبشہ تک اُس کے ساتھ تھی اور نجاشی کے دربار میں ابرھہ کے سر پر وہ چڑیا اُڑتی تھی۔

جب ابرھہ نے کیفیت بیان کی اور نجاشی نے تعجب کی راہ سے پوچھا کہ کیسی چڑیاں تھیں جنہوں نے اِتنے لڑنے والوں کو ہلاک کر ڈالا؟ اُس حال میں ابرھہ کی نظر اُس چڑیا پر پڑی بولا کہ اَے بادشاہ! اُن میں سے ایک چڑیا یہ ہے پس اُسی دم اُس چڑیا نے اُس کے نام کی کنکری اُس کے سر پر چھوڑ دی جو اُس کے بدن کے آر پار ہوگئی۔ اور نجاشی کے دیکھتے

ہی دیکھتے ابرھہ ہلاک ہوگیا اور یہ حال دیکھ کر نجاشی کے دل میں عبرت جم گئی۔ اِسی واقعہ کی طرف اِس سورۂ مبارکہ میں اشارہ ہے۔

ایسی حضور اکرم ﷺ کی نبوت کے شرف وعظمت کے اہتمام میں ہاتھی والوں کی سازش کی ناکامی کو بیان کرنے والی سورہ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝١ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ

کیا تم نے نہیں دیکھا، کہ کیسا کیا تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ● کیا نہیں کردیا اُن کے

فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝٢ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝٣ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ

داؤں کو بے اثر● اور چھوڑ دیا اُن پر پرندوں کی ٹکڑیاں● جو پھینکتی تھیں اُن پر

مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝٤ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝٥

کنکر کی کنکریاں● تو کردیا اُنہیں، جیسے کھایا ہوا بھوسہ●

اَے محبوب! (کیا تم نے) اپنی نگاہِ علم وخبر سے (نہیں دیکھا کہ کیسا کیا تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ)، یعنی ابرھہ اور اُس کے لشکر کے ساتھ۔ (کیا نہیں کردیا اُن کے داؤں کو بے اثر)، تو اُن کی سوچ باطل اور کوشش برباد ہوگئی (اور چھوڑ دیا اُن پر پرندوں کی ٹکڑیاں● جو پھینکتی تھیں اُن پر کنکر کی کنکریاں● تو کردیا اُنہیں جیسے کھایا ہوا بھوسہ)۔

اختتام سورہ الفیل ۔۔۔ ﴿ ۴؍محرم الحرام ۱۴۳۴ھ ۔۔مطابق۔۔ ۱۹؍نومبر ۲۰۱۲ء، بروز دوشنبہ ﴾ ۔۔

۔۔ ﴿ ۵؍محرم الحرام ۱۴۳۴ھ ۔۔مطابق۔۔ ۲۰؍نومبر ۲۰۱۲ء، بروز سہ شنبہ ﴾ ۔۔

سُوْرَةُ قُرَيْشٍ

سورۂ قریش ۔۔ ۱۰۶ مکیہ ۲۹

آیاتہا ۴ ۔۔ رکوعہا ۱

اِس سورہ کا نام اِسی کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ 'سورۂ قریش' اور 'سورۂ فیل' دونوں سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو اپنی نعمتیں یاد دلائی ہیں۔ سورہ فیل میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے اُس دشمن کو ہلاک کر دیا جو بیت اللہ کو گرانے کے لیے آیا تھا جس کی وجہ سے پوری عرب دُنیا میں اُن کی عزت اور اُن کا وقار تھا۔ اور اِس سورت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی ایک اور نعمت یاد دلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن میں تجارت کرنے کی رغبت پیدا کی اور موسم سرما اور موسم گرما دونوں میں اُن کو دوسرے شہروں میں تجارت کے لیے سفر کرنے پر تیار کیا جس کی وجہ سے وہ خوشحال ہو گئے۔ گرمیوں میں وہ شام کی طرف سفر کرتے تھے اور سردیوں میں وہ یمن کی طرف سفر کرتے تھے۔

اِس سورت کا 'سورہ الفیل' کے ساتھ شدید اتصال ہے۔ **لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ** سے پہلے ایک جملہ ہے، جس سے یہ متعلق ہے۔ پوری عبارت کی یہ شکل بنتی ہے کہ: "اَهْلَكَ اللّٰهُ اَصْحَابَ الْفِيْلِ لِاِيْلَافِ قُرَيْشٍ" اللہ تعالیٰ نے قریش کو رغبت دلانے کے لیے اصحاب فیل کو ہلاک کر دیا۔

یہ مکمل سورت اللہ تعالیٰ کی متعدد نعمتوں کے بیان میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قریش پر نعمتِ عظمیٰ یہ تھی کہ قریش جو پہلے بکھرے ہوئے تھے اور منتشر تھے اُن کو مجتمع اور متحد کر دیا اور اُن میں باہم محبت پیدا کر دی، اور ان کو گرمیوں میں شام کی طرف تجارتی سفر پر تیار کیا اور سردیوں میں یمن کی طرف تجارتی سفر پر آمادہ کیا، جس کی وجہ سے اُن کی ضرورتیں پوری ہو گئیں اور وہ خوش حال ہو گئے۔ اور اُن کے شہر کو اللہ تعالیٰ نے امن کا گہوارہ بنا دیا۔

تو خدا کی نعمتوں کو یاد دلا کر خدا کی عبادت کی طرف مائل کرنے والی اِس سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝١ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۝٢ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ

قریش کے دِل کے جھکاؤ کے لیے ● اُن میں خواہش ہو جانے کے لیے جاڑے اور گرمی کے سفر کا ● اُنہیں چاہیے کہ پوجیں

هٰذَا الْبَيْتِ ﴿۳﴾ الَّذِیْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ﴿۴﴾

اِس بیت کعبہ کے رب کو● جس نے کھانا دیا اُنہیں بھوک میں۔۔اور امن دیا اُنہیں خوف سے●

(قریش کے دِل کے جھکاؤ کے لیے● اُن میں خواہش ہو جانے کے لیے جاڑے اور گرمی کے سفر کا)، یعنی حق تعالیٰ نے قریش کو رغبت دلائی انہیں تجارت کے لیے اور جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کیا، تو (اُنہیں چاہیے کہ) وہ شکر اَدا کریں اور (پوجیں اُس بیت کعبہ کے رب کو● جس نے کھانا دیا انہیں بھوک میں) تجارت کے لیے دوسفروں کی بدولت اور بھوک سے بچایا۔ (اور امن دیا انہیں خوف سے)، یعنی اُس حرمِ محترم کی بدولت اُن کے خوف سے جو مکہ معظّمہ کے گرد ہیں اور ایک دوسرے کو لوٹتے مارتے ہیں۔

اختتام سورۂ قریش ۔۔۔ ﴿ ۵؍محرم الحرام ۱۴۳۴ھ ۔۔مطابق۔۔ ۲۰؍نومبر ۲۰۱۲ء، بروز سہ شنبہ ﴾ ۔۔

۔۔ ﴿ ۵؍محرم الحرام ۱۴۳۴ھ ۔۔مطابق۔۔ ۲۰؍نومبر ۲۰۱۲ء، بروز سہ شنبہ ﴾ ۔۔

سُوْرَةُ الْمَاعُوْنِ

سورۂ الماعون۔۔۱۰۷ مکیہ ۱۷ — آیاتہا ۷۔۔رکوعہا ۱

اِس سورہ کا نام اِسی سورہ کی آیت ۷ سے ماخوذ ہے۔ اِس سے پہلی سورت 'قریش' میں اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کی مذمت کی تھی جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر اَدا نہیں کرتے تھے اور اِس میں اُن لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ 'سورہ القریش' میں اللہ تعالیٰ کا حکم تھا اُس بیت اللہ کے رب کی عبادت کریں، اور اِس سورت میں اُن لوگوں کی مذمت ہے جو سستی اور کاہلی سے نماز پڑھتے ہیں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کو دی ہوئی نعمتیں بتائیں اور وہ اُس کے باوجود مرنے کے بعد دوبارہ اُٹھنے سے اِنکار کرتے تھے اور آخرت میں جزا اور سزا کا انکار کرتے تھے، اور اِس سورت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو اپنے عذاب سے ڈرایا ہے۔ اِس سورت میں نصف اوّل کافروں سے متعلق ہے اور نصف اخیر منافقوں کے باب میں ہے۔

تو اِس سبق آموز اور نفاق سوز سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

أَرَءَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ ﴿١﴾ فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ ﴿٢﴾

ذرا بتاؤ تو، کہ جو جھٹلاتا ہے دین کو● پھر وہ ایسا ہے، کہ دھکے دے یتیم کو●

وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ﴿٣﴾

اور نہ اُبھارے مسکین کے کھانا کھلانے پر●

(ذرا بتاؤ تو کہ جو جھٹلاتا ہے دین کو) یعنی روز جزا کو۔

یہ ابوجہل تھا جو اپنے قول وفعل سے آخرت کو بڑی شدومد کے ساتھ جھٹلاتا تھا اور جب کسی یتیم کا وصی ہوتا اور یتیم اپنے مال میں سے کھانا کپڑا مانگتا، تو یہ ظالم اُس یتیم کو مار کر نکال دیتا اور ہمیشہ لوگوں کو خرچ کرنے سے باز رکھتا۔

(پھر وہ) جھٹلانے والا یعنی ابوجہل (ایسا ہے کہ دھکے دے یتیم کو)، یعنی ظلم و جبر کے ساتھ دفع کرے یتیم کو، اور اُس کو ڈانٹ کر بھگادے (اور نہ اُبھارے) یعنی اپنے لوگوں میں سے کسی کو رغبت نہ دے (مسکین کے کھانا کھلانے پر)۔ یعنی نہ تو خود دیتا ہے اور نہ ہی کسی کو دینے کے لیے کہتا ہے۔ بلکہ نیک کام کرنے کو منع کرتا ہے۔۔۔ یہاں تک تو کھلے کافروں کا ذکر تھا اور اب منافقوں کے تعلق سے ارشاد فرمارہا ہے۔۔۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ﴿٤﴾ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ﴿٥﴾

تو ہلاکی ہے اُن نمازیوں کی● جو اپنی نمازوں کو بھول جانے والے ہیں●

(تو) ارشاد ہے کہ (ہلاکی ہے اُن نمازیوں کی) یعنی ابن ابی اور اُس کے یاروں کی (جو اپنی نمازوں کو بھول جانے والے ہیں)، یعنی جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں اور غفلت کرنے والے ہیں، یعنی نماز کو شمار میں نہیں لاتے، اور فقط لوگوں کے سامنے ہی نماز ادا کرتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ منافق لوگ تنہائی میں نماز کی پرواہ نہیں کرتے، اور جب مسلمانوں کی صحبت میں پہنچتے ہیں تو تمام شرائط و آداب کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ ﴿۶﴾ وَ یَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ﴿۷﴾

جو دکھاوا کرتے رہتے ہیں● اور مانگنے پر نہیں دیتے، برتنے کی چیز●

(جو دکھاوا کرتے رہتے ہیں) یعنی وہ لوگ ریا کرتے ہیں اپنے کام میں لوگوں کی تعریف کی امید پر (اور مانگنے پر نہیں دیتے برتنے کی چیز) یعنی زکوٰۃ مستحقین کو نہیں دیتے۔

بعض نے کہا **مَاعُوْنَ** گھر کا اسباب ہے کہ لوگ باہم اُس سے ایک دوسرے کا کام نکالتے ہیں جیسے دیگ، کاسہ، کلہاڑی، بیلچہ اور ڈول، وغیرہ۔ ایک قول یہ ہے کہ **مَاعُوْنَ** تین[۳] چیزیں ہیں کہ انہیں روک رکھنا نہ چاہیے: آگ[۱]، پانی اور نمک[۳]۔

اختتام سورہ الماعون ۔۔۔ ﴿ ۵ / محرم الحرام ۱۴۳۴ھ ۔۔ مطابق ۔۔ ۲۰ / نومبر ۲۰۱۲ء، بروز سہ شنبہ ﴾ ۔۔

۔۔ ﴿ ۵ / محرم الحرام ۱۴۳۴ھ ۔۔ مطابق ۔۔ ۲۰ / نومبر ۲۰۱۲ء، بروز سہ شنبہ ﴾ ۔۔

سُوْرَۃُ الْکَوْثَرِ

سورۃ الکوثر ۔۔ ۱۰۸ مکیہ ۱۵ — آیاتہا ۳ ۔۔ رکوعہا ۱

جو کفار حضور کے شدید دشمن تھے وہ اِس کے منتظر رہا کرتے تھے کہ کسی طرح آپ کا نام و نشان مٹے۔ مکہ معظّمہ میں جب آپ کے صاحبزادے حضرت قاسم علی ابیہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد دوسرے صاحبزادے حضرت عبداللہ علی ابیہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا انتقال ہوا، تو اُن دشمنوں کو بڑی خوشی ہوئی۔۔ چنانچہ۔۔ عاص بن وائل خوشیاں منا منا کر کہنے لگا محمد ﷺ '**اَبْتَر**' ہوگئے، جہاں آنکھیں بند ہوئیں کوئی نام لینے والا بھی نہ ہوگا۔ یہ حالات تھے کہ 'سورۂ کوثر' کا نزول ہوا اور فرمایا گیا کہ اَے محبوب! جو آپ کا دشمن ہے وہی **اَبْتَر** ہے، اُس کا نام ونشان مٹ جائے گا۔

اِس تفصیل سے ظاہر ہے کہ اِس سورۂ پاک کا نزول مکہ معظّمہ میں ہوا ہے۔ بعض اربابِ تحقیق کا بیان ہے کہ اِس کا نزول مکہ میں بھی ہوا ہے اور مدینہ میں بھی۔ مکہ کی شانِ نزول اوپر مذکور ہوئی۔ مدینہ کی شانِ نزول یہ ہے آپ کے فرزندِ اصغر حضرت ابراہیم علی ابیہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوا تو آپ کے کسی دشمن نے کہا کہ اب تو ان کی کوئی نرینہ اولاد نہ رہی بس یہ **اَبْتَر** ہوگئے، جہاں آنکھ بند ہوئی نام ونشان مٹا۔ اُس کی تردید میں سورۂ کوثر

نازل ہوئی۔ اِس کے نزول کی تفصیل یہ ہے: حضرت انس کی روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ ہم لوگوں کے درمیان تھے کہ آپ پر غنودگی طاری ہوگئی، پھر آپ نے مسکراتے ہوئے سر اُٹھایا اور فرمایا ابھی مجھ پر ایک سورہ نازل ہوئی، پھر آپ نے 'سورۂ کوثر' تلاوت فرمائی۔ اُس کے بعد فرمایا جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے کہا اللہ اور رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا یہ ایک 'نہر' ہے اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ یہ مجھے عطا فرمائے گا، اُس میں خیرِ کثیر ہے۔

یہ ایک حوض بھی ہے، یہاں قیامت کے روز میری امت میرے پاس وارد ہوگی، اُس کے ظروف آسمان کے تاروں کی تعداد میں ہوں گے۔ یہاں آنے والوں میں وہ بندے بھی ہوں گے جن کو گھسیٹ کر دُور کر دیا جائے گا۔ میں کہوں گا "میرے رب یہ میرے امتی ہیں۔" اللہ فرمائے گا "آپ کو پتا نہیں کہ آپ کے بعد اِنہوں نے کیا حرکت کی ہے؟"

یہاں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ خدا تو اُن کا حال پہلے ہی سے جانتا تھا، تو اُس کو حوض کے قریب آنے ہی کیوں دیا۔ اِس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اُن کو حوض کے پاس پہنچا کر حاضرین لوگوں میں رسوا اور ذلیل کرنا ہے۔ پہلے آنے دینا پھر گھسیٹ کر کے باہر کر دینے میں رسوائی زیادہ ہے، تو یہ لوگ اپنے عقیدہ و عمل کے لحاظ سے ایسے ہی ہوں گے جو اس سلوک کے مستحق ہوں گے۔ اور نبی کریم کا اُن کو امتی کہنا خود اُن پر اُن کی حقیقت کھول کر اُنہیں دکھ پہنچانے کے لیے ہوگا کہ اچھا یہی تھے جن کو دعویٰ تھا کہ وہ میرے امتی ہیں۔

یاد رکھنا چاہیے کہ جو نبی کریم کے سچے امتی ہیں! اُن کے اعضاءِ وضو تو ویسے ہی چمک رہے ہوں گے اور اللہ کے رسول اپنوں کو اُسی چمک دمک سے بخوبی پہچان لیں گے، تو پھر کسی سیاہ رُو کو اپنا امتی سمجھنے کا سوال ہی کہاں رہ جاتا ہے؟

مذکورہ بالا شانِ نزول کے پیشِ نظر اِس سورہ کو مدنی بھی کہا گیا ہے مگر جمہور اُس کو مکی ہی قرار دیتے ہیں۔ اب اِس کے تعلق سے صاف بات یہی کہی جاسکتی ہے کہ یہ سورہ مکی ہے، اور مدینہ منورہ میں اِس کا نزول جو روایت بالا میں مذکور ہے، وہ عالَم رویا کا نزول ہے، جس کی تصریح خود اُس روایت کے ابتدائی جملوں میں ہے۔ اِس سورہ میں حضورِ اکرم ﷺ کی محبوبیتِ عظمیٰ کا بیان ہے کہ اللہ نے آپ کو کوثر عطا فرمایا ہے۔ کوثر جو 'خیرِ کثیر' ہے، جس میں نہرِ کوثر، حوضِ کوثر، بکثرت ذریتِ طاہرہ، نبوتِ عظمیٰ، وحی قرآن و حکمت اور تمام فضائل ہیں۔

'سورۂ ماعون' اور 'سورۂ کوثر' میں یہ ربط ہے کہ 'سورۂ ماعون' میں ابوجہل اور عاص بن وائل جیسے لوگوں کی اخلاقی گراوٹوں پر تنبیہ اور سرزنش کی گئی ہے، اور 'سورۂ کوثر' میں عاص بن وائل جیسے لوگوں کی دریدہ دہنی پر خداوندی سزا کا اعلان کیا گیا ہے کہ دشمن رسول جو رسولِ پاک کو **اَبْتَر** کہتا ہے وہ خود **اَبْتَر** ہو جائے گا۔ اُس کا کوئی نام لیوا اور ذکرِ خیر کرنے والا نہ رہ جائے گا۔۔اور۔۔نہ ہی کوئی اچھی یادگار رہے گی۔ غرض 'سورۂ ماعون' میں اُن گستاخوں اور شریروں کے کردار پر سرزنش ہے، اور 'سورۂ کوثر' میں اُن کی گفتار پر سزا ہے۔

اِن دونوں سورتوں میں ایک بڑا علمی ربط یہ بھی ہے کہ 'سورۂ ماعون' میں چار اخلاقی ذمائم کی خرابی بیان کی گئی ہے جو اپنی جگہ بنیادی ہیں اور یہ منکرینِ جزا اور منافقین کے اوصاف ہیں، اور 'سورۂ کوثر' میں اُن کے مقابل چار اخلاقی محاسن اور فضائلِ اعلیٰ کا ذکر ہے جو اپنی جگہ بنیادی ہیں، اور اُن کے سرچشمہ سیدنا محمد ﷺ ہیں۔۔۔تو اُن محاسن وفضائل پر مشتمل سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝١ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝٢ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝٣

بے شک دے چکا میں تم کو کوثر● تو نماز پڑھو اپنے رب کی، اور قربانی کرو● بے شک تمہارا گستاخ ہی ابتر ہے●

اَے محبوب! (بے شک دے چکا) اور عطا فرما چکا (میں تم کو کوثر) ہر ہر کمال کا، خواہ وہ کوثرِ علم وعمل ہو۔۔یا۔۔کوثرِ حسن و جمال ہو۔۔یا۔۔کوثرِ فضل وکمال ہو۔۔یا۔۔کوثرِ جاہ وجلال ہو۔۔یا۔۔کوثرِ جود ونوال ہو، وغیرہ وغیرہ۔ اور جو نعمت آپ کو بعد میں ملنے والی ہے اُس کا ملنا اِتنا ہی قطعی اور یقینی ہے گویا کہ وہ مل چکی اور میں اُسے عطا فرما چکا، جیسے نہرِ کوثر اور حوضِ کوثر اور جنت کی نعمتیں وغیرہ۔۔۔

(تو) اَے محبوب! اِن نعمتوں کے پانے پر تم خدا کا شکر اَدا کرو اور شکرانے کی (نماز پڑھو اپنے رب کی)، خاص اُس کی رضامندی کے واسطے (اور) خطۂ عرب کے بہترین مال یعنی اونٹ کی (قربانی کرو) خدا ہی کی رضا کے لیے۔۔ الختصر۔۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد اَدا کرتے رہو اور جان لو کہ۔۔۔

(بے شک تمہارا گستاخ ہی ابتر ہے) یعنی خیر سے منقطع اور بے نسلی اور بے ذریت ہے۔ فی الحال یہ اپنے جن بیٹوں پر ناز کرتا ہے یعنی عمرو بن عاص اور ہشام بن عاص رضی اللہ عنہما یہ دونوں بیٹے اَے محبوب! تیری غلامی اختیار کرلیں گے، اور تیرے ہی دین کی سربلندی کے لیے جدوجہد کرتے رہیں گے۔ اُس کے برعکس تمہاری ذریت کثیر ہوگی اور شہرت و بزرگی کے اعلیٰ مقام پر ہوگی۔ اُس کی بزرگی کے آثارِ بے شمار، قیامت تک باقی رہیں گے۔

اختتام سورہ الکوثر ـــ ﴿ ۵؍محرم الحرام ۱۴۳۴ھ ـــ مطابق ـــ ۲۰؍نومبر ۲۰۱۲ء، بروز سہ شنبہ ﴾ ـــ

ـــ ﴿ ۶؍محرم الحرام ۱۴۳۴ھ ـــ مطابق ـــ ۲۱؍نومبر ۲۰۱۲ء، بروز چہار شنبہ ﴾ ـــ

سُورَۃُ الْکٰفِرُوْنَ

سورۂ الکافرون ـــ ۱۰۹ مکیہ ۱۸ — آیاتہا ۶ ـــ رکوعہا ۱

اِس سورہ کا نام اِسی کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ اِس کی شان نزول یہ ہے کہ قریش کے ایک گروہ جیسے ابوجہل، عاص، ولید، اُمیہ، اسود بن عبدیغوث، اور اسد بن عبدالمطلب، نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زبانی رسولِ مقبول ﷺ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ آپ ایک سال ہمارے خداؤں کی پرستش کیجیے، تو ہم بھی ایک برس آپ کے خدا کی عبادت کریں۔ جیسے ہی آنحضرت ﷺ کے پاس یہ پیغام پہنچا اُس کے ساتھ ہی حضرت جبرائیل نازل ہوئے اور یہ سورت لائے۔ تو ایسی قولِ فیصل پیش کرنے والی سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں ـــ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الۡکٰفِرُوۡنَ ۝۱ لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ۝۲ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ

کہہ دو کہ "اَے کافرو! ● نہ پوجوں میں جس کو تم پوجو ● اور نہ تم

عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝۳ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝۴ وَلَآ اَنْتُمْ

پوجنے والے اُس کے، جس کو میں پوجوں ● اور نہ میں پوجنے والا اُس کا، جس کو تم نے پوجا ● اور نہ تم

عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝۵ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝۶

پوجنے والے اُس کے، جس کو میں پوجوں ● تمہارے لیے تمہارا اپنا بنایا دستور ہے، اور میرے لیے الٰہی دستور" ●

تو اَے محبوب! (کہہ دو کہ اَے کافرو!)، یعنی اُن منکرینِ حق کو کافر کہہ کر خطاب کرو۔

اور یہ خطاب بطورِ سب وشتم نہیں ہے بلکہ اظہارِ امرِ واقعی کے طور پر ہے۔ اور اِس خاص خطاب کے مخاطب صرف وہی لوگ ہیں جنہوں نے حضرت عباس کو اپنا قاصد بنایا تھا اور جن کے تعلق سے اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ یہ لوگ کبھی ایمان نہ لائیں گے۔۔۔

تو اَے کافرو جبکہ صورتِ حال یہ ہے کہ (نہ پوجوں میں جس کو تم پوجو ● اور نہ تم پوجنے والے اُس کے جس کو میں پوجوں ● اور) مستقبل میں بھی یہی ہوگا کہ (نہ میں پوجنے والا اُس کا جس کو تم نے پوجا ● اور نہ تم پوجنے والے اُس کے جس کو میں پوجوں)۔۔ المختصر۔۔ہم دونوں ایک دوسرے کے معبود کو پوجنے والے نہیں اس لیے کہ میں معبودِ برحق کا پرستار ہوں، اور تم باطل معبودوں کے پجاری ہو۔ یہ اس لیے ہے کہ ہمارا تمہارا راستہ الگ الگ ہے کیونکہ۔۔۔

(تمہارے لیے تمہارا اپنا بنایا دستور ہے، اور میرے لیے الٰہی دستور)۔ جب تم کفر وشرک کا خود ساختہ دستور جو ہلاکت آفریں بھی ہے کو چھوڑنے کو تیار نہیں، تو میں خدائی دستور سے کیسے رُوگردانی کر سکتا ہوں، اور وہ بھی ایسا پاکیزہ دستور دین و دُنیا کی صلاح وفلاح اور نجات و فیروز بختی جس سے وابستہ ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ قرآن میں اِس سورت سے زیادہ سخت شیطان پر کوئی سورت نہیں، اس واسطے کہ یہ سورت توحید محض ہے اور اس سورت کے پڑھنے کا ثواب چوتھائی قرآن پڑھنے کے ثواب کے برابر ہوتا ہے۔ اِس سے پہلے کی سورہ یعنی 'الکوثر' نے یہ واضح کر دیا تھا کہ آپ کا دشمن **اَبْتَر** ہے جس کا نام ونشان مٹ جائے گا اور اُس کی طاقت پاش پاش ہو جائے گی، تو اس کا تقاضہ ہی یہی ہے کہ آپ ایسوں کی پرواہ نہ کریں اور اگر کوئی غلط مصالحت پیش کرے تو اُس کو ٹھکرا دیں۔

اختتام سورہ الکافرون۔۔۔ ﴿ ۶ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ۔۔ مطابق۔۔ ۲۱ رنومبر ۲۰۱۲ء، بروز چہار شنبہ ﴾۔۔

-- ﴿ ۶ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ -- مطابق -- ۲۱ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز چہارشنبہ ﴾ --

سورۃ النصر ۱۱۰ — مدنیۃ ۱۱۴ — آیاتہا ۳ — رکوعہا ۱

سُوْرَةُ النَّصْرِ

سورۂ النصر -- ۱۱۰ مدنیہ ۱۱۴ — آیاتہا ۳ -- رکوعہا ۱

اِس سورہ کا نام اِسی کی آیت ۱ سے ماخوذ ہے۔ اِس سے پہلی سورت میں یہ بتایا گیا تھا کہ دینِ اسلام کفار کے دین کے خلاف ہے، اور اِس سورت میں یہ بشارت دی ہے کہ کفار کا دین عنقریب مٹ جائے گا اور نبی کریم ﷺ کو عنقریب بہت بڑی فتح اور بہت بڑی نصرت حاصل ہوگی۔ مکہ مکرمہ فتح ہوجائے گا اور اردگرد کے قبائل فوج درفوج اسلام میں داخل ہوں گے اور اِس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ سیدنا محمد ﷺ کا مشن پورا ہورہا ہے اور عنقریب آپ کی وفات ہوجائے گی۔

چونکہ یہ سورت ہجرت کے بعد نازل ہوئی اس لیے اِس سورت کو مدنی سورتوں میں شمار کیا جاتا ہے، تو یہ سورت بالاجماع مدنی ہے اور اس میں فتح مکہ اور مشرکین کے خلاف نبی ﷺ کی نصرت کی طرف اشارہ ہے۔۔۔ تو فتح ونصرت کا مژدہ سنانے والی اِس سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَ الۡفَتۡحُ ۙ﴿۱﴾ وَ رَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ

جب آگئی اللہ کی مدد اور فتح ● اور دیکھا تم نے لوگوں کو کہ داخل ہورہے ہیں اللہ کے دین میں

اَفۡوَاجًا ۙ﴿۲﴾ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَ اسۡتَغۡفِرۡہُ ؕؔ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾

فوج فوج ● تو پاکی بولو اپنے رب کی حمد کے ساتھ، اور بخشش چاہو اُس کی۔۔۔ بے شک، وہ توبہ کا بہت قبول فرمانے والا ہے ●

(جب آگئی اللہ) تعالیٰ (کی مدد اور فتح) اور قبائلِ عرب کے دِلوں میں آنحضرت ﷺ کے تابع ہونے کا جوش عالمِ شباب کو پہنچ گیا۔۔ چنانچہ۔۔ ہر قبیلے کے لوگ اطراف واکناف سے آکر اور

آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہونے لگے۔۔۔(اور) اَے محبوب! (دیکھا تم نے لوگوں کو کہ داخل ہورہے ہیں اللہ) تعالیٰ (کے دین میں فوج فوج) یعنی گروہ گروہ، (تو) خدائے کریم کا شکرادا کرواور (پاکی بولواپنے رب کی حمد کے ساتھ)، یعنی سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کہو۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ سورت نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کو جب نماز پڑھتے دیکھا تو آپ یہ بھی کہتے تھے "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِی"

(اور) ساتھ ہی ساتھ کسرِ نفسی کا مظاہرہ کرو، اور کماحقہٗ، تنزیہہ وتسبیح اور تحمید وتہلیل نہ کرسکنے پر (بخشش) اور مغفرت (چاہو اُس کی)۔۔یا۔۔مغفرت طلب کرو امت کے گناہوں کی۔ (بے شک وہ توبہ کا بہت قبول فرمانے والا ہے) صدقِ دِل سے مغفرت چاہنے والوں کی۔

اختتام سورہ النصر ۔۔۔ ﴿ ٦ رمحرم الحرام ١٤٣٤ھ ۔۔مطابق۔۔ ٢١ رنومبر ٢٠١٢ء، بروز چہارشنبہ ﴾ ۔۔

۔۔ ﴿ ٦ رمحرم الحرام ١٤٣٤ھ ۔۔مطابق۔۔ ٢١ رنومبر ٢٠١٢ء، بروز چہارشنبہ ﴾ ۔۔

سُوْرَةُ اللَّھَب

سورۃ اللھب ۔۔ ١١١ مکیہ ٦ — آیاتہا ٥ ۔۔ رکوعہا ١

اِس سورہ کا نام اِسی سورہ کی آیت اسے ماخوذ ہے۔ 'سورۂ نصر' میں اسلام کے عہد فتح وکامرانی کا ذکر ہے اور 'سورۂ لہب' میں بے بسی کے زمانہ کا بیان ہے، اِس طرح 'سورۂ نصر' کے بعد 'سورۂ لہب' کی ترتیب عہدِ فتح وکامرانی میں عہدِ بے کسی کی یاد دلاتی ہے، اور یہ چیز شکرِ الٰہی اور یادِ الٰہی کی بڑی زبردست محرک ہے۔ اور ہونا بھی یہی چاہیے کہ عہدِ عروج میں اپنی بے بسی کا زمانہ یاد کرے۔

یہ تصور بہت سے انسانی اور اخلاقی محاسن کا سرچشمہ ہے اور انسان کو فتح وکامرانی کے گھمنڈ سے بچاتا ہے۔ یہ فوائد امت کے لیے ہیں۔ رسول کی شانِ اقدس اِن باتوں سے بالاتر ہے کیونکہ وہ معصوم ہیں، تمام ایمانی واخلاقی محاسن کا مجموعہ ہیں، اور ہر کبر وغرور سے اُن کی ذات منزہ ہے، یہاں کسی انسانی کمزوری کا امکان ہی نہیں۔

اِس سورۂ مبارکہ کی شانِ نزول یہ ہے کہ جب حکم خداوندی ہوا کہ اَے محبوب! اپنے

قریبی رشتہ داروں کو شرک وکفر کے انجام سے متنبہ کرو، تو آنحضرت ﷺ نے صفا پہاڑی پر چڑھ کر اُن قبائلِ قریش کو پکارا جو آپ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ لوگ آ گئے تو فرمایا، اگر میں یہ کہوں کہ پہاڑ کے دامن میں سواروں کا ایک دستہ ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم اِسے مان لوگے؟ لوگوں نے کہا ہاں! کیونکہ ہمارا تجربہ یہی ہے کہ آپ ہمیشہ سچ بولے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں کہتا ہوں کہ سامنے بڑا ہی سخت عذاب ہے۔ اِتنا سننا تھا کہ ابولہب بگڑ گیا اور دونوں ہاتھ جھٹکار کر بولا "تیرا ستیاناس ہو کیا اِسی لیے ہمیں جمع کیا۔" اُس کی اِس دریدہ دہنی اور گستاخی پر یہ سورۂ پاک نازل ہوئی جس میں اُس کے بُرے انجام کی خبر دی گئی اور اس کی بیوی کی ایذاء دہی کا انجام بھی بیان فرمایا گیا۔

تو نبی کریم کے گستاخوں کے انجام سے باخبر کرنے والی اِس سورۂ مبارکہ کو میں شروع کرتا ہوں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝١ مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝٢

برباد ہوں ابولہب کے دونوں ہاتھ، اور وہ برباد ہو چکا● نہ کام آیا اُس کے اُس کا مال، اور جو کچھ کمایا●

سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝٣ وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝٤

جلد ہی جائے گا شعلہ والی آگ میں● اور اُس کی عورت۔ لکڑیوں کا بوجھ اُٹھائے●

فِیْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝٥

اُس کی گردن میں رسّی ہے، کھجور کے چھال کی●

(برباد ہوں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ برباد ہو چکا)، یعنی اُس کی دُنیا و آخرت دونوں ناچیز ہوگئی۔ اِس دُعائے ہلاکت کی تاثیر کو زائل کرنے میں (نہ کام آیا اُس کے اُس کا مال اور جو کچھ کمایا)۔۔۔ اِس سے تجارت اور معاملات کے منافع مراد ہیں۔۔۔ یعنی جو کچھ اُس کے پاس ہے اور جو دیگر تجارتی منافع اُسے حاصل ہونے والے ہیں اور اُس کی اولاد اور اُس کا جاہ و منصب کوئی بھی

اُس کو ہلاکت سے بچا نہ سکا۔ یہ تو دُنیا کا معاملہ رہا، عنقریب آخرت میں **(جلد ہی جائے گا شعلہ والی آگ میں)** وہ بھی **(اور اُس کی عورت)** بھی، جس کا حال یہ ہے کہ وہ **(لکڑیوں کا بوجھ اُٹھائے)** ہے، اور **(اُس کی گردن میں رسّی ہے کھجور کے چھال کی)**۔

ابولہب کی بیوی کا نام ام جمیل تھا جو حرب کی بیٹی تھی۔ اُس کے تعلق سے مختصر قصہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اُس کا گھر رسول اللہ ﷺ کے پڑوس میں تھا۔ وہ دن بھر کانٹے دار لکڑیوں کے بوجھ جمع کرتی اور رات کو لاتی اور رسولِ کریم ﷺ کی راہ میں ڈال دیتی تا کہ دامنِ مبارک میں کانٹا اٹکے۔۔یا۔۔آپ کے پائے نازک میں گڑے۔ اور حضرت نماز کے لیے باہر تشریف لاتے، تو اُن کانٹوں اور تنکوں کو اُٹھاتے اور نرمی کے ساتھ فرماتے کہ یہ کس قسم کی ہمسائیگی ہے، جس کا حق تم میرے ساتھ یہ اَدا کرتے ہو۔

اور بعضوں نے کہا کہ لکڑیاں چننا سخن چینی سے عبارت ہے کہ دو آدمیوں میں خصومت اور عداوت کی آگ لگا دیتی ہے، اور ام جمیل سخن چینی کی عادت رکھتی تھی۔۔یا۔۔جہنم کا ایندھن اُٹھانے والی تھی، اس واسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عداوت کے سبب سے بارِ گناہ اُٹھاتی تھی۔۔اور۔۔بعضوں نے کہا ہے کہ حقیقت میں اپنے واسطے لکڑیاں ڈھوتی تھی جیسا کہ عرب کی عورتوں کا معمول ہے۔ ایک دن لکڑی کا گٹھا پیٹھ پر رکھے تھی تھک گئی، لکڑیوں کی رسی اُس کی گردن میں پڑی تھی، گٹھا کو ایک پتھر پر رکھ دیا کہ ستائے۔ ایک فرشتے کو حکم ہوا اور اُس نے آکر اُس گٹھے کو پیٹھ کے پیچھے سے پتھر کے نیچے گرا دیا۔ رسّی اُس کے گلے میں رہی اور پھانسی ہوگئی اور وہ کم بخت جہنم کو چل دی۔ اور حق تعالیٰ نے خبر دی کہ اُس کی گردن میں رسّی ہے کھجور کے پوست کی کہ اُس میں لکڑیاں باندھے تھی۔۔۔بعضوں نے کہا کہ دوزخ میں زنجیر مراد ہے کہ قیامت کے دن اُس کی گردن میں باندھ کر کھینچیں گے۔

اختتام سورہ اللہب ۔۔۔ ﴿ ۶/محرم الحرام ۱۴۳۴ھ ۔۔مطابق۔۔ ۲۱/نومبر ۲۰۱۲ء، بروز چہار شنبہ ﴾ ۔۔

۔۔ ﴿ ۷/محرم الحرام ۱۴۳۴ھ ۔۔مطابق۔۔ ۲۲/نومبر ۲۰۱۲ء، بروز پنجشنبہ ﴾ ۔۔
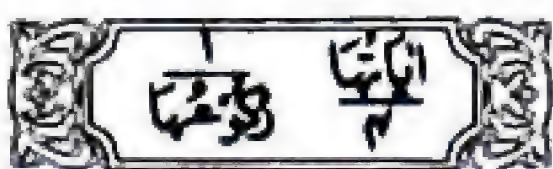
سُوْرَةُ الْاِخْلَاصِ

سورۃ الاخلاص ۔۔ ۱۱۲ مکیہ ۲۲

آیاتہا ۴ ۔۔ رکوعہا ۱

اِس سورہ کے متعدد نام ہیں۔ تفسیر کبیر میں ۲۰ نام مذکور ہیں۔ اُن میں یہ چار نام بہت مشہور ہیں: ﴿۱﴾۔۔سورۃ الاخلاص۔ ﴿۲﴾۔۔سورۃ قل ھواللہ احد۔ ﴿۳﴾۔۔سورۃ الصمد۔ ﴿۴﴾۔۔سورۃ التوحید۔ اِن میں سے پہلا اور دوسرا نسبتاً زیادہ مشہور ہے۔ 'سورہ لہب' سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ابولہب کا وہ روگ جس کی وجہ سے اس نے نبی کریم کی توہین کی تھی وہ اُس کا شرک ہی تھا، تو 'سورۂ لہب' میں شرک کی مہلک بیماری کا انجام دکھایا گیا ہے، اور 'سورۂ اخلاص' میں شرک کا مکمل علاج ہے اور اِسی لیے اِس کا نام سورۂ اخلاص ہے۔

اخلاص کے معنی ہیں توحید کو خالص بنانا اور ہر طرح کی آمیزش سے بچانا۔ حقیقت میں اِس سورہ پاک سے شرک کی بیماری یک لخت فنا ہوجاتی ہے۔ اِس کی شانِ نزول یہ ہے کہ قریش کے ایک گروہ نے کہا کہ اَے محمد! "صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم" اُس خدا کی صفت بیان کرو جس کی عبادت کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو۔ اور معالم میں ہے کہ یہود کے ایک گروہ نے کہا کہ اَے ابو القاسم! خدا کا وصف بیان کرو تا کہ تم پر ایمان لائیں، اس واسطے کہ ہم نے توریت میں اُس کی صفت لکھی دیکھی ہے اور ہم جانتے ہیں۔ تو ہمیں دیکھنا ہے کہ تمہارا بیان توریت کے مطابق ہے کہ نہیں، تو کہو کہ خدا کیا کھاتا ہے؟ کیا پیتا ہے؟ کس کی میراث اُس نے لی ہے؟ اُس کی میراث کون لے گا؟ تو یہ سورت نازل ہوئی۔

ایسی صفاتِ الٰہی اور اوصافِ خداوندی کو واضح انداز میں پیش کرنے والی سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝۳ وَ

تم کہتے رہو کہ "وہی اللہ ہی یکتا ہے● اللہ ہی بے نیاز ہے● نہ بچہ جنا۔۔اور نہ خود جنا گیا● اور

لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴

نہ اُس کا کوئی کفو ہے"●

تو اَے محبوب! (تم کہتے رہو کہ وہی اللہ) تعالیٰ (ہی یکتا ہے) اپنی ذات میں اور منفرد ہے

اپنی صفات میں۔اور (اللہ) تعالیٰ (ہی بے نیاز ہے) سب سے اور وہ نیاز مندوں کی پناہ ہے۔نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔باقی ہے، کہ ہرگز فنا اور نیست نہ ہوگا۔

ماوردی نے کہا کہ **صَمَد** وہ ہے کہ جو کچھ چاہے کرے۔عین المعانی میں حضرت امام علی بن موسیٰ رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ **صَمَد** وہ ہے جس کی کیفیت پر اطلاع پانے سے عقلیں ناامید ہوں۔

(نہ بچہ جنا) یعنی نہ پیدا کیا اُس نے کسی کو۔۔۔یہ یہود کا رد ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ عزیر علیہ السلام اُس کے بیٹے ہیں۔۔نیز۔۔یہ نصاریٰ کا رد ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم خدا کے بیٹے ہیں۔۔۔(اور نہ خود جنا گیا)۔۔الختصر۔۔وہ نہ والد ہے نہ مولود اور ممکنات کی صفات سے مجرد اور منزہ ہے۔(اور نہ) ہی (اُس کا کوئی کفو ہے) جو اُس کا ہمسر ہو، کیونکہ کوئی شخص اُسی کو بیوی بناتا ہے جو اُس کی کفو ہو اور اُس کی ہم پلہ ہو۔اِس کائنات میں کوئی بھی خدا کا ہم پلہ نہیں تو وہ کسی کو بیوی کیسے بنائے گا۔۔۔اس سے اُن مشرکین کا رد ہو گیا جو بتوں کو اللہ تعالیٰ کا ہمسر مانتے ہیں۔

۔۔الحاصل۔۔'سورۂ اخلاص' انسان کو ہر طرح کے شرک، بت پرستی، تثلیث، نظریہ اہرمن، اور فلاسفہ کے مشرکانہ خرافات، سے نکال کر توحید کو کس بلندی پر پہنچاتی ہے اور کیسا خالص موحد اور حقیقی خدا پرست بناتی ہے، اِسی لیے اِس کا نام 'سورۂ اخلاص' اور 'سورۂ توحید' بھی ہے۔اِس کی تعلیم و ہدایت نے تمام دُنیا پر بہت ہی بڑا احسان کیا کہ مشرکانہ خرافات اور توہم پرستیاں جو خدا شناسی اور خود شناسی کی راہ میں خلیجِ اعظم ہیں، اُن کی جتنی بھی صورتیں ہیں سب کا استیصال فرما کر انسان کو خدا شناس اور خود شناس بنادیا۔

اختتام سورۃ الاخلاص ۔۔۔ ﴿ ۷رمحرم الحرام ۱۴۳۴ھ ۔۔مطابق۔۔ ۲۲رنومبر ۲۰۱۲ء، بروز پنجشنبہ ﴾ ۔۔

۔۔ ﴿ ۷رمحرم الحرام ۱۴۳۴ھ ۔۔مطابق۔۔ ۲۲رنومبر ۲۰۱۲ء، بروز پنجشنبہ ﴾ ۔۔
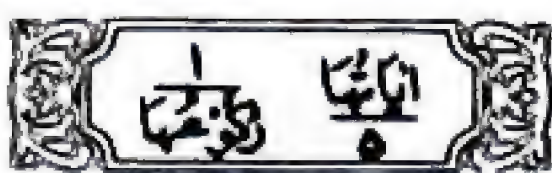
سُوْرَۃُ الْفَلَق

سورۃ الفلق ۱۱۳ مدنیۃ ۲۰ — آیاتہا ۵ — رکوعہا ۱
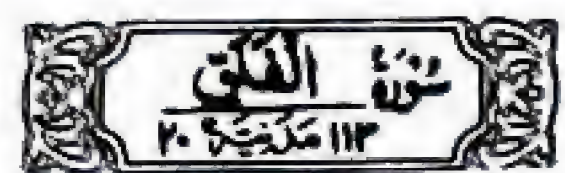
سورۂ الفلق ۔۔۱۱۳ مدنیہ ۲۰ آیاتہا ۵ ۔۔رکوعہا ۱

اِس سورہ کا نام اِسی کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک یہودی تھا لبید ابن اعصم، اُس نے اور اُس کی لڑکیوں نے مل کر حضور ﷺ پر جادو کیا تھا۔

جادو خطرناک تھا مگر حضور کا بال بیکا نہ ہوسکا، صرف اتنی بات ہوئی کہ آپ بیمار سے ہوگئے، جس پر 'سورہ الفلق' اور 'سورہ الناس' کا ایک ساتھ نزول ہوا۔

اللہ نے آپ کو اطلاع دی کہ لبید اور اُس کی لڑکیوں نے آپ پر جادو کیا ہے، اور یہ عمل آپ کی داڑھی کے بالوں اور کنگھی کے دندانوں پر کیا ہے، اور یہ سب چیزیں کھجور کے گابھے کے بنے ہوئے ڈھکن میں رکھ کر بنی زریق کے کنویں میں ڈال دی گئی ہیں۔ مسند عبد بن حمید میں یہ تفصیل ہے کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیج کر یہ چیزیں منگوائیں۔ اُن میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں۔ حضور نے فرمایا کہ اِن سورتوں کی ایک ایک آیت پڑھتے جاؤ اور گرہ کھولتے جاؤ۔ دونوں سورتوں میں مجموعی آیتیں گیارہ ہیں۔ حضرت علی نے تعمیل کی اور جادو کا اثر بالکل ختم ہوگیا۔

بعض روایتوں میں یہ تفصیل بھی ہے کہ اُن سامانوں میں ایک تانت بھی تھی جس میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں اور اُن میں سوئیاں چبھوئی گئی تھیں۔ اِس مقام پر یہ ذہن نشین رہے کہ حضور پر جادو کا اثر ایسا نہیں پڑا تھا کہ ہوش وحواس متاثر ہوجاتے، محض اتنا اثر پڑا تھا کہ آپ بیمار سے ہوگئے تھے۔ اُس سے فریضہء نبوت کی ادائیگی میں کسی طرح کا کوئی خلل نہیں پڑا تھا۔ کفار از راہِ طنز جو رسولِ کریم کو مسحور کہتے تھے، اُس سے مراد ایسا سحر زدہ ہے جو سحر کے اثر سے عقل وہوش کھودے اور مجنون ہوجائے، اور اِس طرح کے سحر کا اثر نبی کریم پر کبھی نہیں ہوسکتا۔

اوپر نبی کریم پر جس سحر کا ذکر ہے اُس کا اثر نبی کی ذات پر اُس نوعیت کا نہیں پڑا جس سے نبی اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھیں۔ اب جو لوگ اِس بات کے قائل ہیں کہ نبی پر جادو کا اثر ہو ہی نہیں سکتا، اُن کی مراد اگر یہ ہے کہ ایسا اثر جو نبی کو مجنون بنادے تو بات بالکل صحیح ہے۔ اور اس کو مان لینے کی صورت میں بھی اِس بات کو ماننے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ نبی پر بھی جادو کا ہلکا اثر ہوسکتا ہے، ایسا اثر جو نبی کو مجنون ومفتور العقل نہ بنادے۔

سابق سورہ یعنی 'سورۃ اخلاص' سے اِس کا ربط یہ ہے کہ 'سورہ اخلاص' میں جو حقائق مضمر ہیں اُن میں سے ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کسی سے رشتہ ناتہ نہیں، کیونکہ نہ کوئی اُس کی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ جب اللہ کا کسی سے رشتہ نہیں تو ہم کو اُس سے کس قسم کا تعلق ہے؟ اِس کا جواب 'سورہ فلق' اور 'سورۂ ناس' میں ہے جو ایک ساتھ نازل ہوئی ہیں، کہ یہ تعلق ربوبیت اور چارہ سازی کا ہے۔ وہی سب کا رب ہے، اور وہی سب کا

چارہ ساز ہے۔اور ظاہر ہے کہ ربوبیت کا تعلق خون کے رشتے سے کہیں زیادہ محکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت ہر ہر لمحہ ہماری پرورش کررہی ہے، اور اِس طرح کہ ہر حالت کی رعایت ہے اور ہر ضرورت کا لحاظ ہے۔کیا خون کے رشتے میں ایسی پرورش کا تصور بھی کیا جاسکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ کی چارہ سازی اور بیکس نوازی کو ظاہر فرمانے والی اس سورۂ مبارکہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴿۱﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ﴿۲﴾

دُعا کرو کہ "پناہ لیتا ہوں صبح کے پروردگار کی● اُس کی مخلوق کے شر سے●

وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ﴿۳﴾ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ﴿۴﴾

اور اندھیرا کرنے والے کے شر سے، جب چھپ گیا● اور گرہوں میں پھونک مارنے والیوں کے شر سے●

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾

اور حسد کرنے والے کے شر سے، جب اُس نے حسد کیا"●

ع ۱ | ۵ | ۲۸

تو اَے محبوب! (دُعا کرو کہ پناہ لیتا ہوں صبح کے پروردگار کی● اُس کی مخلوق کے شر سے)، یعنی میں صبح کے پیدا کرنے والے کی پناہ لیتا ہوں، کیونکہ جو ذات رات کے اُس شدید اندھیرے کو اِس جہاں سے زائل کرنے پر قادر ہے۔وہ ذات پناہ طلب کرنے والے سے اُس چیز کو زائل کرنے پر قادر ہے جس سے وہ ڈر رہا ہے اور خوفزدہ ہے۔

ویسے بھی صبح کا وقت بہت سعادت اور استجابت کا وقت ہے۔اُس وقت رات اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں اس لیے اُس وقت پناہ طلب کرنے والے کی قبولیت زیادہ متوقع ہے۔۔نیز۔۔یہ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دُعا کرنے اور استغفار کرنے کا وقت ہے اور اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرنے کے بہت مناسب ہے۔آخر کس چیز سے پناہ؟ اُس کی بنائی

ہوئی ہر چیز کے شر سے جیسے موذی آدمی، جن، درندے، وحشی جانور اور سانپ بچھو وغیرہ کے شر سے۔۔۔

(اور اندھیرا کرنے والے کے شر سے جب چھپ گیا) یعنی آفتاب کے شر سے جب وہ غروب کرے جب کہ اندھیری رات اپنی تاریکیوں کے ساتھ آجاتی ہے۔ **(اور گرہوں میں پھونک مارنے والیوں کے شر سے)** یعنی اُن عورتوں کے شر سے جو جادو کے کلمے کہتی ہیں اور پھونکتی ہیں گرہوں میں۔۔۔

اِس سے لبید بن اعصم یہودی کی بیٹیاں مراد ہیں۔ گو آیت کا نزول اُنہیں کے تعلق سے ہوا تھا لیکن عموم لفظ کے لحاظ سے ہر ایسی ذات مراد ہے جو جادو کرتی ہو اور اس کے لیے پھونک مارتی ہو، وہ عورت ہو۔۔یا۔۔مرد۔ چونکہ عورتیں اِس کام میں زیادہ حصہ لیتی ہیں خواہ خود جادو کریں۔۔یا۔۔کسی سے کرائیں۔ عہدِ رسالت میں لبید کی لڑکیوں ہی نے یہ حرکت کی تھی۔۔الغرض۔۔حق تعالیٰ ہم کو اُن سب کے شر سے بچائے۔۔۔

(اور) خاص طور پر **(حسد کرنے والے کے شر سے)** محفوظ رکھے **(جب)** کہ **(اُس نے حسد کیا)**، یعنی اُس کے موافق عمل کیا اس واسطے کہ اگر چھپائے تو وہ خود اپنے حسد کے ضرر کا شکار ہو جائے۔

اِس سے یہود مراد ہیں جو آنحضرت ﷺ پر حسد رکھتے تھے۔ حق تعالیٰ نے اِس سورت میں جن جن بُرائیوں کا ذکر فرمایا ہے، اُس میں 'حسد' کے ذکر پر اِس سورت کو تمام فرمایا ہے، کیونکہ یہ ذکر کردہ صفات میں سب سے بُری صفت ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اگر 'حسد' کی بُرائی سے زیادہ بُری چیز عالَم میں ہوتی تو یہ سورت اُس پر ختم ہوتی۔ پہلی خطا جو آسمان پر ابلیس سے ہوئی، وہ حضرت آدم علیہ السلام پر ابلیس کا حسد تھا۔ اور پہلا گناہ جو زمین پر صادر ہوا وہ ہابیل پر قابیل کا حسد تھا۔

اختتام سورۃ الفلق ۔۔۔ ﴿ ۷ر محرم الحرام ۱۴۳۴ھ ۔۔ مطابق ۔۔ ۲۲ر نومبر ۲۰۱۲ء، بروز پنجشنبہ ﴾ ۔۔

۔۔ ﴿ ۷ر محرم الحرام ۱۴۳۴ھ ۔۔ مطابق ۔۔ ۲۲ر نومبر ۲۰۱۲ء، بروز پنجشنبہ ﴾ ۔۔
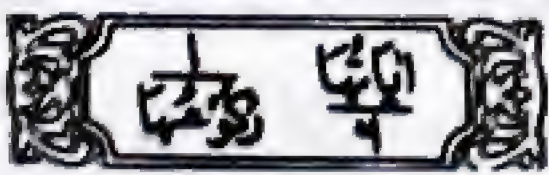
سُوْرَةُ النَّاس

سُوْرَةُ النَّاس ۱۱۴ مدنیۃ ۲۱ — آیاتہا ۶ رکوعہا ۱
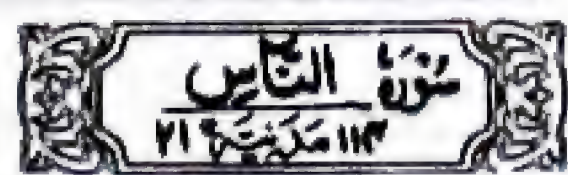
سورۃ الناس ۔۔ ۱۱۴ مدنیہ ۲۱ — آیاتہا ۶ ۔۔ رکوعہا ۱

اِس سورۂ مبارکہ میں پانچ۵ مرتبہ **النَّاس** کا لفظ ہے اور ہر جگہ **النَّاس** سے مراد الگ الگ ہے جیسا کہ انشاء المولیٰ تعالیٰ اِس کا ذکر آگے آئے گا۔ اِس کی شانِ نزول وہی ہے جو سورۂ فلق کی ہے۔ اپنی سابق سورہ سے اِس کا ربط بالکل ظاہر ہے کہ دونوں میں اللہ سے پناہ مانگنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ اِسی لیے دونوں کو مُعَوِّذَتَین کہتے ہیں۔ خیال رہے کہ مُعَوِّذَتَین میں واوٗ کو کسرہ ہے فتحہ نہیں، یعنی زیر ہے زبر نہیں۔ دونوں سورتیں ایک ساتھ نازل ہوئیں۔ اِس سورۂ پاک میں تعلیم دی گئی ہے کہ:

﴿۱﴾۔۔شیطانی وسوسے کے شر سے اور بُرے خیالات سے اللہ کی پناہ مانگو۔

﴿۲﴾۔۔انسان کے دِل میں جو شیطانی وسوسے آتے ہیں اُن کے محرک جناتی اور انسانی دونوں قسم کے شیطان ہیں۔

﴿۳﴾۔۔شیطانی وسوسہ سے اللہ کی پناہ لینے کے لیے اللہ کو ان تین۳ ناموں سے یاد کرو۔ پہلا **رَبِّ النَّاس** یعنی تمام انسانوں کا رب۔ دوسرا **مَلِكِ النَّاس**، یعنی تمام انسانوں کا بادشاہ، تیسرا **اِلٰهِ النَّاس**، یعنی تمام انسانوں کا معبود۔

'سورۂ فلق' میں تمام مخلوقات کے شر سے بچنے کا طریقہ بتایا گیا ہے، اس لیے یہ سورتِ پاک تمام دینی اور دُنیوی مضرتوں سے بچنے کے لیے جامع استعاذہ ہے۔ اور 'سورہ الناس' میں سینہ کو شیطانی وسوسہ اور بُرے خیالات سے بچانے کے لیے اللہ کی پناہ میں آنے کا طریقہ بتایا گیا ہے، اس لیے یہ سورۂ پاک تمام دینی اور دُنیوی مضرتوں سے بچنے کے لیے مرکزی استعاذہ ہے، کہ جب بُرے خیالات ہی دینی اور دُنیوی مفاسد کے محرک اور ہر بُرائی کا سرچشمہ اور مرکز ہیں تو اُس سے بچنے کے لیے جو استعاذہ ہے وہ مرکزی اور بنیادی ہے۔

تمام ہدایات مِل جانے کے بعد آخری بات یہی ہے کہ دِل اور سینہ کی حفاظت کرو۔ سینہ پاک ہے تو زندگی میں نکھار ہے نہیں تو زندگی میں پاکیزگی آ ہی نہیں سکتی۔ سینہ کیسے پاک ہو؟ خیالات کو پاکیزہ بناؤ، سب کچھ کرنے کے بعد اس راہ میں آخری کام یہی ہے کہ اللہ سے دُعا مانگو کہ الٰہی، ہمارے سینہ کو شیطانی وسوسہ اور بُرے خیالات سے پاک کردے۔

حیاتِ بشری کا جو بہترین نظام ہوسکتا ہے اُس کا آخری باب یہی ہے۔ اسی لیے 'سورہ الناس' جو اس قسم کی بہترین دُعا ہے قرآن مجید کی آخری سورہ ہے، اور اسی پر قرآن مجید کا اختتام ہوا ہے۔۔۔ اِس مرکزی اور بنیادی استعاذہ کو شروع کرتا ہوں میں۔۔۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام سے اللہ کے بڑا مہربان بخشنے والا

(نام سے اللہ) تعالیٰ (کے) جو (بڑا) ہی (مہربان) ہے اپنے سارے بندوں پر اور مؤمنین کی خطاؤں کا (بخشنے والا) ہے۔

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝۱ مَلِکِ النَّاسِ ۝۲ اِلٰہِ النَّاسِ ۝۳

دُعا کرو کہ "پناہ لی میں نے سب لوگوں کے رب ● سب کے بادشاہ ● ہر ایک کے معبود کی ●

مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ ۬ۙ الۡخَنَّاسِ ۝۴ الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ

وسوسہ ڈالنے والے۔۔دبک جانے والے کے شر سے ● جو وسوسہ ڈالتا ہے

صُدُوۡرِ النَّاسِ ۝۵ مِنَ الۡجِنَّۃِ وَ النَّاسِ ۝۶

لوگوں کے سینوں میں ● جن وانسان سے" ●

(دُعا کرو کہ پناہ لی میں نے سب لوگوں کے رب)، بالخصوص بچوں کے رب۔۔ربوبیت کے معنی یعنی پرورش اُس پر دلالت کرتی ہے۔۔(سب کے بادشاہ)، بالخصوص جوانوں کے بادشاہ۔۔۔ اُس کی طرف لفظ مَلِک اشارہ کرتا ہے کہ قہر اور سیاست کی دلیل ہے اور یہ جوانوں پر ہوتی ہے۔۔۔ (ہر ایک کے معبود کی) بالخصوص بوڑھوں کے، اور اِلٰہ کا اسم کہ آگاہ کرنے والا ہے طاعت اور عبادت سے اس کے مناسب ہے کہ بوڑھاپا عبادت کرنے کا وقت ہے۔۔الحاصل۔۔میں نے پناہ لی اللہ تعالیٰ کی (وسوسہ ڈالنے والے) جس وقت بندہ یادِ الٰہی سے غافل ہو، اور (دبک جانے والے) جب بندہ ذکرِ الٰہی کرنے لگے، (کے شر سے ● جو وسوسہ ڈالتا ہے) نیک (لوگوں کے سینوں میں ● جن) ا(و)ر مفسد (انسان سے)۔

یہ اللہ کا بہت بڑا کرم ہے کہ دِل میں وسوسہ ڈالنے والا پیچھے ہٹنے پر مجبور بھی ہوتا ہے، اسی لیے قرآن وسوسہ ڈالنے والے کو اَلۡخَنَّاس کہتا ہے جس کے معنی ہیں، "پیچھے ہٹنے کا خوگر۔" یہ کس طرح پیچھے ہٹتا ہے؟ اللہ کو یاد کرو اور اُس کے ذکر میں لگ جاؤ، اِتنا کرو تو وہ پیچھے ہٹ جائے گا۔

حدیث پاک میں ہے کہ "جیسے چڑھیا بیٹھتی ہے اُسی طرح شیطان آدمی کے دِل پر

بیٹھتا ہے۔ آدمی جب اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان ہٹ جاتا ہے، اور غافل رہتا ہے تو وسوسہ پیدا کرتا ہے"۔۔۔

یہ تو سب جانتے ہیں کہ دِل میں بُرا خیال ڈالنا شیطان کا کام ہے، لیکن یہ شیطان ہے کون؟ قرآن مجید فرماتا ہے کہ یہ جناتی شیطان بھی ہے اور بشری شیطان بھی۔ بشری شیطان اپنی گفتگو اور تحریر وغیرہ سے دِلوں میں ناپاک خیالات پیدا کیا کرتے ہیں۔ اِس کے بہت سے شعبے ہیں۔۔ مثلاً: ملحدانہ لٹریچر، فحش مضامین، عریاں تصاویر، کردار واخلاق کو بگاڑنے والے ناول، افسانے اور رسالے، عقائد سے برگشتہ کرنے والی جادو کلامی، پیٹ اور روٹی وغیرہ کا مسئلہ رکھ کر ایمان سے محروم کردینے والی سحر بیانی، زنا، شراب، اور رقص و سرور وغیرہ کی ترغیبات، اور نفسانی ہیجان پیدا کرنے والے ٹیلی ویژن، فوٹو وغیرہ وغیرہ۔

اختتام سورہ الناس ۔۔۔ ﴿ ۷/محرم الحرام ۱۴۳۴ھ ۔۔مطابق۔۔ ۲۲/نومبر ۲۰۱۲ء، بروز پنجشنبہ ﴾ ۔۔

مولیٰ تعالیٰ سارے مؤمنین ومؤمنات اور مسلمین ومسلمات کو ہر طرح کے شیاطین کے شر سے محفوظ رکھے۔

آمِین یَامُجِیْبَ السَّائِلِیْنَ بِحَقِّ طٰهٰ وَ یٰسٓ، بِحَقِّ نٓ وصٓ، بِحَقِّ یَابُدُّوْحُ وَبِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

حَامِداً وَمُصَلِّیاً وَمُبَسمِلاً

تهدیة

﴿۱﴾ ۔۔**والدِ محترم**، مخدوم الملت ابوالمحامد سید محمد اشرفی جیلانی محدث اعظم ہند قدس سرہ العزیز ۔۔ کے نام۔

﴿۲﴾ ۔۔**والدۂ محترمہ**، سیدہ فاطمہ خاتون بنت سلطان العرفاء، فرزندِ اکبر شبیہ غوث الثقلین، مولانا سید احمد اشرف علیہم الرحمۃ والرضوان ۔۔ کے نام ۔۔ جن کی جاندار تعلیم و تربیت نے اِس خدمت کے لائق بنایا۔

﴿۳﴾ ۔۔**پیر و مرشد**، پروردۂ چہار محبوباں، ابوالمسعود سید مختار اشرف اشرفی جیلانی، سجادہ نشین سرکارِ کلاں قدس سرہ العزیز ۔۔ کے نام ۔۔ جن کی نیک دُعاؤں اور روحانی تصرفات کا یہ ثمرہ ہے۔

﴿۴﴾ ۔۔**اپنی اہلیہ مرحومہ سیدہ شمیمہ خاتون** ۔۔ کے نام ۔۔ تفسیرِ اشرفی کی تکمیل اُن کے دل کی ایسی تمنا تھی کہ اپنے انتقال سے دُو روز پہلے میرے پاس پیغام بھیجا کہ "مولانا سے کہہ دو کہ میری فکر نہ کریں اور ذہن کی یکسوئی کے ساتھ تفسیرِ اشرفی کی تکمیل کی کوشش میں لگے رہیں، انشاء اللہ تعالیٰ میں تو اچھی ہو ہی جاؤں گی" دُو روز کے بعد مجھ پر ظاہر ہوا کہ اُس اچھے ہونے کا مطلب کیا تھا۔

بارگاہِ خداوند کریم میں دُعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اِس تفسیر کو سب کے لیے فیض بخش بنائے، اور اِس خاکسار کے لیے توشہءِ آخرت قرار دے۔ اور اُن سب کے لیے جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اور اُن کے سارے اصول و فروع، آباء و اجداد، اولاد و بنات، خواہران و برادران، اساتذہ و مشائخ اور اعزہ و اقارب کے لیے صدقہءِ جاریہ بنادے۔

فقط

۔۔ طالبِ دُعا ۔۔

محمد مدنی اشرفی جیلانی غفرلہ

فقیر اشرفی، گدائے جیلانی ابوالحمزہ **محمد مدنی** اشرفی جیلانی غفرلہ

حامداً و مصلیاً و مبسملاً

اِظہارِ تشکر

رب تعالیٰ کا احسان ہے کہ قرآنِ مجید وفرقانِ حمید کی تفسیر بنام ’سید التفاسیر المعروف بہ تفسیرِ اشرفی‘ جس کا آغاز ﴿۸ر رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ۔۔مطابق۔۔۱۳ر اکتوبر ۲۰۰۵ء﴾ کو دوسرے پارے سے کیا گیا تھا، پارہ پارہ کر کے آج توفیقِ الٰہی سے اختتام کو پہنچی۔ الحمد للہ! والدِ بزرگوار مخدوم الملت حضور محدثِ اعظم قدس سرہ کے تفسیر شدہ پہلے پارے کے ساتھ، تین تین پارے فی جلد کر کے اب تک نو[9] جلدیں شائع بھی ہو چکی ہیں اور اب انشاء اللہ دسویں جلد طباعت کے لیے تیار ہے۔ تفسیر قلمبند ہونے کے ساتھ ساتھ بغیر کسی رکاوٹ کے نہایت ہی احسن طریقے سے اشاعتی مراحل سے بھی گزرتی رہی، یہ توفیق الٰہی اور اُن بزرگانِ دین واحباب، جنہوں نے مجھے اپنی دُعاؤں میں یاد رکھا، کی دُعاؤں کا ثمرہ ہے، جس کے لیے رب تبارک وتعالیٰ کا جتنا بھی شکر اَدا کیا جائے کم ہے کہ اُس نے اپنے نبی محترم ورسولِ مکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہء جلیلہ کے طفیل مجھ فقیرِ اشرفی وگدائے جیلانی کو اپنی کتاب، قرآنِ کریم کی خدمت کی یہ عظیم سعادت بخشی۔ تفسیرِ ھٰذا کی اشاعت وطباعت کے سلسلے میں جن احباب واصحابِ علم وفن کی خدمات بہ استقامت شاملِ حال رہیں اُن کو بھی ہدیۂ تشکر پیش کرنا ضروری ہے۔

دورِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق متنِ تفسیر کی کمپوزنگ، صفحات میں بذریعہء کمپیوٹر عربی اردو عبارت کو خوبصورتی سے رکھنا اور سرِ ورق کی تزئین وغیرہ کے لیے منصور احمد اشرفی سلمہ (نیویارک، امریکہ) کی انتھک محنت قابلِ صد ستائش ہے کہ امریکہ میں پیدائش اور اردو زبان سے ناواقفیت کے باوجود اِس اہم کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ ۱۴ سال کی عمر میں پہلے پارے کی تفسیر اور پھر ۱۸ سال کی عمر میں دوسرے پارے سے لے کر اختتام تک یہ محنت امریکہ میں اپنی تعلیم وغیرہ کے ساتھ ساتھ جاری رکھنا، قرآن، صاحبِ قرآن اور اپنے شیخِ طریقت سے محبت کا بھرپور ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ منصور احمد اشرفی

سلمہ کو جزائے خیر اور دین و دُنیا کی کامیابی و کامرانی عطا فرمائے اور دینِ متین کی بیش از بیش خدمت کی توفیقِ رفیق مرحمت فرمائے۔

کسی بھی کتاب کی کتابت اور خاص طور پر دورِ حاضر میں ہونے والی کمپوزنگ کو جب تک عمیق نظروں سے نہ گزارا جائے وافر مقدار میں اغلاط کا پایا جانا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ عام طور پر تقریباً ہر کتاب میں اور خاص طور پر کتب تفاسیر میں یہ مرحلہ نہایت نازک اور غور طلب ہوتا ہے۔ علامہ مفتی محمد ایوب صاحب اشرفی (بولٹن، برطانیہ) نے اپنی مسجد و مدرسہ کی مصروفیات سے اپنا قیمتی وقت نکال کر جب کئی مرتبہ کے پروف شدہ متنِ تفسیر کا عالمانہ ومحققانہ انداز میں بالاستیعاب جائزہ لیا تو تفسیر کی کمپوزنگ کو اغلاط سے حتی الامکان پاک صاف فرمادیا۔ مولانا محمد ایوب صاحب اشرفی کی محنت کو تفسیرِ اشرفی سے کبھی جدا نہیں کیا جاسکتا۔ آپ دل کی گہرائیوں سے شکریہ کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم وفضل میں ترقی عطا فرمائے۔

کتاب کو تمام تر مراحل سے گزار کر طباعت کے مرحلے کے لیے تیار کردینے کے باوجود اگر اس آخری مرحلے میں ذرا سی بھی فروگزاشت روا رکھی جائے تو ایک خوبصورت کتاب قاری کے ہاتھ میں نہیں پہنچ پاتی۔ امریکہ سے تفسیری جلد پر کام مکمل ہوکر سی ڈی کی صورت میں جب سید شوکت علی صاحب اشرفی (کرجن، گجرات) کو موصول ہوتا تھا تو آپ اپنی بالغ نظری، کفایت شعاری، کاغذ کے چناؤ، پرنٹرز کی دیکھ بھال سے اور اپنے معاونین، مولانا ساجد اشرفی، مولانا عبدالرزاق اشرفی، جناب خالد اشرفی اور دوسرے احباب کو اُن کی صلاحیتوں کے مطابق کام بانٹ کر چند ہی دنوں میں ایک خوبصورت مجلد کتاب سامنے لاتے رہے۔ تفسیر اشرفی کی طباعت وغیرہ کے تعلق سے ہندوستان میں آپ کی اور آپ کے معاونین کی خدمات قابلِ تحسین اور شکریہ کے لائق ہیں جو ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے تمام مذکورہ وغیر مذکورہ معاونین کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

رہ گئے برادرِ طریقت محمد مسعود احمد سہروردی اشرفی سلمہ، تو انہیں تفسیرِ ھٰذا کی خدمت کے کس ایک مرحلے میں رکھا جائے، اِس کا فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ لہٰذا مجموعی طور پر یوں کہیے کہ اِس تفسیرِ قرآن کے محرک وہی ہیں۔ کس کام کو کس انداز میں کرنا ہے اور کس سے کیا کام لینا ہے، یہ فن انہی کا حصہ ہے۔ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ کام لینا اور کرنا اُن کی طبیعتِ ثانیہ اور دین کے کام کاج کے دوران

آرام سے نہ بیٹھنا اُن کی عادت ہے۔ تفسیرِ قرآن کے تعلق سے ہمارا کام تو پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا مگر اُن کا کام ابھی جاری ہے کیونکہ وہ معارف القرآن اور تفسیرِ اشرفی کو انگریزی زبان میں لانے کے خواہشمند ہیں۔ اللہ رب العزت اُن کی صحت اور عمر میں برکت عطا فرمائے۔ اِس محنت کو اُن کے لیے، اُن کے اہل خانہ اور اہلِ خاندان کے لیے توشۂ آخرت بنائے۔

جب اِظہارِ تشکر کی بات آتی ہے تو تمامی احباب جنہوں نے کسی بھی انداز میں تفسیرِ ھٰذا کی خدمت انجام دی، چاہے وہ تکمیلِ تفسیر اور میری صحت کے لیے دُعا ہی ہو، کا ذکرِ خیر ضروری ہے۔ لہٰذا اِسی جلد میں "عرضِ ناشر" کے تحت جن احباب واصحاب کو فرداً فرداً یاد کر کے اُن کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے میں اُن سب کا نا صرف شکر گزار ہوں بلکہ اُن جمیع معاونین کے لیے صمیمِ قلب سے بدستِ دُعا ہوں کہ مولیٰ کریم اُن سب کو صحت وعافیت سے رکھے اور آخرت میں اجرِ عظیم سے سرفراز فرمائے۔ آمین!

فقط

-- طالبِ دُعا --

محمد مدنی اشرفی جیلانی غفرلہ

فقیر اشرفی، گدائے جیلانی ابوالحمزہ **محمد مدنی** اشرفی جیلانی غفرلہ

تشریحِ لغات

--- ﴿ ا ﴾ ---

اِتباع: پیروی۔

اَثنائے راہ: راستے میں جاتے ہوئے، منزل کی جانب۔۔ سفر کے دوران۔

اِجتناب: کنارہ کشی۔۔ علیحدگی۔۔ پرہیز۔

اَجداد (جد کی جمع)**:** باپ دادا۔۔ پرکھے۔

اَجرام (جرم کی جمع)**:** ستاروں اور جواہرات کے جسم۔

اَجل: موت۔۔ مرگ۔۔ قضا۔

اِجمالی: مختصر۔۔ سرسری۔

اَحبار و رہبان: یہودیوں اور نصرانیوں کے علماء۔

اِحتراز: پرہیز۔۔ کنارہ کشی۔۔ علیحدگی۔

اِخفاء: پوشیدہ کرنا۔۔ چھپانا۔

اِدراک: عقل۔۔ فہم۔۔ رسائی۔

اِذن: اجازت۔

اِرتباط: ربط۔۔ تعلق۔

اِرتکاب (کوئی غلط یا ناجائز)**:** کام کرنا۔

اِزدیادِ نعمت: نعمت کی زیادتی اور کثرت۔

اِستجابت: التجا کو سننا اور قبول کرنا۔

اِستحضار: یاد۔۔ یادداشت۔

اِستحقاق: مستحق ہونا۔۔ سزاوار ہونا۔

استدعا: خواہش۔۔ درخواست۔۔ التجا۔

استعاذہ: پناہ چاہنا۔۔ پناہ حاصل کرنا۔

استعارہ: علم بیان کی اصطلاح میں مجاز کی ایک قسم جس میں کسی لفظ کے مجازی اور حقیقی معنی کے درمیان تشبیہ کا علاقہ ہوتا ہے اور بغیر حروف تشبیہ کے، حقیقی معنی کو مجازی معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔۔ مثلاً: نرگس کہہ کر آنکھ مراد لینا۔

اِستعداد: لیاقت۔۔ قابلیت۔۔ فطری صلاحیت۔

اِستفادہ: فائدہ حاصل کرنا۔۔ نفع اٹھانا۔

اِستقرارِ حمل: بچے کا ماں کے پیٹ میں پڑ جانا، قائم ہونا۔

اِستکبار: گھمنڈ۔۔ غرور۔۔ فخر۔۔ شیخی۔۔ زعم۔

اِستنباط: نکالنا۔۔ چننا۔۔ نتیجہ اخذ کرنا۔۔ چھانٹنا۔

اِستہزاء: ہنسی اُڑانا۔۔ ہنسی مذاق۔

اِستیصال: جڑ سے اکھیڑ دینا۔۔ بیخ کنی۔

اَسلوب: طریقہ۔۔ طرز۔۔ روش۔

اِشراق: حکمت۔۔ روشن ضمیر۔۔ تصفیۂ باطنی۔

اصالۃً: بذاتِ خود۔۔ اس وجہ سے۔

اِصرار: ضد۔۔ اَڑ۔

اَصیل: شریف۔۔ نجیب۔۔ عالی خاندان۔

اِضافت: نسبت۔۔ لگاؤ۔۔ میل۔

اِضطراب: بے چینی۔۔ گھبراہٹ۔

اِطلاق: کہنا۔۔ بولا جانا۔

اطوار (طور کی جمع)**:** طریقے۔۔ ڈھنگ۔

اِعادہ: لوٹانا۔۔ دُہرانا۔۔ بار بار کرنا۔

اِعانت: مدد۔۔ سہارا۔

اِعتراف: اقرار کرنا۔۔ تسلیم کرنا۔۔ مان لینا۔

اِفتراء: بہتان۔۔ جھوٹا الزام۔۔ اپنی طرف سے گڑھی ہوئی بات۔

اِفشاءِ حال: حال احوال کو ظاہر کرنا، کھولنا، آشکار کرنا۔

اکابر (اکبر کی جمع)**:** بڑے لوگ۔۔ مقتدر آدمی۔۔ بزرگ۔

اکوان (کون کی جمع)**:** ہستی۔۔ عالم۔۔ جہان۔

التفات: رغبت۔۔ خیال۔۔ دھیان۔۔ متوجہ ہونا۔

اِلقاء: غیب سے دِل میں ڈالنا۔ وہ بات جو خدا دل میں ڈال دے۔

اِنابت: رجوع۔۔ واپس آنا (اللہ کی طرف) توبہ وزاری کرنا۔

انبات: اُگانا۔

اِنبساط: خوشی۔۔ شادمانی۔۔ کھلنا۔۔ پھیلنا۔

انسداد: روک تھام۔۔بندش۔۔روکنے کا بندوبست۔
اِنبعاث: اُٹھنا۔۔کھڑا ہونا۔۔برانگیختہ ہونا۔۔روانہ ہونا۔۔بھیجا جانا۔
انتباہ: خبردار کرنا۔۔آگاہ کرنا۔۔وارننگ۔
اندوہناکوں: رنج وغم سے بھرے ہوئے۔
انذار: تنبیہ کرنا۔۔آگاہی۔
اِنشراح: کھلنا۔۔کشادہ ہونا۔۔واضح ہونا۔
انقطاع: بریدہ ہوجانا۔۔کٹ جانا۔
انّا: دایہ۔۔دودھ پلانے والی عورت۔
اوامرونواہی: احکامات وممنوعات۔
اوتاد: اولیاءاللہ کا ایک خاص درجہ۔
اِہانت: توہین کرنا۔۔ہتک۔۔ذلت۔۔بےعزتی۔
اہوال (ہول کی جمع): خوف وہراس۔۔خدشات۔
ایثار: دوسرے کے نفع کو اپنے نفع پر ترجیح دینا۔
ایما: اشارہ۔۔منشا۔
ایمن: بےخوف۔۔امن دیا ہوا۔
آزار: دُکھ۔۔تکلیف۔۔سختی۔
آشکارا: ظاہر۔۔نمایاں۔۔کھلا ہوا۔۔فاش۔
آفرینش: پیدائش۔۔مخلوق۔۔دُنیا۔

۔۔۔﴿ ب ﴾۔۔۔

بار: تکلیف۔۔ذمہ داری۔
بازپرس: پوچھ گچھ ہونا۔۔تحقیقات۔۔محاسبہ ہونا۔۔مواخذہ ہونا۔
بازگشت: واپسی۔۔لوٹنا۔۔واپس ہونا۔۔پلٹنا۔
باگ: لگام۔۔عنان۔۔راس۔۔انتظام۔
بالیدگی: افزائش۔۔روئیدگی۔
باور: یقین۔۔بھروسا۔۔اعتبار۔۔اعتماد۔
بایں جہت: اسی وجہ سے۔
برگشتہ: پھرا ہوا۔۔مخالف۔۔منحرف۔۔سرکشی۔۔باغی۔
بعث وحشر: مرنے کے بعد زندہ ہونا اور قیامت۔
بعث: مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا۔
بعید: دُور فاصلے پر۔۔علیحدہ۔
بقعہ: زمین کا ٹکڑا۔۔یا۔۔حصہ۔
بہ نظرِ غائر: سرسری نظر سے۔
بےباک: شوخ۔۔شریر۔۔بےحیا۔

۔۔۔﴿ پ ﴾۔۔۔

پراگندہ: بکھرا ہوا۔
پژمردہ: کملایا ہوا۔۔مرجھایا ہوا۔
پیادہ: پیدل، جو سوار نہ ہو۔

۔۔۔﴿ ت ﴾۔۔۔

تادمِ زیست: زندگی کے آخری سانس تک۔
تامل: سوچ بچار۔۔فکر۔
تاوان: عوض۔۔جرمانہ۔۔ہرجانہ۔
تتمہ: بقیا۔۔بچا ہوا۔۔کسی چیز کا آخری حصہ۔
تجاوز: حد سے آگے بڑھنا۔۔یا۔۔گزرنا۔
تحریص: لالچ دینا۔۔حرص دلانا۔۔ترغیب۔
تحریف: بدل دینا۔۔تحریر میں اصل الفاظ بدل کر کچھ اور لکھ دینا۔
تحصیل: حاصل کرنا۔۔جمع۔
تحمل: برداشت۔۔صبر۔
تخصیص: خصوصیت۔۔حقِ مخصوص۔
تخفیف: کمی۔۔گھٹاؤ۔۔افاقہ۔۔آرام۔
تدارک: درستی۔۔اصلاح۔
ترغیب: رغبت دلانا۔۔کسی کام کے کرنے پر آمادہ کرنا۔
ترکوں (ترکہ کی جمع): ورثہ۔۔میراث۔۔وہ جائیداد جو انسان مرنے کے بعد چھوڑے۔
تصرف: قبضہ۔۔اختیار۔۔استعمال۔
تصنع: دکھاوا۔۔مکر۔۔فریب۔
تطہیر: پاک کرنا۔۔تزکیہ۔۔پاکی۔۔طہارت۔
تعرض: روکنا۔
تعدیل: برابر کرنا۔۔ٹھیک کرنا۔۔درست کرنا۔
تعدی: حد سے بڑھ جانا۔۔ظلم وستم۔۔جور جفا۔۔ناانصافی۔
تعرض: روکنا۔۔مزاحمت کرنا۔۔سامنے آنا۔

تعریض: اعتراض کرنا۔۔اشارے کنائے سے بات کہنا۔
تغییر: حالت بدل دینا۔۔پلٹ دینا۔۔تبدیل کرنا۔
تفاخر: ڈینگ مارنا۔۔فخر کرنا۔۔غرور کرنا۔
تفہیم: سمجھانا۔
تقریبِ فہم: سمجھانے کی وجہ سے۔۔بات سمجھانے کے لیے۔
تقریب: باعث۔۔سبب۔۔وجہ۔۔موقع۔۔محل۔
تقویت: طاقت۔۔قوت۔۔مدد۔
تکاثر: بہت مال و دولت پر فخر کرنا۔
تکذیب: جھٹلانا۔۔جھوٹ بولنے کا الزام لگانا۔
تکونِ ازارض: زمین کے وجود میں آنے کے تعلق سے۔
تکوین: پیدا کرنا۔۔وجود میں لانا۔
تلافی: نقصان کا عوض۔۔پاداش۔۔بدلہ۔۔تدارک۔
تلخابہ: کڑوا پانی۔
تلف: برباد۔۔تباہ۔۔رائیگاں۔۔گم۔۔ضائع۔
تناقض: ایک دوسرے کی ضد۔۔یا۔مخالف ہونا۔
تند: تیز۔۔غضبناک۔۔سخت۔۔شدید۔
تنزیہہ: پاکی۔
تنفر: نفرت۔۔بیزاری۔۔کراہت۔۔گھن۔
تونگری: دولتمندی۔۔امارت۔۔مالداری۔
تونگر: دولتمند۔۔امیر۔۔مالدار۔
تہدید: ڈرانا۔۔دھمکانا۔
تیرہ وتار: بہت باریک۔۔اندھیرا گھپ۔

۔۔۔﴿ ث ﴾۔۔۔

ثبات: مضبوطی۔۔پائداری۔
ثمن: قیمت۔۔قدر۔
ثوابِ ابدی: ہمیشہ باقی رہنے والا نیک صلہ۔

۔۔۔﴿ ج ﴾۔۔۔

جاڑا: سردی۔۔ٹھنڈ۔
جدال: جھگڑا۔۔تکرار۔۔قبضہ۔
جرس: گھنٹا۔۔گھڑیال۔۔گھنٹی۔
جرم: جسم۔
جزائے سرمدی: ہمیشہ رہنے والا انعام۔۔الٰہی انعام۔
جسارت: حوصلہ۔۔جرأت۔۔بے باکی۔
جلبِ منفعت: نفع حاصل کرنا۔
جلق: ہاتھ کی مدد سے انزال کرنا۔۔مشت زنی۔
جماع: مرد کا عورت سے صحبت کرنا۔۔ہم بستر ہونا۔۔مباشرت۔
جود: بخشش۔۔سخاوت۔۔فراخ دِلی۔۔کرم۔
جورو: بیوی۔۔گھر والی۔۔زوجہ۔۔رفیقۂ حیات۔
جہت: وجہ۔۔سبب۔۔باعث۔
جھڑی لگا کر: لگاتار بارش ہونا۔

۔۔۔﴿ چ ﴾۔۔۔

چارہ سازِ بےچارگاں: بے چاروں اور مجبوروں کا کام بنانے والا۔
چومیخا: ایک قسم کی سزا جس میں چار میخیں یعنی کیلیں گاڑ کر مجرم کے ہاتھ پاؤں اُن کے ساتھ باندھ دیئے جاتے تھے۔۔۔
چیں بجبیں: تیوری پر بل ڈالنا۔۔ماتھے پر شکن ڈالنا۔۔ ناراض ہونا۔

۔۔۔﴿ ح ﴾۔۔۔

حاشا (حرف تردید): ہرگز نہیں۔۔بالکل نہیں۔۔اِنکار اور لاعلمی کے لیے بطورِ قسم استعمال ہوتا ہے۔
حاملین (حامل کی جمع): کسی چیز کو لے جانے والا۔۔ بوجھ اُٹھانے والا۔
حدوث (قدیم کی ضد): نیا۔۔تازہ۔۔پیدائش و وجود میں آنا۔
حرماں نصیبی: بد قسمتی۔
حشمت: بزرگی۔۔عظمت۔۔مرتبہ۔
حظ: حصہ۔۔بخرہ۔۔لطف۔۔مزہ۔
حلاوت: لذت۔
حلیف: وہ فریق جنہوں نے ایک دوسرے کی مدد کا معاہدہ کیا ہو۔
حمل: مراد لے کر۔
حوالی: گرد و نواح۔۔آس پاس۔
حیف: ظلم و ستم۔۔جبر۔۔تعدی۔
حیلے: بہانے۔

--- ﴿ خ ﴾ ---

خام خیالی: غلط گمان۔۔جھوٹا خیال۔۔وہم۔
خصومت: عداوت۔۔دشمنی۔۔جھگڑا۔
خفیف الحرکاتی: اوچھی حرکت۔۔کم ظرفی۔
خلش: رنجش۔۔بغض۔۔جھگڑا۔۔مناقشہ۔
خوگر: جسے کسی بات کی عادت پڑگئی ہو۔
خو: عادت۔۔خصلت۔

--- ﴿ د ﴾ ---

دادرسی: فریادرسی۔۔چارہ سازی۔۔انصاف۔۔حق رسی۔
دادخواہی: انصاف چاہنا۔۔فریاد۔۔استغاثہ۔
داعیہ: خواہش۔۔مرضی۔۔
دستارِنبوت: وہ کپڑا جو دوسرے کپڑوں کے اوپر پہنا جاتا ہے جیسے چغہ، چادر، وغیرہ۔
دخول: داخل ہونا۔۔یا۔۔کرنا۔۔خلوتِ صحیحہ۔
دراندازی: چوری چھپے کسی کے علاقے میں گھس جانا۔
درآنحالیکہ: اس صورت میں۔۔حالانکہ۔
درخشانی: چمک دمک۔۔روشنی۔
درکہ: دوزخ کا طبقہ۔
دریدہ دہنی: گستاخی۔۔بدزبانی۔
دسترس: پہنچ۔۔رسائی۔۔قدرت۔
دغدغہ: تشویش۔۔کھٹکا۔۔خدشہ۔
دفع ضرر: تکلیف۔۔یا۔۔نقصان کا دُور کرنا۔
دلالت: دلیل۔۔ثبوت۔۔علامت۔۔نشان۔
دنایت: کمینہ پن اور رذالت۔
دیت: خوں بہا۔

--- ﴿ ذ ﴾ ---

ذمائم (ذمیمہ کی جمع): بُرائیاں۔۔خرابیاں۔

--- ﴿ ر ﴾ ---

راہن: رہن کرنے والا۔۔گروی رکھنے والا شخص۔
رجوع: واپس ہونا۔۔مڑنا۔۔لوٹنا۔۔توجہ۔
رطب اللسان: بہت تعریف کرنے والا۔
رعونت: غرور۔۔تکبر۔۔گھمنڈ۔
رفاقت: دوستی۔
رمزوکنایہ: پوشیدگی۔۔اشارہ۔
روسیاہ: کالے منہ کا۔
روضۂ خاخ: مکہ اور مدینہ سے درمیان میں ایک جگہ کا نام ہے۔
روئیدگی: اُگنا۔
رویت: دیدار۔۔نظارہ۔
ریگِ رواں: اُڑنے والی ریت۔۔سراب۔

--- ﴿ ز ﴾ ---

زائل: دُور ہونے والا۔۔کم ہونے والا۔
زبوں حال: بے چارگی۔۔رُسوا۔۔تباہ حال۔
زجروتوبیخ: ڈانٹ ڈپٹ۔۔لعنت ملامت۔۔جھڑکی دھتکار۔
زجر: روک۔۔ڈانٹ۔۔ڈپٹ۔۔دھمکی۔۔تنبیہ۔
زِشت خو: بُری عادت والا۔۔بدخصلت۔بدخو۔
زلل: کمی۔۔نقصان۔
زمرہ: جماعت۔۔گروہ۔۔حلقہ۔
زمرے: جماعت۔۔گروہ۔۔حلقہ۔
زندیق: وہ شخص جو خدا کی وحدانیت کا قائل نہ ہو۔
زیاں کار: نقصان اُٹھانے والا۔

--- ﴿ س ﴾ ---

ساقط: گراہوا۔۔متروک۔۔مسترد۔۔نامنظور شدہ۔
ساق: کنارہ۔۔درخت کا تنا۔
سب وشتم: گالی گلوچ۔
سپاہ: فوج۔۔لشکر۔
سجع: ایسا موزوں فقرہ۔۔یا۔۔مصرع جس کے کچھ ظاہری معنی بھی ہوں اور اُس میں کسی شخص کا نام بھی آجائے۔
سدرمق: قلیل۔۔تھوڑی۔۔اتنا کھانا کہ زندگی قائم رہ سکے۔
سُدھ: پرواہ۔۔فکر۔۔خیال۔

سڈول: متناسب۔۔زیبا۔۔موزوں۔۔خوشنما۔
سراسیمہ: حیران۔۔پریشان۔۔گھبرایا ہوا۔
سرپوش: وہ کپڑا جو خوان پر ڈالتے ہیں۔۔ڈھکنا۔
سرتابی: سرکشی۔۔نافرمانی۔۔حکم عدولی۔۔بغاوت۔
سرزنش: ملامت۔۔برا بھلا کہنا۔
سرگذشت: قصہ۔۔داستان۔۔حکایت۔
سرنگوں: شرمندہ۔۔خجل۔
سزاوار: لائق۔۔مناسب۔۔واجب۔
سعید: نیک۔۔بھلا۔۔نیک بخت۔
سفاہت: کمینہ پن۔۔رَذالت۔
سن: عمر۔۔مقدارِ عمر۔۔سال۔۔برس۔
سوخت: جلن۔۔سوزش۔۔تکلیف۔
سوزش: جلن۔۔تکلیف۔
سہل: آسان۔
سینت: ناحق جمع کرنا۔۔جوڑنا۔

--- ﴿ ش ﴾ ---

شادکامیوں (شادکام سے): بامراد۔۔کامیاب۔۔خوش حال۔
شاق: مشکل۔۔دشوار۔۔دُوبھر۔۔ناگوار۔
شاہدعدل: سچے گواہ۔
شرر: آگ کی چنگاریاں۔
شقاوت: بدبختی۔۔بدنصیبی۔۔بدمعاشی۔۔سنگ دلی۔
شقی: بدبخت۔۔سنگ دل۔
شگاف: دراڑ۔۔جھری۔۔سوراخ۔
صادر: جاری ہونے والا۔۔نکلنے والا۔۔نافذ۔
صائب: رَسا۔۔پہنچنے والا۔۔درست۔۔ٹھیک۔
صدف: سیپ۔۔ایک قسم کا سمندری گھونگا جس میں سے موتی نکلتا ہے۔
صعب: سخت۔۔دشوار۔۔کٹھن۔۔تکلیف دہ۔
صعوبتوں: سختی۔۔مشکلات۔۔مصیبتیں۔۔دقتیں۔
صغرسنی: کم عمری۔۔چھوٹی عمر۔
صفات قبیحہ: بُری عادتیں۔۔نازیبا حرکتیں۔

صلاح: نیکی۔۔بھلائی۔۔بہتر۔۔اچھائی۔
صنادید: سردار۔
صومعوں (صومعہ کی جمع): گرجا۔۔عبادت خانہ۔
صومعہ: گرجا۔۔عبادت خانہ۔

--- ﴿ ض ﴾ ---

ضرر: نقصان۔۔تکلیف۔
ضعف: کمزوری۔

--- ﴿ ط ﴾ ---

طبائع (طبیعت کی جمع): فطرت۔۔عادت۔۔خصلت۔
طغیان: بڑی زیادتی۔۔ظلم۔۔نافرمانی۔۔سرکشی۔
طنطنہ: کروفر۔۔شان وشوکت۔۔دبدبہ۔
طولِ امل: حرص کی درازی۔۔امید کی زیادتی۔
طینت: سرشت۔۔طبیعت۔۔خو۔۔عادت۔

--- ﴿ ظ ﴾ ---

ظروف (ظرف کی جمع): برتن۔
ظفر: خوش نصیبی۔۔کامیابی۔

--- ﴿ ع ﴾ ---

عاصی: گناہ گار۔۔خطا کار۔
عالم رویا: خواب کی حالت۔
عدوان: دشمنی۔۔بدخواہی۔۔رقابت۔
عرفان: شناخت۔۔پہچان۔
عزیمت: ارادہ۔۔قصد۔
عسل: شہد۔
عصیان: گناہ۔
عظیم الجثہ: بڑے جسم والا۔
عقاب: دکھ۔۔تکلیف۔۔عذاب۔۔سزا۔
عقوبت: عذاب۔۔سزا۔۔تکلیف۔۔دکھ۔
عمودی: سیدھی۔۔لمبی ستون جیسی۔

عناد: دشمنی۔۔نفرت۔

عنقاء: نایاب۔۔نادرو کمیاب ہونا۔

--- ﴿ غ ﴾ ---

غارعمیق: گہرا گڑھا۔

غایت غایات: آخرغرض۔۔انتہائی مطلب۔

--- ﴿ ف ﴾ ---

فائزالمرام: مراد پانے والا۔۔کامیاب۔

فتور: خرابی۔۔نقص۔۔فساد۔

فربہ: موٹا۔۔موٹا تازہ۔

فرو: دبانا۔۔بٹھانا۔۔بجھانا۔۔کم کرنا۔

فریب کدہ ہستی: دھوکا دینے والی زندگی۔

فریفتہ: عاشق۔۔دلدادہ۔

فضیحت: ذلت۔۔بدنامی۔۔رسوائی۔

فوق الادراک: سمجھ سے بالاتر۔

فیروز بختی: خوش نصیبی۔

فیلبان: مہاوت۔۔ہاتھی چلانے والا۔

--- ﴿ ق ﴾ ---

قانع: قناعت کرنے والا۔۔جو مل جائے اُس پر راضی رہنے والا۔

قباحت: بُرائی۔۔عیب۔۔نقص۔

قصد: ارادہ۔۔نیت۔۔مقصد۔

قصور: خطا۔۔بھول۔۔چوک۔

قطعہ: حصہ۔۔ٹکڑا۔

قلق: حسرت۔۔افسوس۔۔پچھتاوا۔

قوائے حیوانیہ: جسم کے اعضاء۔

--- ﴿ ک ﴾ ---

کبائر (کبیرہ کی جمع): بڑے گناہ۔

کپٹ: نفاق۔۔کدورت۔

کج عقلی: بدعقلی۔۔عقل کی کمی اور ٹیڑھاپن۔

کجی: ترچھاپن۔۔ٹیڑھاپن۔

کذب صریح: صاف جھوٹ۔

کفر نگاہی: آنکھوں دیکھی چیزوں کا اِنکار۔۔ظاہر کا اِنکار۔

کفو: مانند۔۔برابر۔۔ہم قدم۔۔ہم خاندان۔

کلفت: رنج۔۔تکلیف۔۔مصیبت۔

کمین گاہ: گھات کی جگہ۔۔وہ جگہ جہاں چھپ کر شکار۔۔یا۔۔دشمن کو ماریں۔

کنایہ: اشارہ۔۔مبہم بات۔

کنہ: کسی چیز کی انتہا۔۔تہہ۔۔حقیقت۔۔باریکی۔

کوتاہ نظروں: تنگ نظر۔

کوتاہ: چھوٹا۔۔کم۔۔تنگ۔۔پست۔

کور بختی: بدقسمتی۔۔بدنصیبی۔

کور فہمی: کند فہم۔۔کم ذہن۔۔ناسمجھ۔

کوزے: ڈونگا۔۔مٹی کا آب خورہ۔۔وہ برتن جو کسی چیز کے پینے کے لیے استعمال کیا جائے۔

کہانت: غیب کی بات بتانا۔۔فال گوئی۔

--- ﴿ گ ﴾ ---

گرانبار: ناگوار وزن۔۔تکلیف دہ کام۔۔بھاری۔

گرانی: بوجھ۔۔مہنگائی۔

گرز: ایک ہتھیار جو اوپر سے گول، موٹا اور نیچے سے پتلا ہوتا ہے۔

گرو: گروی ہونا۔۔رہن رکھا جانا۔۔بندھا ہوا۔

گرویدہ: فریفتہ۔۔عاشق۔۔شیفتہ۔

گنجان: گھنا۔۔پاس پاس۔۔متصل۔

گھات: تاک۔۔داؤں۔۔موقع۔۔شکار۔۔یا۔۔دشمن کے انتظار میں بیٹھنا۔

--- ﴿ ل ﴾ ---

لغو: بیہودہ۔۔فضول۔

لوث: آمیزش۔۔ملاوٹ۔۔آلودگی۔

لوجہ اللہ: اللہ کے واسطے۔

لیاقت: قابلیت۔۔استعداد۔۔خوبی۔۔عمدگی۔

لیالی عشر: دس راتیں۔

--- ﴿ م ﴾ ---

ماخوذ: اخذ کیا گیا۔۔حاصل کیا گیا۔

مافیہا: جو کچھ اس میں ہے۔۔جو کچھ دُنیا میں ہے۔

مامون: محفوظ۔۔بے خوف۔

مانع: سدراہ۔۔روک۔۔روکنے والا۔

مباشرت: عورت مرد کی ہم بستری۔۔جماع۔۔صحبت۔۔مجامعت۔

مبالغہ: کسی کام میں سخت کوشش کرنا۔کسی بات کو بہت بڑھا چڑھا کر بیان کرنا۔حد سے زیادہ تعریف یا برائی کرنا۔

مبذول: خرچ کیا گیا۔

مبرا: پاک۔۔بے عیب۔۔منزہ۔۔صاف۔

مبعوث: بھیجا گیا۔۔نبی کا بھیجا جانا۔

متابعت: پیروی۔۔فرمانبرداری۔۔اطاعت۔

متبادر: جلد ذہن میں آنے والا۔

متحقق: تحقیق کیا گیا۔ٹھیک۔۔درست۔۔صحیح۔

متحمل: تحمل کرنے والا۔۔برداشت کرنے والا۔۔مستقل مزاج۔۔صابر۔

متحیر: حیران۔

متخلق: اخلاق سے آراستہ۔

متدین: قائم ہو جانے والا۔۔پکے ہو جانے والے۔۔پکڑ لینے والے۔

متصرف: قبضہ کرنے والا۔۔قابض۔

متضاد: برعکس۔۔خلاف۔۔اُلٹا۔

متعجب: تعجب کرنے والا۔۔حیران۔متحیر۔۔دنگ۔

متعدد: بہت۔۔کئی۔۔چند مختلف۔

متغیر: بدلا ہوا۔۔پلٹا ہوا۔۔تبدیل شدہ۔

متفرع: کسی چیز سے اُس کی شاخ کی طرح نکلنے والا۔

متقابل: مقابلہ کرنے والا۔۔آمنے سامنے۔

متکفل: کفالت کرنے والا۔۔کفیل۔۔ضامن۔۔ذمہ دار۔

متوازی: برابر فاصلے پر رہنے والا۔۔ساتھ ساتھ۔

مجازات: سزا۔۔کیفرِ کردار کو پہنچنا۔

مجامعت: ہم بستری۔۔جماع۔۔صحبت۔۔ہم خوابی۔

مجتمع: اکٹھا۔۔جمع کیا ہوا۔

مجلیٰ و مصفیٰ: پاک صاف۔۔ستھرا ہوا۔۔چمکا ہوا۔

مجملاً: مختصراً۔

محاسبہ: حساب۔۔شمار۔۔پڑتال۔۔حساب کی پوچھ گچھ۔

محاضرہ: یاد رکھی ہوئی باتیں۔۔یا۔۔چیزیں۔

محاکات: کسی چیز۔۔یا۔۔حالت کی نقل کرنا۔

محال: غیر ممکن۔

محجوب: پوشیدہ۔۔مخفی۔

محذوف: حذف کیا گیا۔۔علیحدہ کیا ہوا۔۔الگ کیا گیا۔

محرک: اُبھارنے والا۔۔اُکسانے والا۔

محکم: مضبوط۔۔مستحکم۔

محل: موقع۔۔وقت۔

مدافعت: دفع کرنا۔۔مزاحمت کرنا۔روک تھام۔

مدبر: تدبیر کرنے والا۔۔عاقل۔۔دانش۔

مدون: جمع کیا ہوا۔۔ترتیب دیا ہوا۔

مذموم: بُرا۔۔خراب۔۔قبیح۔۔وہ جس کی بُرائی کی جائے۔

مراجعت: واپس۔۔واپس ہونا۔۔لوٹنا۔۔رجوع۔

مربوط: ربط کیا گیا۔۔بندھا ہوا۔۔لگا ہوا۔۔وابستہ۔

مرصع: جڑاؤ۔۔موتی۔۔یا۔۔جواہرات سے جڑا ہوا۔

مزین: زینت دیا گیا۔۔سجایا ہوا۔۔آراستہ۔

مستثنیٰ: استثناء کیا گیا۔۔الگ کیا گیا۔۔ماسوا۔۔بجز۔

مستجاب الدعوات: جس کی دعائیں درگاہِ الٰہی میں شرف قبولیت پائیں۔

مستحسن: نیک۔۔پسندیدہ۔۔خوب۔۔بہتر۔

مستعد: آمادہ۔۔تیار۔۔کمربستہ۔

مستغرق: ڈوبا ہوا۔۔نہایت مصروف۔

مستغنیٰ: آزاد۔۔بَری۔۔بے پرواہ۔

مستفید: فائدہ چاہنے والا۔۔فائدہ طلب کرنے والا۔

مستلزم: کوئی کام اپنے اوپر لازم کرنے والا۔

مستور: چھپا ہوا۔۔مخفی۔۔پوشیدہ۔

مسحور: جس پر جادو کیا گیا ہو۔
مسموم: وہ جس نے زہر کھالیا ہوا۔
مشتبہ: مشکوک۔۔جس میں شبہہ ہو۔۔شبہہ والا۔
مصاحبت: ہم نشینی۔۔ساتھ رہنا۔۔ساتھ اٹھنا بیٹھنا۔
مصالح (مصلحت کی جمع): نیک صلاح۔۔اچھا مشورہ۔۔ مناسب تجویز۔۔حکمت پالیسی۔
مصائب: مصیبت کی جمع۔
مصداق: آلہء تصدیق۔۔ثبوت صداقت۔
مصرف: خرچ کرنے کی جگہ اور موقع۔۔مطلب۔۔کام۔۔ غرض۔
مضحکہ: ہنسی مذاق۔
مضرتوں (مضرت کی جمع): ضرر۔۔نقصان۔۔زیاں۔
مضطرب: بے چین۔۔بے قرار۔
مطاع: اطاعت کیا گیا۔۔وہ شخص جس کی اطاعت کی جائے۔
مطلع: اطلاع دیا گیا۔۔خبردار کیا ہوا۔۔واقف۔۔آگاہ۔
معاصی (معصیت کی جمع): گناہ۔۔قصور۔۔خطا۔۔پاپ۔
معاند: عناد رکھنے والا۔۔دشمن۔۔مخالف۔
معانقہ: باہم بغلگیر ہونا۔۔گلے ملنا۔
معاونت: مدد۔حمایت۔۔امداد۔۔سہارا۔۔تائید۔
معائب (معیب کی جمع): عیوب۔۔نقائص۔۔خرابیاں۔۔ کھوٹ۔۔برائیاں۔
معدوم: مٹایا گیا۔۔فنا کیا گیا۔۔نابود۔۔ناپید۔
معذب: سزا دیا گیا۔۔عذاب دیا گیا۔
معصیت: گناہ۔۔قصور۔۔خطا۔۔نافرمانی۔انحراف۔
معین: مقرر کیا گیا۔۔مقررہ۔
معیوب: قابلِ شرم۔۔باعثِ ندامت۔
مغلوب: دبا ہوا۔۔عاجز۔۔زیر۔۔شکست خوردہ۔
مفاخرت: بڑائی۔۔شیخی۔۔ڈینگ۔۔فخر۔۔ناز۔۔گھمنڈ۔
مفارقت: جدائی۔۔فرقت۔۔علیحدگی۔
مفاسد (مفسدہ کی جمع): فساد۔۔خرابیاں۔۔برائیاں۔۔ فتنے۔۔جھگڑے۔
مفتری: افتراپرداز۔۔الزام لگانے والا۔۔بہتان لگانے والا۔

مفتوں: مبتلا۔۔شیدا۔۔فریفتہ۔۔عاشق۔
مفرد: تنہا۔۔اکیلا۔۔علیحدہ۔۔غیر مرکب۔
مفروضات: وہ باتیں جو استدلال کی بنیاد کے طور پر مان لی جائیں۔
مقاربت: قریب آنا۔۔قربت۔۔قرب۔۔نزدیکی۔
مقاومت: مقابلہ۔۔برابری۔
مقتضا: تقاضہ کیا گیا۔۔مطلب۔
مقر: اقراری۔۔معترف۔۔اعتراف کرنے والا۔۔ تسلیم کرنے والا۔
مقطوع: تراشا ہوا۔۔کٹا ہوا۔
مقہور: قہر کیا گیا۔۔جس پر غصہ ہوا۔
مقید: قید کیا گیا۔۔قیدی۔۔اسیر۔۔پابند۔
مکاتب: وہ غلام جسے کچھ معاوضہ لے کر آزاد کر دیا گیا ہوا۔
مکارم: بزرگیاں۔۔خوبیاں۔۔محاسن۔۔اچھے اوصاف۔۔ قابل تعریف کام۔
مکاشفہ: امورِ غیبی کا انکشاف کرنا۔۔اظہار۔۔افشاء۔
مکافات: سزا۔۔عوض۔۔بدلہ۔۔پاداش۔
مکذبین: جھوٹے۔۔جھوٹ بولنے والے۔
مکرر: دوبارہ۔۔پھر سے۔۔دوسری دفعہ۔
ملازمت: کسی بڑے کی ملاقات۔
ملتفت: التفات کرنے والا۔۔متوجہ ہونے والا۔
ممتنع: باز رکھا گیا۔۔روکا گیا۔
ممسکوں (ممسک کی جمع): کنجوس۔۔بخیل۔۔شوم۔
مملوک: جس پر قبضہ کیا جائے۔۔مقبوضہ۔۔غلام۔۔بندہ۔
مناجات: دعا۔۔عرض۔۔التجا۔
منحرف: پھرنے والا۔۔باغی۔۔سرکشی۔۔غدار۔
مندرج: درج کیا گیا۔۔لکھا گیا۔
مندوب: نمایندہ۔
منزہ: عیبوں سے بری۔۔پاک۔۔مبرا۔
منعم: نعمت دینے والا (یہاں اللہ تعالیٰ مراد ہے)۔
منفعتوں (منفعت کی جمع): نفع۔۔فائدہ۔
منقضی: بیت جائے۔۔گزر جائے۔۔پوری ہو جائے۔
منہمک: کسی کام میں بہت مصروف۔۔انہماک کرنے والا۔

منہیات (منہی کی جمع): منع کی گئی۔۔ ممانعت کی گئی۔
مواخذہ: جواب طلبی۔۔ گرفت۔۔ باز پرس۔
موارِد (مورد کی جمع): وارد ہونے کی جگہیں۔۔ مواقع۔۔ صورتِ حال۔
موانست: باہمی اُنس رکھنا۔۔ اُنس۔۔ محبت۔۔ دوستی۔
موثر: تاثیر کرنے والا۔۔ اثر کرنے والا۔۔ کارگر۔
موضع حمل: ماں کے پیٹ میں وہ جگہ جہاں بچہ ٹھہرتا ہے۔
موضع ولادت: وہ جگہ جہاں سے بچے کی ولادت ہوتی ہے۔
موکد: تاکید کیا گیا۔
موند: بند کرنا۔۔ ڈھانپنا۔
مونس: اُنس رکھنے والا۔۔ آرام دینے والا۔۔ ساتھی۔۔ دوست۔۔ یار۔
مہلکات: ہلاکت کرنے والا۔۔ سخت ضرر رساں۔
مہلکہ: ہلاکت کی جگہ۔
مہمل: چھوڑا ہوا۔۔ ترک کیا ہوا۔۔ بے کار۔
میل: رغبت۔۔ رجحان۔۔ میلان۔۔ توجہ۔

۔۔۔ ﴿ ن ﴾ ۔۔۔

ناشائستہ: نامناسب۔۔ غیر ضروری۔
نابود: نیست۔۔ معدوم۔۔ فانی۔۔ ناپید۔
نخوت: گھمنڈ۔۔ غرور۔۔ خود بینی۔۔ تکبر۔
ندا: آواز۔۔ صدا۔۔ پکار۔
نرینہ: نر سے متعلق۔
نزاع: تکرار۔۔ تنازعہ۔۔ جھگڑا۔
نزع: جاں کنی۔۔ دم ٹوٹنا۔۔ قریب مرگ۔
نسیان: بھول چوک۔
نشاۃِ ثانیہ: دوبارہ پیدائش۔۔ نئی زندگی۔
نظافت: پاکیزگی۔۔ صفائی۔
نفخہء اولیٰ: پہلا صور جو پھونکا جائے گا قیامت میں۔
نفخہ: صور۔۔ جو قیامت میں پھونکا جائے گا۔
نقاہت: ضعف۔۔ کمزوری۔۔ ناطاقتی۔۔ ناتوانی۔
نقباء (نقیب کی جمع): قائد۔۔ رئیس۔
نقیض: اُلٹا۔۔ برعکس۔۔ ضد۔
نگوں ساری: شرمندگی۔۔ شرم سے سر جھکائے ہوئے۔۔ شرمساری۔
نمود: علامت۔۔ نشان۔
ننگ وعار: غیرت شرم۔
نوع: قسم۔۔ جنس۔
نیران: آگ۔
نیست: عدم۔۔ نابود۔۔ معدوم۔۔ فنا۔

۔۔۔ ﴿ و ﴾ ۔۔۔

وارد: آنے والا۔۔ پہنچنے والا۔۔ موجود۔
وحوش: جنگلی جانور۔
وداد: چاہت۔۔ الفت۔۔ دوستی۔۔ اُنس۔
ودیعت: امانت۔۔ سپردگی۔
وسائط: واسطہ کی جمع۔
وطی: جماع کرنا۔

۔۔۔ ﴿ ہ ﴾ ۔۔۔

ہاتف: غیب کی آواز۔۔ غیب کی آواز دینے والا۔
ہانکنے: پاس سے دور کرنے۔
ہذیان: شدتِ بخار کی حلات میں بے معنی گفتگو۔
ہست: ہستی۔۔ زندگی۔۔ حیات۔۔ وجود۔
ہنکائے: پاس سے دور کیے گئے۔
ہنکا: پاس سے دور کرنا۔
ہنوز: ابھی تک۔۔ اب تک۔۔ اس وقت تک۔۔ ابھی۔
ہَوادار: خیر خواہ۔۔ دوست۔
ہَوائے نفس: نفس کی خواہشات۔۔ عیاشی۔۔ شہوت پرست۔
ہَول: خوف۔۔ اندیشہ۔۔ گھبراہٹ۔
ہیئت: بناوٹ۔۔ صورت۔۔ شکل۔

تصدیق نامہ

میں نے گلوبل اسلامک مشن، انک، نیویارک، یو ایس اے کی کتاب

'سید التفاسیر المعروف بہ تفسیر اشرفی' ﴿جلد دہم﴾

کی طباعت کے وقت اس کے ہر صفحہ کو حرفاً حرفاً بغور پڑھا ہے۔

تصدیق کی جاتی ہے کہ اس میں موجود قرآن کریم کی آیاتِ کریمہ اور احادیث شریفہ کے الفاظ اور اعراب دونوں بالکل صحیح ہیں۔ اور میرا یہ سرٹیفیکیٹ درستگی اور اغلاط سے پاک ہونے کا ہے۔ دورانِ طباعت اگر کوئی زیر، زبر، پیش، جزم، تشدید یا نقطہ چھپائی میں خراب ہو جائے تو اسکا متن کتابت کی صحت سے تعلق نہیں ہے۔۔۔۔ علاوہ ازیں ۔۔۔کتاب ھٰذا میں کوئی مضمون ملک وملت کے خلاف نہیں ہے۔

فقط

المصدق

سیّد محمد عظمت علی نوری
ریسرچ و رجسٹریشن آفیسر
(محکمہ اوقاف، سندھ) کراچی